

WWW.PAKSOCIETY.COM

کتابتین کے لیے صداقت مقرر آفریں اورب

سازگار

آپنی

aanchalpk.com aanchalqveei.com

سوسائٹی ڈاٹ کام

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجله اناچل 37 سال

سوانحی — شوق اور ترقی

روزہ — تصویر

روزنامہ — طاہرہ اور ترقی

روزنامہ — چوکھیہ

روزنامہ —

جلد 37
شمارہ 01
مئی 2015

اشتراکات اور اشتہارات
0300-8264242



رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز
رکن سچہ میر آف حکامرس

aanchalpk.com

aanchalnovel.com

www.aanchalpk.com/blog

onlinemagazinepk.com/recipes

info@aanchal.com.pk

[f/women.magazine](https://www.facebook.com/women.magazine)

[/pkwomenmagazine](https://www.facebook.com/pkwomenmagazine)

Scanned By Amir



ابتدائیہ

- 14 سرگوشیاں
15 راہ مظہر الیاس
15 سبزا لکھنوی
16 درجہ جواب آل

دانش گدہ

- 21 مشاق احمد قریشی

ہمارا آنجل

- 25 حراق قریشی شہاب نصابہ بیچرا احمد
حصہ عطا یہ اکرن شہزاد

سلسلہ وار ناول

- 65 مو کی محبت راحت وفا
نوعا ہوا قارہ امیر شریف طور

مکمل ناول

- 113 انما الاخوان بالنیات سوری افند
221 بند محبتوں کے حیاہ بخاری
253 محبت ایسا نغمہ ہے اقر صغیر احمد
263 کاش کاش کاشیں مڑھیں گے عائشہ ناز علی
268 زندگی پھولوں کی راہ فریح ظاہر
227 باپ پر پوت غار قہ رانا

ناولت

- 97 محبت اب بھی باقی ہے نوبت جین نیو
151 ذرا سی بوت نقدیقہ ملک
199 محبت کتا سجدے سے سہا سہا

اشعار

- 113 انما الاخوان بالنیات سوری افند
221 بند محبتوں کے حیاہ بخاری
253 محبت ایسا نغمہ ہے اقر صغیر احمد
263 کاش کاش کاشیں مڑھیں گے عائشہ ناز علی
268 زندگی پھولوں کی راہ فریح ظاہر
227 باپ پر پوت غار قہ رانا

پیشکش کنندہ: پاکستان سوسائٹی، پتہ: 74400، لاہور۔
فون: 74400، پتہ: 74400، لاہور۔



مستقل سلسلے

294	جویریہ سانگ	270	یاوگار لمحے	حافظ شہیر احمد	قوانی مسنگ کا حل
300	شہناز امر	272	آئینہ	میمونہ رومان	بیاض دل
309	شہناز کاشف	275	ہم سے اچھے	حاجت آناز	دش مقابلہ
314	جویریہ اشرف شہیرا	279	آپ کی صحت	روبین احمد	بیوٹی گائیڈ
318	حنا احمد	281	کام کی باتیں	ایمان وقار	نیہ رنگ خیال
320	ادارہ	287	جانیو میرا آنچل میں	بہا احمد	دوست کا پیغام

انٹرنیٹ بیورو کی جانب سے تیار کیا گیا ہے۔ 75 ایف 74 200 فون 20771/20772 021 35620771
 فون 20773 021 کے ذریعے انٹرنیٹ بیورو سے منسلک ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ رب العزت اس شخص پر رحم نہیں کرتے جو لوگوں پر رحم نہیں کرتے۔ (مشقی علیہ)

سیکھشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مئی ۲۰۱۵ء کا آنچل حاضر مطالعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس نے ہمیں یہ دن دیکھنا نصیب کیا۔ آپ کے آنچل نے اپنی حیات کے سینتیس (۳۷) سال مکمل کر لیے۔ اسے اس کی منزل تک پہنچانے میں جہاں اللہ تعالیٰ کا کرم اور فضل شامل ہے وہیں آپ تلھاری بہنوں کی محنت اور قاری بہنوں کی محبت بھی ہمارے سبب رہی ہے۔ ورنہ تو اس طویل عرصے میں کتنے ہی ایسے اچھے ناموں سے جرائد سامنے آئے اور آ کر چلے بھی گئے ان میں اگر کئی بھی تو صرف اللہ کے فضل و کرم کی۔

آپ کی دعا اور تعاون کے سائے میں آپ کا ادارہ آجکل اپنے نئے ماہنامہ تجاب کا چند ہی اجراء کر رہا ہے اس سلسلے میں پہلے بھی آپ کی خدمت میں گزارش کی جا چکی ہے کہ تلھاری بہنیں اپنی پر اثر خوب صورت تحریریں اور قاری سیکس اپنی آراء و تجاویز ارسال کرنا شروع کر دیں۔ کہ تجاب کو سجانے سنوارنے کا کام چند از چند شروع کیا جاسکے۔ جس طرح آجکل آپ کے تعاون کے بغیر ادھر سے اسی طرح تجاب کو بھی آپ کے بغیر پورے تعاون کی شد یہ ضرورت ہے تمام قاری بہنوں سے اتنا س ہے کہ وہ اپنے قریبی ایجنٹ یا باہر جس سے وہ آجکل ہر ماہ حاصل کرتی ہیں انہیں تجاب سیکے لیے بھی تاکید کر دیں تاکہ تمام ایجنٹ حضرات ادارہ سے کو اپنی طلب سے بروقت آگاہ کر سکیں۔

میں اور ادارے کے تمام ہی ساتھی ان تمام قاری بہنوں کے تہ دل سے شکر گزار ہیں جن بہنوں نے سالگرہ کے موقع پر مبارک باد کے پیغامات اور تحائف ارسال کیے یہ آپ کا آنچل سے جڑا صلہ ہی ہے کہ آپ اپنی تحریروں کو ذریعے اپنے نئے جلد پخت و حساسیت کا اظہار کرتی ہیں۔ آپ کا شکر یہ امید ہے کہ آپ "تجاب" سے بھی اپنا تعلق یوں ہی مضبوط رکھیں گی۔ خوش خبری: بہنیں نوٹ فرمائیں کہ ان شاہ اللہ بہت جلد آنچل کے صفحات پر نازیہ کول نازیہ کا نیا سلسلے دار "دل شب جگر کی پہلی بارش" اور اقرآن سنیر احمد کا بھی نیا سلسلے دار "دل پڑھ پائیں گی۔"

جو خواہی ہو کے ستارے پھلے

بہ محبت یہ نغمہ ہے اللہ اور رہا بہت کی بے ساری کر لی تو ہمیں کی خوب صورت تحریر۔
 ہر کاش تمہیں پر دھا کرے بولتی و گفتگو کر لی آنکھوں کی زبان صرف صاحب دل ہی سمجھتے ہیں نازک جذیوں اور احساسات سے مزین عائشہ نازیہ کی ایک خوب ناول۔

بہ محبت اب بھی باقی ہے محبت کی سنگڑ کی لڑکی کی تحریر جس کے بہ نازیہ شہت سب سہ لاد بے تہ نہت جہن کے قلم سے
 بہ انما الاموال والنفیات نیت صاف منور تاسان کے سائے میں: اعلان سوراٹک کا سبق آموز ناول۔

بہ نازک اس بات نازک ہوا کے لیے ذرا باق ہانت و پستہ حوں ویہ گیا۔ ہدیہ سب کے آف نازک سے پڑھیے۔
 بہ آنچل آجکل کی حسین توں دلوز کو سب سے حیرت منجوس انداز میں۔

بہ نازک سبوں کے نغزوں کے سیلاب میں بندھتوں کے کہے نوتے میں۔ حیا ہندی کا دل پذیر افسانہ۔
 بہ نازک سب عمل سب سائے اذو سوائے پھتادے کے کچھ باتھ لیتا۔

بہ نازک سبوں کی ماہر ر تک چرمی حسینک زمانہ گانی آنچل نے سے سنوارا آپ بھی جہنہ فرت ماہر کی زبانی۔

بہ نازک سبوں کی میر سب سیر افزوں کا مختصر افسانہ آپ کی سوچ کے نئے درہ آرونگ۔
 اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو
 قیصر آما

نعمت

حکومت

مری چشم آرزو کی جو ہے آرزو مدینہ
 مرا حال کچھ نہ پوچھو کہ ہے چارنو مدینہ
 مری ہر صدا کا مطلب مری بے خودی الفت
 پس گفتگو مدینہ سر گفتگو مدینہ
 مرے رہبروں سے کہہ دو کہ مجھے نہ آئے چھینریں
 کہ ہے میری جستجو کیا مری جستجو مدینہ
 یہ کہاں جستجو ہے کہ کہاں آرزو ہے
 جہاں بند آنکھ آکر لی ہوا مدبر مدینہ
 ہوا جب سے عشق ^{میں} مرے دل میں جنود آئیں
 مرے دل کا حال یہ ہے کہ ہے نو ہمدینہ
 ہوں عجیب کشمکش میں کوئی راز یہ بتا دے
 کہ مدینہ رو ہے کعبہ کہ ہے کعبہ رو مدینہ
 مرے جذب شوق ہیں تو تجھے پداثر میں کہہ دوں
 ترا ہوا میں جب ہی قائل کہ دکھائے تو مدینہ
 بہنو آؤ مری

تو نہ ہو تو سب کا جینا ہو جائے دشوار
 شکر ہے مولا تیری ذات ہے سب کی پالن ہار
 جن و انس ملائک اور یہ سورج چاند پارے
 تیرے کارن قائم صحرا دریا اور کہسار
 ایسے لفظ عطا کر مجھ کو عزت عظمت والے
 جن سے کروں ہمیشہ مولا تیرا ذکر اذکار
 جہاں جہاں بھی نظر ہے جاتی تیری شان کے جلوے
 ببراک شے سے جھٹک رہا ہے مولا تیرا پیار
 اپنا صیب ^{میں} دیا ہے ہم کو تیرا ہے احسان
 ان سے بڑھ کر کون ہے مولا امت کا غم خوار
 راؤ مظہر الیاس



گرہ ہنسہ پسند کرنے کا ہے حد شکر یہ بے شک یا آپ کا اپنا پرچہ سے اور آپ ہی کی کاوشوں سے آراستہ و پیراستہ ہو کر ادبی تفریح کا سامان فراہم کرتا ہے۔ آنکھ کے متعلق آپ کی محنت رائے آپ کا حسن نظر جب کہ ہمارے لیے باعث شکر ہے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا تو ہیں کہ آپ کے قلم کے ذریعے علم کی جوت سب کے دلوں میں روشن رہے آمین۔

اقبال بانو..... بورے والہ

پیاری ہمشیرہ! سدا خوش رہو جذبات و احساسات کو لفظوں میں پرو کریں آپ سے نصف ملاقات کا شرف حاصل ہو جاتا ہے حد اچھا لگتا ہے۔ آپ نے اپنے قیمتی لکھتے میں سے کچھ بل آنکھ کے لیے بخش کیے اور سال گرہ ہنسہ کے متعلق اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا ہے حد مشکور ہیں۔ امید ہے آپ کا لکھی تعاون آئندہ بھی برقرار رہے گا۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو دنوں جہان کی خوشیاں و کامیابیاں عطا فرمائے آمین۔

کل پھینکے اوروں کی طرف بلکہ شکر بھی اسے خاندانہ انداز چمن پنہ تو اوجھ بھی دیکھ رہے ہیں کے ساتھ ہم بھی از سر نو آپ کو گاہے بگاہے پڑھنے کے مشتاق ہیں۔

نازبہ کنول نازی..... ہارون آباد

ذخیر نازیہ! سدا سہاگن رہو! آپ کی جانب سے موصول شادی کا دعوت نامہ دیکھ کر خوشی ہوئی اور یہ جان کر بھی کہ آپ کے پھونے بھائی اور چھوٹی بہن کے فرض سے بھی آپ کے والدین کو اللہ سبحان و تعالیٰ نے بہ حسن طریقے سے سہدوش فرمایا اور رقی اور دار آنکھ کی جانب سے آپ کو آپ کے حیرانہ کو بہت بہت مبارکباد اور دعا ہے کہ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو اور آپ کے بھائی بہن کو ہمیشہ خوش و خرم شاد و آذرخس آمین۔

فاخوہ گل..... اقلی

عزیزاتی فاخرہ! شاد و آذرخس ہو! عریضے بعد آپ سے نصف ملاقات بہت اچھی تھی۔ آپ کے قلم سے نثر تے مونی جیسے لفظوں کے ذریعے رشتہ آ رہا ہے ہمیشہ برقرار رہا لیکن آج یہ تعنت مزید استوار ہو گیا ہے۔ سال

کوثر خالد..... جزانوالہ

پیاری بہن! خوش رہو! خط کے ہاتھ پر خوب صورت شعر سنی جہاں گتے جموں کی طرح جھنڈا رہا تھا۔ ہے حد پسند آیا ہمارے متعلق آپ کی جو رائے ہے یا آپ کی محبت ہے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ نے آپ کو بہترین ذہنی صلاحیتوں سے نوازا ہے اور حمد و نعت کی صورت میں آپ کا کام دنیا ذات ثروت دنوں جہانوں میں باعث سعادت ہے آپ کا تبصرہ پڑھا تھا اس لیے شامل اشاعت نہیں ہو سکا۔

غریبہ شہیرا ایمن انعم اور ہمشیرہ

خانہ سونگودھا

ذخیر سسز! خوش رہیں آپ کے تحریری کلمات ہمارے لیے باعث شکر اور قابل رشک ہیں۔ ہمیشہ آنکھ کو سجانے سنوارنے میں آپ کے ان الفاظ نے جہاں بہارا حوصلہ بڑھایا وہیں آپ بہنوں کی آرا و مد نظر فرماتے ہم نے اسے آراستہ کیا۔ تمیرا انکوں اور آپ کی دیگر فرینڈز بھی آند ستا کچھ میں شرکت کر سکتی ہیں یا آپ بہنوں کا اپنا پرچہ ہے۔

کوثر نازیہ..... حیدرآباد

ذخیر نور! سدا خوش رہو! بہنوں کے شائع ہوتے پر مبارکباد۔ شکر یہ کہ قطعاً ضرورت نہیں ہے یہ سب آپ کی محنت کا صلہ اور انھار سے آپ کے کئی سفر و مزید بہتر بنانے کی تہ رقی جانب سے ایک سرائتی کاوش ہے۔ آپ کو پرہیز کا ہم پسند آئے مشکور ہیں ایڈیٹنگ تو بہتر رہے کہ بس آنکھ کی جگہ حساب لکھنا ہوگا۔ آپ کی دیگر تحریریں پڑھنے کے بعد حق آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کریں گے فی الحال معذرت۔

ارم کمال فیصل آباد

ڈیئر ارم! شاد و آباہر ہو آپ کے خط میں آپ کی کرن کی رحمت کی خبر سن کر دل بے حد رنجیدہ ہوا۔ اللہ سبحان و تعالیٰ ان کی مغفرت کرے۔ دونوں بچوں کے سر سے مال کا آچھل چھن جانا بے شک بہت بڑا صدمہ دارہٴ قلبی تھا۔ نقصان ہے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ ان بچوں سمیت آپ سب کو صبر و استقامت عطا فرمائے اور مرحومہ کے درجات بلند فرمائے آمین! قارئین سے بھی امیر کے حق میں دعائے مغفرت کے شکر ہیں۔

حمیرا قریشی حیدر آباد

ڈیئر حمیرا! سدا سکر او! آپ سے نصف ماقات کے بعد آپ کی مصروفیت کا بھی بخوبی اندازہ ہو گیا۔ اسی مصروفیت کے حوالے سے ہماری جانب سے بھائی اور بہن کی شادی پر ڈیئروں مبارک بادوں کیجیے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ انہیں دائمی خوشیوں سے نوازے۔ آپ کی تحریر قلم ہو چکی ہے ان شاء اللہ جنتا بچل کے صفحات پر جھلک کر نظر آ جائے گی۔

ودیعہ یوسف کراچی

پیارے! دلیر! خوش رہو! آپ کے خط میں آپ کی ہمدردی کے متعلق پتہ نہ کر کے ساختہ مسکراہٹ نے لیوں کا ارنڈ کر لیا ہے۔ نام اور انداز میں نہیں لکھیں گی تو آپ کی ڈانٹ کیونکر ہم تک پہنچے گی! بہر حال ان دفعہ خط مہسوز ہو گیا ہے اور جواب بھی حاضر ہے۔ آپ آئندہ بھی شرکت کر سکتی ہیں اپنا افسانہ بار سال کر دین معیاری: والو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

دعائے سحر فیصل آباد

پیارے! دعا! جگ جگ جیو! آپ کی نظم کی اشاعت پر ہم رفقہ جانب سے مبارکباد قبول کرتے ہیں۔ آپ کا کہنا بجا ہے کہ شہد اولیٰ کی کامیابی پر مال ہاپ کا سرخڑ سے بندہ ہو جاتا ہے۔ آپ کی واہدہ کے لئے بچوں یہ ایک بڑی خوش خبری ہے کہ بہت جوں بہر حال وہ آپ کی تمام کامیابیوں میں آپ کے ہمراہ اور آپ کی خوشیوں کے ساتھ آج بھی دنیا میں سیکھنے والے ایسی سستی ہے جس کا ماتہ ہمیشہ اپنی اولاد سے برقرار رہتا ہے۔

دلکش مریم چنیوٹ

ڈیئر! شاد و آباہر ہو آپ کی غیر ضروری کے

دوران ہم نے بھی آپ کی کمی کو محسوس کیا جہاں تک دعا یہ نظم کی اشاعت اور آپ کے نام کی بابت ہے تو گھڑیا ہمیں ان بہن کا خط موصول ہوا تھا۔ ان کی سستی کی خاطر وضاحت کر دینا ضروری تھا۔ آج بھی بہت سی بہنیں نیرنگ خیال میں دیگر شعراء کی نظموں غزلیں اپنے حلقوں کے ساتھ ارسال کر دیتی ہیں! کافی حد تک کوشش تو کی جاتی ہے کہ انہیں روک دیا جائے لیکن بعض اوقات ایسا نہیں ہوتا۔ امید ہے اس وضاحت کے بعد آپ بذمہ داری ختم کرتے ہوئے کھلی کھلی کفراموش کر دیں گی۔

طیبہ نذیر شادیوال، گجرات

پیارے! جیسی رہو! آپ کا خط پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ اپنی والدہ اور دیگر بہن بھائیوں سے کس قدر محبت و التفات رکھتی ہیں۔ اسی لیے اپنی والدہ کے لیے پریشانی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کی والدہ کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور آپ کے بھائیوں کو بھی بہترین روزگار و کاروبار عطا فرمائے آمین۔

سونہ علی دیشم گلی، مورو

ڈیئر سونی! جگ جگ جیو! پچھلے انداز میں کیا آپ کا شعور بھی اچھا لگا بہر حال ان مصروفیت اشیا کے استعمال سے بہتر ہے کہ آپ ہر مہینے ڈاک کا لفافہ ہی خریدیں، آپ کے خط کا جواب حاضر ہے امید ہے اپنا نام آپ میں جھلکنا، ایچ کر ساری کھلی اذن چھو ہو جائے گی۔

عاصمہ رمشا فائقہ کہتالہ شیخان

ڈیئر سوز! شاد و آباہر ہیں بزم آج کل میں کھلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ 2015ء سے آپ کا ادارہ کھلے ساتھ سے جان کر خوشی، ذوق، تعارف ان شاء اللہ ہمارے آسنے پر تک پہنچے گا۔

ثویبہ صابر ناہیدہ

پیارے! ثویبہ! جیسی رہو! آپ کی تحریر کی زمین قبولیت کی سند حاصل کرنے میں ناکام ٹھہری۔ بہر حال پتہ نہ کر یہ انداز ضرور ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے۔ آپ طواست سے سرینہ کرتے ہوئے کسی قسم کے موضوعات پر افسانہ لکھنے کی کوشش جاری رکھیں! کامیابی آپ کے قدم

چو سے گی ان شاد اللہ۔

پارس بنت دین..... لہ شریف
ذیر پارس! مداسکراؤ شریف نامی شہر سے
شرکت کرنے والی ایک مصمم و شریف لڑکی سے
ملاقات اچھی لگی۔ آپ آنجل ٹیلی کا حصہ بن چکی ہیں
اب آپ بھی اپنی نگارشات کے ذریعے دیگر سلسلوں
میں شرکت کر سکتی ہیں۔

ساتھ حیب اوڈ..... عبدالحکیم
ذیر ساڑھ! جگ جگ جو آپ کے خط کو پڑھ کر
اندازہ ہوا آپ حساس اور باشعور سوچ کی مالک ہیں۔
ہمارے معاشرے کا یہی تو المیہ ہے کہ آج بھی بہت سے
معاظمت میں صف نازک کو صرف اس لیے پیچھے رکھا
جاتا ہے کہ وہ جنت خوا ہے اور یہی اس کا قصور گردانا جاتا
ہے اللہ سبحان و تعالیٰ ایسے لوگوں کو نیک بڑایت عطا
فرمائے آمین آپ آ سیدہ بھی شریک محفل ہو سکتی ہیں۔

صائمہ سکندر سومرو..... حیدر آباد
ذیر سسر! مداسہا کن رہو آنجل اور آپ کے دیرینہ
تعلق کے متعلق جان کر بے حد اچھا لگا۔ بے شک چند
سال کا عرصہ ایک طویل دورانیہ ہے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ
سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کو صحت و سلامتی کے ساتھ نیک و
سازگ اولاد عطا فرمائے اور آپ کے قدموں سے جنت
رکھ دے آمین۔

نویہ..... راولپنڈی
ذیر ٹوٹی! جی رہو آپ آنجل کے لیے لکھنا چاہتی
ہیں بان کرا چھا لگا۔ کسی بھی اصلاحی موضوع پر مختصر لسانیہ
ارسال کر سکتی ہیں اگر آپ کا افسانہ منتخب ہو گیا تو اس
صورت میں آپ کو کسی طرح کی قیمت ادا نہیں کرنا ہوگی
بے فکر رہیے۔

ارم کمال..... ڈی جی خان
ذیر ارم! جیتی رہو آپ کی شاعری متعلقہ شعبے کو
ارسال کر دی ہے۔ رد و قبول کا فیصلہ وہیں طے پاتا ہے
اگرگزشتہ شاعری شامل نہیں ہوئی تو ضرورتاً آپ کی شاعری
آنجل کے معیار کے مطابق نہ ہوئی شاعری کے علاوہ
آپ دیگر سلسلوں میں شرکت کے ذریعے آنجل ٹیلی کا
حصہ بن سکتی ہیں۔

بشری خان..... لیہ

پیاری بشری! آباد رہو بڑے نام منور لیس کے نام سے
آپ کی تحریر موصول ہوئی۔ موضوع کا چناؤ بہتر ہے لیکن
انداز تحریر ابھی پختہ نہیں۔ کچھ باتوں میں تضاد بھی موجود
ہے دستخط مٹانے اور مشاہدے کے بعد آپ اس کمزوری
کو دور کر سکتی ہیں۔ امید ہے محنت اور جدوجہد کے ساتھ
اپنی کاوش جاری رکھیں گی۔

ذیب النساء..... حافظ آباد
ذیر زحی! خوش رہو آپ کا اور آنجل کا دیرینہ ساتھ
ہے لیکن آپ نے آج ہمت کرتے ہوئے قلم بھی اٹھالیا
جان کرا چھا لگا۔ پیاری بہن جو لوگ لفظوں کی لڑی میں
اپنے احساسات و جذبات کو پروکھنے قرطاس کی زینت
بناتے اور ہوا کے دوش پر ہم تک پہنچاتے ہیں وہ بھی آپ
اور ہم جیسے ہی ہیں۔ بہر حال آپ نے اب ہمت کر کے
قلم سے ناتہ جڑ گیا لیا ہے تو امید ہے کہ یہ تعلق استوار
رہے گا۔ پیوستہ رہ بھر سے امید بہار رکھ یعنی آپ کی
شرکت پر ہی ہمہ آپ آنجل ٹیلی کا حصہ بن سکتے ہیں۔

جاذبہ ضیافت عباسی..... دیول مری
پیاری جاذبہ! شاد رہو آپ کی تحریر ’لوہم بارے‘
پڑھ لی گئی ہے انداز تحریر اور موضوع دونوں لحاظ سے
نہایت کمزور تحریر ہے۔ مئی الحال آپ صرف مطالعہ پر توجہ
دیں اس کے بعد ہی قلم اٹھائیں۔

سیدہ سحر گیلانی..... نامعلوم
پیاری سحر! شاد و آباد رہو آنجل اور آپ کی پہلی
حادثاتی ملاقات کے متعلق جان کرا چھا لگا اور اس دن
سے آپ نے آنجل کو اپنا ہم قدم بنا لیا۔ آپ کے
جذبات قابل تحسین و قابل تخریر ہیں آپ سب آنجل کے دیگر
سلسلوں میں باقاعدگی سے شرکت کر سکتی ہیں یہ آپ
بہنوں کا اپنا ہی پرچہ ہے۔

آسیہ اشرف..... گنگاپور
پیاری آسیہ! خوش رہو شکوہ و شکایت سے مزین آپ
کا خط موصول ہوا بہر حال آپ کا یہ انداز اور نصف
ملاقات بھی اچھی لگی۔ گزرا ہمسرا ساندھ پشاور کے تحت نکاحی
تھی بہت سی کہانیاں موصول ہوئیں سب کا موضوع عمدہ
اور دردناک ہی تھا جسے پڑھ کر ایک بار پھر سے وہی درد

روح میں اترتا محسوس کیا۔ کہانی کو رد کرنے کا مقصد یہ نہیں کہ ہم اس حقیقت اور آپ کے محبت سے بھرپور جذبات سے انکاری ہیں۔ رد ہونے کی وجہ دراصل انداز تحریر کی کمزوری اور ناچکنگی ہے۔ آپ مزید مطالعے اور محنت کے ساتھ اپنی کوشش جاری رکھیں۔

نزہت بی بی ایبٹ آباد

ڈیر نزہت! بھیجی رہو آپ کے کئے رخط کا جواب بعد تحریر کی اصلاح کے حاضر ہے۔ آپ کی تحریر ”بیاری کی خاطر“ موضوع کا چناؤ نہایت کمزور ہے۔ اندازہ تحریر میں بھی ناچکنگی نہیں ہے بہتر سے کہ فی الحال آپ اپنے مطالعہ پر توجہ دیں اور ڈیر نامور رائٹرز کی تحریروں کا بغور مطالعہ کریں۔ ابھی آپ ناول مت ارسال کریں افسانے پر ہی کوشش جاری رکھیں۔

ثنا منیر کھوکھو کہیں سرگودھا

بیاری ثنا! آباد رہو آپ کی تحریر ”ثناسانی“ موصول ہوئی ہے ساری گرہ نمبر سے فراغت کے بعد ہی اس کے متعلق آپ کو جس رائے سے آگاہ کریں گے۔ جہاں تک انکم کاعلق ہے وہ متعلقہ شعبے وار مسائل گردش جانی ہے۔ اگر معیاری ہوئی تو ضرور سب جانے کی ذمہ داری ہے۔

ثانیہ مغلی لیبانی

ڈیر ثانیہ! تب جب جو آپ کی تحریر سے متعلقہ اپنی چھ بھی کہیں ان اذدقت ہوگا کہ تمہارا آپ کی سہیلہ تحریر تو قابل بھی منظور ہے۔ بعد آخری نجات میں بھی اب آپ کے کئے پر رد کردی گئی اور نئی تحریر اب پھر ان مراحل سے گزرنے کے بعد اپنی جگہ بنا سکتی گی۔

عروہ نیازی میانوالی

بیاری عروہ! خوش رہو آپ نے اپنی تحریر کی سفر سے آواز میں ہی ”سکس“ کے عنوان سے ایک طویل ناول لکھا ہے۔ آپ کا انداز امرچہ اصلاحی ہے لیکن اصلاح اور نصیحت سے بھرپور اس تحریر میں دلکشی کا عنصر مفقود ہے۔ کہانی کا حسن ہے چا طوالت اور مشاہدے کی قلت کی بنا پر نامد پر نہیں ہے۔ آپ کی تحریر کہانی سے زیادہ ایک ناسمانہ پیکر کی مثال نکلتی ہے۔ امید ہے اس ناول کی اصلاحی کے بعد آپ ان کمزوریوں کو دور کرتے ہماری اصلاحی سے بھرپور فائدہ اٹھائیں فی اللہ سبحان و تعالیٰ

آپ کا حامی و ناصر ہو۔

بشری باجوہ اوکاڑہ

ڈیر بشری! سدا مسکراؤ! آپ کی جانب سے ارسال کردہ تحریروں کے مطالعے کے بعد آپ کی تحریر ”روٹی“ آنکھ میں اپنا مقام بنانے میں کامیاب ٹھہری جبکہ دوسری تحریر بعنوان ”ذرا سا فرق“ کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔ آپ اسی طرح کے موضوعات پر مختصر افسانے پر اپنی کوشش جاری رکھیں۔ امید ہے مزید بہتری آئے گی۔

سیدہ یوحیسا رباب میانوالی
ڈیر برہیس! سدا سہاگن رہو شادی کے بعد کہانی کی اشاعت کی صورت میں آپ کو بہت بڑی خوشی ملی جان کر اچھا لگا۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو مزید خوشیوں سے ہمکنار کرے ایک خوش خبری ہماری طرف سے بھی ہے کہ آپ کی مزید دونوں کہانیاں بھی کامیابی کی سند حاصل کر چکی ہیں۔ جلد ہی ایک بار پھر آنکھ کے سائے تلے آپ اپنا نام پھیلانا دیکھ سکیں گی۔ آپ کا ایڈریس نوٹ کر لیا ہے آئندہ نصف ملاقات کے لیے اس پر رابطہ برقرار رہے گا۔

ایمہ فاطمہ محمود پور

بیاری فاطمہ! سدا رہو آپ کی تینوں کہانیاں پڑھ ڈالیں لیکن پھر خاص بات کو تحریر کرنے میں ناکام رہیں۔ انداز تحریر بہت کمزور اور موضوعاتی لحاظ سے بھی بہت محنت کی ضرورت ہے۔ لگائی بھی بے حساب الفاظ موجود ہیں۔ فی الحال آپ کے لیے یہی مشورہ ہے کہ اپنا مطالعہ وسیع کیجیے اس کے بعد ہی قلم اٹھائیں۔

کائنات گل دولت ڈھر

ڈیر کائنات! اسم باگ کی بن کر طبع کی طرح سبھی رہو چاہتوں و محبتوں سے بھرپور آپ کا تفصیلی خط موصول ہوا تو کیا آپ نے جس طرح ہر سلسلہ پر خوب صورت الفاظ میں تبصرہ کیا ہے اور دعاؤں سے نوازا ہے ہے اختیارات آپ کی اس چاہت پر ہمیں فخر محسوس ہوا۔ آپ کے سبب سے الفاظ کی خوش بولنے میں اپنے حصار میں لیے اس بات کا احساس دلایا کہ آپ نہایت تخصص اور خوب صورت دل کی ملکہ ہیں۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو جزائے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✦ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✦ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✦ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو ایبل لنک
- ✦ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✦ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✦ ہر پوسٹ کے ساتھ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✦ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریج
- ✦ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✦ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✦ پیریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✦ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریج
- ✦ ایڈ فری لنکس، لنکس کو ایسے کمانے کے لئے شرک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

← ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

← ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

خیر عطا فرمائے آمین۔ جہاں تک آپ کی تحریر کی بات ہے تو آپ کی یہ تحریر کامیابی حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ موضوع کے چناؤ میں احتیاط کرتے ہوئے کسی اور موضوع پر قلم اٹھائیں۔

سحر انجم لاہور کینٹ

ذخیر سحر! شاد و آہار ہو آپ کی تحریر "میرا گھر میری جنت" آپ کے صفحات پر اپنی جگہ بنانے میں ناکام ٹھہری بہر حال پڑھ کر اس بات کا اندازہ بخوبی ہو گیا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے۔ آپ کا موضوع کاچٹا تو عمدہ ہے لیکن تحریر میں روانی کا عنصر مفقود ہے۔ وسیع مطالعہ آپ کی صلاحیت کو مزید جلا بخشنے میں اہم کردار ادا کرے گا۔ دیگر بڑے رائٹرز کی تحریروں کا بخور مطالعہ کریں اور اپنی کاوش جاری رکھیں۔

حوا قربشی ملتان

ذخیر سحر! شاد و آہار ہو آپ کی تحریر "آدھی رات" کے نام سے موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے۔ آپ نے موضوع کا چناؤ بھی خوب کیا اب اپنے اندر موجود اس فن کو مزید جلا بخشنے ہوئے اس کامیابی کو ایک مجمع سے مزید سرا جلاتے ہوئے چہ انعام کرنی چاہیں۔ ہماری جانب سے تحریر کے منتخب ہونے پر ڈیڑھ سو مبارکباد آئندہ بھی قلم کا حق یونگی ادا کرتی رہے گا۔

ام ایمان قاضی کوٹ چھتہ

پیاری ایمان! خوش و خرم رہو سب سے پہلے تو عمر کی سعادت حاصل کرنے پر ڈیڑھ سو مبارکباد۔ بے شک اس دور کی زیارت بہت بڑی خوش نصیبی ہے جو اللہ سبحان و تعالیٰ نے آپ کے مقدر میں پریم کی۔ اب کہنا تو اس کے متعلق جان کر سمجھنی تمام عقلی بھی دور ہو جائے گی۔ "پہچت واپگھتی اور زندگی کے رنگ" آپ کی تینوں تحریروں پر آپ کے لیے مختص سدی گئی ہیں جلد اپنا نام جھلساتا دیکھ پائیں گی جبکہ "تراجملا وقت" از سر نو ارسال کر دیں یہ تحریر ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔

ناقابل اشاعت

ذرا سائفرق خواہش کی تکمیل، محبت زندگی ہے بے نام منزلیں، خاموش محبت، میرا گھر میری جنت، حاصل

آگنی فصل سکون بلا عنوان پر مل قول کشمیں بھول راز مخروہ سخی رواجوں کی قیدی زندگی اک مجب موز پر وہ ملا نہیں تو گلہ نہیں آجاتے رہے مانتے پر جانے بن کے انجروں میں تزکیہ نفس امید نہیں چھوڑی یا کھرفد محبت میرا نصیب اک طرز تعاقب فیصلہ آزمائش نئی سوچ تربیت دعا دل کے رشتے کمزور دشمن محبت ذائقہ مسئلہ ہے محبت نقش ہے دل یہ نکل رشتے اپنا نیت کے لکھن سے راہ نر زرد گئی کے ہالے میں یہ دیا جلا ہے کوئی محبت خاموش ہی اچھی اعتبار لو لے نہ میں تم سے حمل ہوں نادانی روح کے گھاؤ کتنا اکیلا ہے محبت کا سزا ایک بار کھو شکو سے دلوں کے آچل تیرے نام دل ہے ایمان لو ہم بار گئے صلہ حاصل بلا عنوان اتنی ہی محبت تم سے محبت ہے چاہتیں محبت زندگی ہے پیار کی خاطر یہ دھرنی ہے ہاں ظلم کی سزا ایک مل آپ بھی زندگی کی آغوش میں زندگی اور انسان ماننے کی میں تونوں آکھاں انمول دوست روز گلن کا ہمسفر ہمارا ملن آ کر ڈاپنا سحر کی بارش ہوا پتھ یوں۔



مصنفین سے گزارش
 ☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگا نہیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فونو کاپی کرا کر سنے پاس رکھیں۔
 بلا قسط و امانت لکھنے کے لیے لائبریری سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔
 بی بی نعیمی، سہیل، شمش کریم، پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ڈراما پر طبع آزمائی کریں۔
 نیا فونو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوں۔ اوارہ نے ناقابل اشاعت تحریروں کی دہلی کا سلسلہ بند کر دیا ہے۔
 نیا کوئی بھی تحریر نئی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔
 مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔
 نیا اپنی کہانیاں دفتر کے پتہ پر بشرط ذراک کے ذریعے ارسال کیجئے۔ 7 فریڈ چیمبرز عبد اللہ پارون روڈ۔ کراچی۔

مسائل الہدیہ

ہمیشہ شاق احمد فریدی

قدیم زمانے میں ہادیہ قرآن کریم کے قبل یہ روایت تھی کہ بدو اور ہادیہ بدو ہزاران قوم یعنی امرالہدیہ نامی قوموں میں اپنی برکت کے اظہار کے طور پر ہونے کے لئے ہنستے تھے جس سے ان کی امتیازی حیثیت نمایاں ہوتی تھی اور ہادیہ ریشم اور ہارنپ ریشم کے پیرے پیرے کرتے تھے۔ دنیا میں چونکہ حکمرانی کے مطابق مردوں کے لئے سوئے اور ریشمی لباس کی ممانعت ہے، جن لوگوں کو بدو کہتے ہیں انہیں سہ ماہی کے پتے لٹکانے سے انہیں گھرانے (جہاں ہادیہ ہوتی) سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ جنت میں یہ ساری چیزیں میسر ہوں گی۔ وہاں اہل بیت عترت کے لئے ہادیہ پینوں میں آوی ہو جائیں۔ اس وقت جس چیز کی خواہش کریں گے وہ موجود ہو جائے گی۔

قرآن: ان کے لئے ہمیشہ ہے وہی جنتیں جس کا نانا نہ دندہ نہ دندہ بنے ان کے اپنے بندوں سے یہاں ہے جنت اس کو وہ پورا ہونے والا ہے۔ (سورہ ۶۱)

آیت: کہ یہ میں رب کریم نے اپنے بندوں کو خوش خبری بنا دیا ہے۔ مہینوں کے دنیا کی زندگی میں اپنی قوم زندگیاں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت و عترت و ہادیہ میں مزارق ہوں اور ان کے ایمان کی پختگی کے انہوں نے رحمت کو بغیر دیکھے۔ صرف ہادیہ ترقی و ترقی کے نفاذ کے بعد۔ ہادیہ پتے لٹکانے سے اس کے جسموں کے لئے ایمان اور ترقی کا راستہ اختیار کیا۔ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے اپنے بندوں کو خوش خبری سنا رہا ہے۔ ان سے جو رحمت اور اس کی نعمتوں کا وعدہ کیا ہے وہ سب پورا ہوگا۔ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے پورا ہوا ہے۔

قرآن: وہ ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جن میں یہ نرسہ ہادیہ ہوں گے وہاں انہیں سونے کے کھنڈ اور ہادیوں (کے ہار) سے راستہ کیا جائے گا۔ ان کے ہاں ریشم کا ہادیہ۔ (سورہ ۲۳)

آیت: کہ یہ میں بند تھی اہل رحمت اور خوش خبری بنا رہا ہے کہ وہ اللہ کی رحمت میں ہادیوں کے جو ہادیہ ہیں جس کو انہوں نے ہادیوں کی زندگی میں نہ تمہیں ہونے والی ہادیوں کی زندگی ہوں اور اللہ کی رحمت کے ساتھ رہیں گے جس طرح ہادیہ دنیا میں اپنی سعادت میں رہتے ہیں۔ انہوں نے سبقت کرنے والے نرسہ اول کے ادب و راستہ کا حق ادا کرنے والے تہاں کتاب و سنت میں پیش پیش ہادیوں کے ہادیوں میں اول اول اللہ تعالیٰ سے ہادیوں تک پہنچانے والے انبیاء علیہم السلام ہیں جو بڑی فضیلت رکھتے ہیں وہی ان ہادیوں میں داخل ہوں گے۔

ہمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تین درجے ہیں: ہادیوں کی ہیں۔ (۱) سب و ہادیوں جو ہادیوں فرشتوں میں ہوتی اور اللہ کی رحمت کے ہادیوں کے ہیں۔ جو ہادیوں کے ہادیوں کے ہیں جنہیں اپنے نفس پر قابض کرنے والا ہادیوں کے ہادیوں کی وجہ سے اپنے آپ کو ہادیوں سے جدا کر لیتے ہیں۔ (۲) ہادیوں

قسم کے وہ لوگ ہیں جو مے جلے کھل کرتے ہیں بعض کے نزدیک دو جو فرانس کے پابند محرمات کے ہرک تو ہیں لیکن کبھی مستحبات کا ترک اور بعض محرمات (جنہیں حرام کہا گیا ہے) کا ارتکاب بھی ان سے نہ ہوتا ہے یا دو ہیں جو تیس مرتبہ پیش پیش نہیں ہیں۔ (۳) تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو دین کے معاملے میں سب پر سبقت کرنے والے ہیں جو نہ محرمات کا ارتکاب کرتے ہیں نہ ہی مستحبات کو ترک کرتے ہیں۔ مفسرین کی اکثریت کے مطابق یہ تینوں گروہ ہاں آخر جنت میں داخل ہوں گے خواہ مخواہ (حساب کتاب) کے بغیر یا حساب کتاب کے بعد خواہ مواخذہ سے محفوظ رہ کر یا کوئی برا پانے کے بعد جبکہ وارثین کتاب یعنی مسلمان کے بالمقابل دوسرے گروہ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔ "جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے جہنم کی آگ ہے۔" اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ جن لوگوں نے اس کتاب الہی قرآن حکیم کو مان لیا ان کو جنت نصیب ہوئی اور جنہوں نے ایمان لانے سے انکار کیا ان کے لئے جہنم مقدمہ رہی۔ اس کی تائید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث جو حضرت ابوالہذ رہا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ۔

"جو لوگ نبیوں میں سبقت لے گئے ہیں وہ جنت میں کسی حساب کے بغیر داخل ہوں گے اور جو سچ کی راہ سے ہیں ان سے محاسبہ ہوگا مگر یہ محاسبہ رے گا۔" وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے تو محشر کے پورے طویل عرصے میں روکے رکھے جائیں گے پھر انہیں بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں لے لے گا اور یہی لوگ ہوں گے جو ہمیں گئے کہ شکر اللہ کہ اس نے ہم سے غم دور کر دیا۔ "جیسا کہ اس آیت مبارکہ سے متصل آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: وہ کہیں گے کہ شکر ہے اللہ تعالیٰ کا کہ اس نے ہم سے غم دور کر دیا یقیناً ہمارا رب معاف کرنے والا اور اللہ فرمائے گا: (فی طہ: ۳۳)

حدیث شریف میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیات کی پوری تفسیر بیان فرمادی ہے کہ اہل ایمان کے تینوں طبقوں کا انجام حدیث شریف کے ذریعے الگ الگ ارشاد فرمادیا ہے جس کی راہ بالوں ست باکا محاسبہ ہونے کا موجب ہے کہ انہوں کو ان کے کفر کے ماہر ہو کر ہرگز نہ رہا جائے بلکہ ان کے کفر کے غم سے اہل ایمان میں جو لوگ اچھے اور بدے دونوں طرح کے اعمال دانستہ میدانِ محشر میں پہنچیں گے ان کی نیلین اور نہ ہوں گا جموں حساب ہوگا ایسا نہیں ہوگا کہ ہر برائی کی الگ الگ جزا دی جائے گی اور ہر برائی کا جزا الگ ہوگی سب کا مجموعی حساب ہوگا۔ نیکیوں سے تمام کام دیکھ دینے چاہیں گے اور اگر سزا زیادہ ہوئے تو کچھ دنوں سے نیکیاں حسنا دی جائیں گی اور ہائی پر جزا سزا کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اور وہ اہل ایمان جنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہوگا یعنی جن کے گناہیں روزیہ دو ہوں گے (کفر اور شرک کے علاوہ) ان کو محشر کے پورے عرصے میدانِ محشر میں ہی رہنے رکھا جائے گا۔ ان کا یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ وہ بھی جہنم میں نہیں ڈالے جائیں گے بلکہ ہوسکتا ہے کہ اللہ جو ہر ایسی رحیم و کریم ہے اپنے ان خطا کار اہل ایمان لوگوں کو صرف "تہا" خست عدالت" کی بی سزا دے یعنی روزِ محشر ہی پوری حویلی مدت جو نہ مہنہ ہوتی صدیوں طویل ہوئی جیسا کہ سورۃ آجہدہ اور المعارج ۶ تا ۷ میں ارشاد ہوا ہے۔ یہ حساب میدانِ محشر میں دنیا کے ایک ہزار سال کے

بنا دیا اس سے زیادہ ہوگا جیسا کہ آیت میں ہے۔

ترجمہ: ایک ایسے دن جس کی مقدار تبارک شہرت سے ایک ہزار سال ہے۔ (الاسجد۔ ۵)

جیسا کہ آیت کریمہ میں ارشاد ہوا ہے۔ حشر کا دن ان منتظر فیصلہ لوگوں پر اپنی تمام تر تختیوں کے ساتھ مزارا جائے گا یہاں تک کہ آخر کار اعدہ رحیم و کریم ان پر رحم فرمائے گا اور عدالت الہی کے فیصلے کے وقت ان منتظر لوگوں کے لئے عظیم الہی سادہ ہو جائے گا کہ انہیں بھی جنت میں داخل کر دیا جی منعمون کے متعدد اقوال محدثین نے بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے نقل کئے ہیں۔ مثلاً حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت ابوسعید خدریؓ حضرت براء بن خازمؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے جمیع صحابہ کرام کے اقوال جو اپنی طرف سے تو نہیں ہو سکتے یقیناً انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور سنا ہوگا۔

اس سے کسی بھی اہل ایمان کا یہ سمجھ لینا صحیح ہے کہ مسلمانوں و جنہوں نے اللہ کے نذر پر عمل کیا ہے ان کو صرف "تہر حاست عدالت" ہی کی مہلت ملے گی اور ان میں سے کوئی جہنم میں نہیں جائے گا لیکن قرآن کریم اور حدیث شریف میں متعدد ایسے جہاں کا ذکر ہے جن کے مرتبہ و ان کا ایمان بھی جہنم سے نہیں بچا سکتے گا مثلاً جو کسی مومن کو بدانتہائی یعنی خیر اقل کرے اس کو جہنم میں لے جائے گا خود اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا ہے اس طرح قافلوں دراشت میں کی حد و حدود سنہ ہالوں کے لئے صاف صاف اعلان کیا گیا ہے وہ اسی بابر ہیں اور کہا گیا کہ اگر آپ کے لئے نور سوہ خور کے لئے بھی اعلان الہی موجود ہے اور احادیث میں بھی تصریح ہے کہ وہ جہنم میں جائیں گے۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہارے سناہ صاف فرمادے گا اور تمہیں ان جنتوں میں پہنچائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور صاف ستھرے صحراؤں میں جو بہت عدن میں ہوں گے یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ (التصف۔ ۱۴)

روزِ محشر روزِ حساب میدانِ حشر میں سب سے زیادہ فائدہ میں اہل ایمان مسلمان رہیں گے جنہوں نے دنیا کی زندگی گزرانی ہوئے حالت ایمان میں گزار دی ہوگی یا بڑی بڑی کامیابی کا حساب روزِ آخرت میدانِ حشر میں رب ذوالجلال پورے عدل و انصاف کے ساتھ فرمائے گا یقیناً روزِ آخرت کے لئے اہل ایمان افراد کے لئے اس سے بڑی خوش خبری ملے گی اور ہوگی نہیں سکتی کہ انہیں جنت عدن میں داخل کر دیا جائے گا۔

(۲) جنت الماویٰ۔ کہ انہوں نے جنت میں تیار کرنا بنا سونٹ پڑی ہوئی ہے یا کافر آج جہنم میں اس کا ذکر تین جہد ہوا ہے۔ سورۃ المزملت میں یہ لفظ مادی جہنم کے ساتھ استعمال ہوا اس کا لفظ جہنم ہی سے آیت ۲۹ ہے اور سورۃ الحجۃ آیت ۳۱ میں جنت کے ساتھ استعمال ہوا ہے سورۃ السجدہ میں جنت الماویٰ کا ذکر کیا گیا ہے۔ مادی اس طرف سے اس جہد کو کہتے ہیں جہاں اللہ قرار پڑتا ہے اور کہتے ہیں جنت الماویٰ اس کے کہا گیا ہے کہ یہیں جنت آسمانیہ اس کو رکھا گیا تھا۔ یہ جہاں میں اور دیگر جہاں کی رہائش ہو ہے۔ یہاں جہد ہوتے ہیں۔ یہ جہاں میں ایمان رکھنے جائیں گے۔

اسے سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ مذکورہ آیت کریمہ ۱۹ سے قبل کی آیات کو بھی ایک ساتھ ہی سمجھا جائے
 کہ آیت کا مفہوم پوری طرح واضح ہو سکے۔

ترجمہ: وہی شخص نہیں جانتا جو چہو ہم سے ان کی آنکھوں کی نیند سے (کا سامان) ان کے لئے پوشیدہ کر
 دیتی ہے جو کمالِ علم کے لئے ان کا بدلہ ہے۔ پہلے یہ کس ہو سکتا ہے۔ جو شخص مومن ہو وہ اس شخص کی
 صرح ہو جائے جو فی حق ہو۔ یہ دونوں بڑا نہیں ہو سکتے ہواؤ۔ ایمان لانے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے
 ہیں ان کے لئے جنتوں کی قیام گاہیں۔ مہمان داری سے ان سے: اعمال سے جو سب سے زیادہ مرستہ تھے۔
 (انجید۔ نہ ۱۹۴)

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ شانہ کا اندازہ تقی طیب بڑا کریم فرما اور قربت لے کر ہوئے ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا
 اپنے نیک مومنین کی انعامت گزار بندوں سے تشبہت ہے اور پھر محبت و قربت کا احساس ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے
 یہ بات خود اپنے نیک بندوں اپنے دوستوں کے لئے خاص کی تیار کر رکھی ہے جن کو پوشیدہ رکھے ان کی
 حق و وہی انہیں نہیں دیکھتا۔ آیت کریمہ کے ذریعے اپنے انہیں ایمان بندوں کو اشارہ و خبر دیتی ہے یہ سمجھتے ان
 کو جو سب میدانِ شہر سے رہائی کے بعد اپنا تک نہ ہو گئے جائیں گے یہ کسی قدر افزائی کی عطا نہیں کی
 عمل ہو کر رت ڈالنا جس اپنے رحم و کرم میں ہر شے سے ہونے اپنے اعلیٰ مرتبہ اور نیک و صالح دوستوں کو وہ
 ناپید و خاس کیلئے اپنی موجودگی میں غلط فرمائے گا۔

سچان اللہ تعالیٰ کا کمال بڑا کریم و نیک ہے کہ وہ اپنے بندوں کو جس طرح اپنے رفیقوں کو کریم سے نوازتا
 ہے۔ انسان دنیا میں رہتے ہوئے جس طرح بھی جیسے بھی اور جس قدر بھی اپنی زندگی و اطاعت کا اظہار کرے
 ہوا اللہ ان کی خانگی اطاعت و بندگی کی بڑی حق قدر فرماتا ہے کہ وہی وجہ ہے کہ آیت میں اطاعت دینے والے کہ
 ان کے لئے انہیں جس کیلئے تیار کر رکھے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ خاص رحم و کرم و نیک و صالح
 کا معیار ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے نیک اعمال کا اجر دیتی ہے کہ وہ بڑھاپہ سے انہیں نوازتا ہے۔

اپنے نیک و صالح بندوں کی حق و جوف اور کسی کے لئے آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا کہ وہ نیک و صالح
 بندوں کے مقابلے میں ذمہ داری میں جیسے جیسے ہو سکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے بڑی حق و نیکت سے اپنے
 بندگان بندے اور فاقی بندے کو فرق نہیں فرمادیا ہے۔ کہ وہوں کو بھی بڑا نہیں ہو سکتے وہوں کے ساتھ
 کے ساتھ بھی انہیں ہوں گے۔ ویسے بھی مومن اور فی حق اپنے عزائم و مشورہ اور طرز عمل میں غرض کی بھی
 چیزیں بڑا نہیں ہوتے۔ یہ وہی وہی خیرت کی جزا میں سے بڑا ہو سکتے ہیں۔

(بہاری ہے)



حالات

میری تعلیم؟ ذیل پچھلے ایس ایم ایڈ
میری فیورٹ کتاب؟ پاک قرآن سے بڑھ کر
کوئی نہیں۔

پسندیدہ مصنف؟ بہت سی ہیں مگر عمیرہ پہلے نمبر
پر۔

پسندیدہ وقت؟ طلوع سحر، غروب آفتاب۔

پسندیدہ جگہ؟ خانہ کعبہ۔

پسندیدہ موسم؟ جس موسم میں بھی دسمبر کا سماں
آئے۔

پسندیدہ رنگ؟ شفق اور فلک کے بدلتے

تیوروں کے کبھی رنگ۔

پسندیدہ منظر؟ حسب بھی، جہاں بھی، معصوم

نوںہال پل، دعا بٹا میں۔

میرا اٹا؟ میرے بابا، میری شاعری، میری

کتابیں، احباب میں۔

پسندیدہ مہینہ؟ اکتوبر (بھئی اسی ماہ کی پندرہ

تاریخ کو دنیا میں جو بشری لائے، یہی وجہ ہے

بس۔

میرے شوق؟ عطارد، سرفہرست، شاعری کرنا،

کھانا، دوستوں سے گپ شپ (جس کے نیے

شاذ و نادر ہی اب وقت دستیاب ہوتا ہے)۔

پسندیدہ مہک؟ مہندی کی۔

پسندیدہ تعلق؟ جو بشر کا اپنا رب دو جہاں سے

ہوتا ہے۔

میری تحفے اور آرام کا مصرف؟ نماز، ذکر

الہی۔

میری دنیا چاہی جاہت؟ لیلتہ القدر۔

میری گائیڈ؟ ریگ جانا، شامل۔

میری نیکی؟ خود تو مسروف رکھنا رب کے

پسندیدہ کاموں میں۔

سلام شوق مدیرہ، پیاری پیاری قارئین، آنچل
سے منسلک تمام ٹیم ممبرز اور ان افراد کے لیے جو
سب سے پہلے حراقرشی کوڈ ٹھونڈ کر پڑھتے ہیں اور
پھر باقی سلسلے بس انہی محبتوں اور چاہتوں کے زیر
اثر اپنا تعارف بھیجنے کی ادنیٰ سی جسارت کر رہی
ہوں۔ اس امید پر کہ ناپ پر نہ بھی بولا سٹ
فہرست میں تو ضرور خوش آمدید کا تمغہ حاصل
کریں۔

میں؟ میری ذات؟ میری شخصیت، کچھ بھی
نہیں۔

میرنی زیست؟ محبت کے دائروں میں مقید۔

میری کٹا یابی؟ والدین، اساتذہ اور احباب

بال کی محنتوں، زیریاضتوں کا حاصل ہے۔

میرنی خوش قسمتی؟ والد حیات ہیں محبت کرنے

والے، بہن بھائی ہیں۔

میرنی بد قسمتی؟ ایک چراغ سے جو شدید تیرگی

میں بھی روشن نہیں ہو پاتا۔ المختصر یہ کہ ماں نہیں

ہے۔

ذمہ کشف چیزیں؟ دسمبر، فیض کی شاعری،

احباب میں کے ستائش سے پُر جملے، تحفظ کا

ساتھیاں فراہم کیے، بھائی، بابا کا سر پر رکھے دست

اور دعائیں۔

میرنی کمزوریاں؟ ذہانت، محنتی لوگ،

مسکراتے نونہال، میرے بابا.....

میرنی خوبیاں؟ یہ تو آپ جناب بتائیں گے۔

حالا محراب

السلام علیکم! آپ سب ہمیں حیران ہو رہی ہوں گی کہ یہ کون؟ تو چلیں میں آپ کو اپنے بارے میں کچھ بتاتی ہوں، نام تو آپ لوگ بڑھ ہی چکے ہیں۔ اداس و ویران آنکھیں جن میں ہلکی ہلکی نمی سدا موجود رہتی ہے، بالوں کو سمیٹ کر کچھ میں جکڑنے کے بعد بھی چہرے کے اطراف کو چھوتی نہیں نازل سے کپڑے بنا جوڑی ہالی لوگ مہندی کا جل کہ مر اپالوں پر چپ بھی کھانا بناتے تو کبھی صفائی کرتے کبھی پڑے دھوتے تو کبھی انہیں پرین کرتے کبھی بچوں کے پیچھے بڑھال ہوتے کبھی اپنے حق آپ میں کم ہر وقت سوچتے رہنا اپنے ارد گرد ڈائریاں پھیلائے میں ہوں شہانہ عابدہ.....! بنی سنوری خوشبوؤں میں مکی نفاست سے جوڑی مہندی لب اسٹک سے سبکی اشک سے بنائے گئے ہال کچھ کچھ خرمی مگر بہت جلد سب سے فری ہو جانے والی ہر وقت ہر محفل میں قہقہے بھیرنے والی بہن بھائیوں سے نر جھڑ کر فرمائش پوری کروانے گھسنے بھرنی جان پہچان میں گفت و شنید دینے والی آنکھوں میں شرارتی سی چمک ہونٹوں پر ہر وقت مسکراہٹ ہلکے ہلکے گنگنائے رہنا حد سے زیادہ حساس ہونا ہر شے سے محبت کرنا سب پر بھروسہ کر لینا اور بھروسہ ٹوٹنے پر خود بھی ٹوٹ جانا، ہفتوں روتے رہنا بچوں کے ساتھ بچی بنی گھومنے پھرنے کی شوقین ایسی مکی شہانہ محمودیخ! تعارف سے تو عجیب سا مگر شاید میں خود کے بارے اور نہ لکھ سکوں کیونکہ شہانہ محمود سے شہانہ عابدہ تک کہ سفر میں میں نہیں آتک

میری شغلی / برائی؟ کوئی ایک ہو تو بتاؤں! صنم کب پڑ جائیں گے۔
میری پیاس؟ علم (نت نئی چیزوں سے متعلق)
میری حوصلہ افزائی؟ شعاع، خواتین، کرن، آنجل کے تعریفی کلمات۔
میری محبت؟ اللہ جی (سب کو چھوڑ سکتے ہیں قادر مطلق کو نہیں)۔
پسندیدہ جانور؟ گلہری (خصوصاً جب کچھ کھاتی ہے)۔
پسندیدہ شاعر؟ فاخرہ بتول۔
پسندیدہ لباس؟ (جو حجاب کا بہترین سامان فراہم کرے)۔
پسندیدہ ایجاد؟ موبائل۔
پسندیدہ ناول؟ لا تعداد۔
پسندیدہ شعبہ؟ ٹیچنگ (کیونکہ معلم ہونا پیشہ نہیں پیغمبری ہے)۔
پسندیدہ قلم؟ جو معیاری تخلیق کا باعث بنے۔
اس اتنا کافی ہے کہ بقول شینپیٹر کے "اختصار کمالا، ضمانت سے مزید فی وی میوزک فلز وغیرہ سے کوئی خاص لگاؤ نہیں۔ قابل افراد کو دیکھ کر اپنی اندر مزید صلاحیتیں اجاگر کرنے کو جی چاہتا ہے جو کہ رشک و حسد میں مبتلا ہو جائیں۔ معیاری تحریریں پڑھ کر اپنی تحریری رنگ میں بھی ارتعاش برپا ہو جاتا ہے۔ آخر میں پھر سے ڈھیر ساری دعا میں اور نیک تمنا میں! آنجل سے فسف تمام افراد کے لیے دعائیں کرتے رہیے گا کہ ہماری کامیابی آپ کی دعاؤں کا حاصل ہی تو ہے۔ بطور خاص آنجل کے لیے

مہکے صدا بہار کی صورت تیرا وجود
ٹو مسکرائے شام کی رعنائیوں کے ساتھ

میں فرنی، لباس میں میکی، جیولری میں انگوٹھی، بریسلیٹ اچھے لگتے ہیں۔ ارے پھلوں کا تو ذکر ہی نہیں کیا جی، جناب آم اور انناس نہایت شوق سے کھاتی ہوں۔ رنگوں میں سرخ اور ہیزل گرین کمر بہت پسند ہے۔ ایک تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے لاڈلے اور بیٹھے محبوب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کا دیدار کروں۔ اللہ ہم سب کی دلی تمنا قبول کرے، آمین ثم آمین۔ اچھی شاعری پڑھتی ہوں جو سمجھا جائے۔ خود بھی شاعری کرتی ہوں۔ ناولوں میں "محبت دھنک رنگ اور کڑ جو رنگ دشت فراق ہے، افسوس جاں محبت دل پر دستک دشت آرزو میرے ساحر سے کہو" بہت بہت اچھے لگے اور ان کو لکھنے والی رائیڈز بھی بہت بہت اچھی لگتی ہیں۔ اللہ ان سب کو کامیابیاں دے، آمین۔ آنجل کی تمام ریڈرز بھی بہت اچھی ہیں۔ دوستیں نہ ہونے کے برابر ہیں اگر آپ میرے کوئی دوستی..... خیر آپ سب کی مرضی۔ آنجل کے تمام سنسے بہت ہی پسند ہیں، خاص کر "ہم سے پوچھیے" اچھا لگتا ہے۔ میں نے دن کی تمام باتیں کہہ دیں جو وہ کہیں وہ پھر کبھی سنا، آپ سب کی خدمت میں پیش کروں گی۔ میں نفلوں کی کھلاڑی ہوں، آپ نے مجھے کبھی جانا ہی نہیں، سب سے اہم کام ریڈیو سنتی ہوں۔ اچھا بھی جاری ہوں، آخری بات کسی کو دھوکہ مت دینا، وہ گھوم پھر کے آپ کے پاس آ جائے گا کیونکہ اسے اپنے ٹھکانے سے بہت پیار ہوتا ہے۔ اپنے

گئی ہوں کسی یا ونے دامن تھام لیا ہے۔ اس سے اتنی جلدی پہچانہ چھڑا سکوں گی، زندگی رہی اور آپ بہنوں نے چاہا تو پھر ملیں گے اپنی پسند ناپسند خوئی خالی کہ ساتھ تب تک کے لیے اللہ نگہبان اور ہاں بتائیے گا ضرور ہمارا تعارف کیسا لگا، کس شہانہ سے مل کر اچھا لگا ویسے مجھے تو.....!

حفظ عطلیہ

السلام علیم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ ومغفر اللہ! کیسے ہیں آپ سب؟ اب اپنے تعارف کا آغاز کرتے ہیں لہذا توجہ میری طرف، مجھے دفعہ کہتے ہیں لیکن میرا تک نیم جینی منی ہے۔ 31 مارچ کو آ کر اس دنیا کو آٹھ چاند لگا دیئے، بین بھائیوں سے چھوٹی ہوں۔ زیر تعلیم ہوں اور ساتھ ساتھ آنجل لیے کر زندگی کا سفر طے کر رہے ہیں۔ آنجل کو 2007ء سے پڑھا اور تازیت پڑھتے رہیں گے ان شاء اللہ۔ آنجل نہایت ہی پیارا اور دلنشین پرچہ ہے اس کو پڑھ کر بہت سی تہنیں رونا ہوتی ہیں۔ خوبیوں خانیوں کا تذکرہ کس کروں گی اپنے دشمنوں کے بارے میں بھی غلط نہیں سوچ سکتی۔ غصے کی بے حد تیز اور منہ پھٹ ہوں، اللہ پاک میری یہ بُری عادت ختم کر دے، آمین۔ برا اچھی اور پیاری لڑکیوں کی طرح بہت حساس ہوں، نماز کی پابند ہوں لیکن فجر کی نماز آہم.....! اللہ ہدایت دے مجھے، آمین۔ اب باتیں پسند و ناپسند کی، کھانے میں صرف چکن بریانی پسند ہے۔ بیٹھے

نازیہ کنول نازی آپی میرا شریف طور اینڈ ام مریم باجی ہیں۔ گلرز میں بلیک وائٹ اینڈ اسکاکی بلو پسند ہیں۔ جیولری میں نیگلکینس اور چوڑیاں پسند ہیں۔ ڈریس میں لائٹ شرٹ اور چوڑی دار پاجامہ پسند ہے۔ پرفیوم اور ہر طرح کے گلاب بہت پسند ہیں۔ کھانے سب کھا لیتی ہوں، بریانی اور طاہری میری فوورٹ ہیں۔ سوٹ ڈش میں کھیر پسند ہے ایف ایم بہت شوق سے سنتی ہوں۔ طاہر عباس اور فیصل عرفان میرے پسندیدہ آرہے ہیں۔ مجھے عالی بجا اور بھانجی انا بیہ پرنس بہت یاد آتی ہیں کیونکہ وہ کراچی میں رہتی ہیں۔ مجھے پرنس انا کی مسکراہٹ بہت پیاری لگتی ہے وہ ہنستی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے زندگی مسکرانے لگی ہو۔ ارے ارے دوستوں کو تو بھول ہی گئی، ہمارا گروپ پورے اسکول میں مشہور ہے جن میں سب سے زیادہ پیاری دوستیں کرن فاروق (کشمیری سیب) مریم عالم، نبینہ شاہ، نگہت بٹ، مشی خان، کلثوم، لے بے قد کی وجہ سے پورے گروپ میں مشہور ہے۔ میری دوستوں میں میری جان ہے۔ اچھا جناب بہت شکر یہ میرا تعارف پڑھنے کا اور بتائیے گا ضرور کہ آپ کو میرا انٹرویو کیسا لگا اور اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا رب راکھا۔



والدین اور بزرگوں کا خیال رکھیے گا کیونکہ ان کی دعاؤں سے آپ اس جہاں میں بھی اور آخرت میں بھی کامیاب ہوں گے اللہ حافظ۔

گراں شہزادی

ارے ارے ڈرنے کی کوئی بات نہیں اندھیرا ہے تو کیا ہوا ہم آگئے روشنی کرنے کے لیے تو جناب ہمیں کرن شہزادی کہتے ہیں۔ دیکھا ہم نے بولا تھا اس لیے بتا دیتے ہیں، کرن تو روشنی کو بولتے ہیں تو شہزادی کا بھی بتا دیتے ہیں اب آپ بول رہے ہوں گے لو بھلا کہاں کی شہزادی تو جناب ہم اپنی چھوٹی سی سطنٹ کی خوب صورت شہزادوں ہیں۔ بس جی بہت آزمایا، لیس سنس میں نے 11 ستمبر کو اپنی روشنی سے اپنے گھر کو چار چاند لگا دیئے۔ (اوہو میرے چار چاند کو اتنا غور سے نہ دیکھو) اور اس لحاظ سے اس کی ساری خوبیاں (صرف خوبیاں) مجھ میں پائی جاتی ہیں۔ خوبیاں یہ ہیں کہ بہت حساس ہوں، ہر کسی کے ساتھ فیر ہوں اور خامیاں تو جناب ہم میں چراغ لے کر بھی ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتیں (ہا ہا ہا)۔ بس جی اب ہنسنا بند کرو تو ہاں میں کہہ رہی تھیں کہ میں میٹرک کی اسٹوڈنٹ ہوں، ادب سے بے حد لگاؤ ہے یوں سمجھ لیں کہ کتابی کیڑا ہوں۔ میں نے چھٹی کلاس سے ڈائجسٹ پڑھنا شروع کیے اور تمام ڈائجسٹوں میں آنچل میرا فوورٹ رسالہ ہے۔ سوٹ فوورٹ



سافرنے کے

اقرا اصغیر احمد

Scanned By Amir

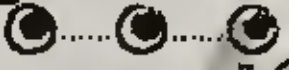
میں پتھر ہوں مگر سچ بولتا ہوں
 وہ آئینہ ہے اور سچا نہیں ہے
 صراطِ عشق پر مڑ کر نہ دیکھو
 پلٹنے کا کوئی رستہ نہیں ہے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

آصف اور عارف دو بھائی ہیں آصف صاحب کے اچانک انتقال کے بعد عارف کا روبرو کرنا میں ایسے چھینے کہ یکے بعد دیگرے دونوں گاڑیاں فروخت کرنی پڑی تھیں۔ بینک بیلنس صفر ہو گیا تھا حالات انتہک محنت کے بعد قابو میں آئے لیکن پہلے جیسے نہیں ہو سکے تھے۔ ان کے بیٹے حماد نے ان کے برنس میں دلچسپی نہیں لی اور میڈیکل کالج میں اینڈیشن لے لیا اور اب وہ ہاؤس جاب کر رہا ہے۔ مائدہ آصف کی بیٹی ہے اور انہی کی خواہش پر مائدہ اور حماد کی معافی ہوئی ہے مائدہ کا مرس کا ایگزامو ہے آصف فارغ ہے اور گھر کے کاموں میں دلچسپی ناں ہوتے ہوئے بھی رضوانہ بیگم کا ہاتھ بٹاتی ہے جس پر ذرا سی کوتاہی پر اسے امی کے مقابل کا نشانہ بنا پڑتا ہے جبکہ ثانی بی (رضوانہ بیگم) اس کی سائیڈ لے کر مائدہ کو بچا سکتی ہیں۔ یوسف صاحب اور مہربانو کی دو اولادیں ملائکہ اور عمر ہیں ملائکہ کالج میں پڑھ رہی ہے اور عمر برنس میں ہے۔ یوسف صاحب سخت گیر باپ ہیں انہیں بچوں کا آزادی سے ٹھوننا پھرنا پسند نہیں ہے وہ چاہتے ہیں کہ بچے اب بھی ان کی اٹی کچر کر چلیں اس لیے گھر کے سب فیصلے وہ اپنی مرضی سے کرتے ہیں اور کسی کو اس میں مداخلت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ یوسف صاحب عمر کی شادی اپنے دوست کی بیٹی سے کرنا چاہتے ہیں۔ چاندنی ایک گھڑی ہوئی لڑکی ہے اس کا آٹے دن کسی ناکسی کے ساتھ انہیں رہتا ہے۔ اس کی ماں (فردوس) بھی اس کے ساتھ ملی

ہوئی ہے ایک حادثہ میں چاندنی عمر سے ملتی ہے اور اس کو اپنے حسن کے حال میں پھانسنے کی کوشش کرتی ہے حماد اور مائدہ کی محبت کو دیکھتے ہوئے (رضوانہ بیگم اور رضوانہ بیگم) ان کی جلد شادی کا سوچتے ہوئے حماد اور مائدہ کو ایک دوسرے سے پرہیز کرنے کو کہتی ہیں۔ عمر کو جب پتا چلتا ہے کہ یوسف صاحب اپنی مرضی سے اس کی شادی اپنے دوست کی بیٹی سے کرنا چاہتے ہیں تو وہ انکار کر دیتا ہے اور ماں کے سامنے چاندنی کا نام لے کر انہیں سکتے میں مبتلا کر دیتا ہے۔

لاب آگے پڑھیے



قہر و غضب کی تصویر بنے یوسف صاحب سامنے کھڑے تھے۔ ہارے خوف و شمت کے فردوس کی آنکھیں باہر نکل آئی تھیں ان کی چیخ کی آواز سن کر تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی چاندنی بھی پاہرائی اور ان کو دیکھ کر ماں سے زیادہ دووٹا کھڑ رہ گئی۔
 ”تاما راد عورتوں! اب کیا سانس بگھ گیا ہے تم لوگوں کو؟ جس آگ سے تم نے اسروز کے گھر بچانے کی سہلی کر رہا تھا وہ آگ میرے گھر کا ہی راستہ دیکھنے لگی بد بختوں تمہاری جرات بھی ایسے ہوئی میرے بیٹے کو درغلاسنے کی۔“ ان کے پریشانی لہجے میں نفرت و قہقہے کی جلیاں کڑک رہی تھیں چاندنی سہم کر ماں کے پیچھے ہوئی جبکہ فردوس نے مستعدی سے اپنے حواسوں کو سنبھال لیا اور ان کی طرف دیکھ کر کھانسی سے گویا ہوئیں۔

وجود سے میرے گھر اور میرے دل کو منور رکھا ہے۔
 "میرے میری بھولی ماں! اس لڑکی کی یہ سب چالاکی
 ہے دکھاوا ہے میرے جیسے اسٹارٹ اینڈ ویل آف نور لیو چ
 کے کامیاب ترین ڈاکٹر کو حاصل کرنے کی تمام تر چالیں
 ہیں اصل روپ تو یہ اس وقت دکھائے گی جب یہاں بہو
 بن کر آئے گی۔" اندر کرے سے نکلتے ہوئے حماد نے
 شوخ لہجے میں کہا۔

"خبردار حماد! جو تم نے ہم ماں بیٹی کے درمیان ڈرا بھی
 لگائی بھائی کی کوشش کی مانند آج بھی میری بیٹی ہے اور کل
 بھی رہے گی۔"

"مگر..... برسوں نہیں رہے گی کیونکہ بہو جو بن
 جائے گی۔" وہ کہاں باز آنے والا تھا اس کی پرشوت
 لگا ہیں فیروز کی وسفید لہیر اینڈری سوٹ میں ملبوس
 چھپتی چھپتی ہی مانند پر تھیں۔

"تائی جان! میں جا رہی ہوں کوئی کام تو نہیں ہے؟"
 "دیکھا امی! اس کے دل میں چور ہے تب ہی تو
 بھاگ رہی ہے۔"

"تو تو بات مت نیا کر! میری بچی کوئی چور نہیں ہے۔"
 "میری بھولی ماں! آپ کو کیا پتہ یہ اسکی چوٹی کتنی
 ہے کہ لٹنے والے کو فوری طور پر پتہ بھی نہیں چلتا..... میرا
 دل میری نیندیں میرا چمکن ڈسکون....." وہ بیباک انداز
 میں شروع ہوا تو مانند دو پشہ دوست گرتی سرخ پیرے کے
 ساتھ وہاں سے چلی گئی۔

"ارے حماد! شرم کرو کچھ ماں کے سامنے ایسی
 باتیں کرنا! چھین بات ہے کوئی..... دو بچی بھی شرم آ رہ
 چلی گئی تمہاری وجہ سے۔" مٹ اٹھاتے ہوئے رخسانہ
 مسکرا کر گویا ہوئیں۔

"آپ سے کیا پردہ امی! آپ تو میری ماں بھی ہیں اور
 دوست بھی اور دیکھیں وہ آپ کی بیٹی تھا بہو میرے لیے
 جائے نہیں لائی۔" وہ ان کی گود میں سر رکھ کر لہنتے ہوئے
 گویا ہوا۔

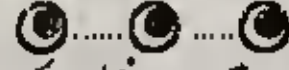
"تم نے ابھی کچھ دیر قبل انکار کر دیا تھا اور اب

"جناب! کس کی بات کر رہے ہیں آپ؟ ہم
 آپ اور آپ کے بیٹے کو جانتے بھی نہیں غلط جگہ پر
 آ گئے ہیں آپ۔"
 "ٹھیک کہہ رہی ہو غلط جگہ پر ہی بد قسمتی سے
 آ گیا ہوں۔"

"آپ کو احساس ہو گیا ہے تو جائیے پھر کیوں
 کھڑے ہیں یہاں۔" ان کے گہرے طنز پر وہ تمللا کر
 گویا ہوئی تھیں۔

"میں خوب اچھی طرح سے جانتا جانتا ہوں تم بد معاش
 عورتوں سے اگر کل تک یہ گھر چھوڑ کر یہاں سے فرار نہیں
 ہوئیں تو ساری زندگی تم لوگ جیل میں سزا دگی بہت اد پر
 تک رسائی سے میری جیسے کمزور مت سمجھنا اور عمر سے تم بننے
 کوئی کھٹک کرنے کی کوشش کی تو اسی وقت سارا علاقہ
 تمہارا تماشہ دیکھے گا۔" یوسف صاحب کے لہجے میں ایسا
 کچھ تھا کہ فردوس اور چاندنی کو ان کے ایک ایک لفظ کی
 سچائی کا احساس ہونے لگا تھا وہ جو اپنی چرب زبانی اور خود
 اعتمادی سے بڑوں بڑوں کو چت کرنے کا ہنر رکھتی تھیں
 سناٹے موجود پر نور و پارعب چہرے والے شخص کے روپ
 میں ان کو اپنی موت نظر آنے لگی تھی کوئی لمحہ ضائع کسے بیٹا
 انہوں نے وہاں سے جانے کا فیصلہ کیا ویسے بھی مختصر
 سمان کے علاوہ وہاں ان کا کچھ نہ تھا یوسف صاحب تنہیہ
 کر کے جا چکے تھے۔

وہ تیزی سے سامان پیک کرنے لگی تھیں چاندنی نے
 سب سے پہلے موبائل سے سم چیلنج کی تھی۔



اس نے جائے کامگ سرائیڈ نیبل پر رکھا تھا آہٹ پر
 رضمانہ تپا کھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا اور ان کے
 چہرے پر مسکراہٹ کا رنگ چٹ اٹھا۔ انہتے ہوئے انہوں
 نے اس کا ہاتھ پکڑ کر قریب ٹھاتے ہوئے کہا۔

"بہت بد قسمت ہوتی ہیں وہ ماںیں جو بیٹیوں سے
 محروم رہتی ہیں۔ شکر ہے میرے پردہ نگار کا جس نے اس
 رحمت سے محروم ہونے کے بعد بھی محروم نہیں رکھا تمہارے

کر پارہا ہوں کہ تم چند دنوں میں کسی لڑکی سے اس طرح
انہما کر ہوئے کہ اب گھر والوں کی مرضی کے برخلاف اس کو
لائف پارٹنر بنانا چاہ رہے ہو۔" اس نے ٹیکہ پٹن سے ہاتھ
صاف کرتے ہوئے سمجھایا۔

"تم چند دنوں کی بات کر رہے ہو معاذ! محبت تو چند
لحظوں میں ہو جاتی ہے۔" وہ بے حد شجیدگی سے گویا ہوا۔
"محبت.....!" وہ بے ساختہ ہنس پڑا تو عمر کا موڈ
مزید بگڑ گیا۔

"تم کو چند لمحوں میں محبت ہونے والی نہیں ہے
میرے بھائی! تم کانٹ اور پھر یونیورسٹی کے دور میں ایک
سے ایک حسین و خوب صورت لڑکیوں کے ساتھ رہے ہو
ان وقت تمہارا پتھر دل نہیں پھٹتا تو اب میں کس طرح
یقین کروں تم کسی چاندنی کے چکوں بن گئے ہو۔"

"پاگل تمہا میں جو تم سے مدد کی توقع رکھی..... بھولی گیا
اندھ حیرے میں اپنا سایہ بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے پھر بھلا تم
کس طرح میرا ساتھ دو گے۔" ویٹر کو ملے پہلے رنے سے
بعد والٹ جیب میں رکھتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم اپنے احساسات سمجھنے کی سعی کر رہے ہو نہ میری
باتوں کو اپورٹس دے رہے ہو عمر! پلیز..... یہ محبت نہیں
صرف ہمدردی یا ترس ہے جو دو خواتین کو کسی سہارے کے
بغیر دیکھ کر تمہیں ان سے ہورسی ہے۔" وہ اس کے ساتھ ہی
چل دیا جبکہ عمر کا موڈ بری طرح سٹا ف تھا۔

"چلو بقول تمہارے ہمدردی و ترس ان تکی میں کسی کا
سہارا ہی بن جاؤں تو کوئی مصلحت نہیں ہے تم از کم لوگوں
کی ڈس باڈی کرنے والی ڈی گریڈ کرنے والی بنکا ہوں
سے تو وہاں اور جی محفوظ رہیں گی۔"

"وہ ساری زندگی کسی مرد کے سہارے کے بنا گزارتی
آئی ہیں..... اب تمہیں دیکھ کر سہارے کی ضرورت
کیوں محسوس ہونے لگی نہیں تم اس بات کو جذبات سے
بہت ترسوئے کی سعی کرو۔"

"تم مجھے فوٹس نہیں کر سکتے میں آج ہی کورٹ میرج
کر رہا ہوں پاپا نے جو پہلے لگانے تھے وہ لگا لیے میں

شکایت کر رہے ہو۔" انہوں نے چائے پیتے ہوئے
محبت سے کہا۔

"دو ہفتے بعد تمہارا باؤس جا ب مکمل ہو جائے گا
تمہاری ڈگری ملنے کی خوشی میں عارف خاندان بھر کی
دعوت ہوے شاندار طریقے سے کرنے کا ارادہ رکھتے
ہیں۔ میں سوچ رہی ہوں اسی تقریب میں مادہ کو انٹرنی
پہناویں اور شادی کی ڈنٹ بھی لکس کر دیتے ہیں۔"

"اس دن ہی شادی کروں گا آپ میری۔" وہ بے
صبر سے پن سے بولا۔

"تو یہ ہے بھئی! ہو جائے گی شادی بھی! کیوں اتنی
اتار لے ہو رہے ہو۔"

"امی! آپ کی ارٹ میرج تھی نا! وہ شجیدہ ہوا
ہاں..... لیکن اس وقت کیوں پوچھ رہے ہو؟" ان
کے چہرے پر حیا کا بسم چمک اٹھا تھا۔

"پھر آپ کو میرج کی کھٹنا کیوں کو نہیں جا میں
گی۔" وہ مسکرایا۔

"سنو! مادہ کو آصف نے پسند کیا تھا یہ ارٹ
میرج ہی ہوگی۔"

"اور میری پسندل آریہ ارٹ دوہ لو میرج ہوئی نا! اس
کے ساتھ وہ بھی اس دن نہیں۔"

.....

"عمر! ہم اسکول لائف سے یونیورسٹی لائف تک
ساتھ رہے ہیں۔ ہم ایک دوسرے کی سہیلیز سے اچھی
طرح واقف ہیں تمہاری باتیں سن کر میں یہی سمجھ پاتا ہوں
انگل جو کچھ کہہ رہے ہیں..... وہ غلط نہیں ہے..... میرا
مستطاب ان کا تجزیہ ہم سے زیادہ ہے۔" معاذ نے اس کی
طرف دیکھتے ہوئے شجیدگی سے کہا۔

"سٹ پز! میں نے تم سے اپنی پریلیمز شیئر اس لیے
کی ہیں کہ تم مجھے بہترین طریقے سے کوئی مشورہ دو گے اور
تم پاپا کی وکالت کرنے لگے۔" اس نے آگے رکھی پینٹ
دور کر دی لہجہ خاصا سرد تھا۔

"میں انگل کی سائیڈ نہیں لے رہا..... میں یقین نہیں

آپ دنیا کے کسی خطے میں مقیم ہیں؟

آنچل ناول

ہم بروقت ہر ماہ آپ کی دلچسپ کہانیاں لکھتے ہیں

ایک ماہ کے لیے 12 ماہ کا رونا۔ حالانکہ
(پشیمول، بڑا ڈاک، خرچ)

پاکستان کے ہر گوشے میں 700 روپے

افریقا، یورپ، آسٹریلیا، ریونیو لینڈ کے لیے

5000 روپے (ایک ماہ کے منگوانے)

6000 روپے (ایک ماہ کے منگوانے)

میدل ایسٹ ایشیائی یورپ کے لیے

4500 روپے (ایک ماہ کے منگوانے)

5500 روپے (ایک ماہ کے منگوانے)

بقیمت ایمانڈ ڈائریکٹ سٹی ہاؤسنگ گرام
ویسٹ بن یونین کے ذریعے کی جاسکتی ہیں۔
بقیمت افزا دفتر میں نقد ادائیگی کر سکتے ہیں۔

اپنے نام پر ادراک فرمیں 0300-8264242

نئے آف لائن گروپ آفٹ سبلی کیشنز

کسٹمر سروس ڈیسک: 922-35620771/2
فون نمبر: 922-35620771/2

aanchalpk.com

aanchalnovel.com

Circulationn14@gmail.com

اب ان کی انگلی پکڑ کر چلنے والا ہرگز نہیں ہوں اس میں بھی عقل
و شعور رکھتے ہوں۔ اس کا نتیجہ رشتہ تھا۔ باتوں کے دوران
وہ پارک کی ہوئی کار تک پہنچ گئے تھے۔ معاذ بغور عمر کا چارڑھ
سے رہا تھا وہ اس کے بچپن کا دوست تھا۔ بے حد قریب
سے جانتا تھا اذہانت و قابلیت کے ساتھ اذہد حساسیت کا
بھی مالک تھا لڑکیوں سے تعلقات استوار کرنے کا وہ
فائل خود بھی نہ تھا مستزاد اس پر یوسف صاحب کی کڑی
نگاہوں و سخت رویے نے ان کے درمیان خوب صورت
رشتے کے لطافتوں کو کسی حد تک نفرتوں میں بدل ڈالا تھا جو
آج بے نقاب ہو چکی تھی۔

"میں جانتا ہوں تمہیں اس لڑکی سے محبت نہیں ہوئی
سے تم صرف اور صرف انگل کو نیچے دکھانے کے لیے اپنی
زندگی کو بھی داؤ پر لگا رہے ہو۔" عمر نے اس کی بات سنی ان
سنی کر کے ایک جھٹکے سے کار اسٹارٹ کی اور پتھ کبے بنا
وہاں سے چلا گیا۔

سورج آہستہ آہستہ گم ہوتا جا رہا تھا۔ حوال میں گہری
خاموشی پھیلی ہوئی تھی اب بھی سنکت تھی پرندے تیزی
سے اپنے آشیانوں کی جانب لوٹ رہے تھے اور وہ گم گم
کھڑا غروب ہوتے سورج کو دیکھ رہا تھا معاذ آہستہ پر پلٹ
کر دیکھا وہ کافی کاٹنگ چھوٹی نرس سے مس رکھا رہی تھی۔
"ہوں..... بہت نا بعداری دکھانے لگی ہو..... میرا
مطلب ہے کہ خاصی گھنٹہ ہوگی ہو۔" انگ لیتا ہوا چیمبر نے
لگا تھا مائدہ برمانے بغیر بولی۔

"ذمی کا بس چلے تو تمام اچھائیاں اور دنیا بھر کی سلیقہ
مندى میرے اندر کوٹ کوٹ کر بھرویں اٹھتے بیٹھے بدایت
و جی رہتی ہیں مجھے یہ سب امی کی محنت کا ہی رزلٹ ہے۔"
"میں رزلٹ ہے شکر ہے تمہیں باتیں بنانے کے
علاوہ بھی کچھ بنانا آیا۔"

"اور تمہیں دل جلانے کے علاوہ کچھ نہیں آتا ہے
نا معلوم تمہارا برتاؤ مریضوں کے ساتھ کیسا ہوگا؟ بے
چارے پیاریوں کی ماہ تو سبھی ہی ہیں مزید تم جیسے ڈاکٹر کو

جھیلنا سزا ہوگی ان کے لیے۔“ وہ جو کافی کی تعریف سننے کی چاہ میں آئی گی جل کر گویا ہوئی۔

”ارے تم بیسے بیسے لوگ ایسا ہی سوچ سکتے ہیں.....“
 وگرنہ مریض تو میری باتوں سے ہی صحت یاب ہو جاتے ہیں اور بیک لڑکیاں تو ایک نظر مجھے دیکھتے ہی.....“ وہ کالر درست کرتے ہوئے بولا۔

”مر جاتی ہوں گی۔“ اس نے جلتے بھنے لہجے میں اس کی بات کاٹی۔
 ”ہاں بالکل! ایک نظر میں ہی مرنے لگتی ہیں مجھ پر.....“

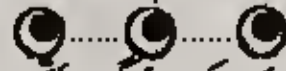
”ہوں..... مر جاؤ تم بھی ان پر کیوں پھر شادی کا ڈھونگ رہا رہے ہو؟“ وہ غصے میں کہتی ہوئی پلٹی تب ہی آگے بڑھ کر اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

”چھوڑو مجھے! تم ہر وقت ایسی باتیں کر کے مجھے جلاتے ہو۔“ وہ رو پڑی اور اسے روٹے دیکھ کر حماد کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

”ناگدہ! تم رونے لگیں، جانتی ہو میں تمہارے آنسو برداشت نہیں کر سکتا پھر بھی تم مجھے تکلیف دیتی ہو۔“ اس کے بھاری لہجے میں تڑپا گیا۔

”رہنے دو یہ باتیں! مجھے! جھگی نہیں لگتیں ہاتھ چھوڑو میرا۔“ حماد نے مگ نیل پر رکھا اور خود اس کو منہ کی سعی کرنے لگا..... وہ بھی سخت ناراض ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ جوڑ کر معافیاًں مانگنے اور اٹھک جینھک کے بعد راضی ہوئی تھی۔

”مائی گاڈ! تم تو بے حد ظالم ہوئی ثابت ہو گی۔“



مہربان اور ملائکہ کی آنکھیں بھٹی ہوئی تھیں رات عمار اور یوسف صاحب کی ہونے والی ٹکڑا سے گھر کی فضا میں سناٹا و خاموشی پھیلی ہوئی تھی اور مہربان و وحشت سے خوف زدہ تھیں کہ..... یہ خاموشی کسی آنے والے طوفان کا پیش خیمہ نہ بن جائے دونوں ہنس مینی کدول سوکھے پتوں کی طرح بکھرے جا رہے تھے وہ ایک دوسرے کو تسلیاں

دیتیں ایک دوسرے سے سکنا سو صاف کرتے رہیں تھیں۔
 ”یہی خوف تھا مجھے کسی دن یوسف کی ڈکٹیٹر شپ جینے کو ان کے مقابل نہ لاکھڑا کرے.....“ آہ ہا! وہ دن آگیا۔“

”مئی! پلیز آپ کا بی بی پہلے ہی ہائی ہو رہا ہے آپ نے اتنا خود پر سوار کر لیا ان کے رویوں کو تو کس طرح خود کو سنبھال پائیں گی! ابھی بھائی نے شادی کی اجازت طلب کی ہے تو اتنا ہنگامہ ہوا ہے اور حسب وہ شادی کر لیں گے تو پھر کیا ہوگا؟“

”اللہ نہ کرے جو عمر اس لڑکی سے شادی کرے ایک قیامت ہی ٹوٹ پڑے گی اس گھر پر۔“ مہربان و دہلی کر گیا ہوئی تھیں۔

”کتی بری لڑکی ہے وہ جس نے گھر میں آنے سے قبل ہمارے اندر دروہیاں پیدا کر دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی لڑکیوں سے ہر گھر کو محفوظ رکھے۔ بھائی! یا یا ہم سختی تو شروع سے کرتے ہیں مگر اس حد تک مخالفت کریں گے ایسا تو تصور میں بھی نہیں سوچا تھا۔“

”عمر بے حساب سینٹ ہو کر گھر سے نکلا، دھڑ آپ کے پایا بھی خاصے ٹھیسے میں گھر سے گئے تھے دونوں ہی ابھی تک گھر نہیں آئے ہیں اور فون بھی آف ہیں۔“ ان کے بچے میں بے تحاشی دبا ہوا غم تھا۔

”مجھے تو عجیب دھو سے ستا رہے ہیں نا جانے کیا ہونے والا ہے۔“ باپ بیٹے کی پسند و ناپسندیدگی کینا گل کھانے لگی؟“

”مئی! آپ اتنی فکر مند نہ ہوں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔“ مذکورہ نے خود کو سنبھالتے ہوئے ان کو تسلی دی جو رات سے سخت مضطرب و بے گل تھیں میڈیسن لینے کے باوجود بھی بی بی کنٹرول نہ ہو رہا تھا۔

”کس طرح سنبھالوں خود کو حالات میرے اختیار سے باہر ہو چکے ہیں۔“ اس لمحے ہی باہر سے قدموں کی چاپ ابھری تھی۔

”کس بات کا رونا دھونا ہے یہ؟“ وہ آتے ہوئے ان کو

آنسو پونچھتے دیکھ کر سخت لہجے میں گویا ہوئے۔

”یہ سب تمہاری ذمیل کا نتیجہ ہے سنی مرتبہ سمجھایا کہ بچوں کے معاملے میں آنکھوں کو بند نہ رکھو شیر کی نگاہ رکھنی پڑتی ہے صرف سونے کے نوالے لکھلانے سے بچوں پر کوئی گرفت نہیں رکھ سکتا۔“ ان کے مقابل بیٹھے ہوئے وہ رعب دار لہجے میں گویا ہوئے ”مدا لکھ ان کے گٹھے تو رو دیکھ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔“

”یوسف! عمر کوئی نا سمجھ بچہ نہیں ہے نہ ہی ان پر اب کوئی نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے آپ نے بچپن سے نگاہ رکھی! کیا فائدہ ہوا ان پر اتنی سختی کرنے کا؟ آج وہ آپ کے مقابل کھڑے ہیں۔“

”کھڑا ہوا ہے میرے سامنے! دیکھنا کیسے منہ کے بل کرتا ہے ان نا سنجار عورتوں کے دام میں پھنس کر خود کو بڑا تمس مار خان سمجھ رہا ہے تمہارا بیٹا! پہلی دفعہ باپ کی مرضی کے خلاف کچھ کیا اور وہ بھی کچھ میں جا کر ابد بخت کہتے گا۔“

”یوسف صاحب! پلیز!“ وہ اٹھ کر ان کے قریب آ کر رندھے لہجے میں گویا ہوئیں جبکہ وہ اسی طرح مڑوں اونچی کیے بیٹھے۔

”کچھ اپنے رویے میں لچک پیدا کیجیے وقت کے ساتھ ساتھ والدین کو بھی اپنے رویوں کو بدلنا چاہیے عمر کو آپ شفقت سے سمجھائیں گے ان عورتوں کی اصیبت بتائیں گے تو وہ ضرور آپ کی بات ماننے کا وہ جوان ہے جذباتی ہے اس عمر میں زیادہ تر فیصلے جذباتی ہوتے ہیں آپ کو برو باری دیکھ کر ملاحظہ کرنا چاہیے۔“

”مجھے سمجھانے سے بہتر سے تم اپنے بیٹے کو سمجھاؤ میں حق پر ہوں جو کہ رہا ہوں وہ سن کر کوئی بھی مجھے غلط نہیں کہے گا۔“ وہ معمولی سی لچک دکھانے کو تیار نہ تھے۔

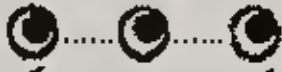
”آپ کیا جگہ ہنسائی کی خواہش رکھتے ہیں؟“

”یہ سوال تم نے اپنے بیٹے سے کیوں نہیں کیا؟“

”میری ذات کی نا قدری کا احساس تو مجھ اب ہوا ہے میری پردا خاں آپ کرتے ہیں اور نہ بیٹا کوئی فکر کرنے والا

ہے آپ کو اپنی خاندانی ناموس کی فکر ہے تو عمر بھی شاید آپ کو لپٹا دکھانے کے لیے کچھ سننے دیکھنے کو تیار نہیں۔“

”تم بھی بیٹے کی طرح جذباتی ہو رہی ہو، ہر کیف میں معاملہ نبھا کر آیا ہوں وہ کھر چھوڑ کر چلی گئی ہیں۔“ ان کے چہرے پر طمانیت تھی۔



رخسانہ نے حماد کو شادی میں جلد بازی کرنے پر ڈانٹ کر چپ تو کرادیا تھا مگر اس کی خواہش ان کی بھی آرزو بن کر کچھ زور و آوری دکھانے لگی کہ انہوں نے فوراً ہی عارف اور رضوانہ سے بات کی اور تھوڑی بہت پس و پیش کے بعد عارف اور رضوانہ بیٹی کو رخصت کرنے پر رضامندی ہو گئے۔

”ارے رضوانہ! تمہاری بیٹی اور پر پورشن سے نیچے پورشن میں ہی تو رخصت ہو کر آئے گی پھر تم تو ایسی اداس ہو رہی ہو گویا وہ کہیں دور جا رہی ہے۔“ بہن کی آنکھیں نم دیکھ کر وہ خوش دلی سے گویا ہوئیں۔

”آپا میں جانتی ہوں گھر بیٹی کی جدائی کا قصور ہی ماؤں کو بے گل کر دیتا ہے تمہاری کا احساس ابھی سے میرے دل میں ادا اس پھینڈا رہا ہے۔“ وہ بے ساختہ رو دی۔

”تم کیوں تنہا ہونے لگیں رضوانہ! ہم کہیں دور تو نہیں جا رہے ہیں اور حماد فائدہ کے ساتھ نہیں رہیں گے اسی گھر میں سب ساتھ۔“ بہن کو گلے لگاتے ہوئے رخسانہ کی آواز بھی بھرا گئی تھی۔

عارف بھی مرحوم بھائی کو یاد کر کے غم زد ہوئے ہو گئے تھے خاصی دیر تک وہ ایک دوسرے کو تسلی دلا سے دیتے رہے تھے۔

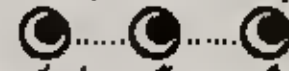
”ہاجی! اب مادہ حماد سے کھل پردہ کرے گی بالکل سامنے نہیں آنے دوں گی شادی میں دن ہی کتنے پائی ہیں یہ تھوڑا عرصہ ان کو ایک دوسرے سے بغیر ہی گزارنا ہوگا حماد کو اچھی طرح سمجھا دیجیے گا۔“ عارف کے جانے کے بعد رضوانہ نے بیٹن کو کہا۔

”ہاں ہاں بے فکر ہو سمجھاؤں گی حماد کو ان جانے کا وہ اور نہ ہنسنے کی وجہ بھی کوئی نہیں اس کی ولی مراد بتانے

والی ہے اب جو ہوگی وہ تمہیں بند کر کے مانے گا۔"

"مائدہ کی پسند کا فرنیچر خریدوں گی کہتی ہوں تیار ہو جائے ہمارے ساتھ چلے فرنیچر دیکھ کر کچھ شاپنگ بھی کرتا نہیں گے۔" رفوانہ کے لہجے میں وہی قلمندی و عنایت در آئی تھی جو ایسے موقعوں پر ماؤں کے لہجے میں سن آتی ہے۔

"میں ساری بری اس کی مرضی و پسند کے مطابق تیار کروں گی تم کو جہیز کے لیے خواہنا سہاواں خریدنے کی قلعی ضرورت نہیں ہے کچھ کمزورے اور ہلکی پھلکی چیزیں خرید لو بس..... میں تمام چیزیں بری میں رکھوں گی۔" انہوں نے بھرپور پناہیت کا احساس دیا۔



وہ شدید کھڑائی پر لگے تانے لگو دیکھ رہا تھا پھلتی رات کا اندھیرا وہ اپنے حواسوں پہ اترا محسوس کر رہا تھا دوپہر سے اب تک لگاتار کالز کی گھنٹی چاندنی کی اور ہر کال پر پاور آف کا جواب سن کر وہ یہاں پہنچا اور اسی میں اندھیرے کا راج اور گیس پر تالا دیکھ کر اس کے اندر دھماکے ہونے لگے تھے۔

"کہاں چلی گئی ہو چاندنی! صبح کو رت میری کاسن کر تم نے بے حد خوشی کا اظہار کیا تھا، لکھوں میں سناؤں کی پلاننگ کر ڈالی تھی تمہاری چٹکتی سونے کے سکوں کی جیسی ٹھنکناتی آواز نے مجھے احساس دلایا تھا عورت کے بغیر مرد اور عورت ہے زندگی بے رنگ و بے اپنی مختصری مسرتیں دے کر تم کہاں چلی گئیں؟ کیوں چلی گئیں بنا کچھ بے پنا کچھ بتائے اب کہاں ڈھونڈوں گا تمہیں؟" اس کے وجہ چہرے پر کرب پھیل گیا خوب صورت آنکھیں جلنے لگیں۔ وہ جو ایک خوب صورت زندگی کے سنے کھلی آنکھوں سے دیکھنے لگا تھا بڑی زبردست ٹھوکر لگی تھی وہ منہ کے بل گرا تھا اور پھر شکست قدموں سے گھر میں داخل ہوا تو ہاں اور ان کو اپنا منظر پایا۔

"اتنی دیر لگ دی بھیا! میں اور ماما بہت پریشان ہو گئے تھے کہاں تھے آپ؟" ملائم اس کے بازو سے

پت کر بولی۔

"آپ بھی گھر سے باہر اتنا نام رہتے نہیں ہواں لیے فکر مند ہوئی تھی۔" مہر بانو نے اپنے کئے چہرے پر بہت سے بچھے ویپ دیکھ کر سخت رنجیدہ تھیں۔ صند فوسوں اس کی پسند ہی ایسی تھی جو کبھی قابل قبول نہیں ہو سکتی تھی۔ کوئی شریف گھرانے کی لڑکی اس کی پسند ہوتی تو وہ پوری طرح اس کا ساتھ دیتیں اور اس کے چہرے پر ناکامی اور ادا کی جدوجہد مندی کے گلاب مہک رہے ہوتے مسرتوں کے جتنو چمک رہے ہوتے۔ اس کا ماتھا چوتھے ہوئے وہ آبدیدہ سی سوچ رہی تھیں۔

"کھانا لگا رہی ہوں فریش ہو کر آ جا نہیں فرانت۔"

"سوری ماما! مجھے بھوک نہیں ہے کھانا نہیں کھاؤں گا۔"

بہت تھکن محسوس کر رہا ہوں ریٹ کروں گا۔" اس کا لہجہ بگڑا تھا۔

"کچھ تو کھا لیں بھیا! ام نے بھی سارہ دن کچھ نہیں کھایا۔"

"میرا بالکل موڈ نہیں ہے کچھ بھی کھانے کو مجھے فورس مت کریں۔" وہ وہاں آتے یوسف صاحب کو دیکھ کر لگا ہیں چما کر گویا ہوا۔

"ماں اور بہن کو کس بات کا طرہ دکھا رہے ہو میں! تمہیں چھوڑ کر وہ بد بخت عورتیں گئی ہیں گھر کی عورتوں سے کیوں اینٹھ رہے ہو؟" ان کی زبان دو دھاری تلوار کی مانند چلنے لگی تھی۔

"ہوں..... یہ آپ کا ہی کارنامہ ہے پاپا! شک تو مجھے اس وقت ہی ہوا تھا مگر میں نے خود کو جھٹلایا..... یہ سوچ کر کہ آپ ایسا نہیں کر سکتے ان مظلوم عورتوں کو نہیں نکال سکتے۔"

"وہ مظلوم عورتیں تھیں تو بھائیں کیوں؟ یہیں رو کر اپنی مظلومیت کا ثبوت کیوں نہیں دیا؟ کیوں پولیس کی دھمکی پر بھاگ گئیں؟" وہ بیٹے کے تیزی سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ کر بولے تھے۔

"پولیس! ہونہد یہاں کی پولیس کا آپ بھی اچھی طرح

جانتے ہیں اور میں بھی پیسہ لے کر کسی کو بھی مجرم بناتی ہے
ہماری پولیس۔"

"جس طرح ہاتھ کی تمام انگلیاں برابر نہیں ہوتیں
اسی طرح ہر جگہ اچھے اور برے لوگ ہوتے ہیں اور بھانگتا
وہ ہی ہے جو چور ہوتا ہے۔"

"پھر وہی فضول بحث شروع ہو گئی ہے آپ دونوں
میں جس بحث نے گھر کا سکون و قرار تباہ کر دیا ہے خدا را
ختم کرویں اس بحث کو ہمارے گھر کا یہ ماحول نہ تھا یہ کیا
ہو رہا ہے ہمارے درمیان؟" بات بروستی دیکھ کر مہربانو
درمیان میں چلی آئی تھیں۔

"مما آپ درمیان میں نہ آئیں پلیز میں اب یہاں
رہنے والا نہیں ہوں یہ گھر یہ شہر ہی نہیں یہ ملک چھوڑ کر
چلا جاؤں گا مجھ سے میری خوشیاں چھین لی گئی ہیں میرے
خواب نوج لے گئے ہیں۔"

"ابھی اور اسی وقت نکل جاؤ میرے گھر سے مجھے
ایسے ناخلف بننے کی ضرورت بھی نہیں ہے جو گھر میں
بہن کی پروا کیے بغیر ان آوارہ عورتوں سے تعلقات رکھتا
ہے بے حمیت انسان۔" وہ بھی بھرے بادلوں کی طرح
برس رہے تھے۔

"آپ کی نظر میں ہر وہ عورت آوارہ اور بد کردار ہے جو
برقع نہیں اوزھتی احجاب نہیں لیتی اور اس برقع اور احجاب میں
کس طرح کی بد چلن عورتیں چھپی ہوتی ہیں یہ معلوم ہے
آپ کو۔۔۔۔۔؟"

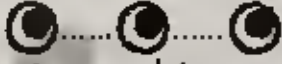
"تمہارا مطلب ہے تمہاری ماں اور بہن احجاب لیتی
ہیں تو یہ۔۔۔۔۔"

"پاپا پلیز! کچھ بھی کہہ دیتے ہیں آپ۔" مارے
صدے اور رنج کے وہ گنگ رہ گیا جبکہ وہ سخت طنز یہ سب
میں کہہ رہے تھے۔

"عورت باپردہ ہو یا بے پردہ اس کا کردار کسی سے ڈھکا
چھپا نہیں رہتا شفاف پانی کا جھرنا اور کچھڑ کا جوہڑ اپنی
شناخت خود ہوتا ہے اسی طرح باحیا اور بے حیا عورت بھی
اپنی پہچان کراوتی ہے۔"

"میں آپ سے مزید کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا کیونکہ
میں جانتا ہوں آپ جو کہہ رہے ہیں اس پر ہی قائم رہیں
گے اور میں یہ کبھی نہیں بھلا سکوں گا کہ۔۔۔۔۔ میرے باپ
نے ہی میری خوشیاں بھسم کی ہیں۔" وہ کہہ کر کانٹیں اپنے
بیزروم کی طرف چلا گیا۔

"ایسی اولاد پر میں نہایت شرمندہ ہوں اب کھانا بھی
مٹے گا یا ہوا پر گزارا کرنا پڑے گا؟" ان کو کم مہم دیکھ کر وہ غصے
سے کہہ اٹھے۔



خلاف توقع حماد نے پہلی بار بڑی فرماں برداری کا
ثبوت دیتے ہوئے مادہ سے نہ ملنے پر کوئی اعتراض ظاہر
نہ کیا تھا بہت خوش تھا اپنی شوخ و شنگ طبیعت کے باعث
اور مادہ کے نورش میں کھنچ جایا کرتا تھا بھر بھی پردوں کے
پچھے چھپ کر تو کبھی دروازوں کے پچھے سے عشقیہ اشعار
تشتہ تا لقمی گانے گنجانے لگتا مادہ کو اب اس سے
حجاب نے لگا تھا مگر اس کی امی نے سختی سے منع کیا تھا کہ
وہ حماد کے سامنے نہ آئے مگر جب سے تاریخ طے ہوئی
تھی ان کی شادی کی از خود ہی وہ اس کا سامنا کرنے کی
سکت نہ پار ہی تھی سارا کانیڈنس ہوا ہو گیا تھا۔

شادی میں ایک ہفتہ رہ گیا تھا ماحامد کو شوخی و شگفتگی کم
ہوتے ہوئے ختم ہو گئی اس بات کو کسی نے محسوس نہیں کیا
مگر وہ اس کی مزاج شناس بھی حماد کی کھمبیر خاموشی والی بھلا
ہوا سا انداز سے بھی الجھانے لگا تھا اس نے ہمت کر کے
ماں سے ذکر کیا تو وہ مطمئن انداز میں گویا ہوئیں کہ حماد اب
شادی شدہ زندگی کی ذمہ داریاں اٹھانے والا ہے سنجیدہ تو
اس کو ہونا تھا اور یہی لاجک تالی جان نے بھی دی تھی لیکن
اس کا دل ان کی باتوں سے نہیں بہل سکا تھا وہ ان دیکھے
وسوسوں کا شکار ہونے لگی وہ دل کے خطر اب سے اتنی بے
کل ہوئی کہ موقع نکال کر جس وقت عازف کے ساتھ جیولر
سے جیولری لینے کے لیے وہ دونوں خواتین بھی ساتھ گئی
تھیں وہ بے پاؤں نیچے چلی آئی جہاں وہ بیٹھا کسی کہیں
کی نڈل دیکھ رہا تھا وہ ارد گرد سے بے خبر قائل میں کم تھا وہ

ٹھنک کر رک گئی، مہینیل کے مہرون صوفے پر وہ دہانت کاٹن کے شلوار سوٹ میں ملبوس عام فٹوں سے زندہ نکھرا نکھرا و جاڑبہ نظر لگ رہا تھا۔ وہ ایک تکسا سے دیکھنے لگی۔
 ”اب بس بھی کرو کیا نظر لگانے کا ارادہ ہے؟“

وہ اتنا بے خبر نہیں تھا جتنا وہ سمجھ رہی تھی اس کی آواز پر وہ جھل ہو کر بولی۔

”اچھا تو تم دیکھ رہے تھے اور میں سمجھی تم پڑھنے میں مصروف ہو۔“
 ”متم لے لو جو تم کو ایک نگاہ بھی دیکھا ہو۔“

”اچھا!..... پھر کس طرح پتہ چلا میرے آسنے کا؟“
 ”میں تمہیں تمہاری خوش بو سے پہچانتا ہوں آہنوں سے نہیں۔“ اس نے فائل بند کر کے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: ”کچھ سنکتے جذبوں کی چمک تھی اس کی نگاہوں میں وہ حیرانی سے دیکھتی لگا ہے چرا کر کاربٹ کو دیکھتے گی وہ بہرہ سا مسکرا دیا۔“

”مجھے گھروالے چونکی داری کرنے کو کہہ گئے ہیں تم کیوں آئی ہو یہاں چند دن مجھ سے ملے بغیر نہیں گزار سکتی ہو تم؟“

”پلیز حواد تم اسکی باتیں کرو گے تو میں چلی جاؤں گی میں پہنے ہی بے حد اپ سیٹ ہوں بے حد عجیب سے خیالات آ رہے ہیں مجھے دن رات متوش کیے ہوئے ہیں۔“ اس کی آواز میں آنسوؤں کی نمی عسوں ہونے لگی خوب صورت آنکھوں میں کس خوف کی آمیزش تھی۔

”کیسے خیالات کس سے خوف عسوں کر رہی ہو بتاؤ مجھے؟“ وہ دنگھ کر قریب چلا آیا مائدہ کو اس کے ملبوس سے اٹھتی مہک نے اپنائیت کا قلبی احساس بخشا تھا۔ وہ دلی کیفیت بتانے لگی۔

”تم خواخوہ کے دوسوں میں پھنس کر پریشان ہو رہی ہو ڈیر! میں بالکل ٹھیک ہوں کچھ نہیں ہوا ہے میں پرفیکٹ ہوں۔“

”کچھ چھپا رہے ہو کوئی نہ کوئی تو بات اسکی ہے جو تمہیں ڈپریشنڈ کر رہی ہے میرا دل کہتا ہے۔“

”مہرے ہماری شادی میں چند دن رہ گئے ہیں اور تم دوسوں کی بات کر رہی ہو تم کو تو اچھی اچھی باتیں کرنی چاہئیں۔“ اس نے حسب عادت بات مذاق میں اڑانے کی سعی کی۔

”حمدا اگر سچ سچ تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو سچ سچ بتاؤ تم کیوں پریشان ہو پلینز تمہیں ہماری محبت کا واسطہ۔“
 ”وہ گاڈ! تم محبت میں بھی بلیک سیل کرتی ہو کچھ ایسے میٹرز بھی ہوتے ہیں جو سیکرٹ رکھنے پڑتے ہیں۔“
 ”میں کچھ نہیں جانتی تم سچ سچ بتاؤ مجھے۔“

”اچھا..... تم نہیں مانو گی۔ سنو ہاسپل میں کچھ سینئر ڈاکٹرز کو مارنے کی دھمکیاں مل رہی ہیں۔“ وہ آہستگی سے بولا۔

”وہ..... تو پھر تم کیوں پریشان ہو رہے ہو؟ تم کو تو دھمکی نہیں آئی نہ جن کو آئی ہے وہ خود بیٹ لیں گے۔“ اس کے سر سے گویا ایک بوجھا ترا وہ مسکرا کر بولی۔

اس کو مسکراتے دیکھ کر وہ بھی مسکرایا اور کہنے لگا۔
 ”چھو اس بات پر اسنو رنگ چائے پلاؤ کیا یاد کرو گی۔“
 ”صرف چائے یا ساتھ سینڈویچ بھی لاؤں؟“

”یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے بھلا۔“ اس نے حیرانی ظاہر کی۔ وہ سر ہلاتی لیکن میں چلی آئی کہین سے ساس پین نکال ہی رہی تھی معذور تیل کی آواز آئی تو اس کا دل خوف سے دھڑک اٹھا کراہی اور بہا کو یہاں موجودگی کا کیا جواز پیش کرے گی؟۔ یہی سوچتی ہوئی وہ کھڑکی کھول کر باہر دیکھنے لگی۔ حماد سینٹ کی طرف جا رہا تھا۔

وہ دیکھنے لگی اس نے گیٹ کھولا تھا اور دوسرے لمبے وہ بری طرح حواس باختہ ہوئی جب تین نقاب پوش گیٹ کو دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہوئے اور دوسرے لمبے انہوں نے کوئی لمحہ ضائع کیے بنا ہاتھوں میں پکڑے اسٹے کا منہ کھول دیا تھا۔

یے ساختہ نکلنے والی جنینیں قاتر تک کی آوازوں میں دب کر رہ گئیں۔ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا حماد کا سفید لباس سرخ ہوتا جا رہا تھا وہ کئے ہوئے درخت کی

مانند زمین بوس ہوا تھا وہ لگی ہوش و حواس سے بیگانہ فرش پر گر پڑی تھی۔



وہ اپنا سامان پیک کرنے میں مصروف تھا جب ملائکہ کو اپنے روم میں آتے دیکھ کر اس کے ہاتھ رک گئے۔ وہ اس کے قریب آئی۔

”آپ اتنے سنگ دل بن گئے بھائی آپ مجھے اور ماما کو مزادینا چاہتے ہیں۔ کیا آپ کی نوزائیدہ محبت اس قدر زور آور ہے کہ اس کے سامنے ہماری محبت بھی کمزور پڑ گئی؟“ ملائکہ کی پلکوں پر آنسو چمک رہے تھے مگر لہجہ محبت و شکوہ سے لبریز تھا۔

”آپ بھی مجھ سے خفا ہو رہی ہو یا پاپا نے جو سونک میرے ساتھ کیا اس کی تکلیف آپ محسوس نہیں کر رہی ہوں؟“ وہ بیگ بند کرتا ہوا غلطی بھرے انداز میں کہا تھا۔

”پاپا کا رویہ ہم بچپن سے دیکھ رہے ہیں اب میں عادی ہو چکی ہوں اور آپ کو لگی عادی ہو جانا چاہیے تھا۔“

”خوب! میں بھی آپ کی طرح چوڑیاں پہن کر گھر بیٹھ جاؤں اور کل کو جس کھونٹے سے وہ ہانڈھ دیں سر جھکا کر بندھ جاؤں؟“ نوزائیدہ! کل تک اپنی لائف پاپا کی مرضی پر گزارتا آیا ہوں لیکن اب بہت ہو گیا ہے جو مجھے کرنا ہے وہ کروں گا۔“ اس کے لہجے میں بغاوت کے ساتھ بے زاری بھی اٹھ آئی تھی۔ وہ مضطرب و سخت بے چین تھا چاندنی کی رسی آواز سماعتوں میں گونج رہی تھی نکالوں میں اس کا چہرہ فریم ہو کر رہ گیا تھا۔

”بھائی! آپ ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟“ ماما اور میں آپ کے بنا نہیں رہ پائیں گے ماما تو پہلے ہی بیمار رہتی ہیں اور آپ کی جدائی وہ کسی طور بھی برداشت نہیں کر پائیں گی اور میں..... میں تو آپ کے بغیر مر جاؤں گی۔“ پلکوں پر نکلے آنسو خساروں پر بہہ نکلے۔

”پلیز روتو مت ملائکہ۔“ اس نے آگے بڑھ کر اس کا سر تھپتھپایا۔

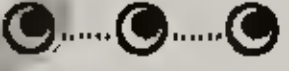
”آپ نہ جائیں بھائی! اگر آپ چلے گئے تو ہم بچہ بچہ بھی

نہیں مل پائیں گے پاپا نہ خود آپ سے ملیں گے اور نہ ہمیں ملنے دیں گے۔“

”میں کب چاہتا ہوں گھر اور گھر والوں کو چھوڑ کر جانا۔“

”پھر کیوں جا رہے ہیں مت جائیں ماما کی خاطر رک جائیں۔“ وہ روئی ہوئی اس کے سینے سے لگ گئی۔

اور اس کے پاؤں میں زنجیر پڑ گئی..... محبت کے بھی عجیب روپ ہیں ایک محبت گھر چھوڑنے پر آکساری بھی تو دوسری محبتوں نے اس کے قدم جکڑ لیے تھے۔



دل کے اداس نامہ وور پر دیئے اس کے جلا کے

باد کے صحرا میں اٹھکوں کی رسم محم کب دکن ہے

بچے دنوں کی راکھ میں جلا کر اٹھکیاں

آنسوؤں کی بارش کب دکن ہے وہ اور بھی شدت سے یا آتا یا

دیکھا جب بھی اسے بھلا کر حد نظر تک ہوا محسوس

زیست میں تیری کمی ہے اٹھک روک کر بھی دیکھا

ٹھہری ہوئی پلکوں پر ہی ہے دل کے ہر گوشے پر اک تصویر جی ہے

لور تصور پر جا بجا میری آنسوؤں کی کمی ہے!!!!

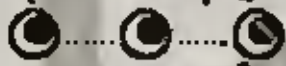
شادی کی شہنائیوں سے گونجنے والے گھر میں موت کے پہول سنائے پھیل گئے تھے اس گھر سے ایک نہیں دو جنازے ساتھ اٹھے تھے۔ حماد نے سب سے چھپا رکھا تھا کہ دوسرے لاکرز کے ساتھ دمکیاں اسے بھی مل رہی تھیں اور اس نے پولیس کو انفارم کر دیا تھا اور یہی غلطی اسے

زندگی سے دور لے گئی تھی پولیس میں موجود کالی بھیشروں نے اپنا کام کروکھایا وہ جو ملن کے حسین بہنوں میں کم تھا بند آٹھوں میں وہ تمام خواب وہ ساری خواہشیں ساتھ لے

سکاٹرسٹ کو دکھائیں گے وہی بہتر علاج کر سکتا ہے۔“
عارف از حد طول و دل گرفتہ تھے۔ وہ تھکے تھکے انداز میں
بیڈ پر بیٹھ گئے۔
”میں تو کہتی ہوں ابھی چلیں۔“

”میں نے ہاسپٹل میں معلوم کیا ہے ڈاکٹر کی ہاسٹنگ
رات کی ہے ابھی شام ہو رہی ہے خیر زیادہ ٹائم تو نہیں ہے
تم جا کر مادہ کو چلنے کے لیے راضی کرو اس نے گھر سے
لکھنا ہی چھوڑ دیا ہے۔“ وہ کمرے سے نکل کر مچن میں
آئیں تو مادہ ٹرے پڑے واپس آ رہی تھی اور ان کو دیکھ کر
دور سے ہی گویا ہوئی۔

”پتہ نہیں کیوں وہ مراض ہو گیا ہے مجھ سے حما کا بچہ
ڈر لاک کر کے بیٹھ گیا ہے سھول ہی نہیں رہا۔“



دھیرے دھیرے گھر کا ماحول ٹھیک ہوتا چلا گیا تھا۔
یوسف صاحب کا دل بیٹے کی جانب سے صاف ہوا تھا یا
نہیں ان کے دل کی کیفیت کا انداز ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔ عمر
نے بھی کئی ہفتوں تک اپنی نوزائیدہ محبت کے پھنچ جانے کا
سوچ بھر پورا انداز میں منیا ماں بہن کی محبت و اپنائیت نہ
ہوتی تو وہ نہ مظلوم کیا کر بیٹھتا ڈر کی دل کا کوئی مداوانہ تھا۔ ہر
اس جسد دیکھ چکا تھا انہیں جہاں دل بے قرار تھیں کمرے
جاتا تھا وہ اس سوچ و فکر میں کم رہا کرتا کہ مظلوم وہ مظلوم
وے سہارا عورتیں کہاں کہاں کی خاک چھاتی پھر رہی
ہوں گی۔

”کہاں گم رہتے ہو؟ گنتا ہے اس بد بخت لڑکی کے
خیالوں سے ابھی تک پیچھا نہیں چھڑا پائے ہو۔“ یوسف
آتے ہوئے اسے خیالوں میں گم دیکھ کر اپنے مخصوص
طنز یہ انداز میں گویا ہوئے۔

”مگر چھڑانا بھی چاہوں تو آپ نہیں چھڑانے دیں
گئے کبھی بھی۔ میں تو اسے بھولنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن
مجھ سے زیادہ یاد وہ آپ کو رہتی ہے۔“ وہ سر اٹھا کر کڑوے
نہجے میں بولا۔

”لاحول ولا قوۃ کیسے فضول باتیں کرتے ہوں ہمیشہ سے

گیا اور بیٹے کی جواں موت رخسانہ کا دل بھی دھڑکنہ بھلا
گئی۔ شوہر کی موت کے بعد وہ بیٹے کے لیے زندہ رہی
تھیں اور اب بیٹے کی آرزوؤں بھری موت سہ نہ پائیں
اور خود بھی زندگی سے من موڑ گئیں۔ رضوانہ کے لیے زندگی
ایک امتحان بن گئی۔ محبت کرنے والی بہن جدا ہوئی تھی تو
بیٹے جیسا ہونے والا دابو بھی روتا چھوڑ گیا تھا مستزاد
مددے پہ مددہ بیٹی اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھی تھی دو ماہ
گزرنے کے بعد بھی وہ حما کو بھول نہ پائی تھی وہ ابھی بھی
اس کے خیالوں میں زندہ تھا۔ ابھی وہ کافی کاغذ اور
سینڈویچ کی پیسٹہ ٹرے میں رکھے وہاں آئی اور ان سے
مخاطب ہوئی تھی۔

”ای! ای میں نے کافی کے ساتھ سینڈویچ بھی
بنا لیے ہیں حما کو خالی چائے یا کافی اچھی نہیں لگتی میں اسے
جلدی سے دے کر آ جاؤں گی آپ غصہ متا کیجیے کہ شادی
میں کم دن رہ گئے ہیں اور میں پھر بھی اس سے پردہ نہیں
کر رہی ہوں۔“

”وہ دن جاہتوں سے بے نیاز ہو گیا ہے مادہ.....
میری بیٹی۔“ وہ اس سے نرے لے کر رکھتی ہوئی بے اختیار
رو پڑی تھیں۔

”حما اس دنیا میں نہیں ہے وہ ہم سے دور جا چکا ہے وہ
اللہ کو پیارا ہو گیا ہے مادہ احواسوں میں لاسٹا آؤ۔“

”یہ پسی باتیں کر رہی ہیں ای! آپ؟ میرے حما کو
پتہ نہیں ہوا اس نے کافی پائی ہے مجھ سے دینے
بارہی ہوں میں۔“ وہ بڑبڑاتی ہوئی حما کے کمرے کی
طرف بڑھ گئی۔ اندر آتے ہوئے عارف بھی تم زدہ
سے کمرے رہ گئے تھے۔

”دیکھا آپ نے میری بیٹی بالکل پاگل ہو گئی ہے یہ
کیسی آفت ٹوٹ پڑی ہے ہم بڑ بہن اور بیٹے کو تو کھویا ہی
مادہ کو اس حال میں کس طرح دیکھ پائیں گے۔“ وہ بے
تجاہد رہی تھیں۔

”صبر اور سہل سے کام لو..... مادہ کی حالت میں بھی
دیکھ رہا ہوں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے مادہ کو آج ہم

وہ معاف کرنے والے نہیں تھے موقع ملے ہی طنز و طعنوں کی تلوادہ مہارت سے چلانے لگے تھے۔
عمر کی رنگت بالکل سرخ ہو گئی تھی، ماتھے کی رگ ابھرائی تھی۔

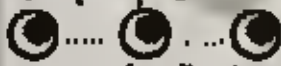
”عمر! بیٹھ جاؤ جینا، آپ کے پاپا کی عادت ہے اسی طرح زبان سے گھائل کرنے کی آپ مجھے بھی دیکھو میں بھی صبر کر رہی ہوں۔“ پہلی بار ان کی زبان پر شوہر کے خلاف کوئی شکایت آئی تھی لمحے بھر کو یوسف صاحب بھی کچھ کہہ نہ سکے۔

”ٹھیک ہے میری عادت ہے کھری بات کرنے کی اور مجھ جیسے لوگ کبھی کسی دور میں پسندیدہ نہیں رہے ہیں اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ میں بیچ بولنا چھوڑ دوں اور حق و ناحق پر ہامیاں بھرتا پھروں۔“

”بچوں کی زندگی کے فیصلے تنہا نہیں ہوتے ہیں یوسف صاحب! اس میں گھر کے افراد کے ساتھ ساتھ لڑکی کی مرضی بھی معلوم کی جاتی ہے۔ ویسے تو ذہن کا بے حد پرچار کرتے ہیں ایسا ہم موقوفوں پر شرعی احکامات کو کیوں بھول جاتے ہیں آپ جیسے لوگ؟“

بچی کے مستقبل کے خوف نے مہربانو کو بھی لب و لہجہ کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ پردے کے پیچھے سے ملائمہ چپ چاپ چل گئی تھی۔

”ماں اور جینا کس طرح میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہو کوئی ابھی بارگاہت نہیں آ رہی ہے تمہارا ہوں ابھی سب۔“



رضوانہ لائسنس آن کرتی ہوئی اس کے روم میں آئی جہاں وہ سب سے بے خبر چہرہ تھنوں میں چھپائے بیٹھی تھی۔ تلخ کپڑے بکھرے اچھے ہال اس کے دل کی حالت بیان کر رہے تھے۔ ماں کی آہٹ پر بھی اس نے چہرہ نہیں اٹھلایا وہ اس کے قریب بیٹھ گئیں اور اس کے بانوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے متناہرے لہجے میں گویا ہوئیں۔

”مامہ! جی مغرب کی اذان ہو چکی ہے نماز پڑھ لو

ہوش مندی کے فیصلے کرتا رہا ہوں جیسے آج ملائمہ کا رشتہ طے کر آیا ہوں۔“ وہ گردن اٹھا کر کہتے ہوئے بیٹھ گئے تھے۔ وہاں آئی ملائمہ پر دے کی لاٹ میں ہو گئی اور مہربانو ہنسنے پر دے کے ساتھ اٹھ آئی تھیں۔

”یہ کیا کہہ رہے ہیں پاپا آپ؟ آپ کس طرح سے ملائمہ کی زندگی کا فیصلہ خود بنا کسی کے مشورے سے کر سکتے ہیں؟“

”باپ ہوں میں ملائمہ کا اور اس کا ہر فیصلہ کرنے کا حق مجھے حاصل ہے۔“

”اٹ اڑو گ پاپا از زندگی ملائمہ کو گزارنی ہے اور کس کے ساتھ گزارنی ہے اس فیصلے کا حق بھی اسے ہی کس ہوگا۔“ ان کی حاکمانہ ہنسنے کو جانتے ہوئے بھی وہ بہن کے حق میں اٹھ کھڑا ہوا تھا مہربانو ڈبڈبائی لگا ہوں سے ان کو دیکھ رہی تھیں۔ جنہوں نے اتنا اہم فیصلہ کرتے وقت مشورہ تو درکنار دینا بھی سارا نہ کیا تھا۔

”خاموش رہو تم! میں اپنی بیٹی کے مستقبل کا بہترین فیصلہ کر رہا ہوں باپ سے زیادہ بیٹی کی خوش حالی کون چاہ سکتا ہے۔“

”جی یہ چاہت ہے آپ کی جو نہ جانے کس سے رشتہ طے کر آئے ہیں اور یہاں ممانک کو بے خبر رکھا ہے آپ نے ماں سے زیادہ اولاد کا کوئی بھنا چاہ ہی نہیں سکتا آپ بھی نہیں۔ میں بھی اپنی بہن کی شادی اس جگہ نہیں ہونے دوں گا۔“

”اچھا تم روکو گے مجھے کیا تجربہ ہے تمہارا لوگوں کو پرکھنے کا؟ کس بنیاد پر اچھے اور برے لوگوں کی پرکھ کر سکو گے؟“

”لوگوں کو جاننے کی پرکھ عمر و تجربہ کی کسوٹی پر نہیں ہوتی۔“

”ہوں..... ہوں جو مسکرا کر بات کر کے جھوٹ موت آنسو بہا کر جھوٹے دیناویں قصے بنا کر ملے تم ان پر یقین کر لو گے..... جیسے وہ بازاری عورتیں تمہیں الو بنائی رہیں اور تم اپنے باپ کو ہی اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھنے لگے ہو۔“

ایسی جگہ جہاں سے وہ واپس نہیں آ سکتا کوئی واپس نہیں آتا وہاں سے۔" اس کو سمجھاتے سمجھاتے ان کے آنسو خشک ہو گئے تھے اور وہ جان کر بھی جانا نہیں چاہتی تھی۔

"مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا ہے بیٹی۔" جب دل ہی مر جائے تو کس طرح زندگی کا احساس ہوتا ہے امی! میں پاگل نہیں ہوں مگر میں زندہ بھی نہیں ہوں! حماد کے ساتھ میں بھی مرو چکی ہوں آپ مجھے میرے جانب پر چھوڑ دیں۔" وہ دانتوں سے ہونٹ کھلتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"پھر میں اور عارف کس کے لیے جنسی؟ ہم بھی مر جائیں جب تم ہمیں کچھ سمجھتی نہیں ہو تمہیں ہزارے دکھوں کا احساس نہیں ہے عارف اور میں صرف تمہارے لیے جی رہے ہیں۔" وہ ضبط کے باوجود بھی رو پڑی تھیں۔

"امی! آپ ایسی باتیں نہیں کریں! آپ اور بابا سے میں بے حد محبت کرتی ہوں! بہت محبت کرتی ہوں۔"

"پھر ہر ری خاطر خود کو بدل دینا تم تو دنیا سے ہی نہیں خود سے بھی بیگانہ ہو گئی ہو عارف ان صدیوں سے سنبھلے تھے کہ تمہاری اس حالت نے انہیں یہ روکنا ضرور کر ڈالا ہے وہ آتے جاتے تمہاری طبیعت پوچھتے ہیں! صبح سے گھر واپس تک کئی فون کر ڈالتے ہیں۔" وہ آنسو صاف کرتی ہوئی کہنے لگیں۔

"ٹھیک ہے امی! میں خود کو بدلنے کی سعی کروں گی لیکن آپ بھی مجھ سے وعدہ کریں۔"

"کیسا وعدہ؟" "آج کے بعد آپ کبھی بھی مجھ سے حماد کو ہولنے کا نہیں کہیں گی۔"

"یہ کیسا وعدہ ہے زندہ رہنے کے لیے زندہ لوگوں سے تعلقات رکھنے پڑتے ہیں۔ حماد، منی تھا اور منی بھلانا پڑتا ہے۔" دل پر پتھر رکھے بیٹی کی خاطر وہ اپنیوں کے متعلق کہہ رہی تھیں۔



"انٹو۔" آواز پر اس نے چہرہ اٹھا کر دیکھا جو سوکھے پھولوں کی مانند تھا۔ سبہ رنگ مر جھایا ہوا زرد چہرہ ان کے دل سے ہو کر اٹھی تھی۔ یہ چہرہ پھولوں کی مانند شفافہ ہوا کرتا تھا۔ ان کی نگاہوں میں زندگی کبھی مسکرائی تھی۔

"یہ ہونٹ لہکتی ہیں و مسکرائیوں سے بچے رہتے تھے۔" کیوں ہر وقت بات بے بات ہنستی رہتی ہونہ ہنسا کر بیٹا۔

"تم مائدہ کو بننے سے مت منع کیا کرو اس کی ہنسی سے ہی تو مگر میں رونے سے یہ چپ ہو جائے تو ہر طرف سناٹا چھنا جائے گا۔"

"بالکل سچ کہتی تھیں آپ! تم اب گھر کے دو دیوار سناٹے دویرانی سے سبے ہوئے رہتے ہیں اور یہ مائدہ جس کی ہنسی مجھے دہلائے رکھتی تھی نا معلوم کیوں میرا دل کہتا تھا آج یہ جتنا ہنس رہی ہے کل اتنا رو تا ہی نہ پڑے میری پہلی کو..... میرا وہم..... حقیقت ثابت ہوا مہندی سے سرخ ہونے والے ہاتھ خون کی لالہ سے سرخ ہو گئے میری ہنستی مسکرائی پہلی صرف سانس لیتا وجود بن گئی۔ کل تک بن بات بننے والی آج ہنستا ہی بھول گئی ہے۔"

"لوہ اذان ہو گئی اور مجھے آواز ہی نہیں آئی۔" اس نے چونک کر ہال لپٹتے ہوئے کہا۔

"مائدہ! بند کمرے میں تجھ کو بھی کیا سوچتی رہتی ہو؟" "میں تنہا کب ہوتی ہوں امی! حماد مجھے تنہا کب رہنے دیتا ہے۔" اس کے کھوئے کھوئے لہجے پر وہ پریشانی سے استفسار کرنے لگی۔

"تم نے دوائیں کھانا چھوڑ دی ہیں بیٹا۔" "آپ سمجھتی ہیں دوائیں کھا کر میں حماد کو بھول جاؤں گی؟ کیا ان دواؤں میں اتنی طاقت ہے جو حماد کو مجھ سے جدا کر سکیں۔"

"میں تمہاری دشمن نہیں ہوں مائدہ۔"

"جو مجھے حماد سے دور کرے گا وہ میرا دوست بھی نہیں ہے۔" اس کے انداز میں خاصی اجنبیت و جذبہ بات تھی۔

"اس حقیقت کو سمجھو بیٹی! حماد تم سے دور چلا گیا ہے۔"

اچھی تربیت کی ہے۔ دیکھو نہ شادی کی بات سن کر کس طرح
 عمر چھوڑ گیا ہے ورنہ اس دور کے بچے تو بے شرمی سے خود
 کرتے ہیں اسکی باتیں۔“
 ”اب یوسف خود ڈھونڈیں گے عمر کے لیے لڑکی۔“



بارش اچانک ہی شروع ہوئی تھی۔ دوپہر تک کوئی
 امکان نہ تھا۔ عارف گھر کی طرف رواں دواں تھے جب
 ان کی نگاہ سڑک کے ایک سائینڈ کھڑی کار اور کار میں بیٹھے
 شخص پر پڑی وہ رک گئے۔

”السلام علیکم یوسف بھائی۔“ وہ کار سے نکل کر ان کی
 طرف بڑھے۔

”علیکم السلام! تم..... عارف میاں ہی ہوتا؟“ وہ
 کار سے نکل کر انہیں پہچانتے ہوئے پر شفقت لہجے
 میں گویا ہوئے۔

”جی ہاں میں عارف ہوں گا خراب ہو گئی ہے کیا؟“
 ”ہاں گھر سے نکلنے وقت تو ٹھیک تھا کبھی راستے
 میں بگڑ گئی۔ مجھے کوفون کر دیا ہوں تو سگسٹرز ہی غائب ہو گئے
 ہیں۔“ ”سوئی سوئی بوند میں دونوں کو ہکا بکا بھگو رہی تھیں۔“

”یہ موسم کی وجہ سے پراجیم ہو رہی ہے آپ میرے گھر
 چلیں قریب ہی ہے میں درکشاپ فون کر کے کسی ملکینک
 کو بلوا کر گاڑی ٹھیک کرادوں گا آپ اتنے میں یہ پانچم
 میرے غریب خانے پر گزاریں۔“ یوسف صاحب نے
 کچھ تکلف سے کام لیا مگر عارف کے خلوص بھرے اصرار پر
 ان کے ہمراہ گھر چلے گئے۔

آصف سے ان کی دوستی ایک پارٹی میں ہوئی تھی
 اور وہ بہت جلد گہرے دوست بن گئے تھے۔ آصف
 کے توسط سے عارف سے بھی ان کی پہلو ہائے ہوتی
 تھی۔ شادی کے بندھن میں بندھنے کے باوجود ان کی
 دوستی میں سرسوفرق نہ آیا تھا اور ان کے گھرانے بھی
 آپس میں میل ملاپ رکھتے تھے۔

اس دوستی کو اس وقت زوال آیا جب آصف اس دنیا کو
 چھوڑ گئے پہلے پہل تو وہ عارف کی دل جوئی کرنے آتے

ریاں خوش شکل و خوش مزاج شخص تھا وہ ایک مٹی نیشٹل
 کمپنی میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھا اور سب سے بہترین
 بات یہ تھی کہ وہ یوسف صاحب کی بڑی بہن کا بیٹا تھا۔ ان
 کی بہن نے فون کر کے گھر رشتہ لانے کی اجازت چاہی
 تھی اور انہوں نے اپنی جلد باز طبیعت کے باعث تمام
 تکلفات و روایات بالائے طاق رکھ کر فون پر اس وقت ہی
 رشتہ منظور کرنے کی خوش خبری دے دی تھی۔ بہن بھی بھائی
 کے مزاج آشنا تھیں کوئی اعتراض نہ کیا اور ان سے ساری
 بات سن کر مہربانوں کے چہرے پر خوشی دوڑ گئی تو باپ سے خفا
 ہونے کے باوجود بھی وہ مستکمن ہو گیا۔ ریاں جیسا بندہ اس
 کی بہن کا شریک حیات بننے کے لائق تھا۔ یوسف کی
 طرح ان کی بہن بھی بے مہربی ثابت ہوئی تھیں۔ وہ اس
 شام مشائی ضرورت اور منگنی کی انگلی لے کر آئیں۔ عمر
 ملائکہ کے چہرے پر مسرت کے رنگ دیکھ کر خوش تھا۔

”بھائی صاحب! ملائکہ اب میری بیٹی ہو گئی ہے بہت
 جلد میں اسے اپنے گھر لے جاؤں گی۔“ انگلی پیمانے
 کے بعد وہ اسے لپٹاتے ہوئے محبت سے بولیں۔ ”اب
 آپ بھی عمر کے لیے کوئی لڑکی دیکھ لیجیے۔“

عمر کے مسکراتے لب سنجیدہ ہو گئے۔ ان کا منہ بیٹھا
 کراتی ہوئی مہربانوں نے کہا۔
 ”آپلی ایہ نیک کام بھی آپ ہی کیجیے کوئی لڑکی ہے
 آپ کی نظر میں جو عمر کے ساتھ سوٹ کرے۔“
 ”یہ بات تو عمر سے معلوم کر۔“ وہ سامنے بیٹھے عمر کو
 مسکراتے دیکھ کر بولیں۔

”اس دور میں لڑکے خود اپنی پسند کی لڑکی ڈھونڈ
 لیتے ہیں۔“

”آپ کو تو معلوم ہی ہے یوسف نے کیسی پرورش کی
 ہے بچوں کی لڑکی پسند کرنا دور کی بات وہ بات کرنا پسند نہیں
 کرتے۔“ عمر اٹھ کر چلا گیا یوسف کی نظریہ نگاہیں اس کی
 پشت پر دوڑتے چکی رہیں۔ جبکہ وہ کہہ رہی تھیں۔

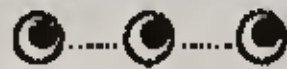
”نیریہ بات تو یہ ہے آپ کے گھر کی مثال تو سارے
 خاندان میں دی جاتی ہے تم نے اور یوسف نے بہت

رہے عمر کے ہم عمر حماد کو سینے سے لگائے رکھتے تھے اس دوران ان کا ٹرانسفر سرگودھا ہوا تو وہ مجبوراً ان سے دور ہوئے تھے اور پھر وقت کی چلن کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی میں ایسے مگن ہوئے کہ کراچی آنے کے بعد بھی وہ اس طرف کا رخ نہ کر سکے۔
بارش کھل کر برس رہی تھی۔

ان کے دل پر آصف کے جہان بیٹے کی موت کا سن کر دکھ کا ایک بوجھ سا آگرا تھا، کئی لمحوں تک وہ ایک لفظ نہ بول سکے تھے ایسا کبھی ہوتا ہے لفظوں کی قطاریں سامنے سو دب کھڑی ہوتی ہیں لیکن زبان ساکت رہ جاتی ہے عارف اور رضوانہ جو دکھوں کے بوجھ اٹھائے تھک گئے تھے ایک ہمدردی عم گھسا کر دیکھ کر بردکھ بتاتے چلے گئے۔ وہ بھی بظاہر تو چٹان کہتے تھے مگر تھے تو انسان ہی ان کے دکھ پر آنکھیں نم ہونے سے نہ بچا سکے تھے۔

وہ بے حد سنجیدہ پر خلوص سی لڑکی جس نے چڑی نداشت سے ان کے آگے نوازمات سے نیکل بھر دی تھی جس کی آنکھوں میں اداسی تھی تو سادہ چہرے پر کھنڈروں جیسی ویرانی تھی اتنی کم عمری میں ایسا سادگی و وقار اس دور کی لڑکیوں میں کہاں تھا۔

”بارش کا زور کم ہوا ہے کھردانے بھی پریشان ہو رہے ہوں گے عارف مجھے اجازت دو اب۔“ وہ کھڑکی سے باہر گرتی بوندوں کو دیکھتے ہوئے اجازت طلب کرنے لگی۔
”کچھ دیر اور رک جائیں بھائی صاحبہ مدتوں بعد کسی اپنے کا ساتھ نصیب ہوا ہے آپ کی سنت میں بڑی راحت ملی ہے۔“ عارف کے ہر لفظ سے سچائی جھلک رہی تھی۔
”بے فکر رہو میں بہت جلد مہربانوں اور ملائکہ کو لے کر آؤں گا۔“



”قسمت تو اللہ ہی بناتا ہے اور ہمارا ایمان یہی ہے ہر کام اس کے حکم پر ہوتا ہے اور اس کے ہر حکم میں کوئی نہ کوئی بہتری چھپی ہوئی ہے لیکن سچا بات تو یہ ہے آصف بھائی

کے بعد ان کے جہان بیٹے کی موت اور وہ بھی شادی سے ایک ہفتہ قبل بڑا المیہ ہے۔ عارف اور رضوانہ بھائی پر ایک قیامت سی ٹوٹ پڑی ہے۔“ ان کی باتیں سن کر مہربانوں افسردہ لہجے میں گویا ہوئیں۔

”ان کا وہ ایک طرف مجھے سب سے زیادہ اس بچی پر ترس آ رہا ہے کتنی معصوم و بھولی لک رہی تھی وہ کم سنی میں ہی بروباری بودقار اس بچی کے وجود کا حصہ بن گیا ہے۔ دل موہ لینے والی صورت ہے بہت شریف و باحیالڑکی ہے۔“ وہ تصور کی آنکھ سے ماندہ کو دیکھ رہے تھے خامیے متاثر ہوئے تھے کئی گھنٹے وہ ان کی نگاہوں کے سامنے رہی تھی۔

خوب صورت حزن آمیز حسن..... خاموشی سے سر جھکائے گھر کے کاموں میں مصروف... کم گو فرماں بردار بااخلاق و سکھڑائی بہو وہ چاہتے تھے۔

”ارے آپ نے اتنی عجلت میں اس لڑکی کو یہو بنانے کا فیصلہ بھی کر لیا پہلے عمر سے اس کی مرضی معلوم کریں۔“ وہ بیٹے کا مزاج جانتے ہوئے آہستگی سے بولیں۔

”پوچھ لو اس سے بھی میں نے کب روکا ہے۔ مگر فیصلہ میرا ہی چلے گا عمر کو سمجھا دینا اور سنو...“ وہ نرم لہجے میں کچھ سوچ کر مخاطب ہوئے۔

”ماندہ کی شادی ہونے والی تھی اس کا کزن کس طرح ہناک ہوا یہ کچھ بھی نہیں بتانا عمر کو...“ وہ شاید نہیں مانے گا۔“

”یہ نطفہ ہے بات کہاں چھتی ہے ایک دن حقیقت سامنے آ جاتی ہے اگر کسی طرح پتہ چل گیا عمر کو پھر بسا ہوا گھر خراب ہوگا۔“ ان کے لہجے میں اندیشہ بول رہے تھے۔

”ایسا کچھ نہیں ہوگا تم ابھی جا کر عمر سے بات کرو ہم کل چل رہے ہیں راستے سے ہی انکو سنی و غیرہ خریدیں گے۔“

”میلے آپ ان سے ذکر تو کریں وہ رشتہ پسند کریں تو ہی اس طرح انکو سنی لے کر جاؤ اچھا بھی لگے گا اور...“ وہ آہستگی سے دک دک کر گویا ہوئیں۔

”عمر کی مرضی بھی معلوم ہو جائے پھر ہی انگوٹھی دستھائی واقف ہوں۔“

”آجھی لگے گی۔“

وہ ایک ننگ بان کو دیکھ رہی تھی، جنہوں نے گویا اس کی سماعتوں میں صور پھونک ڈالا ہوا تھا۔ کئی ہولوراس کی ذات ریزہ ریزہ ہو کر نکھر گئی تھی۔ پھٹی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔

”عمر کبھی میرے فیصلے سے سر تابی کی جرأت کر نہیں سکتا ہے اور ہا سوال عارف سے بات کرنے کا تو وہ میری بات پر خوش ہو کر فریاضی بات کہی کرے گا۔“ ان کا یقین قابل دید تھا۔

”مانندہ! اس طرح کیا دیکھ رہی ہو میری بیٹی! میں نے کوئی انہونی بات نہیں کی، کسب تک تم اس گھر میں رہو گی؟“ انہوں نے قریب جا کر اسے لپٹانا چاہا اور وہ بدست کر پیچھے ہٹی۔

”جانتی ہوں عمر کے پاس بتاتی ہوں اسے۔“ وہ اس کے کمرے میں آئیں تو وہ ان کو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ انہوں نے بلا تمہید عمر کو سب بتا دیا تھا۔

”ایہ جی ہوم چھوڑ آئیں مجھے میرے لیے اس گھر میں جگہ نہیں ہے تو۔“

”پاپا کسب تک ہمیں اپنی محکوم رعایا سمجھتے رہیں گے ماما۔“ وہ ہراساں لے کر ڈھلے انداز میں بیٹھ گیا۔

”کیوں میرے دل کو گھائل کرتی ہو بیٹی.....“

”زبردستی نہیں ہے بیٹا! وہ گھبرائی۔“

”مت کہیں مجھے بیٹی مر گئی میں اور میری لاش کو ڈھن بنا کر آپ کس کی تاج سجانا چاہتی ہیں، کوئی دن ایسا کر سکتی ہے؟“ وہ کسی طوفان کی مانند پھر رہی تھی۔

”اپنے پاپا سے اس طرح تنگرت ہو بیٹا! میں مانتی ہوں انہوں نے ہر فیصلے میں ہمیشہ جلد بازی کی ہے مگر بیٹا وہ حق پر ہوتے ہیں ان کا مزاج کڑوا سکی مگر..... نیت انگوٹھی ہوتی ہے وہ دل کے برے نہیں ہیں۔“

”میں تمہارے دل پر گزرنے والے دکھ و تکلیف کو سمجھتی ہوں بیٹی، کیونکہ میں نے بھی ایک اذیت کا دریا عبور کر کے یہ فیصلہ کیا ہے۔ حواد کو میں نے بھی بچپن سے بیٹے اور فاناؤ کے روپ میں دیکھا تھا۔“ حواد کے نام پر وہ پھوٹ پھوٹ کر روئے گی۔

”دل کون دیکھتا ہے ماما! سب زبان ہی دیکھتے ہیں۔“

”عارف کو اور مجھے کبھی پھر بیٹے کی چاہ نہیں ہوتی، ہم شکر کرتے تھے اللہ نے بیٹا اور بیٹی عطا کی ہیں زندگی کی ہر کی پوری کر دی ہے آہ.....! کیا معلوم تھا ایسا وقت بھی آئے گا وہ پھولوں سے بھی گاڑی میں آنے کے بجائے چار کاندھوں پر روانہ ہو جائے گا۔“ آہ و فغاں کا ایک حشر وہاں اٹھ گیا تھا، دونوں ایک دوسرے سے لپٹ کر روئے لگیں اور دیر تک روٹی رہیں، عارف نے آ کر ان کو دلہا سدا یا۔

”ہمیں وہ مروتوں سے کیا سروکار، گھر کی فضا کو خوش گوار رکھنے کے لیے ہمیں ایک دوسرے کی انگوٹھی باتیں یاد رکھنی ہوں گی ان تمام باتوں کی کڑواہٹوں کو بھلا کر جو ہمارے درمیان قاصصے بڑھ چکی ہیں۔“ وہ اس کے قریب بیٹھی ہو لے ہو لے شانہ چھپتی رہی تھیں، اپنے نرم و شیریں انداز میں اسے سمجھا رہی تھیں۔ دل تو اس کا بھی بے حد گداز تھا، شائستگی و وقار اس کی شخصیت سے چھلکتا تھا۔ حال ہی میں اس کے رویے میں بیگانگی و گستاخی جو مآئی تھی اس کا سبب یوسف صاحب کی ہمت و حرم طبیعت اور جائز و ناجائز بات منوانے کی حاکمانہ طبیعت کے باعث آئی تھی۔

”جانے والے چلے گئے اب آنسو بہانا ان کو تکلیف دینے کے مترادف ہے بیٹا! تم کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو ایک وقت بہت چھوٹا لگتا ہے جب آصف بھائی کا انتقال ہوا مجھے لگا میں اب ان کے بغیر ہی نہیں پاؤں گا، بہت جلد مر

”ماما! آپ کی خاطر میں جان دینے کو بھی تیار ہوں، مگر پاپا کی چھٹس قبول کرنا کسی آگ کے جلنے کنویں میں چھلانگ لگانا ہے میرا دل نہیں مان رہا پاپا کی نیچر سے میں

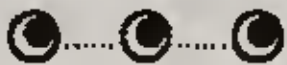
یوسف عمر کے سلسلہ انکار کو کسی خاطر میں نہ لائے تھے دوسرے دن بیوی اور بیٹی کے ہمراہ جا کر نہ صرف بات چیت کی ساتھ ساتھ ہی ڈیٹ بھی فکس کر آئے تھے اور بہن کو بھی ملائکہ کی شادی کی ڈیٹ دے دی تھی اور بے حد سیاست سے یہ سب کیا تھا۔ عمر نے مارے اشتعال و ناپسندیدگی کے گھر سر پر اٹھایا تھا۔ وہ مائدہ سے رشتہ ختم کرنے کے ورے تھا یوسف نے صاف کہہ دیا جو ہونا تھا وہ ہو گیا اگر تم اس لڑکی سے تعلق ختم کرو گے تو پہلے اپنی بہن کا بھی خیال رکھنا تمہاری کرنی کا پھل تمہاری بہن کو بھرنے پڑے گا اور بہت کچھ کہہ گئے تھے۔

”مائدہ بے حد سنبھلی ہوئی نیک و اچھی لڑکی ہے بیٹا آپ کی اور اس کی جوڑی بہت خوب صورت لگے گی بہن نظر میں ہی پسند آتی ہے واقعی وہ لڑکی اس گھر کی بہو بننے کے لائق ہے۔“

”بھائی اریسکی وہ بہت پریشانی اور تائیں ہیں اب آپ غصہ تھوک دینا پہلے تو ہم بھی بابا کی چوائس سے خائف تھے مگر مائدہ بھائی کو دیکھ کر بابا کے انتخاب پر دنگ رہ گئے۔“ ملائکہ نے بھی سچے سچے تعریف کی تھی۔

”مما آپ اور ملائکہ بابا کا ساتھ دے رہی ہیں نا؟“
 ”اس میں آپ کی بھلائی ہے آپ ایک نظر مائدہ کو دیکھیں تو ملائکہ موبائل میں کئی تصویروں لائی ہے۔“
 ”مجھے نہیں دیکھنا جو دل چاہے کریں۔“ وہ وہاں سے چلا گیا۔

”مما! پریشان مت ہوں چند دنوں کی بات ہے شادی کے بعد کچھ گاہروانے کی مانند ان کے پیچھے گھومیں گے۔“ ملائکہ نے ماں کو پریشان ہوتے دیکھ کر تسلی دی۔
 ”ہوں..... دعا کریں عمر کا دل موسم ہو جائے۔“ وہ فرزند تھیں۔



جب انسان کچھ پالیٹا ہے تو کچھ کھو بھی دیتا ہے پانے کی سرشاری وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کم ہوتی جاتی ہے اور کھودینے کا طلال وقت گزرنے کے ساتھ بڑھتا رہتا

جادوں گا اور دیکھو آج تک زندہ بیٹھا ہوں! کچھ ماہ قبل اپنی اپنے ہاتھوں سے قبروں میں اتارا ہے پھر بھی سانس لے رہا ہوں۔“ مائدہ سسکیاں لے رہی تھی۔ وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر گزور لہجے میں سمجھا رہے تھے۔

”میرے سمجھانے کا مقصد یہ ہے مائدہ! یہ دنیا کا چلن ہے کوئی کسی کے لیے نہیں مرتا البتہ جدائی کا گھاؤ آسانی سے نہیں بھرتا۔ اس زخم کو بھرنے میں وقت لگتا ہے اور ساری بات تو یہ ہے اب ہمارے پاس وقت نہیں ہے کب بلاؤ آجائے معلوم نہیں اپنی زندگی میں ہم تمہاری شادی کرنا چاہتے ہیں۔“ ان کا لہجہ گھٹا ہٹا سا تھا وہ بھی اس کے سر پر ہاتھ رکھتے، کبھی پہلو بدلتے اور کبھی نگاہ بیوی کی طرف ڈالتے جوان کی باتوں پر تائید میں گردن ہلا رہی تھیں۔

”بابا! آپ مجھے گلہ دبا کر مارو یہاں سمندر میں غرق آئیں میں اب نہیں کروں گی مگر میں شادی نہیں کروں گی۔“

”وہ زمانہ بیت گیا میری بیٹی! جب لوگ بیویوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا کرتے تھے اب تو میرے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے جس میں بیویوں کو رحمت کہہ کر پکارا گیا ہے میں جلال نہیں ہوں میں تمہیں عزت و شان کے ساتھ گھر سے رخصت کرنا چاہتا ہوں بیٹی عارف نے اپنے بیٹے عمر کا رشتہ مانگا ہے عمر ایک لائق فائق لائق ہے ہونہار لڑکا ہے اس کے ساتھ تم خوش رہو گی۔“ وہ اس کے کتا نوصاف کر رہے تھے۔

”حماد کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا مجھے شادی نہیں کرنی ہے۔“ اس کے لہجے میں دکھ بھری ضد تھی۔ وقت بھی کئی روپ بدلنا ہے کل تک اس کا باپ کے سامنے آکھ اٹھا کر بات کرنا محال تھا اور آج وہ سہرا اٹھائے ان سے کہہ رہی تھی وہ خود بھی بکھرے ہوئے تھے اور اس کی دلی حالت کا بھی ان کو اندازہ تھا۔ نرمی اور شفقت سے سمجھانے کے باوجود بھی وہ نہ مانی تو انہوں نے اپنی ٹوپی اتار کر اس کے قدموں میں رکھ دی۔



ہے۔ اس نے پائے بغیر کھویا تھا۔ محبوب سے پھمڑنے کا دکھا ادھوری محبت کا سوگ کم بھی نہ ہوا تھا کما سے والدین کی خواہشوں کی سولی چڑھنا پڑا تھا اور اس نے باپ کے شملے کی لاج رکھنے کی خاطر خود کو پتھر بنا لیا تھا۔ عمر کی ماں بہن نے پہلی بار اسے دیکھا اور گریویدہ ہو گئی تھیں اس نے خاموشی کے پردے میں اپنی ناپسندیدگی چھپالی تھی، پٹ منگنی پٹ بیاہ والا معاملہ تھا، عمر کی ہمیلی کی آمد و رفت ہر دوسرے تیسرے دن ہوتی تھی۔ پہلے انہوں نے اسے شادی کی شاپنگ اپنی پسند سے کرنے کے لیے ساتھ لے جانا چاہا اس کے انکار پر برمانے بغیر وہ جیولری سیٹ شراہے تو کبھی سینڈل، کھمبے وچل وغیرہ دکھانے اس کی پسند معلوم کرنے آتی تھیں اور ان کی موجودگی میں وہ اکی کو بے حد سراہتا، دہرا ساں دکھتی وہ آنکھوں آنکھوں میں اس سے التجا کرتی، اشارے کرتی وہ ہر چیز پر پسندیدگی کا اظہار کرتے، وہ اس سے خوف زدہ تھیں کہ ہمیں ان پر اس کی ناپسندیدگی ظاہر نہ ہو جائے، باہر لوگوں نے اس کو محسوس کہنا شروع کر دیا تھا، کوئی آسانی ستاس کا ہاتھ تھامنے والا نہ تھا۔ عمر کا رشتہ ان کی توقعات سے بڑھ کر تھا، انہوں نے سب بھول کر ماندہ کو راضی کیا تھا، کما آج وہ حماد کی یادوں کے جھوم میں گھری ہے اور کل جب یادوں کی آج بچتے بچتے سرد ہوگی تو تنہائی میں اسے سہارے کی ضرورت ہوگی، تب وہ ماں باپ کی دور اندیشی کو سمجھے گی اور اپنے اس رویے پر تادم ہوگی۔

وقت کسی کے لیے نہیں ٹھہرتا ہے اس کا کام روزنا ہے اور یہ دوڑتا رہتا ہے اس کے نصیب میں سہاگن ہونا کھنچا چکا تھا، سو وہ برستی آنکھوں اور تڑپتے دل کے ساتھ نکاح نامے پر سائن کر کے عمر یوسف کی ہو گئی تھی، وہاں دوسرے لوگوں کے ہمراہ موجود عارف اور رضوان نے تشکر بھری سانس لی تھی۔ ایک خوف اس کے انکار کا کسی بوجھ کی طرح سینے سے ہٹا تھا، مبارک سلامت کا شور تھا، لیے کھونٹھٹ میں وہ خاموشی سے رو رہی تھی، حماد کی مہک اسے قریب محسوس ہو رہی تھی وہ شاید اس سے

شکوہ کر رہا تھا۔ اتنی جلدی اسے بھلا کر کسی اور کی ہونے پر ساتھ بیٹے ساتھ مرنے کی قسمیں کھانے والی آج کسی اور کی ہو گئی تھی وہ رو رہا تھا، چہرے پر آنسو بہ رہے تھے سرخ آنسو وہ بے ہوش ہو گئی۔ دلہن بے ہوش ہو گئی، دلہن بے ہوش ہو گئی، کی صدائیں شادی ہال کے ڈریسنگ روم میں پھیل گئی تھیں، کوئی جوس لے کر دوڑا تو کوئی پانی اس نے آنکھیں کھولیں تو مہربانو جو اسے سہارا دیے بیٹھیں تھیں گویا ہوں۔

”دیکھا میں نہ کہتی تھی نظر لگی ہے میری بہو کو بھائی میں صدقہ کرنے جا رہی ہوں اور منع کر دوں گی کوئی اس طرف نہ آئے، آپ کچھ دیر آرام کروا میں پھر رسموں اور رخصتی میں تھک جائے گی ماندہ۔“ مہربانو کہہ کر وہاں سے چلی گئیں اور رضوانہ نے بڑھ کر دروازہ لاک کیا اور ماندہ کے پاس آ گئیں۔

پنت و مہر دن کنٹراسٹ لینڈ اسٹ میں اس کے سوگوار حسن برٹو سنڈ کر رہے، چہ چہ ہاتھ اٹھاؤ، نظریں چھا گئیں، تاب ہی نہ تھی نظر بھر کر دیکھنے کی۔

”مجھے اور عارف کو خبر ہے، جی تم پر ہمارا کہا مان کر ہماری عزت رکھی ہے آج سے تم ہمارے لیے پرانی ہو گئی ہو۔“ آواز بھرا گئی۔

”ماں کی تربیت بیٹیوں کے سسرال میں دکھائی دیتی ہے۔ ہمیں وہاں بھی سرخ رو رکھنا اور عمر تمہارا حرا لینی خدا ہے اس کو بھی بھی شکایت کا موقع نہ دینا اور نہ ہی حماد کا نام تمہارے منہ پر آئے، غلطی سے بھی باہمی کا ایک لفظ نہ کہنا، مرد کچھ بھی کرتے رہے ہوں وہ اپنی شریک حیات پر کسی دوسرے مرد کی پرچھا میں بھی دیکھنا پسند نہیں کرتے ہیں۔“ وہ قریب بیٹھ کر اسے جیسے سلجے میں سمجھانے لگی تھیں۔

”حماد کا نام اس کی یادیں اس کی باتیں میں کبھی نہیں بھول سکتی، نہ ہی میں عمر سے کچھ چھپانے والی ہوں۔“ وہ سپاٹ لیجے میں بوٹی۔

”پاکل مت، نو ماندہ!“ باہر سے دستک

ہونے لگی تھی۔
 ”رات ہی وہ تمہیں کاغذ تمہا کر نکال باہر کرے گا
 لوگوں نے پہلے ہی نحوست کا لیٹیل تم پر لگا دیا ہے اب
 کیا.....“ وہ دانستہ چپ ہو گئیں۔ دروازے پر دستک
 جاری تھی۔

”کل جلد میرا کیا تھا آج میں مر گئی ہوں میرا آپ اور
 بابا سے اب کوئی تعلق نہیں رہا ہے مجھ سے ملنے مت آئیے
 گا وہاں۔“

”تھوڑا سا مسکرا تو دو یا را ایسا لگ رہا ہے تمہیں یہاں
 ملا کر لایا گیا ہے۔ مانا کہ دلہانہ کر کچھ زیادہ ہی خوب دنگ
 رہے ہو۔“ اسے سبب اور بالکل سنجیدہ دیکھ کر قریب بیٹھے
 معاذ نے سر روش کی۔

اس نے باپ کے چہرے پر پہلی بار بے تحاشا خوشی اور
 مسکرائش دیکھی تھی وہ مہمانوں سے خندہ پیشانی سے
 پیش آرہے تھے کئی بار ان کے قہقہے بھی گونجے تھے اور
 اسے لگ رہا تھا یہ سب وہ اس کی شکست اور اپنی فتح پر جشن
 منارہے ہوں۔

”عمر! کیا ہوا..... کیوں اس قدر بے چین لگ
 رہے ہو؟“ وہ دیکھ رہا تھا ملائکہ اور میریا نو دیکر خواتین
 کے ہمراہ دلہن کو اسٹیج کی طرف لا رہی تھیں اور عمر کا چہرہ
 متغیر ہوتا جا رہا تھا۔

”باہر چلو میرے ساتھ“ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے
 ساتھ ہال سے باہر آ گیا تھا۔ وہاں آ کر اس نے گہرے
 سانس لیے تھے۔
 ”عمر! تم مجھے ٹھیک نہیں لگ رہے..... کیا ہوا؟“

”پاپا کو دیکھا تم نے کس طرح وہ اپنی کامیابی پر
 خوش ہیں؟“ وہ اضطرابی انداز میں بالوں میں انگلیاں
 پھیرتا ہوا بولا۔

”ایسے موقع پر سب باپ اس طرح ہی خوش
 ہوتے ہیں۔“
 ”نہیں..... وہ بیٹے کی خوشی پر خوش ہوتے ہوں گے

میرے پاپا اپنی پسند کی لڑکی کو مجھ پر مسلط کرنے اور چاندنی
 کو مجھ سے جدا کرنے پر خوش ہیں۔“ وہ بلا کا بدگمان دستخبر
 ہو رہا تھا۔

”فارگناؤ میک عمر! آج کے اس حسین دن میں ایسی
 باتیں مت کرو، انگل نے تمہاری بہترین لائف کے لیے یہ
 سب کیا ہے محبت کرتے ہیں تم سے اور تم آج بھی اس
 عورت کا نام لے رہے ہو جو بھاگ گئی تھی۔“
 ”بھاگ نہیں گئی! نہیں بھاگنے پر مجبور کیا گیا ہے میرا
 دل کہتا ہے۔“

”شٹ یا را! اس لڑکی کا سوچو جو تمہارے نام سے کچھ
 دیر بعد تمہارے گھر میں داخل ہوگی، تم اس کا استقبال ان
 ہی باتوں سے کر دو گے؟“

”وہ میرے گھر میں آ رہی ہے میرے دل میں نہیں
 اس کی جگہ دل میں نہیں ہے۔“ وہ کلاٹ دار انداز میں کہتا ہوا
 واپس ہل کی طرف چلا گیا۔

دوسرے ہال سے نکلتی چاندنی اور فردوس نے حیرانی
 سے کچھ فاصلے پر کھڑے عمر کو دیکھا تھا ویدہ زیب شیروانی
 سوت میں وہ بہت وجہ لگ رہا تھا اس کے گیٹ اپ
 سے لگ رہا تھا وہ دلہا ہے وہ ارد گرد سے بے خبر اپنے ساتھی
 کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ چاندنی کی آنکھوں میں لمحے
 بھر کو اندھیرا چھا گیا تھا۔

”چلو چاندنی! یقیناً وہ بڑھا بھی نہیں ہوگا اگر اس نے
 دیکھ لیا تو..... خیر نہیں ہے ہماری۔“ عمر کے اندر جانے کے
 بعد فردوس نے وہاں سے گزرتے ہوئے مہمان سے کنفرم
 کر لیا تھا کہ آج عمر کی شادی ہے وہ گہم مہم چاندنی کا ہاتھ
 تھام کر لیتی ہوں ٹیکس میں بیٹھ گئی تھیں۔

یوسف صاحب نے ڈیڑھ نوٹ دلہن اور دلہا پر سے
 وار کر ملا زمین میں تقسیم کروائے تھے۔ خلاف عادت وہ
 چپک رہے تھے۔ مہمان ان کی خوشی کے ساتھ ساتھ دلہن
 کے قریب بیٹھے عمر کی از حد سنجیدگی کو بھی محسوس کر رہے
 تھے۔ اس کے انداز میں موجود بیگانگی و لاتعلقی ڈھکی چھپی

نہیں تھی۔ رسموں کے دوران بھی اس نے ایسی لاطعلقی کا مظاہرہ کیا تھا خواتین میں چہ میگوئیاں ہونے لگی۔

”عمر کی بیچاگی بتا رہی ہے لڑکی اس کی پسند کی نہیں ہے۔“

”اس دور میں بھی کوئی بیٹوں کی پسند کے بنا شادی کرتا ہے؟“

”لڑکی تو تھوٹھٹ میں چھپا چاند ہے۔“

”ارے پانی! خوب صورتی ایک طرف..... مگر سہاگن دہی ہو پیمان بھائے۔“ یہ سرگوشیاں گھر والوں کی سماعتوں سے مخفی نہ رہ سکیں۔ یوسف نے ایک نگاہ تہرا لود عمر پڑالی جو

موبائل کان سے لگائے وہاں سے لان کی طرف جا رہا تھا پھر وہ مہربانو کی طرف چلے آئے جو چائے بنوانے کے

بہانے سے وہاں سے اٹھ کر کچن کی طرف آئی تھیں۔

”اچھا بڑا لہ لیا ہے تمہارے بیٹے نے۔“ وہ قریب آ کر غرائے۔

”ہمارا اور اس بچی کا تماشہ بنوا کر سارا حساب بے پاک کر ڈالا۔“

”پلیز آہستہ بولیں مہمانوں تک آواز جائے گی۔“

یوسف نے قبل خوشی سے تھمتا تا چہرہ ادا سیوں میں گھر گیا تھا۔

”مہمان سب سمجھ گئے ہیں لوگوں کو کسی کی کیا پروا ہوتی ہے وہ ایسے موقعوں کی تو چاہ کرتے ہیں میرے گھر بیٹھ کر میرے ہی خلاف لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع صاحب زادے نے دیا ہے میری عزت کو لکھوں میں خاک میں

ٹھا دیا لیکن کو کمرے میں پہنچاؤ تاکہ یہ لوگ فارغ ہوں یہاں سے۔“

.....

اس کو شور و غل چھیڑ چھاڑ ایسی وقت تھمے ذرا نہیں بھارے تھے وہ مہمان کی منت و ساجت کے بعد بہت سمٹ کر اس لڑکی کے پاس بیٹھا تھا جو سر جھکائے گھومتھٹ میں بیٹھی تھی۔

خوب صورت ہندی وچوزیوں سے بچے گود میں دھرے ہاتھ بتا رہے تھے دلکش حسن کی ملکہ ہے اگردول کا کیا کیا جائے جو کسی گدھی ہا آ جائے تو پری بھی پانی بھرتی نظر آتی

ہے سو اس کے دل میں نہ کوئی جذبہ بیدار ہوا اور نہ ہی کسی معطر خیال نے جگہ بنائی اور ابھی وہ اٹھنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ سیل فون بج اٹھا اور اسکرین پر ایک ہانوس نمبر دکھ کر وہ

چونکا اور کسی کی پروا نہ کرتے ہوئے لان کے اس حصے کی طرف چلا آیا جو پرسکون تھا اس اثناء میں لائن ڈسکونکٹ ہو چکی تھی۔

اس کے اندر ایک جوش و جنون نے اغمزائی بھری اور وہ نمبر پیش کرنے لگا ایک دو تین چار اور متعدد بار کال کرنے کے بعد بھی دوسری طرف سے کال نہ سنیو نہیں کی گئی تھی وہ

بھنبولا کر رہ گیا۔

”تم یہاں ہو..... اندر بلایا جا رہا ہے تمہیں۔“ معاذ اسے دھونڈتا ہوا اس طرف آ کر بولا اس کے ویکر کزنز

دوست اس کے سر دو بیگانہ رویے کی باعث اس سے دور دور تھے۔

”کیوں؟“ وہ موبائل جیب میں ڈھسا ہوا بولا۔

”آج تمہاری شادی ہوتی ہے بھابی صاحبہ کمرے میں تمہارا انتظار کر رہی ہیں اتنی رات ہو گئی ہے اور کتنا انتظار

کرناؤ گے ان کو۔“

”ساری زندگی وہ صرف انتظار ہی کرے گی۔“ وہ طنز سے مسکرایا۔

”کیا دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا... کسی بات میں کدے ہو تم؟“ معاذ کو اس کی آنکھوں میں سفاکی و سبچہ

میں زندگی محسوس ہوتی تھی۔

”دیکھو میرے بھائی! جو ہوتا تھا وہ ہو گیا! انکل کے رویوں کی سزا ان کو کیوں دینا چاہتے ہو جو تمہاری خاطر

سب کو چھوڑ کر آئی ہیں۔“ جہاں وہ چپ چاپ اس کے ہمراہ اندر کی جانب بڑھ گیا۔

سہکتے ہوئے سرخ گلابوں اور موتیوں کے پھولوں سے کمرہ مہک رہا تھا۔ مہربانو اپنی نند (ملائکہ کی ساس) کے ہمراہ اسے پیڈ پر بٹھا کر ساتھ ہی آرام کرنے کا کہہ کر وہاں سے چلی گئی تھیں دو واڑہ بند ہونے کی آواز پر وہ سیدھی ہوئی تھی۔ بیڈ کی چاروں اور گلاب دھوتیا کی لڑیاں تھیں وہ خالی

خالی نظروں سے ان پھولوں کو دیکھ رہی تھی جیسے وہ اس کے لیے نہیں کسی اور کے لیے تھی ہوں شادی ہال سے اس گھر تک کا سفر اس نے بے حس و حرکت ذہن کے ساتھ کیا تھا کوئی کیا بہہ رہا ہے؟ اسے پسند کیا گیا یا نہیں اسے خبر نہ تھی اور اس اجنبی کمرے کے ماحول نے اس کی بے حس ختم کر دی تھی۔

”اس جگہ رہنے کے خواب تو میں نے تمہارے ساتھ دیکھے تھے تعبیر کسی اور شخص کے ساتھ مل رہی تھی وہ جس کے نام سے بھی واقف نہ تھی۔ چند دنوں میں ہی وہ مجھے اس جگہ پر لے آیا جس جگہ کی تمنا کرتا ہوا حماد ابدی نیند سو گیا، میں حماد تمہیں نہیں بھلا سکتی نہ بھلا سکوں گی۔ پھر عمر کے ساتھ میں کس طرح.... ای نے بھی تو اپنی قسموں کی زنجیر میرے قدموں میں ڈال کر منہ پر مہر لگا دی ہے کیا کروں؟ کس طرح عمر کو تباہی میں اس کے ساتھ منافقت بھری زندگی نہیں گزار سکتی میں حماد سے محبت کرتی ہوں عمر کو محبت کا دھوکہ نہیں دے سکتی۔“ محاد دروازہ کھلاٹ اور بند ہوا تھا بھاری قدموں کی آواز اس کی طرف تھی۔ وہ ایک دم سست گئی اس جھٹک گیا اول تیزی سے مدھڑکنے لگا۔

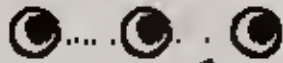
”لوگوں کی زندگی میں یہ رات بڑی خوشیوں اور مرادوں والی آتی ہے اگر تمہاری جگہ چاندنی ہوتی تو میں بھی ان خوش نصیبوں میں ہوتا اور اس رات کی تمام خوب صورتی و پر اسراریت کو اپنے نام کر لیتا آہ.... تم میری نہیں پاپا کی پسند بن سکتی ہو تم میرے لیے آج بھی نا پسندیدہ ہو اور ہمیشہ رہو گی اب سب جاننے کے بعد بھی تم یہاں رہنا چاہو تو رہ سکتی ہو لیکن مجھ سے کسی قسم کی سپورٹ کی توقع نہ رکھنا۔“ اس نے بیڈ کے کنارے گھڑے ہو کر بھاری لہجے میں ایک ایک لفظ جما جما کر کہا تھا بے حد کشمور اور پتھر یلا لہجہ تھا اس کا ایک نگاہ اس پر نہ ڈالی تھی۔ مادہ کے اندر سکون و رسواں اترنے لگا دل، نادرل انداز میں دھڑکنے لگا تکلیف کا پہاڑ تھا جو اس کے وجود سے سرک گیا تھا۔

وہ کہہ کر سائڈ روم میں چلا گیا اور مادہ اطمینان سے زیورات اتارنے لگی وہ باہر آ کر ڈریسنگ کے آگے کھڑا

ہو کر ہال پرش کرنے لگا۔ مادہ دوپٹہ اور ہنگا سنبھالتی سائڈ روم میں چلی گئی وہ کن اکھیوں سے مرد میں دروازے کے پیچھے گم ہوتے وجود کو دیکھ رہا تھا۔ بڑی شانیت ثابت ہوئی تھی یہ لڑکی نہ روئی نہ ٹر ٹرائی پہلی رات اس بیدردی سے گھمرائے جانا کوئی نزلہ برداشت نہیں کرتی نہیں کر سکتی پھر کیا یہ لڑکی اتنی مضبوط اعصاب کی ہے؟

”اسنو پڑ.... تم یہ کیوں بھول رہے ہو وہ پاپا کی پسندیدہ لڑکی ہے اور پاپا نے پہلے ہی پرکھ چکے ہیں تب ہی وہ خاموشی سے سستی رہی۔ ایک لفظ نہ کہا منہ پر تالا لگائے بیٹھی رہی اور اب کس اطمینان سے چہنچ کر رہی ہے جیسے شادی نہیں کوئی ڈرامہ ہو۔“

”چنانک و مکار لڑکی پاپا اور تمہاری ملائک کس طرح غلاب کرتا ہوں تم دیکھنا دو دن میں بھارتی دکھائی نہ دو۔“ اس نے کھولتے ذہن کے ساتھ سوچا اور خود لائٹ آف کر کے لیٹ گیا پھولوں بھری بیچ پر وہ چاندنی کے بارے میں سوچنے لگا اس نے اتنے نام بعد کال کی مگر بات کیوں نہیں کی؟ عین شادی کی رات کو اس کی کال آنے کا مقصد کیا تھا اور اس کو شادی کا غم کیسے ہوا؟ پھر اب کال ریسیونہ کرنے کا مقصد کیا؟ محبت کی دینی چنگاری شعلہ بن گئی تھی ابھی بھی وہ بار بار کال کر رہا تھا مگر وہ چہنچ کر سکتی تو کمرے میں ڈم لائٹ کی مدد ہم نیندوں مدد میں عجیب سا ماحول تھا وہ بیڈ کی طرف نہیں بڑھی الماری سے رضائی نکال کر بیڈ سے در نیچے کارپٹ پر سر کے نیچے ٹھنک کر بیٹ گئی تھی۔



”مئی! ساری رات ہو گئی اب تو عمر کی کال ریسیونہ کرنے دینا تھا ہے وہ اب بھی محبت کرتا ہے تب ہی اتنی حسین رات میں بیوی کو ماتم دینے کے بجائے مجھے کالز کرتا رہا ہے اور آپ نے ایک کال ریسیونہ کرنے دی۔“ چاندنی ماں کے ہاتھ سے تیل اچھنے کی سعی کرتی گویا ہوئی۔

”ایک کال بھی تم ریسیونہ کر لیں عمر کی تو وہ سارا چارم ختم

ایک چپ لنگ گئی تھی جو سب نے نوٹ کی تھی۔



”وہ کہتے ہیں نہ جینا! دل کو دل سے راہ ہوتی ہے میں اور چاندنی ہمارے مہر کی شادی اٹینڈ کر سکے آ رہے تھے جب اس کی نگاہ آپ پر پڑی اور آپ کو دلہا بنے دیکھ کر اس پر تو بچی گرنی بڑی مشکل سے گھرتکائے اور یہاں آ کر اسے ہوش ہی نہ رہا ڈاکٹر کو بلایا اس نے دوائیں دیتے ہوئے بتایا کہ نروسی بریک ڈاؤن ہوتے ہوتے وہ گپا بہت گہرا صدمہ لیا ہے کسی بات کا انہوں نے۔“ چاندنی کھیل اوڑھے بیٹھ سالی پڑی تھی عمر کی نگاہیں گاہے بگاہے اس کی طرف اٹھ رہی تھیں اس کے چہرے پر مسرت تھی۔

”ٹھیک ہو جائے گی اب یہ میں جتا گیا ہوں اس کے پاس۔“

”سوری عمر! میری چاندنی کو اب کوئی ایسے خواب نہ دکھاؤ جن کی تعبیر نہ ملنے..... یہ پھر سے موت کی سولی پرنا چڑھ جائے۔“

”کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ آئی! میں نے پہلے بھی آپ کو نہیں چھوڑا تھا آپ خود مجھے انفارم کیے بغیر چلی گئی تھیں۔“

”میں اور چاندنی آپ کے فاور کی دھکیوں کی وجہ سے گئے تھے۔ انہوں نے ہمارے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا ہم صرف آپ کی وجہ سے وہاں سے آ گئے اور کاہلیک اس لیے نہیں کیا کہ..... آپ کے دوران کے درمیان کوئی نفرت کا رشتہ قائم نہ ہو۔“ خوب گھومنا پھرا کر وہ بیٹھے لہجے میں یوسف سے بدظن کرتی گئیں۔

”خیر..... ان باتوں کو چھوڑو کافی بنا کر لاتی ہوں ابھی۔“ وہ تیرنشانے پر دیکھ کر وہاں سے اٹھ گئیں۔

”ہوں..... خفا ہو..... یا نہ بولنے کی قسم کھائی ہے تم نے؟“ فردوس کے جانے کے بعد وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر شوخی سے بولا۔

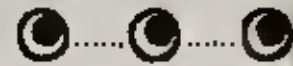
”آپ کو اس سے کیا؟ آپ جا کر اپنی دائف کے

ہو جاتا تھا اب دیکھو کس طرح پروانے کی مانند بھاگا بھاگا آ رہا ہے یہاں۔“ وہ موبائل اس کی طرف اچھاتی ہوئی مسنی خیز لہجے میں گویا ہوئیں۔

”عمر آ رہا ہے..... اسے یہاں کا ایڈریس کس نے دیا؟“

”تم اپنی ماں کو ناٹھی سمجھتی ہو تم روم میں تھیں تب میں نے اسے کال کی اور وہ سب بتا دیا جو تم نے اس کے لیے کیا۔“

”میں نے کیا کیا می! رات میں امجد کے ساتھ تھی پھر.....“ اس نے اسے خاموشی کے تمام چلائنگ سمجھا دی تھی۔



”صبح وہ کمرے سے کب گیا اسے معلوم ہی نہ ہو سکا اس کی آنکھ تو مہر بانو کے چمکانے سے کھلی تھی وہ ہڑبڑا کر اٹھی تھی۔“

مہر بانو ان کے روم کی طرف آ رہی تھیں جب انہوں نے تیز قدموں سے عمر کو گیٹ سے نکلنے دیکھا انہوں نے دروازے کو ہاتھ لگایا تو وہ کھلتا چلا گیا وہ اندر آئیں تو دلہن کو کارپٹ پر سوتا دیکھ کر شاکزدہ گئیں۔ مانند نے لاپٹہ مہر پر رکھتے ہوئے سلام کیا تھا۔

”جیتی رہو! انہوں نے پیشانی چومتے ہوئے کہا۔“

”آپ یہاں کیوں سوئیں؟“ ان کے لہجے میں کھوکھلا پن تھا۔

”آئی! انٹی جڈ ہے..... مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔“

اس نے اپنے ساتھ ان کا بھرم بھی رکھ لیا تھا مہر بانو کو ٹوٹ کر پیا تھا یا۔ وہ اسے تیار ہونے کا کہہ کر وہاں سے چلی گئی تھیں۔

آج ان کا دلیر تھا اور ملائکہ کی رخصتی تھی سو بے حد کام تھے مگر نہ ان کا دل تو چاہ رہا تھا وہ اس سے عمر کے رویے کا پوچھیں۔ ششے کے بعد دوپہر کے کھانے تک خوب گہما گہمی رہی پھر شام چائے کے بعد ان کو ڈرائیو پارلر ڈراپ کر گیا۔ عمر صبح کا کلا شام تک نہ آیا تھا۔ یوسف صاحب کو

ساتھ لائف انجوائے کیجئے ہونہ شادی کے وعدے کسی سے کرتے ہیں اور شادی کسی سے۔" وہ ہاتھ چھڑا کر روٹھے لہجے میں گویا ہوئی۔

"وائف تو تم ہی میری بیوی۔" دوبارہ ہاتھ پکڑا۔

"رہیگی.....!" وہ اس کی طرف دیکھ کر طنز سے مسکرائی۔

"آف کورس! تم فائنٹ ریڈی ہو جاؤ۔"

"مجھے بہنا وقت ہے بعد بے خوف بن چکی ہوں۔"

"میری محبت کی تو ہین نہیں کرو۔" وہ سنجیدہ ہوا۔

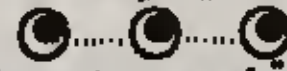
"آج دلیر ہے تمہارا اور تم مجھ سے کہہ رہے ہو شادی کرو گے۔" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور اس کے شانے سے سر نکال کر روکنے لگی۔

"میں تمہیں کسی کے ساتھ شیتز نہیں کر سکتی عمر ایک عرصہ میں نے..... تمہارے من ترپتے ہوئے کا تا ہے اور تم ملے بھی تو کسی اور کے ہو کر کل سے میں یہ سوچ سوچ کر انگاروں پر لوٹ رہی تھی کہ..... تم کسی کے پاس ہو..... کسی کے ساتھ ہو اور میں....."

"ایسا کچھ نہیں ہے میں نے اسے ایک نگاہ نہیں دیکھا ہے۔" اس نے محبت سے اس کے اٹکنگ پوچھتے ہوئے کہا۔

"جھوٹ..... میں کیسے یقین کروں تمہاری ان باتوں کا.....؟"

"اگر جھوٹ ہوتا تو میں اس وقت تمہارے پاس نہیں اس کے پاس ہوتا دیکھ رہی ہو گھر سے کتنی کا تڑا رہی ہیں اور میں بہانے کر رہا ہوں۔" اس نے یقین دلا دیا پھر وہ سب کی پردا کیے بنا اس کی دل جوئی میں لگا رہا اسے لے کر لائف ڈرائیو پر نکل گیا سوچ چھپا اور چاند نمودار ہوا پھر اسے یاد آیا آج صرف اس کا دلیر ہی نہیں ہے ملائکہ کی رخصتی بھی ہے، کن کے لیے گھر جانا ہی تھا۔



ان کی انا اور ذاتی اختیاری کا بت آج چکنا چور ہو گیا تھا..... جس بیٹے کو معاشرے کی برائیوں اور بے راہ روی سے

بچانے کے لیے انہوں نے جذبات کو تھپک کر سلا دیا تھا۔ دل مچتا تھا گول مٹول! سرخ پھولے پھولے گالوں والے لے عمر کو خوب سینے سے لگائیں! پیار کریں! پشت پر بیٹھا کر سیر کروائیں وہ تمام بازغزے اٹھ میں جو باپ اپنے بچوں کے اٹھاتے ہیں..... وہ دیکھ رہے تھے اس دور کے نوجوان سب کا احترام و خوف! ان سے نکالے معاشرے کو آلودہ کرنے میں مصروف ہیں اور! حول کو دیکھتے ہوئے انہوں نے دونوں بچوں کو فاصلے پر رکھا اور ان کے قدم قدم کی نگرانی کرتے رہے اور وقت گزرتا گیا۔ ہمارے مذہب میں ہر معاملے میں میاں و روی کا حکم دیا گیا ہے اس حکم سے وہ کب تجاوز کر گئے ان کو احساس ہی نہ ہوسکا تھا۔

ان کے دقہ کو پہلی ضرب اس وقت لگی جب عمر کی پسند کا ان کو پتہ چلا..... وہ سشدر رہ گئے ان سے ایسی کہاں بھول ہوئی تھی جو عمر گنتی کے ڈمیر میں گرنے کو تیار تھا۔ اس قصہ کو ختم کروا کر بہت سوچ سمجھ کر انہوں نے مادہ سے شادی کرائی کہ صورت و سیرت میں یتا مادہ جیسی موہنی بیوی پا کر وہ خوش ہوگا اور ان کی قریب آ جائے گا! ایسا کچھ بھی نہیں ہوا یہاں بھی سب ان کی سوچوں کے برعکس ہوا۔ شادی پر بھی اس نے اپنے رویے سے سب پر اپنی ناپسندی کی ظاہر کر دی اور رتی رتی کٹوڑیے میں پوری ہوئی تھی۔

وہ ویسے پر آنے والا لاسٹ مہمان تھا۔ کل سے مقابلے میں آج اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی تھی میں چمک گئی! تھری ہیں سوٹ میں ملبوں تک سب سے تیار! ہینڈ سم و چار مٹنگ لگ رہا تھا۔ وہاں موجود عارف اور رضوانہ بھی وانا کو دیکھ کر خوش ہوئے تھے کیونکہ وہ دیر سے آئے تھے اس وجہ سے لوگوں کی باتیں اور چہ میگوئیاں سن نہ سکے تھے جو عمر کی غیر موجودگی کی وجہ سے ہو رہی تھیں۔

"ارے آپ ابھی تک جاگ رہے ہیں! خاصی رات گزر گئی ہے۔" مہرنا نے کراٹ بدلی اور انہیں جاگتے دیکھ کر اٹھ بیٹھیں۔

"اب کبھی بھی میں سکون کی نیند نہ سو سکوں گا مہر۔" ان

بے مثل ہوتی ہے۔ اس نے کسوٹی چوڑیوں کی جھنکار خاموشی میں گنتا گنتی وہ چند لمحوں میں خوابوں کی داوی کی پیر کر رہی تھی جہاں جماد اس کا ہاتھ تھا سے پر شوق لہجے میں کہہ رہا تھا۔

”تمہارے ہاتھوں میں چوڑیاں کتنی اچھی لگتی ہیں تمہارے ہاتھ حسین ہیں یا یہ چوڑیاں ہی اتنی خوب صورت ہیں کہ تمہارے ہاتھ حسین لگ رہے ہیں۔“

”آفریں! میرے ہاتھ ہی اتنے خوب صورت ہیں کہ کالج کی چوڑیاں بھی لٹکارے مار رہی ہیں۔“ بیڈ پر لیٹے باتیں کرتے عمر نے چونک کر دیکھا تھا مدغم روشنی میں وہ بے سادہ سوتی دکھائی دے رہی تھی۔

”تم جیٹ کر رہے ہو عمر! تم اپنی بیوی کے ساتھ ہونا؟“ دوسری طرف چاندنی کی شک بھری آواز بھری۔

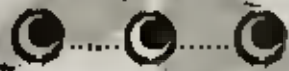
”وہ سو رہی ہے... تم ہر وقت شک مت کیا کرو۔“

”اچھا... یہ تاؤ وہ کبھی لگ رہی تھی آج؟“

”تم سے زیادہ حسین نہیں لگ رہی گی۔“

”اس کا مطلب ہے حسین لگ رہی تھی۔“ وہ جھپٹتے ہوئی۔

”آئی ڈونٹ نو اب تم سو جاؤ تمہیں نیند کی ضرورت ہے۔ گڈ نائٹ اینڈ سویٹ ڈریمز۔“



فردوس بیگ میں کپڑے وغیرہ دکھ رہی تھیں چاندنی نے بالوں میں برش کرتے ہوئے مرد میں ماں کو دیکھتے ہوئے نگر مند لہجے میں کہا۔

”مئی! ہم عمر کے ساتھ کاغان تو جا رہے ہیں پر اس امجد کا کیا ہوگا عمر کی موجودگی میں اسے جھوٹے وعدوں پر بھروسہ ہی ہوں اگر.....“

”مگر کیا دفع کرو اس چوٹی بھرے کہاں کو چار ماہ سے وعدے پر وعدے کر رہا ہے ننگہ اور گاڑی دلانے کا اور

دیا کیا اس نے؟ چند لا کھ روپے اور اس بیٹلے کارینٹ دیتا ہے ابھی عمر کے صراہ چلوا امجد کی پروانہ کڑاؤں کو میں خود دیکھ

لوں گی۔“ وہ ایک کے بعد دوسرا بیگ تیار کرنے لگیں۔

کا ہار عجب اس وقت بکھرا ہوا تھا۔

”خیریت تو ہے کیا ہوا کیا ملائکہ کی یاد آ رہی ہے؟ اسے رخصت ہوئے چند گھنٹے ہی ہوئے ہیں۔“ وہ اٹھتے ہوئے بولیں۔

”وہ بیٹی ہے میری اس کی یادوں سے جا سکتی ہے۔“

”پھر... آپ کے عمر کے روپے کی وجہ سے پریشان ہیں؟“

”ہاں تم ہی بتاؤ مہر میں نے اس پر خفی اس لیے کی تھی کہ..... وہ بڑبڑ جائے آج کل کے لڑکوں کی طرح بری صحبت میں نہ بنے اس کا بھلا ہی چاہا اور اس نے مجھے

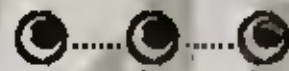
دشمن سمجھ لیا کل اور آج تمہو کو کراؤنی ہے اس نے مجھ پر ہر کوئی یہی کہہ رہا تھا شادی عمر کی پسند کی نہیں ہے اس نے شادی کو قبول نہیں کیا۔“ چند قطرے آنسوؤں کے ان کا چہرہ

بھگو گئے تھے۔

”سنہا لیں خود کو یوسف! ٹھیک ہو جائیں گے وہ ہماری بہو بہت مخلص دھارے عمر کا رویہ جلد بدلے گا۔“

ان کو پانی دیتے ہوئے وہ سمجھا رہی تھیں۔

”وہ ہمارے ساتھ رہ کر بدل نہیں سکا کل ملائکہ کا دلہہ ہے میں پرسوں کی فلائٹ سے اسے گھومنے بھر نے کہیں بھیجتا ہوں۔“



گزشتہ شب کی طرح آج بھی وہ کارپٹ پر دوڑا تھی آج عمر نے کوئی بات نہیں کی تھی وہ موبائل پر بڑے خوش

گوار موڈ میں کسی سے باتیں کرنے میں مصروف تھا۔ وہ کھٹی ہوئی رضائی اوڑھے لیٹی تھی شخص سے ایک ایک

ٹوٹ رہا تھا وہ سوتا چاہ رہی تھی مگر ملائکہ کے آنسو اس کی سسکیاں اس کے حواس دل کو بے چین کر رہی تھیں وہ

بھائی کو یاد کر کے کتنا روٹی تھی بار بار فون کرنے پر بھی وہ وقت پر نہیں آیا تھا۔

عمر نے آخری وقت اس پر آ کر اسے گلے دیکھا پیشانی جوئی اسی وقت رخصتی کا شور مچا اور وہ روتی ہوئی رخصت

ہوئی تھی۔ اسے پہلی بار معلوم ہوا بہن و بھائی کی محبت بھی

"عمر کے ساتھ وہ بھی ہوئی عمر چار ہاتھ وہ بڑھتا ہوا ہر روزی اسے ساتھ بھیج رہا ہے... اس نے ہمیں دیکھ کر بڑھے تو بتا دیا تو..."

"جہیں تو بس ڈرتا اور ڈرانا ہی آتا ہے خود سوچو عمر ہمیں بھی لے کر جا رہا ہے تو اس نے بھی کچھ نہ کچھ بندوبست کیا ہی ہوگا اور میں ہوں تمہارے ساتھ دیکھنا کس طرح دودھ میں گری کھسی کی طرح نکال پھینکتی ہوں اس مادہ کو..."



ملا لگہ نے خوشی خوشی ان کے بیک تیار کیے وہ رات ویسے سے واپس ان کے ساتھ آگئی تھی۔ مادہ بدحواس تھی وہ بار بار مہربانوں سے کہہ رہی تھی آئی آپ بھی ساتھ چلیں۔

"اگرے کیوں اتنا پریشان ہو رہی ہو بھائی جان! میرے بھائی بہت اچھے ہیں بے حد خیال رکھیں گے آپ کا آپ خوشی خوشی جائیں۔"

"ملا لگہ ٹھیک کہہ رہی ہے جیسا آپ بے فکر ہو کر جائیں۔" یوسف صاحب نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا دعا میں دیں اور پہلی بار وہ از خود عمر سے گلے ملے تھے اس کی پیشانی چومی تھی۔

وہ شاکڈ رہ گیا... مگر ظاہر نہیں کیا اثر پورٹ وہ ساتھ آئے تھے وہ پلین میں داخل ہوا تو فردوس اور چاندنی کو بیٹھے دیکھ کر چہرے پر طمانیت پھیل گئی اور وہ اثر ہوش کی رہنمائی میں ان سینوں کی طرف بڑھ گیا جہاں وہ بیٹھی تھیں۔

چاندنی نے یہ شمشیرنی کڑھائی وانی شمال میں نصف ڈھکنے چاند چہرے کو دیکھا اور اس کے اندر حاسدانا گ بھڑکتی چلی گئی۔

وہ حسن پھولوں، موت وینے والا حسن تھا۔



اس مرد ماحول کی تمام مردہری عمر کے حراج میں سمٹ آئی تھی۔ ان کی شادی کے ابتدائی دن تھے وہ دونوں ایک دوسرے سے بے پروا اپنی دنیاؤں میں گمن تھے عمر نے

کانچ لیا اور یہاں آتے ہی بتا دیا تھا وہ اس کی خاطر نہیں چاندنی کی خاطر یہاں آیا ہے وہ کسی بھی خوش فہمی کو دل میں جذبہ دے اس کا سارا وقت چاندنی کے ساتھ گزرے گا چاندنی کے لیے اس نے کھل کر محبت و چاہت کا اظہار بھی کیا تھا۔ چاندنی اور اس کی مگی کو وہ سفر کے دوران دیکھ چکی تھی دونوں نے اس سے ایک نکتہ نہ کہا مگر نگاہوں کے تیر اس پر برساتی رہیں۔ پہلے اس کی بیٹ تھی پھر عمر کے برابر چاندنی اور اس کی مگی کی مگی۔ چاندنی عمر کے ہازو سے ہازو چپکائے باتیں کرتی رہی تھی۔

عمر نے وارننگ دئی تھی کہ اس نے پاپا ماما کو کچھ بتانے کی سعی کی تو وہ اسے کھڑے کھڑے طنز دے کر نکال دے گا۔ اسے کون سی اس کی مگی جو وہ کسی کو بتاتی وہ اس کی پروا کرنے والی کہاں مگی! اگر مگی کی قسمیں درمیان میں نہ ہوں تو وہ بھی اسے بتا دیتی اس نعلق کو جوڑنے کے لیے اس کے ساتھ بھی تو زبردستی کی گئی تھی والدین اپنی محبت کا خراج اسی طرح وصول کرتے ہیں اور بچوں کو منافقت بھری زندگی گزارنے پر مجبور کرتے ہیں جیسے وہ چاندنی کے ساتھ تھا وہ حماد کی یادوں میں گہرا تھی تھی۔

"عمر! تم رات تک میرے ساتھ ہوتے ہو تمہاری وائف کوئی اعتراض تو کرتی ہوں... کچھ تو کہتی ہوگی؟" وہ ریسورٹ میں ڈنر کے بعد کافی پلا رہے تھے تب چاندنی نے بوجھا۔

"ہمیں وہ بہت بے ضرر اپنی دنیا میں گم رہنے والی ٹوکی ہے۔"

"اوہ ریکلی! اس کا مطلب ہے تم اس سے امپریس ہونے لگے ہو؟"

"ایک تو تم بات بات پر جلیس بہت ہوتی ہو۔" وہ خفگی سے بولا۔

"میں جلیس نہیں ہوں ہی میں ڈر جاتی ہوں! وہ تمہاری بیوی ہے! بھی تمہارا دل اس پر آیا تو میرا کیا ہوگا... مرد کے لڑائے اور نیت بدلنے میں دیر نہیں لگتی ہے۔" وہ دل کی بات زبان پر لے آئی۔

نہیں تھے کہ....." وہ بے تحاشہ رونے ہوئے کہہ رہی تھی وہ بلکہ کے پیچھے ہو گیا۔

"آپ اسے بھول گئی ہیں مجھے بھی بھول جائیں آپ کے لیے بھولنا بہت آسان ہے سمجھ لیں میں بھی مر گئی ہوں۔" اس نے موہاں رکھا اور ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رونے لگی۔ عمر ششدر رہ کر ہڑا رہ گیا۔

مائدہ کی ابھی ابھی گفتگو اسے بھی الجھا گئی وہ کمرے میں آیا۔ سیل پر چاندنی کونٹا نے کی وجہ بتائی پھر باتوں کا سلسلہ چل پڑا۔ اس کی وہی باتیں تھیں لندن شفٹ ہونے فلیٹ گاڑی پر اپنی نام کرنے کی ڈائمنڈ جیلری خریدنے کی اہی مولن کی روز وہ بھی اس کے ساتھ اس پلاننگ میں شامل ہوتا تھا مگر اس وقت وہ ہوں ہاں کمرہ تھا۔ اس کا ذہن مائدہ کی سسکیوں، لفظوں میں الجھا ہوا تھا چاہے کبھی وہ بھول نہیں پارتا تھا۔

"آپ نے مجھے اس کا سوگ بھی منانے نہیں دیا میرے زخم ابھی بھرے بھی نہ تھے کہ..... آپ نے مجھے پرایا کر دیا۔" موہاں سائینڈ میں رکھ کر وہ بیڈ پر لیٹ گیا عجیب سی کیفیت اس پر ظاہری ہو گئی تھی چاندنی سے بھی زیادہ بات سن گئی تھی۔

"آپ اسے بھول گئی ہیں..... مجھے بھی بھول جائیں۔" سماعتوں میں پھر کوئی سرگوشی گونجی تھی۔

ایک ہفتے سے زائد دن رز چکے تھے انہیں یہاں آئے ہوئے اس عرصے میں مائدہ کے ساتھ وقت کم گزرا تھا مگر اس مختصر عرصے میں اس کی بہت خوبیاں اس پر آشکار ہوئی تھیں وہ کم گو، مخلص خیال رکھنے والی، ساتھ ویسے والی لڑکی تھی، ہر وقت گرم شال میں لپیٹی جھکی نگاہوں والی لڑکی ابھی شکایت و شکوہ زبان پر نہ لاتی تھی، کبھی اپنے حق کی بات نہ کی تھی ایک کمرے میں ہوتے ہوئے بھی اپنی موجودگی کا احساس نہ دلایا تھا، مہمانیہ کی کالز آنے پر وہ بہت خوب صورت طریقے سے ان کو مطمئن کرتی رہتی تھی۔

"وہ اپنی مہمانیہ کیوں ناراض ہے..... کیوں ان سے ملنا نہیں چاہتی..... وہ کون ہے جس کا وہ سوگ منانا چاہتی

"میں ایسا ہوتا تو آج ختم میرے ساتھ بیٹھی نہ ہوتی۔" اس کا لہجہ محبت کی پھوار سے بھینکا ہوا تھا۔

وہ خاصی ہو گئی تھی عمر اسے کالج کے باہر چھوڑ کر چلا آتا تھا۔

"تمہیں میری بھوک کا احساس ہی نہیں ہوتا چاندنی کب سے ویٹ کر رہتی ہوں۔" فردوس نے فوراً اس کے ہاتھ سے شاہینز چھینے اور بروسٹ کا ڈسٹیکل کر ڈلوں ہاتھوں سے کھانا شروع کر دیا۔ چاندنی نے شاہینز بیڈ پر الٹ دیئے تھے اور انواع و اقسام کی چیزیں بھر گئی تھیں۔ فرائڈ موچک پھلی کے بیکنگس، ڈرائی فروٹ اور دیگر جیلری دوسوں پر فوڈز کا سسٹم تھیں۔

"آپ وین اینڈ گزر چکا ہے اور تم اس کو شادی کے لیے راضی کرنے کے بجائے ان گنگلس بری ایگٹھا کر رہی ہو۔" وہ جندی جندی کھاتے ہوئے جتانے لگیں۔

"ایزی مینا! عمر کو اس منٹھ کے لاسٹ میں ایک پراجیکٹ سے کروڑوں کا پرافٹ ہونے والا ہے وہ ہوتے ہی ہم شادی کر لیں گے اور لندن چلے جائیں گے۔" وہ سامان دیکھتے ہوئے مسکرا کر بولی۔

"اس کی بیوی کا کیا ہوگا؟"

"کچھ بھی ہونے والی ہے ہم دونوں تو لندن میں پیش کریں گے۔ عمر پاکستان آتا جاتا رہے گا۔"

رات برف باری ہوئی تھی ہر چیز نے سفیدی اوڑھ لی تھی۔ راستے بھی برف سے بھر گئے تھے وہ آدھے راستے سے واپس آیا تھا پہاڑی تو وہ گرنے کے باعث راستہ بند ہو گیا تھا وہ گھبرا آ یا تو واقعہ سننے نے بتایا کل تک ہی راستہ صاف ہوگا وہ بدولی سے لاک کھول کر اندر آیا۔ فرش پر دیبڑ کارپٹ، پچھا ہوا تھا وہ بچا واز چلتا ہوا آ رہا تھا۔ سوارک گیا وہ سیل کال سے لگائے باتیں کر رہی تھی۔

"مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں امی! میں آپ لوگوں سے کوئی واسطہ رکھنا نہیں چاہتی آپ نے دل بھر کر مجھے اس کا سوگ منانے نہیں دیا میرے زخم ابھی بھرے بھی

تھی..... یا منار ہی ہے؟“ شک کے ٹانگ نے ڈنک مارا وہ
ترپ کر اٹھ بیٹھا۔

”آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟“ وہ دروازہ ٹاک کر کے
اندرا آئی۔

”واجب مزین نے بتایا ہے آپ واپس آ گئے ہیں۔“ وہ
قمر مند لگ رہی تھی۔

”ہوں..... آ تم فائن۔“ اس نے جلتی نگاہ ڈالی سفید
رنگت میں سرخیاں تیر رہی تھیں سیاہ و گلابی سوٹ میں خود
بھی گلاب لگ رہی تھی۔

”یہ اپنی حسین ہے کیا اس کو کسی نے جاہا نہیں ہوگا.....
لور اس نے؟“ ایک اور ڈنک شک کے ٹانگ نے مارا تو وہ
بے قرار ہوا تھا۔

”مجھے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔“ وہ اس
کے دل کی کیفیت سے بے خبر بہ رہی تھی۔

”نہیں ٹھیک ہوں کافی بناؤ۔“ وہ چہرے پر ہاتھ رکھ
کر لیٹ گیا۔ عجیب حالت تھی دل کی وہ اس کی پروا بھی نہ
کرتا تھا اور اس کے متعلق سوچے بھی جا رہا تھا شاید وہ

نکاح میں تھی جسماں نہ سہی زانیہ بندھن بندھ چکا تھا سارا
دن چاندنی کے ساتھ گزارنے کے بعد وہ اس کی تمہائی کے
خیال سے رات واپس آ جاتا تھا یا اس کی پر خلوص خدمت
گزار دیتی مہربان اور ملائکہ کو مطمئن رکھتا..... یا پھر وہ سب جو
آج اس نے سنا تھا وہ سسکیوں میں اس کا ذکر کر رہی تھی جو
اس کے دل کے قریب تر تھا اور یہ تھا اسے کسی اذیت میں
بتلا کر ہاتھ۔

وہ سارا دن گھر پر ہی تھا اس کی نگاہیں مائدہ پر تھیں۔
واجب مزین کی بیوی نے ڈسٹنک کی برتن دھوئے چلی گئی مائدہ
نے لٹوڈنر خود تیار کیا تھا، کھانا پہلی بار کھایا تھا اسے پسینا یا
سرا دن جو اس نے مائدہ میں بات شدت سے ٹوٹ کی وہ
عمادت کی پابندی ہر نماز کے بعد قرآن پاک کی تلاوت
کے بعد رورور کر دیا مانتی اور اس قدر روئی تھی کہ ہچکیاں
بندھ جاتی تھیں، قاتلو وقت میں وہ گہری سوچوں میں گہر جاتی
تھی اس کو عمر کی موجودگی کا خیال آتا تو چونک کر کبھی کبھی

غزل

سمندر سارے شراب ہوتے

تو سوچو کتنے فساد ہوتے

گناہ نہ ہوتے تو اب ہوتے

تو سوچو کتنے فساد ہوتے

کس کے دل میں کیا چھپا ہے

بس خدا ہی جانتا ہے

دل اُڑے نقاب ہوتے

تو سوچو کتنے فساد ہوتے

تھی خاموشی ہزاری فطرت

جو چند برسوں بھی نہ گئی ہے

زباں پاپنی جواب ہوتے

تو سوچو کتنے فساد ہوتے

نور انہدی بخش..... حیدرآباد سندھ

چائے یا جس لیے چلی آئی، جھکی نظروں کے ساتھ..... گویا
نظریں اٹھی تو بھید کھل جائے گا چوری پکڑی جائے گی۔

..... ☆ ☆ ☆

دوسرے دن وہ چاندنی کے پاس چلا آیا تھا ماں بیٹی
نے مل کر وہی ذکر چھیڑ دیا تھا اور آج ان کی باتیں اسے
پرکشش نہیں لگ رہی تھیں ذہن بوجھل بوجھل ہو رہا تھا اور
انصاف سمجھے ہوئے۔

”آج تو لیزی بوائے بنے ہوئے ہو عمر!“ چاندنی نے
اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”رات میں ابھی طرح سو نہیں سکی ہوں ریٹ کر سنے
جاری ہوں عمر بیٹے آپ بھی ریٹ کر لیں تمکے ہوئے
لگ رہے ہیں۔“ فردوس کہہ کر اس کے ٹائے ہوئے
سامان کے شاررز اٹھا کر وہاں سے چلی گئیں چاندنی نے
گھور کر جانتی ہوئی ماں کو دیکھا۔

”ممی کی بھوک ختم نہیں ہوتی، وہ کھانے گئی ہیں
سوئے نہیں۔“

”کھانے دو کیا ہوا ہر سامان میں دمٹی تعداد میں

”اوہ! یہ فونوز بھی گر گئے کالج میں میں نے ڈرامے میں برائیڈل کارڈس کیا... یہ اسی وقت کی فونوز ہیں۔“
چاندنی ہراساں ہو گئی بھی خوف زدگی اس کے چہرے کے نقوش سے عیاں تھی وہ خطرناکی انداز میں انگلیوں کو مروڑنے لگی تھی۔

”عمر خدا کی قسم بیڈرامے...“
”شش اپ اصفائی وہ دیتا ہے جو مجرم ہوتا ہے میں یہ لے کر جا رہا ہوں اس میں موجود قصص وہی لگ رہا ہے جو اس رات تمہیں کذیبیہ کر رہا تھا۔“ اس کے لہجے میں شعلے دیک رہے تھے۔

”اس کی نیت خراب ہو گئی تھی مجھ پر اس لیے وہ...“
”شش اپ! کچھ دیر وٹ کرو... پھر دیکھنا تمہاری بے وفائی کا کیسا مزہ چکھتا ہوں۔“ وہ چیخا تھا۔
”ارے کیا ہوا بیٹا کیوں چیخ رہے ہو؟“ فردوس گھبرائی ہوئی آئیں۔

”یہ کون ہے آپ بھی نہیں جانتی اس کو؟“ اس نے جیب سے تصویر نکال کر ان کی طرف اچھالی۔
”یہ... یہ تمہارے بھتیجے نے زبردستی ڈرامہ کا کر میری بچی سے نکاح کیا اور بھاگ گیا چھوڑ کر۔“ وہ گھبراہٹ میں چیخ بول گئیں۔

”میں! کیا کہہ رہی ہیں آپ؟“ وہ اس چیخ پر پٹپٹا کر بولی۔ قبل اس کے کہ عمر غصے کی حد سے بڑھ جاتا اس کا نیٹل فون بج اٹھا اور واچ میں آئی کال سن کر وہ تیزی سے بھاگا تھا۔

”ارے شکر ہے وہ گیند خسر تم جہاں پاک... میں تو کہتی ہوں جان بچی سولا کھول پائے کروڑوں کو چھوڑو جان بچا کر بھاگو یہاں سے تمہاری وجہ سے سارا کھیل بگڑ گیا کتنا کہا تھا ان تصویروں کو جلا دو۔“

”آپ کی وجہ سے ایسا ہوا ہے می! یہ پہلا مرد ہے جس سے میں محبت کرتی ہوں اس نے مجھ سے محبت ہی نہیں عزت بھی کی ہے۔“

”اب کرے نہ وہ تم سے محبت ہونہا اب وہ تمہاری

لایا ہوں۔“

”ڈارنگ! کیا ہوا ہے تمہاں سیٹ لگ رہے ہو؟“ وہ اس سے جڑ کر بیٹھ گئی عمر کو دور ہونا پڑا تھا۔
”اوہو! اب تو ہماری شادی ہونے والی ہے پھر بھی فاصلہ؟“

”شادی ہونے والی ہے ہوتی نہیں ہے ہر کام اپنے وقت پر اچھا لگتا ہے۔“ اس کے لہجے میں ناگواری و درخشش تھی۔

”اچھا ڈیر! اب تم خفا ہو کر نہ بیٹھ جانا سوری کیا آج باہر چلنے کا موڈ نہیں ہے۔“ وہ مسکرائی۔
”آج موڈ نہیں ہے تم کچھ اچھا سا لگ کر دو وہ کھاؤں گے۔“

”میں اور کونگ۔“ وہ قہقہہ مار کر اسی۔
”تمہیں کو کونگ نہیں آتی؟“

”کرے تم بھی کیسے نیکل مردوں کی طرح باتیں کرتے ہو تم جیسے کروڑ بھتی آدی کی بیوی کھانا پکانی اچھی لگے گی۔“

”مائدہ کو کونگ کرتی ہے اور بیسٹ کرتی ہے۔“ بلا ارادہ اس کے منہ سے نکلا تھا چاندنی کو براتو لگا پھر مسکرا کر بولی۔

”وہ چھوٹی خیملی سے آئی لڑکی ہے جہاں مردوں کو قابو کرنے کے لیے گر سکھائے جاتے ہیں اور وہ کچھ لو تمہیں اس کی تعریف کر رہے ہو۔“ وہ الماری کھولی کر کچھ ڈھونڈ رہی تھی تب ہی چند تصویروں میں نکل کر کارپٹ پر بکھری تھیں وہ بے خیر الماری میں پھرے کپڑوں سے الجھ رہی تھی اور وہ سنا کڈ ان تصویروں کو دیکھ رہا تھا۔

جن میں وہ ڈیٹن بنی کسی نوجوان کی آغوش میں تھی اس نے جھٹک کر ایک تصویر اٹھالی جس میں ان کے ساتھ فردوس بیٹھ بھی تھیں۔ وہ تصویر اس کی جیب میں منتقل ہو گئی تھی۔ وہ یہاں سکون حاصل کرنے آیا تھا۔ معلوم ہوا وہ دھوکوں فریبوں کے جال میں بہتا ہوا ہے پھر بھی دل کو موہوم ہی امید تھی یہ سب جھوٹ ہو چاندنی کی محبت سراب نہ ہو۔

خواب

انسان کی خواہشات سے اللہ کو دلچسپی نہیں ہے وہ اس کی تقدیر اپنی مرضی سے بناتا ہے اسے کیا ملتا ہے اور کیا نہیں ملتا اس کا فیصلہ وہ خود کرتا ہے جو چیز آپ کو ملتی ہے اس کی آپ خواہش کریں یا نہ کریں وہ آپ ہی کی ہے وہ کسی دوسرے کے پاس نہیں جائے گی مگر جو چیز آپ کو نہیں ملتی وہ کسی کے پاس بھی چلی جائے مگر آپ کے پاس نہیں آئے گی۔ انسان کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ جانے والی چیز کے غم میں مبتلا رہتا ہے آنے والی چیز کی خوشی اسے سرور نہیں کرتی۔

عمرہ احمد کی تصنیف ایمان امید اور محبت سے اقتباس
عروسہ شہوار فیشن..... کالا گوجراں جہلم

کل گئی تھیں۔

"دیکھو مجھے جھوٹ سے نفرت ہے سچ سچ بتاؤ تم اپنی ای سے کیوں خفا ہو؟ کس کا سوگ منار ہی ہو تم؟ کل میں نے تمہاری باتیں سن لی تھیں۔" اس نے گیٹ لاکڈ کر دیا۔ اس کی حالت بے چین و اتر گئی۔ شدید ذہنی اذیت کا شکار تھا وہ۔

"آپ نے جس طرح مجھے کہا میں اسی طرح آپ کے ساتھ رہ رہی ہوں۔ پھر آپ کا یہ سب پوچھنے کا مطلب؟" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"مطلب نہیں حق ہے میرا تم سے جواب طلب کرنے کا میں یہ کٹھنٹی کل کرتا تھا کہ..... تم سے نا انصافی کر رہا ہوں تمہارا حق تمہیں نہیں دے پارہا تم کتنی ٹیک و پارسا ہو جو کوئی بھی لفظ زبان پر لائے بنا میرا مجرم رکھ رہی ہو لیکن معلوم نہ تھا تم خیالوں میں کسی اور کے ساتھ وقت گزار رہی ہو تب ہی میری پروا نہیں ہے تمہیں۔"

"کیا سانسے حقوق مردوں کو حاصل ہیں وہ بیوی کی موجودگی میں بھی دوسری عورتوں سے چکر چلا سکتے ہیں انہی مومن کے نام پر بیوی کو لاکر کمرے میں بند کرتے ہیں اور باہر عیاشیاں کرتے ہیں۔"

صورت پر تھوکتا بھی پسند نہیں کرے گا اس سے پہلے وہ واپس آ کر ہم کو گولی مارے بھاگ چلو یہاں سے۔" چاندنی کے خوب صورت چہرے پر آنسو بہ رہے تھے اس کی زندگی میں مردوں کا آنا جانا لگا رہتا تھا ان مردوں میں کبھی بھی عمر یوسف جیسا مرد نہ آتا تھا اور اسے معلوم تھا نہ ہی کبھی آئے گا..... وہ بیٹھ کر روئی رہی جبکہ فردوس پھرتی سے سامان پیک کرنے میں مصروف تھیں۔



نا معلوم کس طرح ماندہ کا پاؤں سلب ہوا اور وہ واش روم میں گر گئی تھی سر میں لگنے والی چوٹ کے باعث بے ہوش ہو گئی تھی۔ واج مین کی بیوی صفائی کرنے آئی تو اس نے دیکھا اور واج مین کو خبر دی اور اس نے اسی لمحے عمر کو کال کر دی تھی۔ وہ آندھی طوفان کی طرح وہاں پہنچا تھا وہ ہوش میں تھی واج مین کی بیوی کانن سے اس کا زخم صاف کر رہی تھی جس پر خون جم گیا تھا۔

"کس طرح گر گئیں۔" وہ زخم پر ڈریسنگ کرتا ہوا گویا ہوا۔

"کس طرح پاؤں سلب ہوا مجھے پتہ ہی نہ چلا۔" وہ آنکھیں موندے نقابت سے کہہ رہی تھی باہر آتے ہوئے وہ بے اوسان گری تھی بدن میں چوٹیں الگ لگی تھیں اور کئی ٹھنڈے گرے رہنے کی وجہ سے سارا جسم اکڑ کر بہت درد کر رہا تھا۔

"پتہ کس طرح چلنے گا خیالوں میں جو کھوئی رہتی ہو... کس کے خیالوں میں کھوئی رہتی ہو؟" چاندنی کے فریب پر وہ ویسے ہی وحشی بنا ہوا تھا مستزاد اس پر وہ اس کی کل ای سے ہونے والی باتیں نہیں بھول پارہا تھا۔ عجیب پھنکارتا ہوا لہجہ تھا اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا وہ بہت قریب تھا اس کی لودیتی آنکھیں نیزے کی انہوں کی مانند چمکتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں وہ کبھی قریب نہیں آیا تھا اور اب.....!

"بتاؤ جواب دو جس کو بھول نہیں پاتی ہو سوگ منا رہی ہو اس کی جدائی کا کون ہے وہ؟" اس کی آنکھیں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✦ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✦ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✦ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✦ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو مائیل لنک
- ✦ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✦ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✦ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریج
- ✦ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✦ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✦ پیریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✦ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریج
- ✦ ایڈ فری لنکس، لنکس کو ایسے کمانے کے لئے شرک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

← ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

← ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



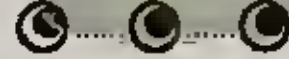
twitter.com/paksociety1

”فصاحت بولاور نہ مت توڑوں گا تمہارا۔“ وہ دھاڑا۔
 ”کون ہے وہ بتاؤ“ جس کے تصور سے تم تکلی نہیں ہو
 یقیناً میری غیر موجودگی میں تم اس سے سل پر باتیں بھی
 کرتی ہوگی۔“

”حماد.....!“ بے ساختہ اس کے منہ سے نکلے کئی آنسو
 بھی ٹوٹ کر گرے۔

”حماد!“ اسے نگاہ شعلوں میں گھر گیا ہو۔
 ”تم میں اور بازاری عورت میں کوئی فرق نہیں ہے وہ
 گا ہوں کو الو بناتی ہیں اور تم بھی عورتیں اپنے شوہروں کو۔“
 ”عورت صحیح بول دے تو بازاری کہلاتی ہے اور مرد ہر
 گناہ کر کے بھی مرد کہلاتا ہے عمر صاحب! بازاری حرکتیں
 کرنے والے مرد بھی بازاری ہوتے ہیں...“ بھرپور
 تھپتھراہٹ کے رخسار پر پڑا تھا۔

”چلو..... میں اب تمہاری صورت بھی دیکھنا نہیں
 چاہوں گا۔“ وہ سر جھکا کر مدونے لگی تھی۔



انہوں میں بہہ گیا ہے ہر ایک خواب آرزو
 چہرے پر حسرتوں کا لبوٹل رہے ہیں ہم.....!
 رات کی فلائٹ سے وہ کراچی واپس آ گئے تھے راستہ
 خاموشی سے کٹا تھا۔ عمر گیٹ سے ہی اسے چھوڑ کر چلا گیا
 تھا۔ عارف اور رضوانہ نے معاملے کی سنگینی محسوس کر لی تھی
 مگر اس کی حالت دیکھ کر چپ رہے تھے۔ وہ آ کر کچھ دیر
 بعد سوئی اور ساری رات سکون سے سوتی رہی تھی۔ شے
 کے بعد عارف نے خود اس سے اس طرح واپسی کی وجہ
 پوچھی تھی اس نے بھی پہلی رات سے کل تک ہونے والے
 واقعے کی ہر بات ان کو بتادی تھی۔ وہ بیٹی کی حرماں نصیبی پر
 دنگ رہ گئے۔

”رضوانہ! تم نے ایسا کر کے اچھا نہیں کیا، مادہ پہلے
 دن ہی عمر کو حماد کے متعلق سب بتا دیتی تو آج اس طرح
 واپس نہیں آتی۔“ ان کے شانے ذھلک گئے بے دم
 سے ہو گئے وہ۔

”پھر تو وہ اسی رات واپس بھیج دیتا۔“ وہ آہ

بھر کر بولیں۔
 ”واپس تو اس کو اتنا ہی تھا..... ہزار بار سمجھایا حماد اور
 مادہ کو نہیں ملنے وڈ شریعت محرم وغیر محرم کے ملاپ کی
 اجازت نہیں دیتی۔ سنگتی کوئی تعلق نہیں ہے جس میں لڑکا
 لڑکی بے تکلفی سے ملیں۔“

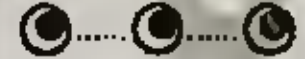
”ہمیں کیا پتہ تھا جن ذاتی جلدی چھنا جائے گا؟“
 ”پتہ تو کسی کا بھی نہیں ہے کب کس کا بلاوا آ جائے۔
 اس طرح ملنے جھٹنے سے اس طرح کی کھینٹیں پیدا نہیں
 ہوتی۔“ آج ان کی باتیں با معنی ان کی سمجھ میں آ رہی تھیں
 اور پچھتندوں کے سائگر میں وہ ڈوختی جا رہی تھیں۔
 ”امی! میں اب کبھی وہاں نہیں جاؤں گی۔“ مادہ نے
 ان کا ہاتھ پکڑ کر بھیدہ لہجے میں کہا۔

”میں اب تمہارے معاملے میں نہیں بولوں گی تم کو
 پورا اختیار ہے اپنی زندگی کا فیصلہ کرنے کا۔“ وہ دھمکے سے
 گویا ہوئی۔

”کاش! یہ اختیار پہلے ہی آپ مجھے دے
 دیتیں تو.....“

”ہم نے تمہاری بہتری چاہی تھی بڑے لوگوں میں بیباہ
 کر سوچا تھا تمہارا مستقبل محفوظ کر دیا ہے تمہیں وہاں کوئی
 دکھ نہیں ہوگا۔“

”بڑے لوگوں کے دل بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔“
 اس کے خیالوں میں عمر کا آگ برساتا چہرہ تھا۔



مادہ کو گھراتا رہا اس نے مزرک بھی نہ دیکھا۔ وہ گھر آیا
 تو ملازم سے پتا چلا ماما چاٹا نکہ کے گھر گئے ہیں لار کھل
 آئیں گے..... وہ بھڑکتے ذہن کو پرسکون کرنے کے لیے
 ٹرنگول بزرگھا کر سو گیا۔ دوسرے دن اس کی آنکھ ماما کی
 دستک کی آوازوں سے کھلی اس نے دروازہ کھولا۔

”اے بھو کہاں ہے اور آپ بنا اطلاع دیئے
 آ گئے؟“ وہ کمرے میں اسے نہ پا کر حیرت سے بولیں۔

”آ رہا ہوں ابھی ہاتھ لے کر پھر رہا ہوں آپ کی
 لاڈلی کے کروت جس طرح کی زندگی وہ گزار کر آئی

”جو ہونا تھا وہ ہو گیا عمر یوسف! اب آپ مجھے میری زندگی بچینے دیں میں حماد کی یادوں سے تنگی باہر نہیں آؤں گی آپ کو میں حماد کی جگہ نہ دے سکوں گی..... آپ مجھے.....“

”پلیز آگے کچھ مت کہنا۔“ اس نے جلدی سے بات کالی۔

”تم مجھے ہر حال میں قبول ہو حماد کی یادوں سمیت۔“ اس کے لہجے کی سرد مہری غائب گئی بہت ٹھنڈے لہجے میں وہ بات کر رہا تھا۔ ماندہ کے ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

”ماندہ! میں نے انجانے میں پایا کا بہت دل دکھایا ہے اب ٹھوکر کھا کر مجھے عقل آگئی ہے ہمارے بڑے جو ہمارے لیے فیصلے کرتے ہیں وہ ہی ہمارے لیے بہترین دکانیاب ہوتے ہیں۔“

”جی..... بس ہم کو ٹھوکر لگ کر ہی عقل آتی ہے اس وقت تو ہمارے اپنے سب سے زیادہ دشمن لگتے ہیں۔“ وہ بھی پایا کی باتوں کو آج بھی سمجھی نہیں تھی کوئی ایسا تعلق نہیں ہے جس کی بنیاد پر وہ حماد کے ساتھ رہتی تھی..... پہلے ہی وہ فاصلہ کھتی تو آج حماد کا دکھانا بڑا نلگتا۔

”میں آ رہا ہوں تمہیں لینے ریڈی ہو جاؤ۔“ وہ مسکرا کر بولا۔

ماندہ نے بھی سمجھوتہ کر لیا تھا..... حماد کی محبت شاید عمر کی سنگت میں بھی نہ کبھی کم ہو جاتی تھی۔

شام کا گلابی سماں تھا سمندر کی لہریں سورج کی روشنی سے چمک رہی تھیں اور وہ اس کا ہاتھ تھا ہے اس جگہ ہی جارہا تھا جہاں وہ اور حماد بھی بیٹھا کرتے تھے۔ اس کی آنکھوں سے ایک موتی گرا اور ریت میں جذب ہو گیا۔



ہیں۔ اس کا موڈ بری طرح آف تھا وہ ان کو حق و حق چھوڑ کر چلا گیا۔ یوسف صاحب نے نکل سے اس کی باتیں سنی جو باتیں کم الزامات زیادہ تھے پھر اچانک وہ اٹھا اور ان کے قدموں میں بیٹھ کر اپنے گستاخانہ رویوں کی معافی کے ساتھ ساتھ چاندنی کی ہر جانی پن کی ساری تفصیل بتا ڈالی وہ بار بار معافیاں مانگ رہا تھا۔

”میں اپنے پروردگار کا بے حد شکر گزار ہوں کہ اس نے تمہیں برباد ہونے سے بچا لیا۔“ انہوں نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

”ماندہ نے تمہیں کوئی دھوکا نہیں دیا وہ بے خطا لڑکی ہے۔“

”اس نے خود اتر کر کیا ہے کہ وہ حماد.....؟“

”حماد اس کے کزن کا نام ہے..... جو اب اس دنیا میں نہیں ہے۔“

”دنیا میں نہیں ہے! آپ کا مطلب ہے وہ مر گیا ہے؟“ وہ چونکا۔ یوسف صاحب نے اسے سب کچھ بتا دیا۔

”آپ کے پاپا نے پہلے ہی منع کر دیا تھا ورنہ میں آپ سے کچھ نہ چھپاتی اور وہاں ماندہ کی امی نے اسے قسم دی تھی ماندہ بھی پہلی رات ہی آپ کو اپنے بارے میں بتانے سے گریز نہ کرتیں۔“ وہ شرمندہ ہوا انجانے میں کیا کچھ نہ وہ اسے کہہ گیا تھا اپنے ہر ہر لفظ سے اسے ہچھتاوا ہو رہا تھا غصہ عقل کا دشمن ہوتا ہے۔

مما پاپا اپنی لڑائی بہو سے ملنے چلے گئے تھے اس سے نہیں پوچھا تھا۔ چاندنی کے وقتی پیار کی سیاہ پٹی آنکھوں سے ہٹی تو اسے سب صاف صاف دکھائی دینے لگا پیار میں دھوکہ کھا کر وہ ہر شے سے بے زار ہو گیا تھا۔ پھر ٹوٹ کر چاہنے والا سا تھی اچانک چٹا جائے تو.....!

”میں محبت میں ایک لمحہ برداشت نہ کر سکا تم بہادر ہو ماندہ۔“ حماد نے کال کر کے کہا۔

”آ تم سو سو ری میں نے تم پر ہاتھ اٹھایا ہے جا الزامات لگائے۔“



راحت وفا
مونا کی محبت

Scanned By Amir

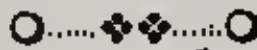


سمٹ سکا نہ کبھی زندگی کا پھیلاؤ
 کہیں بھی ختم غم عاشقی نہیں ہوتا
 نکل ہی آتی ہے کوئی نہ کوئی گنجائش
 کسی کا پیار کبھی آخری نہیں ہوتا

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

شرمین صفدر کو عارض کی طرف سے آنے والا بیچ دکھاتی ہے۔ صفدر شرمین کو تسلی دے کر خود عارض سے بات کرنے کو کہتا ہے مگر شرمین منع کر دیتی ہے۔ سہنا عارض کو ایک ریستوران میں دیکھ کر اس کے پاس آتی ہے۔ وہ غیر مذہب سے تعلق رکھتی ہے اور عارض سے دوستی کرنا چاہتی ہے۔ زہرا کے والد کا انتقال ہو جاتا ہے اور اس کی خود کی طبیعت بھی بگڑ جاتی ہے۔ تدفین کے بعد جہاں آرا تیمم صفدر سے زہرا کو گھر لے جانے کا کہتی ہیں تو زہرا شش و پنج میں گھری گھمی کود کھینے لگتی ہے۔ صفدر کا رویہ بھی زہرا کے ساتھ ٹھیک نہیں رہتا وہ جہاں آرا تیمم کے سامنے گھر کے کام کا اندازہ کرتا ہے تو جہاں آرا تیمم حکم صادر کر دیتی ہیں جو اسے مجبوراً ماننا پڑتا ہے اور زہرا کو لے کر گھر آ جاتا ہے۔ بولی کو بھولی کا گھر آرا تیمم جانی ناگوار گزرتا ہے وہ اس کی معصوم حرکتوں اور سر میں لگے ٹیبلٹ یا گھٹولوں میں لگے کا جل سے خار کھاتا ہے اور بھولی کو ان سب کا استعمال سے سختی سے منع کرتا ہے۔ فاطمی عارض کو فون کر کے واپس آنے کے لیے کہتے ہیں تو وہ انہیں شرمین سے رشتہ ختم ہونے کا متا کر حیران کر دیتا ہے۔ صفدر عارض کو فون کر کے شرمین سے رشتہ ختم کرنے کی وجہ پوچھتا ہے تو وہ ٹال جاتا ہے جس پر صفدر کو غصہ آ جاتا ہے۔ شرمین کو اپنے گھر کے کاغذات میں سے صبح احمد کا ایک خط ملتا ہے جس کو بڑھ کر وہ افسردہ ہو جاتی ہے۔ زہرا کی اچانک طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔ صفدر مائی اور زہرا کو اسپتال چھوڑ کر جانا چاہتا ہے لیکن جہاں آرا تیمم اس کو کہیں بھی جانے سے سختی سے منع کر دیتی ہیں۔ بولی کی بڑھتی ہوئی بے باکی کو دیکھتے ہوئے زہرا بولی کے منہ پر ٹھہرا ہوا دیتی ہیں۔ بولی غصہ سے ہانپتے چھوڑ کر اپنے کمرے میں بند ہو جاتا ہے جبکہ شرمین خود کو قصور وار محسوس کرتے ہوئے شرمندگی محسوس کرتی ہے۔ نسلی اسپتال کے باہر لان میں بیچ پر بیٹھے صفدر کو بیٹے کی ولادت کی خوشی سنا کر اسے سنبھاتی ہے کہ وہ زہرا اور بیٹے کو قبول کر لے مگر صفدر صاف انکار کر دیتا ہے۔

لاب آگے پڑھیں



کئی ہفتوں کے بعد موسم میں خوش گوار تبدیلی آئی تھی۔ آسمان صاف تھا نکلی میں بھی بہت کچھ تھی۔ سنہری دھوپ امریکیوں کے لیے تو کسی نعمت سے کم نہیں ہوتی۔ بہت چہل چہل اور گہما گہما کی کامیاب تھا۔ وہ آفس سے واپسی پر راستے میں آنے والے ایک پارک کے قریب رک گیا۔ گاڑی پارک کی اور اٹھ گیا۔ بچے کھیل رہے تھے چند جوڑے چہل قدمی کر رہے تھے۔ کچھ لڑکے عمر مرد اور خواتین بچوں پر بیٹھے اخبار اور میگزین پڑھنے میں منہمک تھے وہ چاروں طرف دیکھتے ہوئے یہ سوچ رہا تھا کہ یہاں دل بہل جائے گا تو آجائے گا آفس میں ضروری کام ہٹائے اور زیادہ دیر بیٹھ نہ سکا۔



ندول کو وہاں تسلی اور سکون تھا اور نہ یہاں بے دلی سے دھیرے دھیرے چلنے لگا۔ کسی کی اس کی طرف توجہ نہیں تھی وہاں ویسے بھی کسی کو کسی سے مطلب نہیں ہوتا۔ چھوٹے سے پارک سے گنا خریدنے کو سنے میں وکٹوریہ اسٹائل کے ووڈن بیچ پر بیٹھ کر خالی خالی نگاہوں سے وہ ایک ہی سمت دیکھنے لگا۔ گردہاں بھی درختوں کی اوٹ سے شرمین کا چہرہ ہی دکھائی دیا۔

”تم مجھے چھوڑ کیوں نہیں دیتیں؟ میں بے شمار چہرے فراموش کرتا یا ہوں۔ تم..... تم کیوں سناے کی مانند میرے تعاقب میں رہتی ہو؟ کیوں مجھے یاد دلاتی ہو..... یاد دلاتی ہو تو..... سنو میں کب تمہیں بھول سکا ہوں۔ مجھے تو ہر پل تمہاری یاد آتی ہے۔ کبھی سانسوں کے چھنے پہ تو کبھی دل کے چھلنے پہ کبھی بارش کے برسے پہ تو کبھی آنکھیں چھلکنے پہ تم سن سکو تو سنو کبھی چاند کے نکلنے پہ تو کبھی سورج کے ڈھلنے پہ کبھی دن کے سویروں میں تو کبھی رات کے اندھیروں میں..... دیکھ سکو تو دیکھو میں تمہیں بھول نہ سکا تمہاری یاد آتی ہے لوگوں کے میلے میں تو کبھی تنہا کیلے میں۔ میں نے تم ہی سے محبت کی اور تم قاتل سانی سے کسی اور کے لیے چھوڑ دیا سب میں مگر بھر بھٹکتا رہوں گا یہاں وہاں اور معلوم ہے کہ اب ہمارا ملن ممکن نہیں تم میرے لیے اپنی پہلی محبت کیسے بھول سکتی ہو اور وہ بھی تو شاید دیوانہ وار تمہیں چاہتا ہے۔ تمہاری فوٹو سینے سے لگائے پھرتا ہے میں تمہارا پتہ بھی نہیں تھا۔ بس اتفاقاً ملے اور پھر جدا ہو گئے کاش! تم نے ایک بار میرے کہنے پر ہی سہی، میری خواہش پر ہی سہی ایک بار صرف ایک بار اقرار محبت کیا ہوتا پھر چاہا ہوتا کیا ہوتا لیکن شرمین وہ شخص قابل رحم ہے میرے نزدیک دل کا مریض ہے اسے ٹھہرنے سے تمہیں ہی بچانا چاہیے۔ کاش! میں اسے سمجھا سکتا تمہارے ہارے میں بتا پاتا۔ اب تو شاید ہی کبھی ملاقات ہو۔ میں کب تک تم سے جگ کر یہاں چھپا رہوں گا آخر مجھے لوشا ہے لیکن تمہارے لیے نہیں۔“ آخری جملہ سنانے بخوبی سنا تو بولی۔

”کس سے باتیں کر رہے ہو؟“

”آپ.....؟“ وہ بری طرح چونک اٹھا اسے دیکھ کر خوش گوارا اثر چہرے پر نہیں آیا تو وہ منہ پھلا کر بولی۔

”اس قدر برا منہ بنانا مجھے میں بھوت پرست یا کوئی آتما ہوں۔“

”مس..... مجھے ایسا لگتا ہے۔“ وہ پوری سنجیدگی سے کہہ گیا تو وہ اور برامان کر قریب بیچ پر بیٹھ گئی۔

”کیا لگتا ہے؟“

”یہی کہ آپ میرا تعاقب کسی آسب کی مانند ہی کر رہی ہیں۔“

”کاش! آپ اس بات کی جگہ یہ کہہ دیتے کہ آپ میرے لیے بے قرار ہو کر نیویارک کی خاک چھان رہی ہیں۔“

”یہاں خاک ہوتی ہی نہیں۔“

”ہا ہا..... ویری ٹی۔“ وہ ہنستے ہوئے بولی۔

”ایسکیزومی۔“ وہ اٹھنے لگا تو اس نے شرٹ کھینچ کر بٹھا لیا۔

”کچھ تو خیال کریں آپ کو تلاش کرنے میں اچھا خاصا وقت برباد کیا ہے۔“

”حیرت ہے آپ کی ہے نکلتی ہے۔“ وہ روکھے لہجے میں کہہ گیا۔

”مجھے بھی حیرت ہے آپ کی لا تعلق پر۔“

”ایسکیزومی ہمارا کوئی تعلق ہے ہی نہیں۔“ کھرا جواب تھا۔

”تو یوں جائے گا۔“

”وہاٹ.....؟“

”میرا مطلب یہاں ہار ملتے رہنے سے شاسائی ہو ہی جاتی ہے۔“ اس نے بات بتائی۔

”او کے..... میں اجازت چاہتا ہوں۔“ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔
 ”تو میں نے بھی ساتھ جانا ہے یا ر میں پیدل جاؤں گی کیا؟“ اس نے بڑی بے تکلفی سے کہا۔
 ”مگر.....؟“

”مگر کیا؟ آپ مجھے میرے پارٹنمنٹ کے قریب ڈراپ کر دیجیے گا۔“
 ”لیکن میں آپ کو ساتھ نہیں لے جا سکتا۔“

”او کے..... ہائے ہی یونیفارم۔“ بجنانے فوراً ہی کہہ دیا تو عارض کو کچھ شرمندگی ہوئی تو کچھ دیر کا اور پھر بولا۔
 ”پہلے میں ڈراپ کر دیتا ہوں۔“

”اوہ..... ٹھیک ہو۔“ وہ بچوں کی طرح خوش ہو گئی وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا آگے آگے چل دیا تو وہ پیچھے
 پیچھے چلنے لگی۔



جہاں آ رہا تیمم کے لیے حیران کن لمحہ تھا۔

وہ کسی گہری سوچ میں غلطاں تھا جبکہ انہوں نے رشیم کے گالے جیسا وجود اپنی محبت کی بانہوں میں سمیٹ کر اس کی
 طرف بڑھایا تھا جسے وہ دیکھ ہی نہیں رہا تھا۔ سخی کمرے سے باہر کسی کام سے آئی تو یہ متلذذ کچھ کر رہی اور بولی۔
 ”صنفر بھائی، بیٹے کی خوشی میں کہاں کھو گئے ہیں آپ؟“ وہ چونکا۔

”ارے یہی تو میں بھی دیکھ رہی ہوں، مگر خوشی دکھائی تو نہیں دے رہی۔“ جہاں آ رہا تھا اسے اعتراف لگاتے
 ہوئے بولیں۔

”ماتھے پر لکھ کر لگا لوں؟“ بڑا کھردرا جواب تھا۔

”صاحب اولاد ہونے پر ماں باپ ایسا ہی تو کرنا چاہتے ہیں۔“ سخی نے بڑی گہری ضرب لگائی۔

”جی، بھائی فرمایا آپ نے۔“ اس نے جمل کر سخی کو جواب دیا۔

”اب پکڑو مجھے کو، کان میں اذان دو۔“ جہاں آ رہا نے اس طرح کہا کہ اس نے جلدی سے اسے تمام لیا۔ رشیم کی پوٹلی
 سی اس کے مضبوط ہاتھوں میں آئی اور ایک عجیب سی لہر ریزہ کی ہڈی میں سرایت کر گئی۔ خوب صورت گول منول سا بچہ
 آنکھیں موندے جو اس کے ہاتھوں میں تھا وہ اس کا بیٹا ہے یہ سوچ کر اس نے جھرجھری سی لی اور جلدی سے کمرے میں
 گھس کر اسے بند پر لٹا دیا۔ زبیا ہے کافی فاصلے پر، زبیا نے جلدی سے اسے اچھ کر بانہوں میں بھر لیا۔ وہ کمرے سے
 بھاگ جانا چاہتا تھا کہ زبیا نے ہی نقل توڑا۔

”اگر خود اذان نہیں دینی تو کسی مولوی صاحب کا بندوبست کر دیں۔ میرا بچا اللہ کا نام تو سن لے۔“ وہ خاموش رہا تو وہ
 پھر بولی۔

”اور اس کا نام؟“

”مجھ سے پوچھنے کی وجہ؟“

”تاکہ آپ کو شکوہ نہ ہے۔“

”کیسا شکوہ؟“

”میں نام رکھنے کا موقع نہیں دیا۔“

”دیکھو ان فضول باتوں کے سہارے کوئی رونا ٹکانے کی ضرورت نہیں جو دل چاہے رکھو، بس یہاں سے جانے کی

تیار کر رکھوں۔“ وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولا۔

”یاد دہانی کا شکر یہ آپ کہیں تو میں با بھی چلی جاتی ہوں۔“

”کہاں؟“ جہاں آ رہا ہے اس کے لیے تجنی نے کر کے سے میں آ نہیں آ خری جملہ سن کر بولیں۔

”جی... میں کمرے سے باہر جانے کا کہہ ہی گئی۔“ زریا ٹال گئی۔ تو وہ دانت کچکا کر رہ گیا۔

”ہرگز نہیں، با بھی زیادہ چلنے پھرنے کی ضرورت نہیں۔“ وہ بولیں۔

”میں باہر جا رہا ہوں۔“ مصنف نے کہا تو جہاں آ رہا جذبہ بانی ہو گئیں۔

”اذان ہوئی؟“

”امی اسی کے لیے جا رہا ہوں مولوی صاحب کو آنا ہوں۔“ مصنف نے فوری طور پر حصوت گھڑا۔

”بہتر تو یہ تھا کہ تم خود اذان دو بیچے کے کان میں۔“ وہ بولیں۔

”مجھے ٹھیک سوتی نہیں آتی۔“

”چلو ٹھیک ہے نماز پڑھ کے ساتھ ہی لے آؤ۔“

”جی بہتر ہے۔“

”صبح سب سے پہلے بیچے کا عقیدہ ہوگا منجانبی بھی آ رہا کرو۔“ جہاں آ رہا نے آ رہا دیا تو وہ چل کر بولا۔

”میں نماز چھوڑ دوں کیا؟“

”نہیں، مصنف بھائی آپ جائیں۔“ منجی نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا تو وہ غصے سے باہر نکل گیا۔

”پتا نہیں مصنف کو کیا ہو گیا ہے؟“ جہاں آ رہا کچھ فکر مندی سے بولیں۔

”آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں خالہ جان، مصنف بھائی کو خوشی نہیں ہوئی۔“ منجی نے کہا۔

”اےسا تو نہیں ہو سکتا شاید کوئی دھڑکی پریشانی ہوگی۔“ جہاں آ رہا نے ڈانسے کی خاطر کہا۔

”منجی اب تم آرام کرو۔“ زریا نے کہا گزشتہ دو راتوں سے وہ سو سکی نہیں سکی تھی۔

”کوئی بات نہیں، میں آرام سے ہوں، کل صبح حاجرہ خالہ کے پاس چلی جاؤں گی۔“

”بیٹا، میں کھانا تیار کر کے آ رہا دوں گی پھر آرام کرنا۔“ جہاں آ رہا اٹھ کھڑی ہوئیں۔

”خالہ میں نے سانس پکا لیا ہے آپ چلیں میں چھالی پکائی ہوں اور پھر آپ کے ساتھ ہی سوؤں گی۔“ منجی نے

جواب دیا۔

”امی مصنف آتے ہوں گے۔“ زریا نے یاد دلا دیا۔

”ہاں..... اس کے آنے پر ہی کھانا کھا میں گے۔“ جہاں آ رہا بیڈ کے قریب آ گئیں اور پوتے کو گود میں

لے کر بیٹھ گئیں۔

○.....○

یوٹی کھانے کے لیے نہیں آیا تو شرمین کو کافی شرمندگی محسوس ہوئی، ذہننتاً پاتو مات کا کھانا ٹھیک طریقے سے کھاتی

نہیں تھیں۔ اس نے بھولی کو اس کے کمرے میں بھیجا تو وہ کافی دیر گزرنے کے باوجود وہاں نہیں آئی تو اس نے خود بھی کھانا

چھوڑ دیا۔ ذہننتاً آپا کے لیے شوگر فری بسکٹ اور گرم دودھ کا گلاس لیا اور باہر نکل تو بھولی راستے میں ٹل گئی اور رک گئی بھولی

نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

”چھوٹے صاحب نے میری بات ہی نہیں سنی۔“

”اتنی دیر سے تم کیا کر رہی تھیں؟“ اس نے پوچھا۔
 ”چھوٹے صاحب نے سارا سامان پھینک رکھا تھا۔“
 ”اوہ..... سمجھ گئی۔“

”میں نے سب ٹھیک کر کے رکھ دیا۔“ بھولی نے کہا۔
 ”اچھا کیا اور کھانے کے برتن اٹھواؤ اور جا کر سو جاؤ۔“
 ”ایک بات ہے۔“ بھولی نے متوجہ کیا تو وہ رک گئی۔
 ”کیا؟“

”چھوٹے صاحب نے بڑی جلدی سارے کپڑے دکھ لیے۔“
 ”کیا مطلب؟“

”کالے بیک میں سب کپڑے دکھ لیے ہیں۔“
 ”بیک میں کہاں تھا بیک؟“ شرمین ٹھکی۔

”وہیں کمرے میں، وہ کہیں جا رہے ہوں گے۔“ بھولی نے اپنی دھن میں بتایا اور آگے بڑھ گئی مگر وہ وہیں کھڑی سوچنے پر مجبور ہو گئی بیک کی تیزری چونکا دینے کو کافی تھی۔

اس نے بابا کو دیکھا آواز دی اور دو دو دو، بسکٹ والی کمرے میں نہیں تھا کمرے کی کمرے کا رخ کیا کمرے کے باہر چند لمبے رکی رہی، مہینے اس نے سبکی روٹیل ظاہر کرتا ہوگا کہ وہ چلا جائے مگر اس طرح تو ایک ماں سے اس کا اکلوتا بیٹا دور ہو جائے گا۔ یہ خیال ذہن میں آتے ہی اس نے دروازے پر دستک دی اور دروازہ ہلکا سا اندر کی طرف دھکیلا تو بھولی کے کنبے کے مطابق اس کا بڑا سانسزری بیک تیار رکھا تھا۔ وہ اونٹ سے منہ بند پر دروازہ کمرے کی حالت کافی حد تک بھولی سنوا رہی تھی۔ مگر پھر بھی کمرے کا نقشہ بگڑا ہوا تھا کچھ ٹرٹس، ٹائیاں، میز پر پڑی تھیں اور چھوٹی چھوٹی چیزیں بھولی ڈر سینگ نیبل پر رکھ گئی تھی۔ اس نے کسی بھی چیز کو ہاتھ لگائے بغیر وہی کا ارادہ کیا مگر وہ شاید آہٹ پا کر کسمسایا اور پھر نیم وا ہاتھوں سے دیکھا۔

”تماشا دیکھتے تھی تھیں۔“

”کیسا تماشا؟“ وہ سنجیدگی سے پوچھی۔

”بھولی نے بتایا ہوگا تو اطمینان ملا ہوگا۔“ وہ کلی طور پر بیدار ہو چکا تھا۔

”بھولی نے کیا بتانا تھا اسے کیا کہہ کر بھیجا تھا؟“

”بتایا ہوگا کہ بیک تیار ہے ایک بے خوف لوٹ کر جا رہا ہے۔“ وہ طنز یہ بولا۔

”نہیں ایسا کچھ نہیں بتایا اس نے۔“ اس نے کوئی تاثر دے بے بنا کہا۔

”تو اب جان لو جا رہا ہوں تم نے مجھے بے خوف بتایا۔“

”الزام تراشی کی ضرورت نہیں اور تم کیوں جاؤ؟“ وہ یہ کہہ کر اس کی طرف دیکھتی رہی۔

”تا کہ تم خوش رہو کوئی تمہاری تکلیف کا سبب نہ دے۔“

”چلتی ہوں! اس کا فیصلہ ابھی باقی ہے۔“ وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ بولی کو اور بھی غصا آیا ایک بار پھر

سارا سامان کمرے میں میدان جنگ کا منظر پیش کرنے لگا۔ ریفریجری کی خوب صورت نازک بوتلیں کرچی کرچی ہو گئیں اس پر بھی سکون نہ ملا تو سائیز نیبل سے اپنی فوٹو اور پیوٹر نیبل سے پیوٹر زمین پر اٹھا کر پھینک دینے کے بعد

گمریلہ آتھیار

چھتا: جب انسان نے آگ جلانا سیکھی تو یہ خطرناک آتھیار بھی وجود میں آ گیا اگر بیگم کا نشانہ صبح ہوتا تو کیا حال ہے کہ شوہر اپنے آپ کو اس سے بچا سکے۔

بیلن: بہترین خانگی آتھیار بے انتہائی خطرناک بھی جبکہ بیگم کے لیے ایک معمولی کھلونے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ صبح دو پہر سپر، پہر شام اور رات کو اس کا کثرت سے استعمال شوہر کو گھسی میں رکھتا ہے۔

بھوکنی: سنگین صورت حال میں جل گزری بیگمات اس کا بھر پورا استعمال کرتی ہیں۔ چھینے کا ہم عمر آتھیار ہے غریب طبقے میں عام ہے۔

چمچہ: گو کہ اس کے سائز اور معیار میں فرق ہوتا ہے مگر یہ ہر گھر کی اشد ضرورت ہے۔ خالص تکتے سے مجبوراً اور منگوسم شوہر کو راہ راست پر لانے کے لیے نہایت موزوں آتھیار ہے۔

مگرمچہ کے آنسو: بے غم (بیگم) کا سب سے موثر ترین آتھیار..... پانی سے دو نمکین چھوسنے سے قطرے بڑے بڑے پھاڑ ڈھاد دیتے ہیں۔ یہ بیگمات کا آخری آتھیار ہے ہر گھاس میں اس کا استعمال عام ہے۔ بڑے بڑے نامور میرو اس کے گائے ڈیل زیر ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔

جانکھ پرویز..... کراچی

دو بارہ بستر پر گر گیا۔ اسے لگتا تھا کہ شرمین اسے منائے گی اس کا بیک کھول کر سب کپڑے نکالے لگی اسے روکے گی مگر ایسا تو کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔

”محبت کیا چیز دیکھ کر ہوتی ہے؟ چہرہ، دولت، عمر یا محبت.....“ وہ اپنی پشت سے بولی کی آواز سن کر پٹشی جب سے اس کے کمرے سے آئی تھی تب سے بالکونی میں کھڑی اپنے لیے موزوں فیصلہ کرنے کا سوچ رہی تھی۔ ایسا فیصلہ جس سے زینت تا پا کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔ ان کی زندگی کا محور بولی ہے اور بولی سے وہ بدظن ہو کر خود کو سزا دیں گی۔ ان کو تکلیف ہوگی اور ان کی تکلیف میں وہ کسی قسم کا اضافہ نہیں کر سکتی۔ بولی کے منہ پر پھینک مار کر انہوں نے خود کو کمرے میں قید کر لیا۔ بالکل چپ سادھ لی۔ ٹاشے کے لیے میز پر نہیں آئی۔ بس اور اگر بولی کا بیگ دیکھ لیں گی تو شاید ان کا صدمہ قابل تلافی ہوگا اس صورت میں کیا کرنا چاہیے۔ بسکی سوچ رہی تھی کہ اب وہ خود رو رہا گیا تھا۔

”بولیے؟“

”بولی، میرے پاس بولنے کو کچھ نہیں ہے مجھے تو اب فیصلے کا حق استعمال کرنا ہے۔“ وہ بہت آہستگی سے کہہ کر کمرے کے اندر آ گئی۔

”کیسا فیصلہ؟“

”میرا ذاتی مسئلہ ہے۔“ اس نے کچھ غیر معمولی سنجیدگی سے کہا۔

”لوہ..... مطلب ہم غیر ہیں۔“ وہ برانڈن گیا۔

”دیکھو بولی بات اپنے پانچوں کی نہیں ہے، اصول کی ہے۔“ وہ کرسی پر آرام سے بیٹھتے ہوئے بولی۔

”محبت میں کوئی اصول نہیں ہوتا۔“ وہ چلایا۔

”آہستہ بولو، مت تھنڈے ب چھوڑو۔“

”میرا خیال تھا کہ تم میرے جانے کا سن کر سچ جاؤ گی۔“

”تو تم مجھے زما رہے تھے۔“

”یہی سمجھ لو اگر تم نہیں تو پھر مجھے جانا ہے۔“
 ”میرا خیال ہے مجھے یہ فیصلہ کرنا ہے۔“
 ”کیسا پھر دل ہے؟ ہمارا؟“
 ”تھما نہیں، بتا دیا گیا۔“ وہ زخمی سی ہنسی کے ساتھ بولی۔
 ”شرمین محبت میں طاقت ہوتی ہے ایک دوسرے کو جذب کرسکتی ہے۔“
 ”یوہی کوئی طاقت نہیں ہوتی محبت ایک دھوکہ فریب خود ساختہ لذت کے سوا کچھ نہیں میں نے محبت کا چہرہ
 پڑھ رکھا ہے۔“

”میں اپنی محبت کی بات کر رہا ہوں۔“
 ”تم بھی اس لفظ کی حقیقت سے جلد آشنا ہو جاؤ گے۔“ وہ سختی سے بولی۔
 ”یہ محبت نہیں ہے کہ تمہاری وجہ سے آیا اور تمہارے لیے جاسکتا ہوں۔“ اس نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔
 ”نہیں نے ایسا نہیں چاہا مجھے کوئی مطلب نہیں۔“
 ”میرے جانے سے.....“ وہ دنگی ہو کر لوٹا۔
 ”یوہی، تمہیں اپنی ماما کا خیال کرنا چاہیے۔“ اس نے نکالا۔
 ”ان کا خیال پلیر ہے اور تمہارا اور.....“ وہ اڑ گیا۔
 ”اچھا پلیز اب جاؤ میرے سر میں بہت درد ہے۔“
 ”شرمین۔“

”ہنہ۔“
 ”پلیز۔“ بہت منت تھی اس کی آنکھوں میں وہ دیکھ نہ سکی پلکیں گرائیں۔
 ”جاؤ، جا کر سامان سیٹ کراؤ۔“ اس نے اشارے کچھ کہا۔
 ”مطلب۔“
 ”زینتہ پا کو بہت مدد ہوگا۔“
 ”اور تمہیں۔“
 ”میں نے ابھی سوچا نہیں۔“
 ”سوچو پلیز۔“
 ”تو سب جاؤ۔“ اس نے کہا تو وہ چلا گیا۔

.....☆☆☆.....

بابا کی غیر متوقع آمد ہوئی تھیں۔
 عارض حیرت زدہ سا نہیں دیکھ کر لپٹ گیا۔ ان کے سینے سے لگ کر شکوہ کیا۔
 ”مجھے اطلاع کیوں نہیں دی، میں اتر پورشتہ آ جاتا۔“
 ”میں جانتا تھا کہ میرے بیٹے کے پاس آج کل نام نہیں ہے، وہ نئی کہانی تخلیق کر رہا ہوگا۔“ بابا نے بڑی گہری بات
 نرمی سے کہی اور صوفے پر بیٹھ گئے۔
 ”بابا..... ایسا کچھ نہیں ہے۔“

”نہیں، ہوتا تو یہ سب بھی نہ ہوتا۔“

”کیا سب؟“ اس نے کچھا جیسی انداز میں کہا تو وہ بہت حیرت سے بولے۔
”کمال ہے میرے لال سب عہد و پیمان بھول بھال کر ایک مخصوص لڑکی کی خوشیاں چھین لیں اور چہا بھی نہیں۔“
”پاپا آپ کو کیا اندازہ کہ اسے اس کی خوشیاں ہی دی ہیں۔“
”کیا مطلب ہے تمہارا؟“

”اچھا آپ چھوڑیں اتنی دور یہ پوچھتے ہیں کیا؟“

ہاں یہی پوچھتا یا ہوں یہی پوچھتا یا ہوں۔“ وہ بڑے اطمینان سے بولے۔
”آپ کو یقین نہیں کہ میں اب ایسا نہیں ہوں۔“ اس نے پوچھا۔
”عارض میں تمہارا باپ ہوں تم سے زیادہ تم کو جانتا ہوں۔“

”خیر... آپ بھیج کر کے آرام کریں میں کچھ کھانے کا آرڈر کروں پھر باتیں ہوں گی۔“ وہ بولا۔

”وہ شجر لارہا ہے میں نے انرپورٹ انجی کو بلایا تھا آپ میرے پاس بیٹھو۔“ انہوں نے بڑے پیار سے اس کا ہاتھ تھام کر پاس بیٹھایا۔

”پاپا پلیز شرمین میرے فیصلے سے خوش ہے اس کی خوشی سے میں خوش ہوں باقی میں نے اچھا کیا یا برا اس کا فیصلہ وقت کرے گا۔“

”کوہ اس وقت تک آپ امریکہ کے مہمان رہیں گے۔“

”میں نے اتنا ہی تھا بس چند ضروری کام تھے وہ چننا کتا جاتا۔“ اس نے نظرس جرائیں۔

”وہ کھو عارض شرمین بہت اچھی اور پیاری لڑکی ہے مسلمان، پاکستانی، تعلیم یافتہ اور خوب صورت جس کی خوب صورتی پاپا پر مرنے تھے۔“ پاپا نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا کہ وہ ٹھنکا انہوں نے بطور خاص مسلمان اور پاکستانی کیوں کہا؟
”میں نے کب کچھ کہا۔“

”میرا مطلب ہے اپنے مذہب کا خیال کر لو۔“

”پاپا مطلب کیا ہے آپ کا؟“ وہ سخت تعجب کا شکار ہوا۔

”پاپا آپ خود سمجھو اور ہوں تسلیم کر لو ورنہ میں تو آیا ہی بہت کچھ کنفرم کر کے ہوں۔“ انہوں نے کافی سنجیدگی سے جواب دیا اس کی چھٹی جس بیدار ہوئی۔

”آپ کی کنفرمیشن غلط ہے۔“

”درست ہے، مزید ثبوت یہاں مل جائیں گے۔“ آغا جی نے کچھ فحاشی سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ الجھن کا شکار ہو گیا۔

”سوچ لو بس اتنا یاد رکھو کہ مذہب کا فرق کوئی چھوٹا فرق نہیں ہوتا۔“ انہوں نے اس کی الجھن بھانپ کر کہا تو وہ بھنجلا گیا۔

”جائے آپ کیا کہہ جا رہے ہیں؟“

”میں صرف اتنا کہہ رہا ہوں کہ تم شرمین کو ایسے کیسے دھوکہ دے سکتے ہو۔“

”شرمین کے لیے میں نے سوچ کچھ کر فیصلہ کیا ہے اور بتا دیا ہے اسے بھی صندھ کو بھی۔“

”تو پھر مان لو کہ اس ہندو لڑکی کا جلا وطن کیا۔“ انہوں نے ہم پھوڑ دیا وہ بھک سے ساڑ گیا۔

”کیا..... یہ آپ کو کس نے بتایا؟“
 ”یہ چھوڑو کہ کس نے بتایا۔“
 ”بابا آپ اس وجہ سے آگئے۔“ اسے حیرت ہوئی۔
 ”ہاں کیونکہ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ اس ہندوؤں کی سے تمہاری محبت کتنے دن چلے گی۔“
 ”اوہ گاڈ.....!“ وہ ہر تھام کے رہ گیا۔



منہی کے جانے سے زینا کو کچھ مشکل کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ حالانکہ وہ آج صبح ناشتا کرا کر گئی تھی جہاں آرا کی ضعف
 بیماری کا مسئلہ تھا۔ رات بھر وہ بچے کو سنبھالتی رہیں سو انہیں حرارت سی تھی زینا نے خود ہمت کی انہیں ضد کر کے بستر پر لٹایا اور
 ان کے کندھے دباے صفدر کو تو انہوں نے بمرالانے کے لیے بھیج دیا تھا منہی بھی آج ہی آئی تھی زینا ذہنی طور پر تیار تھی
 بچے کو جلدی سے پکڑے تبدیل کرا کر سلا یا اور خود سینے باورچی خانے میں آئی اور پھر وہیں کی ہو گئی۔
 کچھ دیر بعد صفدر آیا تو وہ برتن دھونے کے بعد کچن کی صفائی میں مصروف تھی۔ بکرا کچن میں باندھ کر وہ جہاں آرا کے
 تخت پر دراز ہو گیا زینا ہاتھ خشک کر کے آئی اور اسی کے پاس جانے کو کہا۔

”کیا کر دیا میری امی کو؟“
 ”میں نے کیا کرنا تھا؟ رات بھر جاگنے کی وجہ سے حرارت سی ہے۔“ وہ سہم سی گئی۔
 ”ان کو بلیک میل کر کے باتیں نہ بناؤ۔“ وہ کمرٹ لے کر لیٹا رہا۔
 ”بلیک میل....“

”پلیز جاؤ، معصوم نہ بنو۔“

”ناشتہ بنا کر لاؤں۔“

”ہنہیں میں کرا سکتا یا ہوں۔“

”مگر.....“

”آپ مجھے کچھ برا رام کرنے دیں۔“

”کمرے میں جا کر کر لیں۔“

”ہنہ کمرے میں وہاں تو تم قہ بعض ہو۔“ وہ طنز یہ بولا۔

”ہنہیں وہ آپ کا کمرہ ہے بلکہ گھر ہی آپ کا ہے ہم ماں بیٹے تو مہمان ہیں۔“ اس کا لہجہ بہت کربناک تھا صفدر نے
 محسوس کیا مگر بولا تو اتنا۔

”تو مہمان کب جائیں گے۔“

”جب آپ کی امی قبول کر لیں گی۔“

”واہ..... مطلب امی قبول کر لیں گی تو جانے نہیں دیں گی۔“ وہ اٹھ بیٹھا۔

”صفدر! کچھ طرح جانتے ہیں آپ کہ میں نے کیا کہا ہے؟“ وہ روکی۔

”بس..... بس جلدی چلی جاؤ اپنے بچہ سمیت۔“

”آپ کو عبدالصمد سے اتنی نفرت ہے۔“ اس نے پوچھا۔

”کون عبدالصمد؟“

"ہاں بیٹا عبدالصمد۔" اس نے بتایا۔

"اوہ..... تو نام بھی رکھ لیا۔"

"جی امی جان نے رکھا ہے۔"

"امی جان نے... وہ بڑا پایا۔"

"میں کمرہ خالی کر دیتی ہوں ابھی۔" وہ جانے کو مڑی تو وہ بولا۔

"رہنے دو ایک نیا تماشا کھڑا مت کرو۔"

"میں خود تماشا ہوں۔" وہ دھیرے سے کہہ کر چلی گئی تو وہ پشت سے اسے دیکھنے لگا وہ بہت کمزور ہو گئی تھی قدم ہڑکھڑا رہے تھے بمشکل پھولی سانس کے ساتھ قدم اٹھا رہی تھی۔

"صنذر..... صنذر۔" کمرے میں سے جہاں آرام کی آواز آئی تو وہ جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"جی..... جی یا امی۔"

"صنذر آرامی کو خدا نہ کھلائے کبھی تو وی کا خدا بننا۔" وہ اس کو دیکھتے ہوئے بولیں۔ وہ کچھ سمجھا نہیں۔

"کیا ہوا؟"

"میں نے تو تمہیں محبت کرنی سکھائی تھی اور تم زیبا سا اپنی بیوی سے ایسا سلوک۔" انہوں نے کافی دکھ سے کہا۔

"کیا..... کیا سنا آپ نے؟" وہ گھبرا گیا کہ کہیں مامی نے سب کچھ نہیں سن لیا۔

"اس نے ہاشمہ نہیں سنا تمہاری وجہ سے سخی نے بہت کہا مگر وہ تمہارا اٹھلا کر کرتی رہی اور تم۔" وہ بولتے بولتے حسیب ہو گئیں تو اسے یقین ہو گیا کہ امی نے سب باتیں سن لیں مگر وہ غنودگی میں چلی گئیں تو اس نے خود کو تسلی دی کہ غنودگی میں شاید کچھ نہ اور کچھ نہیں سنا۔ وہ اٹھنے لگا کہ وہ پھر چوٹیں اور بولیں۔

"قصا ب کو بلاؤ اور زیبا سے آرام کرنے کو کہو عبدالصمد کو مجھے ملا دو۔"

"امی..... آپ آرام کریں بس۔" وہ لمبی سانس بھر کر باہر نکل آیا۔ اسے حیرت تھی کہ انہیں زیبا کی ہی فکر کھائے جا رہی

تھی۔ وہ انہیں کیسے بتاتا کہ وہ تو اسے جلد از جلد یہاں سے نکالنا چاہتا ہے مگر یہ انہیں کیسے بتاتا؟

○.....❖.....○

بھولی بھاگتی ہوئی آئی اور پھولی سانس کے ساتھ اسے زینت کی طبیعت خرابی کا بتایا تو وہ اپنی وارڈ رو ب بند کر کے بھاگی اور ان کے کمرے میں پہنچی تو انہیں بیڈ پر چت لیٹے دیکھ کر پریشان ہو کر چمکی۔

"زینت! پاپا..... آپ ٹھیک تو ہیں۔"

"ہنہ..... ہاں بس ٹھیک ہوں۔" انہوں نے اپنی منہا نوا آنکھوں سے سانس دیکھا۔

"مگر بھولی نے تو مجھے رادیا۔"

"بھولی تو پاگل ہے میں نے تو اسے منع بھی کیا۔"

"خیر تو سنا آپ ٹھیک تو نہیں لگد ہیں۔" اس نے خدشہ ظاہر کیا۔

"بس بولی کی وجہ سے مجھے اس کو تھپڑ نہیں مارنا چاہیے تھا لیکن اگر ایسا نہ کرتی تو اس کو عقل نہیں آتی تھی۔"

"میں شرمسار ہوں، میری وجہ سے ایسا ہوا۔" وہ شرمندگی سے بولی۔

"بھولی نے بتایا کہ اس نے بیگ تیار کر لیا ہے۔" زینت نے بہت دگھی لہجہ میں بتایا۔

"بھولی کو تو زیادہ بولنے کی عادت ہے خالی بیگ رکھا ہے کہیں نہیں جا رہا وہ۔" اس نے تسلی دی۔

76 انجیل مئی ۲۰۱۵ء

Scanned By Amir

”جاتا ہے تو جائے میں تھک گئی ہوں ماب میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔“

”آپ آپ کیسے ہیں سب ٹھیک ہے۔“

”شرمین، بس تم کوئی غلط بات نہ بولنا۔“

”آپ بہتری کے لیے کوئی قدم تو اٹھایا ہی جاتا ہے۔“

”بس مجھے بونی کی نہیں تمہاری فکر ہے۔ انہوں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔“

”میں ٹھیک ہوں آپ فکر نہ کریں۔“

”کاش وہ دھوکے باز اچھا لگا تو شادی ہو جاتی۔“

”تو کیا ہو جاتا وہ بعد میں دھوکہ دیتا۔“

”بونی کو تو قرار آ جاتا۔ ان کی داند ہم ہو گئی۔“

”زندگیا آپ میری زندگی میں اتنی آسانی سے خوشی کیسے جاتی؟“ وہ بولی۔

”اللہ پوچھے گا اس کا کارہ۔“

”پھوڑیں بھی یہ بتائیں کچھ بنا کر لائیں۔“

”جیس، بھولی کو دیکھو اگلے سیدھے کپڑے پہنے پھر رہی ہے بونی نے غور کر لیا تو اس پر غصہ نکالے گا حیدرہ بتا

کر گئی ہے کہ شیشے کی میز پر کھڑی ہو کر جالے اتار رہی تھی گری اور میز کا شیشہ چکنا چور ہو گیا۔“ زندگی آ پانے بتایا
تو وہ ہولے سے مسکرائی۔

”یہ بڑی بھی چھلاوہ ہے کچھنا کچھ کرتی ہی رہتی ہے۔“

”بس پریشانی نہیں ہے اور ماحول کا بھی اثر ہے۔“

”اچھا آپ رام سے رہیں میں دیکھتی ہوں لو تو آپ کے لیے فریوٹ لاتی ہوں۔“ وہ اٹھی اور باہر نکل آئی۔ مگر بونیل

ذہن اور بونیل آندھروں کے ساتھ زندگی آپ کو دل کی بات بتائیں سکی تھی کہ وہ یہاں سے جانے کا فیصلہ کر رہی ہے۔ بلکہ

کہہ چکی ہے کیونکہ اس سے بہتر حل کوئی نہیں بونی کو یہاں سے ماں سے دور نہیں جانا چاہیے۔ یہاں کے اکلوتے بیٹے کو

ہر صورت ان کے پاس رہنا چاہیے۔ اس کا کیا تھا اپنے گھر کے دو کمرے تالا لگا کر بند رکھے تھے ان میں جا کر رہے تھے۔

کرائے دار اچھی چھوٹی سی ٹھکانی تھی وہ تنہا بھی نہ ہوتی مگر یہ بتانے کا اس میں صرف حوصلہ نہیں ہو رہا تھا۔ اس فیصلے سے

زندگیا آپ کو بہت دکھ ہونا ہے۔ میں کیسے نہیں مانتی کروں؟“ یہ سوچ سوچ کر وہ تلاش کر رہی تھی مگر کچھ حاصل نہیں تھا۔

سیب سنگ کے گل پر اچھی طرح دھوئے، چھری اٹھالی تو بونی وہیں آ گیا۔

”میں آفس جا رہا ہوں۔ اس نے بتلایا۔“

”تو جاؤ۔“

”لوں تم۔“

”مجھے کس اور جانا ہے۔ اس نے ذہنی ہی بات کی اور باہر چلی گئی۔“

.....☆☆☆.....

کمپیوٹر پر کام کرتے کرتے وہ تھک گیا تو کرسی کی پشت پر سر ٹکا کر آٹھ گھنٹیں سو نہ لیس۔ لیکن کچھ ہی دیر بعد عبدالصمد

کے مدونے کی آواز پر اس نے گردن گھما کر دیکھا۔ وہ تیز تیز ہاتھ پاؤں چلا رہا تھا اور دوہا تھا۔ اس نے ہنسنے لگا۔ اسے دیکھا

لوہ تھلا کر باہر نکلا۔ تیز بہا اور جی خانے میں مصروف تھی وہ برس پڑا۔

”تم..... تم کیا ثابت کرنا چاہتی ہو؟ گھر کے کام کر کے جگہ نہیں بن سکتی۔“ اس نے بڑی سختی کے ساتھ کہا تو وہ تھک سی رہ گئی۔

”سنا نہیں جا کر اپنے بیٹے کو سنبھالو، جسے میرے سر ہانے چھوڑ آئی ہو۔“
 ”میرا ہی بیٹا ہے آپ کا دل تو پتھر ہے۔“ اس نے کیلے ہاتھ خشک کرتے ہوئے کہا۔
 ”سنو، طے دینے کی ضرورت نہیں۔“ اس نے کہا جانے والے انداز میں کہا تو وہ طنز یہ مسکرائی۔
 ”آپ میرے طعنوں سے گھبرا گئے۔ ابھی تو انتظار کیجیے جب زمانہ کچھ اچھا لے گا۔“
 ”زمانہ تم پر کچھ ڈالے گا تمہارا ماضی دیکھ کر۔“
 ”صفر صاحب اب مجھے بروا ہی نہیں رہی۔“
 ”نہنہ جب یہاں سے نکلے گی تو پوچھوں گا۔“

”میں پھر بھی خوف زدہ نہیں۔“ وہ یہ کہہ کر کمرے کی طرف گئی تو اس نے غصے سے لمبا تر کی ٹوکری اٹھا کر فرش پر پھینک دی۔

”تم یہ غصہ ایک دفعہ ہی نکال لو، پتھر ہوگا۔“ جہاں آ رہے ایک دم یہ کہہ کر اسے ہٹلانے پر مجبور کر دیا۔
 ”غصہ ہی نکالوں گا اتنا کام کرتے کرتے ذرا دیر لگا نکھیں سوندیں تو بچے نے رو رو کر کمرہ سر پر اٹھا لیا۔“ وہ پوری تفصیل بیان کر کے نظریں جمایا گیا۔
 ”کون سے وہ لے آئے اسے میں بھی تو دیکھوں؟“
 ”کسے..... کون؟“ وہ چونکا۔

”اسی کو جس کی وجہ سے تم نے زیبا کی زندگی اجیرن بنا رکھی ہے اپنے بیٹے کی خوشی بھی منانے سے گریز کر رہے ہو۔“
 ”ایسا کیوں سوچتی ہیں آپ؟“
 ”اور کیا سوچوں میں نے سب دیکھا ہے اور سنا بھی ہے۔“

”امی..... یہ فضول باتیں نہ کریں میں نے آپ کے کہنے کے مطابق سب آرا تو دے رکھا ہے۔“ وہ خاص ہی اضطرابی کیفیت سے دوچار تھا۔

”میرا بچہ اب بس میرا مطلب یہ ہے کہ بے چاری زیبا کا ہے ہی کون؟ اور ہمارے گھر کی پہلی خوشی گھر میں آئی ہے۔“
 جہاں آ را دوڑھ کے تھماگ کی مانند بیٹھ گئی۔

”مجھے ایسا لگتا ہے کہ سہو اور پوتے کے علاوہ آپ کو کوئی نظری نہیں آتا۔“ اس نے شکوہ کیا۔
 ”میرے جگر گوشے ہو تم لیکن عبدالصمد اب میری جان ہے۔“ وہ صفر کو سینے سے لگاتے ہوئے بہت محبت سے بولیں تو وہ ماں کی معصوم ہمتا پر فدا ہو گیا۔ سخن میں بڑی کرسی پر بیٹھ کر زیبا سے گلے شکوے کرنے لگا۔
 ”کاش..... کاش زیبا تم نے زندگی کی اتنی بھینٹ تک تصویر نہ دکھائی ہوتی۔ تم چھپا لیتیں نہ شریک کرتیں مجھے میرے حوصے اور طرف کو تا زمانے میں فرشتے نہیں تھا۔ میں انسان تھا اور انسان ہی ہوں۔ نہ حوصلہ ہے نہ طرف کیا کروں میں اپنی ماں کی اندھی محبت کا تمہیں جانا ہے اور وہ ایسا کب چاہیں گی۔ پھر کیا ہوگا جیسے بناؤں گا تمہارے جانے کی وجہ شاید انہیں یقین ہی نہ آئے جیسا کہ اب بھی وہ صرف سہو اور پوتے کی شدید محبت میں گرفتار ہیں۔“

”صفر میاں یہ بچے سے بڑھتی ہوئی محبت لہو بہ لہو مضبوط ہوتی جائے گی اور پھر چاہ کر بھی اس محبت کے اثر سے امی کو تو نکال نہیں سکو گے ان کی رلی آرزو پوری ہوئی ہے وہ یہ صدمہ جھیل نہیں سکیں گی تو وہ میرے خدا میری رہنمائی فرما میرا راستہ

آسان کر میں ہاں پل صراط پر کیسے چل پاؤں گا۔" وہ بے بسی کے عالم میں کافی دیر تک سوچتا رہا۔

.....☆☆☆.....

موسم بہت اچھا تھا۔ ہلکی ہلکی سنہری دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ وہ ہاں نکل رہا تھا تو آغا جی بھی جو گرہین کر اس کے ساتھ ہو لیے۔ پیدل فٹ ہاتھ پر چلتے ہوئے اچھا لگ رہا تھا۔ وہ چپ تھا آغا جی چاہ رہے تھے کہ وہ بولے کوئی بات کرے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرے مگر وہ جبکٹ کی جیبوں میں ہاتھ دیر چپ چاپ چل رہا تھا کافی دیر آنے کے بعد ایک میٹج نظر آئی تو آغا جی نے بیٹھنے کا ارادہ ظاہر کیا۔

"یار یہاں کچھ دیر بیٹھتے ہیں۔"

"جی۔" وہ بھی ان کے برابر بیٹھ گیا۔ تب آغا جی نے چند لمحوں آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھتے ہوئے خود ہی بات شروع کی۔

"مجھے معلوم ہے کہ تمہارے سائڈر کوئی ہنگامہ ہے مگر حیران ہوں کہ مجھ دوست کھنا چھوڑ دیا۔"

"بابا کچھ بھی کس سے بنا تے تو میں نے آنا ہی تھا۔"

"مجھے صاف صاف بتاؤ کس لڑکی کی وجہ سے تم نے شرمین کو چھوڑا ہے۔" انہوں نے دھوکہ بہت کی۔

"کون سی لڑکی۔"

"وہی بند لڑکی۔"

"وہ وہ تو بس ویسے ہی لڑکی آپ کو کسی نے غلط انداز میں دی ہے۔"

"عارض میں مذہب کے معاملے میں کوئی گنجائش نہیں رکھتا اور شرمین کو دھوکہ دینے کی اجازت بھی نہیں دے سکتا۔"

آغا جی کا لہجہ خام بدل گیا تھا اس نے طویل سرفاہ بھری اور جواب دیا۔

"بجائے اس کے کہ کسی کو اپنا کر چھوڑا جائے پہلے ہی چھوڑ دینا بہتر نہیں؟"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چھوڑا ہی کیوں جائے؟"

"بس چھوڑ دیا اس سے آگے کچھ نہیں۔"

"عارض بتانا پڑے گا۔" وہ مصر ہو گئے۔

"ہا ہا ہا اس چیز کو بند کر دیں۔" وہ بے زار سا اٹھ کھڑا ہوا۔

"تا کہ تم اس لڑکی سے براہِ رسم بڑھا سکو۔"

"فی الحال ایسا کچھ نہیں ہے۔" اس نے اب دیر ہو رہی ہے۔

"ہنہہ یعنی میرا پوچھنا بے سود ہے۔" آغا جی افسردگی سے دایہ کی لیے چلتے ہوئے بولے۔

"آج کیمیکلز کا کنسٹنٹس کچھ ہوا ہے۔" اس نے بتایا۔

"ٹھیک ہے۔" آغا جی نے مختصراً کہا۔

پھر سارے راستے دونوں چپ رہے مگر عارض کے ذہن میں ایک شدید قسم کی جنگ جاری تھی۔

"یہ بابا کو سبنا کے بارے میں کس نے درغلا یا؟ یقیناً منیر صاحب نے یا اور کسی نے جبکہ اس میں سوائے سبنا کے

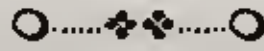
ہونے کے کوئی اور سبب نہیں۔ شرمین کو چھوڑنے میں سبب کا ہاتھ نہیں تو پھر یہ کیوں سمجھا جا رہا ہے؟ سبنا سے تو میں نے

سیدھے منہ کبھی بات تک نہیں کی مجھے تو خود شرمین نے چھوڑا ہے۔ سچ منہ حارث میں کاش وہ پہلے ہی بتا دیتی کہ وہ کسی اور

سے محبت کرتی ہے اور وہ اس کی پہلی محبت ہے مجھے دھوکے میں تو شرمین نے رکھا وہ خود کسی کی زندگی تھی اور کسی کی محبت تھی۔ میری محبت کا احترام نہ کر کے اس نے ثبوت دیا اس بات کا کہ وہ بیخ احمد کی محبت ہے۔

”بیخ احمد تمہیں یوں ملتا تھا میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔“ وہ ہولے سے بڑبڑایا تھا مگر آغاجی نے کچھ سنا اور پھر کہا۔

”اے اندر کے سوالوں کے جوابات دینے میں زمانے لگ جاتے ہیں کبھی اندر کے سوالوں کو جڑ نہ کھڑنے دوساری زندگی انسان بڑبڑا کر جواب دینے کی کوشش کرتا ہے لیکن ناکام رہتا ہے۔“ وہ ان کی بات سن کر خاموش رہا کیونکہ شاید انہوں نے سچ ہی کہا تھا وہ اسی کیفیت سے دوچار تھا۔



شام کی چائے کا کہہ کر وہ لان میں آگئی۔

دھیرے دھیرے خاک کرتی ہوئی ایک ہی سوچ دماغ کو چاٹ رہی تھی کہ کس طرح اس مشکل کا حل نکالا جائے بھولی نے اپنے کوارٹر سے باہر جھانکا تو اس کے پاس آگئی۔

”باتی کیا بات ہے۔“

”کچھ نہیں۔“

”آپ پریشان ہو۔“

”نہیں..... نہیں تو یہ تم کوارٹر میں تھسی کیا کر رہی تھیں؟“

”میں نے اپنے اور نانا کے کپڑے دھوئے ہیں گانے سنے ہیں۔“

”ہیں، گانے سنے بغیر تو تمہارا کھانا ختم نہیں ہوتا۔“ اس سے باتیں کرتے ہوئے وہ کسی پریشان تھی۔

”ریڈیو سے میرا بچپن کا پیار سا آواز آ رہا ہے۔“ بھولی نے آنکھیں منکا کر پوچھا تو اس نے لٹی میں گردن ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”تھیں تم نے دکھایا ہی نہیں۔“

”میں ابھی لائی۔“ وہ تیزی سے کہہ کر نظروں سے اوجھل ہوگئی اور منٹوں میں اپنا ریڈیو سینے سے لگائے واپس آگئی۔

”اسے سوا دہائی تو بہت تیار دکتا ہے۔“ شرمین نے پرانے سے سرخ ہنسنے والے ریڈیو کو الٹا پلٹا کر دیکھتے ہوئے کہا۔

”چلا کر بھی دیکھیں۔“

”ہنہ، لو چلاؤ۔“ اس نے اس کے سامنے کر دیا۔ بھولی نے ایک ہنسنے والی اور پھر دوسرا ہنسنے والا کر ایشیشن ہیٹ کیا۔

میڈیٹور جہاں کی تازہ شہل کی مانند کوئی تو اس نے ریڈیو اپنی طرف منجھ لیا۔

شام کے شاعرانہ سے منظر میں خوب صورت سازتازہ واز کا بحر جاری ہو گیا۔

انہی قدموں نے تمہارے نامی قدموں کی قسم

خاک میں اتنے خانے کس جی جانتا ہے

لطف وہ عشق میں پائے ہیں کس جی جانتا ہے

ریخ بھی ایسا ٹھانے ہیں کس جی جانتا ہے

سکراتے ہوئے وہ مجمع اغیار کے ساتھ

آج یوں بزم ملتا ہے کس جی جانتا ہے

داغ و آفت کو ہم آج تیرے کوچے سے

اس طرح کھینچ کے لائے ہیں کسی جاننا ہے
اسی لمحے چوکیدار نے گیت کھولا۔ بوٹی کی گاڑی اندر داخل ہوئی تو اس نے جلدی سے یڈ پوائف کیا۔ بھولی کو دیا لوز میج
دیا خود اٹھ کر جانا چاہتی تھی کدہ تیزی سے غریبہ گیا۔
"وہیے تو گانے سنے جا رہے تھے اب بھاگ پڑی ہو۔"

"گانا نہیں، غزل تھی۔"
"چلو کچھ بھی کہی باب کچھ ہماری بھی سن لو۔"
"بوٹی پلیز میں تمہاری کوئی بات سننے کے موڈ میں نہیں۔"
"یعنی میں یہاں سے جاؤں تمہارے فیصلے میں کوئی ٹک نہیں آئے گی۔"
"تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔" اس نے بہت سنجیدگی سے کہا۔
"مطلب؟"

"میں خود یہاں سے جاتی جاؤں گی۔" وہ یہ کہہ کر اندر کی طرف اشارہ کرتی اور وہ پیچھے سے چلا تا ہوا آیا۔
"تمہارے جانے سے کیا میرے جذبے میں کمی آ جائے گی یا میں ارادہ بدل لوں گا۔" اس نے جواب نہیں دیا۔ سیدھی
زینت آ پائے اس پہنچ کر دم لیا۔ مگر وہ کب چوکنے والا تھا وہیں پہنچ کر بولا۔
"شرمین تجھے دنیا چھوڑ دینی پڑی تو چھوڑ دوں گا مگر....."
"بوٹی اللہ نہ کرے۔" زینت آ پائے بے قرار ہو کر تجھیں تو شرمین کو پھر شرمندگی ہوئی۔
"فضول باتیں کرتے ہو۔" اس نے شرمندگی سے فقط اتنا کہا۔

"تو پھر کیسے جانے کا مت سوچنا۔" وہ یہ کہہ کر چلا گیا۔ وہ گردن جھکا کر کھڑی رہی پھر خود بھی باہر آ گئی۔
کافی سوچ بچار کے بعد وہ دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے صفدر کی طرف آ گئی گھر میں صرف صفدر تھا۔ جہاں آ راز بیا
اور عبدالصمد کو لے کر حاجرہ بیگم کی طرف گئی تھیں۔ حاجرہ بیگم نواسے سے ملنے کو بے تاب تھیں۔ صفدر کو بھی ساتھ چلنے کو کہا
تھا مگر وہ نہیں گیا۔ شرمین کو صحن میں تار پر پھیلے بچے کے کپڑے دیکھ کر کچھ اندازہ ہو گیا کہ کوئی خوشی کی خبر ہے۔
"صفدر بھائی ماشاء اللہ سے کسی نئے مہمان کی آمد کھالی و س رہی ہے۔" صحن میں پڑی کرسی پر بیٹھے ہوئے اس نے
کہا تو صفدر نے کچھ زیادہ اچھا تاثر نہیں دیا۔

"ہنس۔"

"صرف ہنسہ صفدر بھائی۔"

"جی، بیٹا ہوا ہے۔" اسے مجبوراً کہنا پڑا۔

"ماشاء اللہ مبارک ہو آپ نے اطلاع ہی نہیں دی۔" اس نے گلہ کیا۔

"چھوڑیں یہ بتائیں اس بے غیرت شخص نے رابطہ کیا۔" وہ ٹال گیا۔

"نہیں، رابطہ رکھنے کے لیے تو رابطہ نہیں توڑا تھا۔"

"مجھے بہت افسوس ہے۔"

"صفدر بھائی آپ کیوں افسوس ہوتے ہیں؟"

"چائے بنانا ہوں۔"

"نہیں ہرگز نہیں میں چائے پی کر آئی ہوں بس ایک الجھن سی ہے اس کے لیے مشورہ کرنا تھا۔"

”ہاں، بولیں۔“

”میں ایسے دور ہے پر کھڑی ہوں کہ کچھ کھائی نہیں دیتا۔“

”آپ بھروسہ کریں ہاتھ میں کاش میں کچھ اچھا کر سکوں۔“

”صنوبر بھائی میں ذہنت آپ کے احسان تلے دلی ہوں، وہ مجھے بیٹی سے بڑھ کر چاہتی ہیں میں ان سے دور جاتی ہوں تو وہ یہ صدمہ برداشت نہیں کر سکتیں۔“ وہ سانس لینے لگی۔

”تو آپ انہیں صدمہ دینا کیوں چاہتی ہیں؟“

”مجھوڑی ہے۔“

”کیسی مجھوڑی؟“

”بولی، بولی کا دیوانہ پن اس کی ضد جس میں اضافہ ہوا ہے کی نہیں۔“ اس نے جھکتے ہوئے بھی سب کہہ دیا۔

”ہنہہہ، تو؟“ صنوبر نے لمبی سی ہنہ کہہ کر مختصر اچھا چھا۔

”اس کی اور میری عمر میں فرق، میں نے اسے چھوٹا بھائی سمجھا اور وہ بچپن سے میرے خواب دیکھتا آیا۔“

”تو اس میں قباحت کیا ہے؟ بولی آپ سے کم عمر ہوگا لیکن ویسے تو جوان، بالغ ہے اور پھر یہ اعتراض اسے ہوتا تو ہوتا۔“ صنوبر نے بڑی سادگی سے کہا۔

”مگر میں نے اس کے لیے ایسا نہیں سوچا۔“

”شرمین، بہن، ہم کسی کے لیے کیا سوچتے ہیں یہ ہمارے اختیار میں کب ہوتا ہے؟ اور ویسے بھی کیا آپ کو عارض سے امید ہے کوئی۔“

”ہرگز نہیں مجھے سناں کا ملال ہے اور نہ امید مگر میں بولی کی شدید محبت کے باوجود اس سے محبت نہیں کرتی۔“

”آپ سے زیادہ کون جانتا ہے کہ محبت کتنی ناپائیدار چیز ہے۔ عارض کی دھوکہ دہی کے بعد تو مجھے اس لفظ سے نفرت ہوگئی ہے۔“ صنوبر کا حلق تک عارض کا ذکر کرتے ہوئے کڑوا ہو گیا۔

”بولی کی اندھی محبت کی وجہ سے ذہنت آپ سے نظرس ملانے کے قابل نہیں رہی وہ بولی کو میری وجہ سے برا بھلا کہتی ہیں۔ اس سے وہ بدظن ہو کر ملک سے بھاگنا چاہتا ہے مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا میں گھر سے آنا چاہتی ہوں تو وہ بھی ذہنت آپ کو منظور نہیں۔“

”آپ کو ضرورت کیا ہے ایک نئے امتحان کی۔ عمروں کا فرق کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کس کی خاطر یہ وجہ بنا رکھی ہے

آپ..... عارض ناپاک کوئی اور.....!“ صنوبر نے اپنے سپاٹ لہجے میں سوالیہ نشان لگایا۔

”کوئی نہیں۔ مگر بولی کے لیے بھی یہ گنجائش نہیں۔“

”گنجائش آپ نے نکالتی ہے۔“

”صنوبر بھائی، میں محبت کا اور کوئی تجربہ نہیں کرنا چاہتی، محبت کا کھیل میں نے کھیلنے والوں کی خود غرضوں میں دیکھا ہے۔“

”شرمین، بہن، یہ دنیا ہے یہاں قدم قدم پر نئے تجزیوں سے گزرتا ہے محبت کو بھی تجربہ ہی سمجھو نہیں تو اس لفظ کو

حزمت نصیب ہوگی دیکھنا کہیں آپ کو اس پر یقین آجائے گا اور پھر آپ کے لیے لازم نہیں کہ آپ بولی سے محبت کریں وہ

کرتا ہے آپ قبول کر لیں۔“ صنوبر نے اچھی طرح سمجھایا۔

”مگر.....“

"اگر ہکر میں نہ پڑیں سوچ نہیں اچھی طرح پھر فیصلہ کریں لیکن میرے خیال کے مطابق بوبی کے حق میں۔"

"صنفر بھائی، اس کی محبت بھی اچھی بن گئی تو۔"

"تو ماں پر غور نہ کریں اس میں ناممکن سے ممکن اور ممکن سے ناممکن کا تجربہ شامل ہے۔"

"ٹھیک ہے میں سوچتی ہوں۔" اس نے رضا مندی ظاہر کی۔

"گڈ سیزم ہی سی بات ہے کہ اب بھی کچھ ہاتھ میں تو نہیں ہے اگر بوبی نے بھی وہی کیا جس کا آپ کو ڈر ہے تو کون سا

نیا کام ہوگا عارضی کو یاد کر لیجیے گا۔" صنفر کے لہجے اور باتوں میں حد درجہ سنجیدگی اور سختی ہوئی نہیں تھی مگر آج شرمین کو محسوس

ہوا کہ صنفر بھائی کچھ بدلے بدلے سے ہیں۔

"آپ کچھ ریشان لگ رہے ہیں۔"

"میں کبھی زندگی کے کتنے تجربے سے گزر رہا ہوں بلکہ یوں کہیے کہ لوہے بوند بوند ہر پٹی رہا ہوں۔"

"کیا وجہ ہے؟"

"آپ کو محبت نے دھوکے دینے اور مجھے محبت کے لیے دھوکہ ملا۔" وہ زہر خند سا مسکرایا۔

"صنفر بھائی سب ٹھیک تو ہے۔"

"ہاں بظاہر سب ٹھیک، کیونکہ میری ای بہت خوش ہیں۔"

"لو ماں.....؟"

"میں اور زیبا الگ الگ رشتوں سے جرے ہیں۔ خیر میں چائے بنا تا ہوں۔" وہ ٹال کر اٹھنے لگا تو شرمین نے

مغذرت کر لی۔

"نہیں شکر پھر کسی وقت آؤں گی بلکہ بچے کے لیے بھی کچھ لے کر آؤں گی اب چلتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے مگر بوبی کو قبول کر لو۔" صنفر نے جانے سے پہلے پھر دہرایا تو وہ کچھ کہے بنا اجازت لے کر آ گئی۔



جب وہ گھر پہنچی تو زینت پامغرب کی نماز ادا کر رہی تھیں۔ وہ بھی نماز کا وقت قضاء ہو جانے کے ڈر سے تیزی سے

اپنے کمرے میں آئی تو وہاں بوبی اس کے بیڈ پر ناگلس لٹکائے بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے لی وہی دیکھ رہا تھا۔ اسے اچھا

نہیں لگا مگر نماز کی جلدی میں بیڈ بیک میز پر رکھ کر اوٹا روم میں مہسائی۔ جلدی سے دھو کیا جائے نماز بچھائی بوبی نے

کچھ کہنا چاہا مگر اس نے نماز کی نیت باندھ لی پھر پوری تسلی سے نماز ادا کر کے دعا مانگی جائے نماز سے اٹھی تو وہ بولا۔

"کب سے انتظار کر رہا ہوں۔"

"کیوں..... اور میرے کمرے میں ہی کیوں؟" اس نے خاصے تحمل سے کہا۔

"بستر اس کس پر ہے؟"

"پھوڑو۔"

"تیار ہو جاؤ اور دسر کلب میں میوزیکل شو ہے۔"

"اور مجھے اس قسم کی خرافات میں کوئی دلچسپی نہیں۔"

"کیسی خرافات؟"

"بوبی پلیز اپنے بچکانہ شوق اپنے تک رکھ کر دو۔" وہ چڑھئی۔

"موسیقی منسا بچکانہ شوق ہے۔"

”ہاں اور مذہب میں مماثلت ہے۔“
 ”بھولی کے ساتھ غزل سننا جائز تھا۔“ اس نے طنز کیا۔
 ”تو تم بھی بھولی کو ساتھ لے جاؤ۔“ وہ چل گئی۔

”میرا یہ مطلب نہیں تھا۔“
 ”دیکھو اس بے کار بحث کا میرے پاس وقت نہیں ہے۔“
 ”میرے ساتھ چلو۔“

”میں تمہارے ساتھ نہیں چل سکتی کیونکہ تمہارے مشاغل اور میرے مشاغل میں فرق ہے۔“
 ”کیا میری خوشی کے لیے میرا ساتھ نہیں دے سکتیں۔“
 ”یہ کوئی اچھا کام نہیں ہے جس میں ساتھ دیا جائے۔“
 ”اچھا تو پھر کھانا کھانے چلیں۔“ وہ خوش ہو گیا۔
 ”سوچا جاسکتا ہے۔“

”ہرے.....“ وہ اچھل پڑا۔
 ”بھولی..... چاکرانا کو بھی تیار کر دو وہ بھی جائیں گی۔“
 ”کیا؟“

”ہاں انہیں فریش ہونے کی ضرورت ہے۔“

”لو کے..... میں جاتا ہوں لیکن تم اچھا سا تیار ہونا ٹھیک آٹھ بجے چلیں گے۔“

وہ یہ کہتا ہوا خوشی سے چلا گیا اور وہ بڈ پر کچھ دیر کے لیے دراز ہو گئی۔ یوبی سے اسی لیے وہ فاسیلے پر رہتا ضروری سمجھتی تھی کیونکہ عمروں کا فرق روٹیوں میں دکھائی دیتا ہے۔ جو چیزیں لہجائی تھیں وہ ان سے گھبراتی تھی اس کا مزاج نہ بہت سنجیدہ تھا اور نہ بہت شوخ جبکہ یوبی صرف اور صرف شوخ اور آ زاد منش لوجوان تھا کسی بات کو محسوس کر لیا تو کر لیا اور شاپے انداز میں نظر انداز کر دیا۔ یہ درست تھا کہ وہ محبت بے پناہ کرتا تھا مگر محبت کی عمر لگنی ہوگی یہ سوچنے پر وہ مجبور تھی۔ یوبی کی محبت پانی کی تیر موج کی طرح سب کچھ بہا لے گئی تو شرمین پھر اعتماد کی کرچیاں کیسے جمع کرو گی؟ کیسے حوصلہ حاصل کر دے گی؟ کیا مفرد بھائی کے کہے پر غور کرنا چاہیے؟ شرمین شاید یہ کہ یہ بل غور کی پہلی بیڑھی پر تمہیں لے گیا ہے تم نے اتنی آسانی سے کھانے کی آفر کیسے تسلیم کر لی شاید تمہارے اعتماد یوبی نے نقب لگالی ہے کیسے تم سوچتے ہو؟“

”نہیں..... شرمین ابھی ایسا مت سوچو کوشش کرو لے سمجھانے کی بہلانے کی ہو سکتا ہے وہ سمجھ جائے کوشش تو کرو۔“

آخری ذہنی تاویل پر وہ پرسکون ہو کر مٹی اور تیار ہونے لگی۔



بلیک اور سی گرین اسٹاکس سوٹ میں غلطیوں کا دوپٹا ابھی سے سیٹ کر کے اس نے اپنا تنقیدی جائزہ لینے میں لیا تو دل چاہا کہ نازک آدیزے بھی بہن لے جانے کیوں اچھا سا محسوس ہو رہا تھا تیار ہوتے ہوئے ہلی چمکی اور ٹیچ لپ اسٹک بھی لگائی۔ آخر میں نازک سا سیاہ سینڈل پہن کر کمرے سے باہر نکلنے ہی والی تھی کہ گریے شلوار سوٹ میں ملیوں یوبی آ گیا اور بنا پلٹیں جھپکے بیٹھے پر ہاتھ باندھے کھنکھاتا ہوا کہا تو پہلی بار اس کی نگاہوں کی تپش سے اس کا کندنی حسن دیکھنے لگا۔

پلٹیں جھکا کر وہ خود بخود بیڈ کی سائیز ٹیبل کی دروازہ کھول کر کچھ تلاش کرنے لگی وہ بہت قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔

”شرمین..... کاش خود کو میری نظروں سے دیکھ سکتیں۔“ وہ عالم جذب میں تھا۔

”یوٹی بھجھایسے فریب کھانے کی عادت نہیں۔“ اس نے رکھائی سے جواب دیا۔
 ”یہ جو کہ نہیں نہ ہی فریب ہے تم اس قدر پیاری لگ رہی ہو کہ جی چاہتا ہے.....!“
 ”جی کو سنبھالو اور چلو۔“

”شرمین با یک بات بتاؤ۔“

”مگر چھو لیکن پلیز فضول بات نہ کرنا۔“

”تمہیں میری ہر بات جھوٹ کیوں لگتی ہے؟“

”اس لیے کہ یہ سب باتیں اپنی چھائی اس زمانے میں کھو چکی ہیں؟“

”محبت تو ہے۔“

”پلیز اس لفظ کی حقیقت سے میں تم سے بہتر آشنا ہوں۔“ وہ چڑھی گئی۔

”مغضب میری محبت جی نہیں۔“

”ہاں لیکن یہ تمہارے لیے ہی نہیں سب کے لیے کہہ رہی ہوں اسے ہم نے اپنی روزمرہ زندگی کا حصہ بنا لیا ہے۔ ہر

آدمی تو سیدناگ الاپ رہا ہوتا ہے۔“ وہ طنز یہ مسکرا کر بولی۔

”ہو سکتا ہے مگر مجھ پر یقین کرو میں تو ہمیشہ سے تم کو چاہتا ہوں۔“

”فارا کاڈ سیک تب بھی تب بھی مجھے لفظ محبت، چاہت پر نہ یقین ہے اور نہ آئے گا۔“

☆☆☆.....

”بہت دل چاہتا ہے کہ اپنے بیٹے کو باپ کا پیار دے دوں مگر پیار کسی دکان پر نہیں ملتا۔ اس کے کپڑے،

فیڈر، لوٹن، پاؤڈر جہاں خرچے سے تھے وہی پیار بھی خرید لیتی، لیکن تنگی میں بے بس ہوں مجھے صندل کے گھر سے

لوٹنا ہے اس کی نفرت بچا ہے کسی بے وفا کی محبت کا فریب میں نے کھایا تھا صندل ایک مرد ہے وہ معاف نہیں

کر سکتا ہے غلط نہیں ہے۔“ عبدالصمد کو تھپک تھپک کے سلاتے ہوئے وہ بہت آہستہ آہستہ بول رہی تھی۔ قریب

ہی تو حاجرہ بیگم اور جہاں آرا بیٹھی تھیں۔

”تم کوشش جاری رکھنا مجھے امید ہے کہ صندل بھائی بیٹے کے لیے ضرور کھلیں گے۔“

”اس میں شاید بہت زمانے لگ جائیں جبکہ مجھے تو جلدانا ہوگا۔“

”ہرگز نہیں تمہیں جلدی نہیں کرنی، خود سو جو عبدالصمد کا دنیا میں آنا اللہ کا کرم نہیں کیسے تم سے نفرت کرنے والا تمہارے

قریب آ گیا یہ بیٹا تو انہی کا ہے اس سے تو وہ انکار نہیں کر سکتے تو ایک دن وہ اسے اپنا میں گے بھی۔“ تنگی نے اس کا

سامن سٹ کر رکھتے ہوئے کہا۔

”کاش، ایسا ہو سکے۔“

”ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔“

”مجھے امی کا خیال آتا ہے وہ عبدالصمد سے جدائی برداشت نہیں کر سکیں گی۔“ اس نے خوش خوش باتوں میں مصروف

جہاں آرا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ تو اچھی بات ہے سہا نہیں سنیے سکا تا قریب کرو کہ صندل بھائی ہاتھ جوڑ کر خود تمہیں روکیں۔“

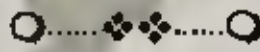
”خیر تم سناؤ تو کوری کسی چل رہی ہے۔“

”اللہ شہ۔“

”نفسی تمہارا بہت احسان ہے مجھ پر کہ تم میری امی کے ساتھ رہ کر ان کی تنہائی بانٹ رہی ہو کوئی مشکل ہے تو پلیز مجھے بتاؤ۔“

”ارے میں تو ایک سرانے سے گھر میں آگئی ہوں اور تنہائی تو ایک ماں نے میری پروردگری ہے ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے بہت قیمتی ہو گئے ہیں۔“ نفسی نے بتایا تو زیادہ مکمل انھی لسنے ماں کی بہت فکرتھی۔
 ”ویسا ایک تمنا اور خواہش ہے کہ تم دوسری شادی کر لو۔“ زربانے نے کہا تو وہ پہلے انھی اور پھر بولی۔
 ”یہ تو اب ساری زندگی نہیں ہو سکتا میں نے شادی کی اتنی اذیتیں جھیلی ہیں کہ سوچ کر بھی جگر جھری ہی آتی ہے۔“
 نفسی کے کہنے پر اسے یقین تھا مگر پھر بھی اس کے نزدیک تمہا عمر کیسے گزرے گی۔
 ”نفسی اچھے آدمیوں کی کمی نہیں ہے۔“

”بس پلیز مجھے آدمیوں پر دیر سرج نہیں کرنی باب تم فاطمی ایسا سا بان دو کیہ لو مندر بھائی آتے ہوں گے۔“
 ”بہنہ میں نے اس کی کچھ چیزیں اماں کے کمرے میں رکھی تھیں وہ لے آؤں۔ تم عبدالصمد کے پاس ہی بیٹھو۔“
 زربانہ کڑھ چکی تھی تو نفسی نے اسے ماضی کے کئی لمحوں پر نگاہ ڈالی۔ شادی کے نام پر کتنا زہر پیا تھا اس نے دیا زہر نہیں۔
 کوئی اپنا نہیں تھا تھا لڑتے لڑتے گھر کو خیر باد کہنا پڑا۔ اس نے کب چاہا تھا کہ اس کا گھر ٹوٹے وہ طلاق یافتہ بن جائے مگر جب برواشت جو اب دے گئی تو اسے یہ کڑوا گھونٹ بھرنا ہی پڑا تھا۔



بھولی کے گانے کی آواز دور دور تک جا رہی تھی۔ بولی کو اتنا دیکھ کر وہ ایک دم چپ ہو گئی۔ کیونکہ بولی کی خوشگیس نگاہوں کا مطلب یہی تھا کہ اسے گوارا لگا۔ بالوں میں پیلا پرائڈ ڈالے لہرائی ہوئی بھاگنا چاہتی گی کہ وہ گر جا۔
 ”بھولی.....“

”جی..... جی چھوٹے صاحب۔“ سر سے بھری آنکھیں اس کے گندمی رنگت کو بھاری تھیں۔
 ”جسمیں ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔“
 ”جی۔“

”کیا تمہارا گانا کمرہ کھتی ہو۔ بغیر گانے تمہارا کھانا ہضم نہیں ہوتا تم لڑکی ہو یا میراثی۔“ بولی نے اس طرح کہا کہ بابا بچن سے نکل کر آئے اور بھولی کو نظروں جو کائے رو دیکھ کر سمجھ گئے کہ کچھ غلط کیا ہے۔
 ”کیا ہو بابا؟“ انہیوں نے بولی سے پوچھا۔
 ”بابا یہ کیسی لڑکی ہے اس کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی۔“ بولی نے پوچھا۔
 ”کیا..... کیا ہے اس نے؟“
 ”یہ ہر وقت ناچ گانے میں کیوں مصروف رہتی ہے؟ میں نے کتنی آوازیں دیں مگر یہ گلا پھاڑ پھاڑ کر گانا گاری تھی۔“
 بولی نے بتایا۔

”کیوں بھولی کیا کہہ رہے ہیں چھوٹے صاحب؟“
 ”ماما جی میں اخبار سیدھے کے کہے رکھ رہی تھی حیدرہ ماہی نے کہا تھا۔“ بھولی سننا لئی۔
 ”تو گانا گانے کی کیا ضرورت تھی۔“ بابا اتنی سے بولے۔
 ”میں بھول گئی تھی۔“
 ”کیا..... کیا بھول جاتی ہے تو؟“ بابا کو غصا آیا۔

اسی اثنا عشرین آفس کے لیے تیار ہو کر آگئی اور بولی۔

”کیا ہو گیا ہے بابا کیوں ڈانٹ رہے ہو؟“

”یگانگانے سے بعض نہیں آتی چھوٹی بی بی۔“ عادل بابا نے کہا۔

”کوہو..... تو کیا ہو گیا، گانے پر پابندی کیوں؟“ وہ بھولی کے قریب کھڑی ہو کر اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے بولی۔

”شرمین اس کی آواز دور تک جا رہی تھی۔“ بولی بولا۔

”تو..... تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کیونکہ تمہیں بھی تو گانا بجانا پسند ہے۔“ شرمین نے ہلکے سے مزاح کے ساتھ کہا۔

”اس کا گانا..... منہ۔“ وہ جھلایا۔

”بھولی تم میرے کمرے میں جا کر صفائی کرو، میرے دھنسنے والے کپڑے اکٹھے کر لو اور دھوا کر پریس بھی کرنے ہیں“

جاؤ شاہاش۔“ شرمین نے بھولی سے کہا وہ دوڑ کر وہاں سے غائب ہو گئی۔ بابا ناشتہ لگوانے کے لیے کچن کی طرف چلے گئے

تب شرمین نے بولی سے کہا۔

”کیوں اس معصوم کو ستاتے ہو یہ اس کی آواز سے اندر کی آواز اگر پہرے تھاؤ گے تو دم گھٹ جائے گا۔“

”شرمین یہ تم کہہ رہی ہو تمہیں تو موسیقی پسند ہی نہیں۔“ وہ بولا۔

”مجھے تو اور بھی بہت سی باتیں پسند نہیں مگر بھوتہ کرنے کی کوشش کرنے لگی ہوں۔“ اس نے ذومعنی بات کہی جو کہ بولی

کو مطمئن نہیں ہوئی۔

”مطلب۔“

”کچھ نہیں۔“

”بتاؤ نا۔“ وہ اڑ گیا۔

”یاب تک سلپنگ سوٹ میں کیوں ہوا؟ آفس کی تیاری کب ہوگی؟“ اس نے موضوع ہی بدل ڈالو۔

”میں نیند کے شمار سے اس بھولی کی آواز سے نکلا ہوں۔“ وہ محبت پاش نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

”واہ..... اس کا مطلب ہے بھولی کی آواز میں اتنی کشش ہے کہ وہ تمہارے باہر لے آئی۔“ اس نے

چبھتی ہوئی بات کی۔

”میرا یہ مطلب نہیں تھا۔“

”اچھا اب چلو تیار ہو کر آؤ شاہاش دیر ہو رہی ہے۔“

”یہ بچوں کی طرح فریٹ نہ کرو پلیز۔“

”بولی..... اس نے گھورا۔

”جی..... بی بی لو۔“

”ہف.....“ وہ گھورتی ہوئی زہنت آبا کے کمرے کی طرف چلی گئی۔ کیونکہ نہیں ناشتے سے پہلے کی میڈیسن وہی

کھلاتی تھی۔ ناشتے کے بعد بھی ایک گولی بلڈ پریشر کی دینی لازمی تھی۔

○.....○

ایش ٹرے سگریٹ کے لودہ جلے کلڑوں اور آکھ سے بھر چکی تھی۔ کمرے کی فضا بھی دھوئیں سے آلودہ تھی۔ ہاہر ٹگ جاسا

اجلا تھا۔ غامی کا اسٹاف کے ساتھ ڈنر تھا وہ ان کے اصرار کے باوجود نہیں گیا سرور کا بہانہ بنا کر ٹال دیا۔ ان کے جانے

کے بعد یادوں کے جھوم میں سگریٹ پھونکنے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ سوچ تھی خود سے تکرار تھی ملامت تھی عداوت تھی اپنے

آپ سے سوال تھے جن کے جواب نہیں تھے۔ کسے معلوم تھا غارِ تمہاری محبت کا چمن لوں ویرانے میں بدل جائے گا۔ تم جس سے بے پناہ محبت کرو گے وہ یوں تم سے جدا ہو جائے گا۔

مجھے معلوم ہے مجھے تسلیم اسے بھی مجھ سے محبت ہوگی مگر شاید حالات نے اسے اظہار کی مہنت نہیں دی ہوگی۔ شاید اسے موقع دیتے تو وہ اظہار محبت بھی کر لیتی۔

”لیکن وہ صبح احمد..... وہ صبح احمد کی محبت بھی تو ہے صبح احمد اس کی تصویر سینے سے نگائے پھرتے ہیں کاش کبھی وہ بارہ لیں تو میں انہیں شرمین جیسی محبت کی واوے سکوں۔ وعادے سکوں۔“ اس نے سوچتے سوچتے آنکھیں موند میں۔ تو میں اسی لمحے ذور تیل بھی تو وہ وال کلاک پر نظر ڈال کر یہ سوچتا ہوا باہر نکلا کہ بابا اتنی جلدی آگئے ہیں مگر دروازہ کھول کر وہ متحیر رہ گیا سبنا بارش میں بھیگ رہی تھی۔ اس کی حیرت ابھی دور نہیں ہوئی تھی کہ وہ اسے دیکھ کر اندھا گئی اپنے نیلے بالوں سے پانی جھکتے ہوئے بولنے لگی۔

”اوہ مٹی گاڈ جسٹ گھر سے نکلی تھی تو بارش کا نام نشان نہیں تھا آپ کا ایڈریس ڈھونڈنے میں جو وقت لگا اسی میں بارش شروع ہو گئی۔“ وہ بے تکلفی سے خود کو گری پہنچانے کے لیے پیٹر کے قریب بیٹھ گئی وہ مسلسل حیران پریشان گھبراہٹ میں۔

”اوہ مسز عارض اب حیرت سے باہر نکلو اور گرا کر کافی پلاؤ۔“ اس کی بے تکلفی کے باعث عارض کی حیرت غصے میں بدل گئی۔ وہ چلا اٹھا۔

”یہ میرا گھر ہے تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے گھر میں میری اجازت کے بغیر داخل ہونے کی۔“ سبنا کے لیے یہ رد عمل قطعاً پریشان کن نہیں تھا وہ مزے سے لٹو پیہر سے اپنے بند جوتے جو کہ بارش کے باعث اوپر سے تیلے ہو گئے تھے انہیں صاف کرتے ہوئے بولی۔

”ویسے یہ کیسی بڑھی کیا چیز ہے چک جھکتے میں آپ کا ایڈریس سرچ ہو گیا۔“

”سبنا پیہر آپ جاؤ میری آپ کی کوئی بے تکلفی نہیں ہے۔“

”میری تو ہے آپ کی طرف سے امید ہے۔“

”آپ جاؤ میرے بابا آنے والے ہیں۔“ اس نے کسی حد تک نرمی سے کام لیا۔

”عارض! جب میں نیویارک آ رہی تھی تو میں نے سنا نے کی ہر ممکن کوشش کی مگر میرے بیچھ نے اپنے کزن اشوک کے لیے مجھ سے پر مجبور کیا اب اشوک سے بیچ کر میں تمہیں ملتا گئی وہ پہلی بار چو کے گھر آ رہا ہے۔“

”اس کہانی سے میرا کیا تعلق؟“ وہ زچ آ گیا۔

”تعلق ہی تو بتا رہی ہوں مطلب مجھے نیویارک میں اشوک سے نہیں تم سے ملنا ہے۔“ وہ سادگی سے بولی۔

”وہاں.....؟“ وہ دھاڑا۔

”دھیرج میں نے تمہاری زبان بولی ہے اچھا اب کافی پلیز۔“ وہ اٹھ اٹھی۔

”دیکھو اب تم جاؤ میرے بابا مجھ سے سارا میں ہوں گے۔“

”کمال ہے یہ امریکہ ہے یہاں بھی ڈرتے ہو۔“ وہ ہنسی۔

”قارگاڈ سیک اب جاؤ۔“

”میں نے تو سنا تھا کہ پاکستانی مہمان نواز ہوتے ہیں۔“

”میں ہرگز نہیں ہوں۔“ وہ صاف کہہ کر بے زاری سے دیکھنے لگا۔ وہ انھی اور کافی قریب آ کر دھیرے سے بولی۔

”پھر بھی فرق نہیں پڑتا۔“

”پلیز.....“

”لو کے بارش میں نکال رہے ہو۔“ وہ اپنا پرس اٹھا کر دروازے تک ہی پہنچی تھی کہ ڈور بیل بج اٹھی۔ عارض سنائے میں آ گیا۔ کیونکہ دروازے کے باہر سے بابا اور منیجر صاحب کی آوازیں صاف آ رہی تھیں مگر دروازہ تو کھولنا ہی تھا جو نہی دروازہ کھولا تو سنبھلا۔ سے پہلے آجکی اور منیجر صاحب امداد گئے وہ اٹک سکے زنی کہہ کر چلی تو گئی مگر آجکی کی نظریں دروازے پر جم گئیں۔ وہ شرمندہ سا منمنایا۔

”بابا..... یہ منیجر ز میں سے.....“

”اس کے لیے آپ میرے ساتھ ڈنر کے لیے نہیں گئے۔“ بڑی بددلی سے انہوں نے کہا اور بیٹھ گئے۔

”منیجر یہ تو ویسے ہی بارش کی وجہ سے آ گئی۔“ وہ ہلکایا۔

آجکی نے ایک سر دھسائیں بھرا اور ہاتھ کے اشارے سے منیجر صاحب کو جانے کی اجازت دی اور پھر اس سے مخاطب ہوئے۔

”عارض یہ چار کمروں والا پارٹمنٹ لینے کی وجہ جانتے ہو شاید نہیں۔“ وہ بولتے بولتے رکے۔

”بابا.....“

”صرف اتنی ہی وجہ ہے کہ میں یہاں رہنا پسند نہیں کرتا۔ عارضی وقت کے لیے آتا جاتا رہا یہاں کی تہذیب یہاں کے طور طریقے مجھے اپنے وطن کے مقابلے میں منظور نہیں اور وہی بات مذہب کی تو مذہب پر تو کوئی مجھوتہ میں ہرگز نہیں کر سکتا۔ لوگ مجھے یہ کہتے ہیں کہ نیویارک میں بہت بڑا شاندار گھر مجھے کھنا چاہیے۔ لیکن میرا کہنا ہے کہ نہیں ہمیں یہاں مستقل رہنا پسند نہیں لیکن اب ایسا لگتا ہے کہ تمہیں یہیں رہنا ہے۔“ وہ بڑی اٹھوٹیل بات کر کے تیزی سے اٹھے اور اپنے کمرے میں بند ہو گئے۔

اس نے بابا کا موڈ اس قدر آفس کبھی نہیں دیکھا تھا ہمیشہ ہنسنے مسرانے واسلے بابا کے چہرے پر سنجیدہ ہی کیفیت طاری تھی وہ بالکل خاموش تھے۔ یقیناً رات کے واقعے کے اثرات تھے لاکھ طریقوں سے اس نے انہیں سنبھالنے سے لاتعلقی کا یقین دلایا تھا مگر لگتا تھا کہ انہوں نے ذرا سا بھی یقین نہیں کیا تھا۔ اسے سنبھالنا پر سخت غصا آ رہا تھا۔ اس کو گھر آنے کی ضرورت کیا تھی اور اس نے کب ان کی ہمت بڑھائی تھی۔ بنا وجہ اس کی موجودگی نے منیجر صاحب اور بابا کی غلط فہمی کو سو فیصد یقین میں بدل دیا تھا راستہ کو ہی بالکل خاموش ہو کر اپنے کمرے میں چلے گئے تھے اور اب بھی ہشتے کے لیے دوبارہ بلانے پر بھی وہ کمرے سے نہیں آئے مجبوراً زنی اٹھا کر وہ کمرے میں آ گیا۔ لیکن ان کی خاموشی توڑنے کے لیے اسے سوچنا پڑا تھا۔

”بابا آپ کی خاموشی بے سبب ہے۔“

”مجھ کو ہے کہ میری غلط فہمی کا ثابت ہوئی۔“ وہ چائے کی چسکی لینے کے بعد بولے۔

”بابا نجاش تو غلط فہمی کی بھی نہیں ہے۔“

”چھوڑو، میں کل کی فلائٹ سے جا رہا ہوں۔“ انہوں نے بہت لاتعلقی سی ظاہر کی تو وہ چپ چاپ اٹھا۔

”بابا میری بات پر اعتماد نہیں کر رہے ہیں آپ؟“

”اس لیے کہ تمہارا مرضی کاری کر رہا ایسے کارناموں سے بھر پڑا ہے، ابھی اتنی پیاری معصوم سی شرمین کو تم نے دھوکا دیا ہے اس لڑکی کی خاطر جو تمہیں اچھی لگ سکتی ہے مجھے نہیں۔“ وہ بہت سپاٹ لہجے میں کہہ رہا تھا دھونے کے لیے چلے گئے۔

”بابا یہ لڑکی کوئی فریڈ ہے یا دھوکہ، میں اسے نہیں جانتا اس کے لیے شرمین کو نہیں چھوڑا۔“

باتوں سے خوشبو آئے

۴۰ بیٹھے لہجے اور خوش خلقی سے محبت واجب ہو جاتی ہے۔

۴۱ جب عقل پختہ ہوتی ہے تو گفتگو ختم ہو جاتی ہے۔

۴۲ لالچ ہمیشہ کی فقیری ہے۔

۴۳ دوسروں کی غلطیاں بھول جاؤ لیکن اپنی غلطی نہ بھولو۔

۴۴ انسان کی قدر و قیمت کا اندازہ اس کے علم کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

۴۵ ہر رات کے بعد دن ضرور طلوع ہوتا ہے اور جو رات صبر سے گزار دی جائے اس کی صبح بہت حسین گزرتی ہے۔

۴۶ اچھا سوال کرنا آدھا علم ہے۔

۴۷ وقت کی قیمت اس کا بہترین استعمال ہے۔

۴۸ وہ فقیر ایک کمرل میں ہو سکتے ہیں لیکن دو بادشاہ ایک ملک میں نہیں رہ سکتے۔

ہاں سنیہم..... اورنگی ٹاؤن کراچی

"ہٹنا تمہوں دیکھا سچ بھوٹ مان لوں۔" وہ بہت مسخرانہ انداز میں اسے دیکھتے ہوئے بیٹھ گئے۔

"ہاں، کیونکہ یہ بھوٹ ہے محض اتفاق ہے، بابا آپ ایسا نہ سوچیں۔" اس نے پوری ہمت سے سمجھانا چاہا لیکن وہ یہ

سب مان لینے کو تیار نہیں تھے دوسری طرف موڑ لیا۔

"بابا..... پلیز مجھے یہ اذیت نہ دیں۔"

"یار کوئی اذیت نہیں ہے تم جو چاہو کرو۔" انہوں نے بھڑکا۔

"آپ سمجھ کیوں نہیں رہے؟"

"بس اتنی سی بات ہے کہ اس غیر مسلم عامی شکل صورت والی لڑکی کی خاطر یہاں بیٹھے ہو اور شرمین کو مسترد کر دیا۔"

آغا جی بولے۔

"کس نے کہا؟"

"کون کہے گا سب واضح ہے اگر شرمین کو اس کی وجہ سے نہیں چھوڑا تو چل کر بتاؤ۔" انہوں نے شش و پنج

میں گرفتار کر دیا۔

"بابا شرمین کے خداداد کوئی اور بات بھی کر لیں۔" وہ جھنجھلا سا گیا۔

"تو یہ حقیقت ہے کہ یہی ہندو لڑکی اصل وجہ ہے۔" انہوں نے ایسے کہا کہ وہ کچھ نہ بول سکا یا شاید بولنے کا سمجھنا نہ

نہیں رہا تھا۔

"نھیک ہے آپ رہیں نیویارک میں مجھے کوئی شکایت نہیں میں جا کر شرمین سے معافی مانگ لوں گا استے آپ کی

اصل صورت دیکھا اور گا۔ بس یاد رکھنا کہ شرمین جیسی لڑکی تمہیں دوسری نہیں مل سکتی۔"

"سچ کہا آپ نے۔" وہ افسردہ سا ہو گیا۔

"پھر بھی، پھر بھی کوئی احساس نہیں۔"

"بابا کچھ سمجھنے کی کوشش کریں شاید میرا کچھ تصور ہو مگر ایسا ضروری تھا۔" وہ بولا۔

"تو ٹھیک ہے سیدھے ٹھونک کر کہو کہ یہ لڑکی آپ کی زندگی میں ہے، ہاں یا نہیں؟" انہوں نے کہا تو وہ چاہتے ہوئے بھی

کچھ نہ بول سکا اور آغا جی نے یقین کرتے ہوئے آخری جملہ بوقت سے کہہ دیا۔

”جانتا ہوں اس لڑکی کو کبھی تم جلد چھوڑ دو گے۔“ آغا جی اٹھ کر کمرے سے باہر چلے گئے وہ بیخوارہ گیا۔

آغا جی کی شدید ناراضگی کے باعث وہ سخت مشتعل ہو کر اس کی تلاش میں کافی شاپ اور پھر اسی ہوٹل میں پہنچا۔ تو وہ وہیں ہال میں ایک الگ تھلگ سی میز پر سوچ میں گم بنی تھی۔ سامنے بانی کا گلاس رکھا تھا جو شاید تھوڑا سا ٹی کر چھوڑ دیا گیا تھا۔ وہ تیزی سے اس کے قریب گیا جھٹکے سے عین سامنے والی کرسی کھینچ کر بیٹھا تو وہ چونکی اور پھر خوش ہو کر مسکرائی۔

”تمہیں کس نے یہ حق دیا کہ میرے گھر میں قدم رکھو۔“

”یہ بات آپ مجھے کہہ چکے ہو، نئی بات کرو۔“ وہ حد درجہ ملیکانہ تھی۔

”میرے بابا نے مجھ پر الزام لگایا اور ناراض ہو گئے میں آپ کو جانتا تک نہیں۔“ وہ شدید غصے کے باوجود لہجہ دبا دبا

اختیار کیے ہوئے تھا۔

”تو جان لو مائی ایم بخنار اٹھو اور...!“

”جسٹ شٹ اپ بلا وجہ دخل انداز ہو رہی ہو۔“ اس نے بہت غصے میں جھڑکا۔

”کیا اس پر اے دلہن میں کس سے بات کرنا جرم ہے۔“

”ہے یا نہیں، مگر میں اور طرح کا ہوں آپ سے میل جول نہیں رکھ سکتے۔“ اس نے صاف صاف کمرے

انداز میں کہا۔

”ہم ایک دوسرے کی بھانجا سمجھتے ہیں۔ ایک اپنائیت سی محسوس ہوتی ہے۔“ وہ بولی تو وہ سنا پا ہو گیا۔

”حد ہے کسی بھانجا کی اپنائیت؟ میں سمجھ سکتا ہوں مگر میں یہاں کسی لڑکی کے چکر میں نہیں ہوں جو آپ نے آگے چل کر کہنا ہے اس کے لیے ابھی سوچی۔“ وہ بہت چمک کہہ گیا۔

”کیا کہنا ہے؟“

”پلیز مجھ پر ناظم صنایع نہ کرو۔“

”عارض مجھے صرف اچھے دوست کی ضرورت ہے اور کچھ نہیں۔“ وہ بہت نرمی سے میز کی سطح پر ناخن سے اپنی سیدھی

لیکرس بناتے ہوئے بولی۔

”کس بھانجا میرا چچا چھوڑ دو گس۔“ وہ یہ کہہ سانسے لگا۔ تو وہ کچھ پر عجیب سی نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔

”میرے جذبے صرف خالص ہیں ان کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں، جذبات نہ بند ہوتے ہیں نہ مسلمان بس پوتر

ہوتے ہیں۔“

”میرے پاس جذبات ہی نہیں ہیں۔“ وہ جھک کر لولا۔

”عارض آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہو مجھے آپ کے خیالات سے اتفاق نہیں۔“

”اچھی بات، بجا بجا سندرہ مجھ سے برا بھلا نہ کرنا۔“

”تو آپ واپس چلے جائیں۔“ اس نے برجستہ کہا۔

”کیا؟“ وہ حیران ہو گیا۔

”ہاں ورنہ میرا تو سامنا ہے گا میں کچھ عرصہ یہیں ہوں۔“

”مجھے کچھ لیبر تو دینا نہیں۔“ اس نے گورا جواب دیا۔

”عارض از غدی ایک حسین شخص ہے۔“ اس نے کہا۔

”لیکن یاد رہے مجھے آپ سے دوبارہ نہیں ملنا۔“

”ہا ہا۔“ وہ ایسے ہنسی جیسے اس کی بات کا تسخیر اڑا رہی ہو۔

”سنو..... میں تمہیں دوبارہ دیکھنا نہیں چاہتا۔“ وہ یہ کہہ کر چلا گیا تو سبنا ہنسنے لگی اتنا ہنسی کہ ارد گرد کے لوگوں نے تعجب سے دیکھا تھا ہنسنا تعجب فیز تھا اور پھر اس میں رونا شامل ہو گیا۔ آسو بہنے لگے سب حیران نظروں سے اسے رونا دیکھ رہے تھے۔

”لیکن، میں تمہیں ہمیشہ دیکھنا چاہتی ہوں۔“ وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی لیکن جسے کہہ رہی تھی وہ وہاں موجود نہیں تھا جاچکا تھا بلکہ سبھی یا ہی نہیں تھا جانے کہاں سے لے کر کھائی دیا اور اس کے من کو اچھا لگ گیا۔



منیجر صاحب مجرموں کی طرح اس کے جیمبر میں کھڑے تھے۔ وہ شعلہ بارنگا ہوں سے انہیں گھور رہا تھا۔ سبنا کے بارے میں آغا جی کو انہوں نے ہی اطلاعات فراہم کی تھیں۔

”آپ کی غلط اطلاع نے بابا کو بدظن کر دیا معلوم ہے ایسا پہلی بار ہوا ہے وہ مجھ سے بات نہیں کر رہا ہے واپس جانے کا آپ نے ٹکٹ بھی کر دیا آپ ایسا کر سکتے ہیں۔ مجھے حیرت ہے۔“ وہ بولنا چلا گیا۔

”سر..... آغا صاحب نے مجھے یونیورسٹی کی روزنوں پر پوچھتے تھے۔“

”تو آپ مجھ سے کنفرم تو کر لیتے۔“

”آغا صاحب نے بتایا کہ کسی لڑکی کا چکر ہوگا تو مس سبنا کی وجہ سے یہی لگا کہ آپ دونوں میں ریلیشن ہے۔“ منیجر صاحب نے جھجکتے ہوئے کہا۔

”تو یہ مجھ سے پوچھتے ہیں سبنا کے بارے میں کچھ نہیں جانتا یا آپ کو پتا نہیں چلا وہ کافی شاپ میں ریسٹورنٹ میں ملی اور پھر میرے پیچھے بڑھی یا آپ نے سبنا کو نہیں بتایا۔“

”سر..... سواری میں نے آغا صاحب کو لوہہ کھنکھنایا۔“

”گور کچھ ہے بھی نہیں آپ کیا کہیں گے؟“ وہ طنز یہ مسکرایا۔

”سواری سر۔“

”آپ کے سواری کہہ دینے سے بابا کا ذہن صاف ہو جائے گا؟“

”سر..... آپ سر کے ساتھ واپس چلے جائیں تو خود بخود حالات نارمل ہو جائیں گے۔“ منیجر صاحب نے حل تجویز کیا

تو اسے غصا گیا۔

”آپ کو واپس پاکستان نہ بھیج دیا جائے؟“

”سواری سر سٹی سواری۔“

”منیجر صاحب وہ لڑکی مجھے پاگل لگتی ہے آپ نے یہ نوٹس نہیں کیا اور رانی کا پہاڑ دیا۔“ وہ بڑبڑا کر اپنی کرسی سے اٹھا اور سیدھا بابا کے آفس میں آ گیا۔ آغا جی کچھ اہم فائلیں سائن کر رہے تھے اس کے آنے پر کوئی نوٹس نہیں لیا، کچھ بڑبڑا کھڑا دیکھا رہا پھر بول اٹھا۔

”بابا مجھے معلوم ہے آپ دانستہ مجھ سے بات نہیں کر رہے۔“

”یار مجھ میں اخلاقی قدریں ابھی زندہ ہیں۔ میں آپ کی طرح دیوالیہ کبھی نہیں ہو سکتا فرمائیے۔“ انہوں نے خاصے

چہرے ہوئے لہجے میں کہا اور ہینک تار کر میز پر رکھ دی۔

”بابا آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟“ وہ بولا۔

”اس لیے کہ ہو کہ دینا اپنے عہد سے پھر جانا جموٹ بولنا کیا اخلاقی قدریں ہیں آپ تو شاید ہمیشہ سے ایسے ہی تھے میں نے لاڈ پیار کی عینک تار کر دی کھائی نہیں۔“

”آپ غلط سوچ رہے ہیں میں نے کچھ ایسا نہیں کیا۔“ وہ تقریباً زچ ہو گیا۔

”تو پھر شرمین کے لیے واپس چلا ثابت کرو اس لڑکی سے تمہارا کوئی رشتہ نہیں۔“ انہوں نے فیصلہ کن انداز میں کہا تو وہ ساکت ہو گیا۔

”بس، کوئی جواب نہیں ہے نا۔“ آغا جی نے کہا۔

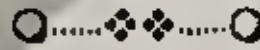
”مجھے کچھ نہیں کہنا۔“ وہ نقطہ یہ کہہ سکا۔

”اب آئندہ یہ مت کہنا کہ میں غلط سوچتا ہوں اور تم نے ایسا نہیں کیا۔“ وہ بڑی سختی سے کہہ کر اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔

”بابا.....“ کچھ دیر کے بعد اس نے خاموشی توڑ دی۔

”سواری آپ جا سکتے ہیں مجھے ضروری کام نپٹانے ہیں۔“ انہوں نے اجنبی لہجے میں جواب دیا۔

”نہک ہے۔“ وہ غصے میں کہہ کر چلا گیا۔ آغا جی نے ناسف سے سر د آہ بھری اور کام چھوڑ کر گہری سوچ میں گم ہو گئے۔



”ہم انسانوں کی دنیا میں کیا محبت شناسی کا انقلاب آیا ہے کہ ہم نے محبت کو بھی بھٹکنے پر مجبور کر دیا ہے اب محبت بھی آبلہ پا ہو کر لفظوں سے نکل کے کبھی ساحل پر پھیلی رہتے میں اتر کر کبھی پانی کی سطح پر بننے والے بلبلوں میں ڈھل کر کبھی تھیلوں کے رنگوں میں بکھر کر، یا کبھی موسم کے قلب میں بھل کر اپنے معنی اور مفہوم تلاش کرتی ہے جبکہ کتنی آسانی سے ہم خود محبت کو ہی فریب دے کر دیوہروں کو یہ یقین دلارہے ہوتے ہیں کہ ہم آپ کے بنا ہی نہیں سکتے اور پھر جی لیتے ہیں۔“

بڑی دیر سے وہ یہی سوچ رہی تھی دل اور دماغ میں بونی کے لیے گنجائش نکالنے کی کوشش جاری تھی اور عقل کی ترازو یہ تول رہی تھی کہ بونی کتنی محبت کرتا ہے صحیح احمد کی طرح یا عارض کی طرح اور یا پھر نواز شہ صاحب کی طرح یہ فیصلہ سنا مشکل ہو رہا تھا اس نے زینتہ با کی خاطر ہفصہ کے کہنے پر بونی کے لیے سوچنا شروع کر دیا تھا مگر فیصلہ کچھ بھی نہیں کر پار ہی تھی۔

بھولی کپڑوں کی الماری میں کپڑے بیٹ کر رہی تھی ساتھ ساتھ کچھ گتلا رہی تھی بونی اچانک کمرے میں آیا تو اس کی گتلا ہٹ بند ہو گئی۔

”لوں ہنہہ کتنی عجیب سی اسمبل ہے کمرے میں بھولی جاؤ یہاں سے۔“ اس نے ناگواری سے کہا۔

”لوہو... کیا ہو گیا ہے بونی۔“ شرمین کو اچھا نہیں لگا بھولی بے چاری شرمندہ سی ہو گئی۔

”جاؤ کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہو، کپڑوں میں سے بھا رہی ہے۔“ اس نے براہ راست بھولی کو کہا تو وہ نمکین آنکھوں کے ساتھ فوراً چلی گئی تب شرمین نے بہت سنجیدگی سے کہا۔

”بہت بری بات ہے کسی کی اتنی تذلیل کرنا۔“

”یاد نہیں ہو نہیں آ رہی تھی۔“

”برداشت کرتے ہیں۔“

”ویسے بھی میں تمہارے پاس بیٹھنا چاہتا تھا۔ تمہیں دیکھنا چاہتا تھا۔“ وہ شوخ ہو گیا۔

آنچل ❀ ہنسی ❀ ۲۰۱۵ء 94

”جی فرمائیے۔“

”شرمین والا تک ڈراما یو پر چلیں۔“ بوبلی نے کہا۔
”کیوں؟“

”دل چاہ رہا ہے۔“ وہ بولا۔

”دل کو سنبھالیں سمجھا میں مجھے ضروری کام کرنے ہیں۔“ اس نے کہا۔

”شرمین، میرا سوزن خراب کرو۔“

”بوبلی مجھے بچھپانا پسند نہیں۔“

”مجھے پسند ہے۔“

”تو جاؤ پھر کروا پٹی مرضی۔“

”تمہارے ساتھ جانا ہے۔“

”مجھے نہیں جانا تمہاری ضد پر ہی میں پریشان ہوتی ہوں۔“

”تم کب میرے لیے مطمئن ہوگی؟“

”جب میرا دماغ تمہیں قبول کر لے گا۔“ اس نے مسکرا کر کہا تو وہ درط حیرت میں غوطہ لگا کر باہر نکلا اور خوشی سے چلا یا۔

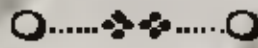
”ہرے، سچ شرمین تم نے یہ بہہ کر مجھے خوش کروایا۔ میں مانا کو جتنا تا ہوں۔“

”کیا..... کیا بتاؤ گے؟“ وہ بولی۔

”یہی کہ تم میرے بارے میں غور کر رہی ہو۔“ وہ معصومیت سے بولا تو اسے ہنسی آ گئی۔ اسے ہنستا چھوڑ کر وہ بھاگ کر

کمرے سے نکل گیا وہ سچ میں اس بات پر ہی حیرت چھوڑ کر خوش ہو گیا تھا۔ شرمین کو اس کی معصومیت پر پہلی بار بہت پیمانہ آیا تھا۔

”بوبلی تم نے کیا سوچنے پر مجبور کر دیا۔“ وہ ہولے سے بڑبڑائی۔



”منہی شوہر کے گھر میں رہتا اس بات کی دلیل نہیں کہ بیوی شوہر کے دل میں بھی رہائش پذیر ہو، مٹی چونے کی

دیواروں کے بیچ رہنے اور ان میں چنے جانے میں کیا فرق ہوتا ہے یہ یا تو انارکلی جانتی تھی یا پھر شوہر کے دل سے نکلنے والی

بد نصیب بیوی۔“

”بی بی پوزٹیو ڈیٹیز۔ ضروری نہیں کہ تمہارے ساتھ ایسا ہی ہو، مٹی ایسا مت سوچا کرو۔“ منہی نے اس کی ماہر سی کو تسلی میں

بد لگنے کی خاطر کہا۔ وہ محسوس کر رہی تھی کہ آج زبیر زیادہ ہی افسردہ اور مایوس ہے۔ اسے فون کر کے بلایا تھا اب وہ مسلسل

اسی باتیں اس سے کر رہی تھی۔

”سوچنا کیا ایسا تو ہوتا ہے، صدف کب تک امی کے کمرے میں پایا ہر تخت پر سوئیں گے سیدھے منہ بات نہیں کرتے

امی سے بھی اٹکتے رہتے ہیں کمپیوٹر پر کام کرنا ہوتا ہے میں شرمندہ ہوتی رہتی ہوں۔“ زبیر نے کہا۔

”کیوں..... کیوں شرمندہ ہوتی ہو، اپنے حق کے ساتھ ہو، مائیکس ایڈ جسٹ کرنا چاہیے۔“

”وہ نہیں کریں گے منہی، مجھے صرف امی کا خیال ہے عبدالصمد میں ان کی جان ہے میں کیسے یہاں سے جاؤں گی؟“

”تو ضرورت مٹی نہیں ہے تمہیں یہ گھر ہے تمہارا اور تم عبدالصمد کی ماں ہو، صدف بھائی حقیقت بدل نہیں سکتے اور نہ کھنا

کچھ دلوں بعد عبدالصمد سے انہیں انسیت ہو جائے گی۔“

”مشکل ہے ایک بار بھی غور سے نہیں دیکھا بلکہ اس کی آواز بھی اچھی نہیں لگتی۔“ زبیر نے سوائے ہوئے گول منوں

سے عبدالصمد کو پیار کرتے ہوئے کہا۔
”وقت بدلے گا تھوڑا صبر کرو۔“

”دم گھٹتا ہے بہت تیز لے ل کر تے ہیں۔ دل چاہتا ہے ہاڑ کر چلی جاؤں۔“ زریا کی آواز بھاری ہو گئی۔
”تو چلی جاؤ، جاتی کیوں نہیں۔“ صغدا غمگین اور طوفان کی طرح کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔ وہ دونوں
شرمندہ سی ہوئیں۔

”صغدا بھائی یہ گھر جانے کا کہہ رہی تھی۔“ نسیمی نے وضاحت کرنی چاہی۔
”مگر میں چاہتا ہوں کہ یہ چلی جائیں جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے میرا خون کھولتا رہتا ہے۔“ وہ بہت نفرت آمیز
نگاہوں سے زریا کو گھورتے ہوئے بولا۔

”میں چلی جاؤ گی۔“ زریا کو برا لگا۔
”کیوں چلی جاؤ گی، عبدالصمد کو اس کی دادی سے دور کیسے کرو گی؟“ نسیمی نے دانستہ اسے کچھ احساس
دلانے کی خاطر کہا۔

”ہیں یہی ترپ چال ہے آپ کے پاس میری ماں کو جذباتی طور پر بلیک میل کرو۔“ وہ طنزیہ لولا۔
”صغدا بھائی پلیز، اتنا وقت گزر گیا اب معاف کر دو۔ دیکھیں کتنا پیارا بیٹا ہے آپ کا۔ اسے چھو کر دیکھیں
گود میں لیں آپ کو اپنا بیٹا لے گا۔“ نسیمی نے عبدالصمد کو اٹھا کر اپنی گود میں بھرتے ہوئے اس طرح کہا کہ وہ کھینچ
جائے مگر وہ تو کھنچا ہی نہ تھا۔

”کاش، ایسا ہو سکتا۔“ وہ یہ کہہ کر چلا گیا زریا دیکھ سے مسکرا کر بولی۔
”دیکھ لیا میں اس شخص سے منت نہیں کرو گی جس روز ٹھکان لیا کہ جانا ہے تو گزر دوں گی۔“
”اور خالہ جان۔“ نسیمی نے صغدا کی امی کے لیے کہا۔

”میں بتا دوں گی کہ ہم دونوں ساتھ نہیں رہ سکتے۔“
”انف خدایا اللہ نہ کرے سچی ایسا ہو، یہ معصوم بچہ بکھر کے رہ جائے گا۔“ نسیمی کانپ رہی۔
”یہ اپنی ماں کی غلطی کی سزا جھکتے گا اس کا مقدر میں نے خراب کیا ہے۔“ زریا غمگین ہو کر بولی۔
”حاصلہ کھو مانہ محفوظ رکھیے گا سب بہتر ہوگا۔“

”نا ممکن ہے اور اب میں خود بھی نہیں چاہتی۔“ وہ بولی۔
”اللہ بہت طاقت والا ہے وہ دونوں کو دم کرتا ہے صغدا بھائی حقیقت تسلیم کریں گے۔“
”ولی تو چاہتا ہے کہ وہ ماشی کی بھول سا منتا جائے تو اسے لے کر دوں۔“

”وضع کرو، جاسے نے کہاں ہوگا شاید مر کھ گیا ہو۔“ نسیمی نے کہا۔
”تم عبدالصمد کے پاس رہو، میں ذرا پنجن سے ہو کر آتی ہوں۔ امی کو وقت پر کھانا دینا ہوتا ہے۔“ زریا یہ کہہ کر کمرے
سے باہر چلی گئی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ)





عشق و وفا
نریت جیس ضیاء

Scanned By Amir



کیا اندھیروں کے دکھ، کیا اُجالوں کے دکھ
 جب برا دیں مقدر کی چالوں کے دکھ
 دو گھڑی کے لیے پاس بیٹھو ذرا
 بھول جائیں گے ہم کتنے سالوں کے دکھ

چھوٹے سے لان میں وہ کب سے بارش کی بوندوں میں
 بھیک رہی تھی۔ شاکنگ پنک اور بلو کو مسٹیشن کے سوٹ
 میں وہ اسی موسم کا شوخ حصہ لگ رہی تھی۔ دونوں ہاتھوں کو
 پھیلائے آسمان کی طرف منہ کیے لیے بالوں کو پشت پر
 پھیلائے بچوں کی طرح موسم اُچھائے کر رہی تھی۔
 ”دل مینا! چلو اب بس بھی کرو کتنا بھیکو کی بیمار ہو جاؤ
 گی۔“ برآمدے سے سارہ بیگم نے آواز لگائی۔
 ”اوکے ماما آتی ہوں۔ بس تھوڑی دیر۔“ یوگن ویلیا
 کی نقل کے پاس آ کر اس نے ماما کو جواب دیا اور مہک
 اپنے اندر اتارنے لگی۔ اس کا دل شدت سے چاہ رہا تھا
 کہ آڈر آ جائے اور وہ موسم کا مزہ لطف اٹھانے ہی
 ذرا بجو پر نکل جائے کبھی کبھی دعا مین یوں بھی قبول
 ہو جایا کرتی ہیں۔ اس نے نگاہ اٹھائی تو گیٹ سے آڈر کو
 داخل ہوتا دیکھ کر سوچا۔
 ”پائے آڈر..... تمہاری عمر کتنی لمبی ہے ابھی تمہیں یاد
 کر رہی تھی۔“ ڈوڈر گیٹ تک پہنچی اور خوشی خوشی کہا۔
 ”واؤ زبردست۔“ آڈر نے اسے سر سے پیر تک
 والہانہ انداز میں دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”مجھے پتا تھا کہ تمہارا دل کیا چاہ رہا ہوگا تب ہی میں
 آ گیا چلو جلدی سے ریڈی ہو جاؤ۔“
 ”لوہ یو آرسو سویپ۔“ دل آویز نے آگے بڑھ کر اس
 کے گال پر پیار سے چٹی بھری اور اندر کی طرف بھاگی۔
 آڈر بھی ہنستا ہوا اس کے پیچھے پیچھے اندر چلا آیا۔
 ”اسلام علیکم ہانو، مانی۔“ لاؤنج میں بیٹھی ذکیہ بیگم اور

آج صبح سے ہی موسم بہت حسین ہو رہا تھا، وہ کمرے
 سے باہر آگئی، برآمدے کی سیزھیوں سے چھوٹے سے
 لان پر اچھی نگاہ ڈالی۔ وہی لان وہی پھولوں کی کیاریاں،
 سب کچھ ویسا ہی تھا۔ مگر اب اس کی دیکھ بھال کرنے والا
 کوئی نہ تھا۔ وہ جب سے مئی تھی ایک رات کے لیے بھی
 رکنے نہیں آئی تھی۔ کچھ پاپا سے ہراسی اور پھر وہاں کی
 ضرورت بن گئی تھی اس لیے بہت کم آئی اور جلد ہی نوٹ
 جایا کرتی تھی۔ لان کی حالت کافی خراب تھی اس نے سوچا
 لان کی صفائی کرے۔
 ”ارے بھگتن ذرا اچھی طرح دل لگا کر صفائی
 کرنا۔“ کہیں قریب سے آڈر کی شریا آواز ابھری۔ دل
 آویز نے چونک کر چاروں طرف دیکھا بارش کی ہلکی
 بوندوں کے ساتھ اس کی آنکھیں بھی ٹپ ٹپ پر سے
 لگیں اس کے بڑھتے قدم پر گئے اور وہ وہیں سٹی بیچ
 پر بیٹھ گئی اور بیچ کی پشت سے سر نکالتا نکھیں سونڈ لیں
 بے تحاشا آنسو بند پلوں کی ہاڑ توڑتے ہوئے سرخ
 گالوں پر پھسلتے چلے گئے۔
 موسم بڑا خوب صورت تھا بہار کی جولانیاں اپنی عروج
 پر تھیں بہار کی آمد کے ساتھ ہی موسم نے خوب صورت
 اُٹھرائی نے کر پینڈا نا تھا صبح سے پہلی ہلکی بارش سے زمین
 سے اٹھنے والی مٹی کی سونڈ کی خوش بو نے ماحول کو پر کیف بنا
 دیا تھا ہر چیز وحل دھلائی، ہر پودا ہر پھول نکھر کر سکرانے لگا
 تھا۔ درختوں پر بہار آئی تھی ایسے حسین موسم کی تو وہ بچپن
 سے دیوانی تھی۔ تب ہی تو ارد گرد سے بے نیاز مگر کے

جلدی آجانا۔" ذکیہ بیگم نے بہو سے کہا تو سارہ بیگم چپ ہو گئیں۔

"اوہ دادو..... آئی لویو۔" دل آویز نے ذکیہ بیگم کا ہاتھ چومتے ہوئے کہا اور ہنستی ہوئی آذر کا ہاتھ تھام کر باہر کی طرف چل دی۔

"اوہ..... چائیس کب سدھرے گی یہ لڑکی۔" سارہ بیگم نے اسے مھورتے ہوئے کہا۔

"انہد پانک میرے بچوں کی خوشیاں سلامت رکھنا انہیں ہمیشہ اسی طرح ہنسے مسکراتے آباؤ رکھنا۔" ذکیہ بیگم دونوں کو جاتا ہی کر دیا اس لیے لگیں۔

"آمین آمین۔" سارہ بیگم نے بھی بے ساختہ کہا۔

.....☆☆☆☆.....

ملک ریاض شہر کے مشہور بزنس مین تھے جنہوں نے اپنی محنت اور بیٹے کے ساتھ مل کر چھوٹے سے کاروبار کو وسیع کر لیا تھا۔ اسد ملک بڑے بیٹے تھے اور ان کے بعد زاہدہ تھیں ملک ریاض کے دو ہی بیٹے تھے۔

زاہدہ کی شادی انہوں نے بہت کم عمر میں اپنے تازہ زاد سے کر دی تھی اور اسد ملک کے لیے اپنے بھائی کی بیٹی سارہ کو پسند کیا تھا۔ ذکیہ بیگم کو بھی کوئی اعتراض نہ تھا سارہ بیگم بڑھی لکھی خوب صورت اور سلیقہ مند تھیں۔ یوں سارہ بیگم اسد ملک کی دلہن بن رہی تھیں گھر کا ہول بہت اچھا اور خوش گوار تھا اسد ملک کاروبار کے متعلق ہر مسئلے پر باہمی کی

راے اور مشوروں کو مقدم رکھتے اسی طرح سارہ بیگم ساس کی مرضی کا خیال رکھتی تھیں۔ زاہدہ بیگم کا ایک بیٹا آذر تھا جبکہ سارہ بیگم کے دو بچے شہروز اور دل آویز تھے۔ اچھی بھلی اور خوش گوار زندگی میں اس وقت بھونچاں آیا کہ اچانک

ملک ریاض کو ہارت ایک ہوا اور وہ جانہر نہ ہو سکے صدرہ اتنا اچھا تک اور غیر یقینی تھا کہ سب کے ہوش اڑ گئے اچھے بھلے ہستے بولتے، چلتے پھرتے، آفس جاتے آتے ملک ریاض یوں چھوڑ کر چلے جائیں گے کسی کے وہم و گمان میں

بھی نہ تھا۔ اسد ملک تو آنکھیں پھانڈے حیرت سے کفن میں اپنے لباہی کو دیکھے جا رہے تھے۔ وہ آج تک لباہی کا

پھر سارہ بیگم کو سہم کیا۔

"وہنیک السلام، کیسے ہو بیٹا گھر میں سب کیسے ہیں۔" ذکیہ بیگم نے نواسے کی پیشانی پر بوسہ ثبت کرتے ہوئے کہا۔

"بیٹا! تم آ رہے تھے تو زاہدہ کو بھی لے آتے۔" سارہ بیگم نے کچن سے قدرے اونچی آواز میں کہا۔ مائی واصل آپ کی لاڈلی بھانجی دو عدد شیطانوں کے ساتھ آئی ہوئی تھیں اور پھر نو ابھی شام کو ڈنر پانے والا تھا۔

اس لیے مماہزی تھیں۔ اس نے وضاحت دی تب ہی سارہ بیگم چائے لے کر آئیں ساتھ میں گرم گرم کچوریاں اور پکوزے بھی تھے۔

"ارے واہ مائی مزہ آ گیا آپ نے تو موسم کا لطف دو بانا کر دیا۔" گرم گرم کچوری پلیٹ میں نکال کر اس پر کچھ ڈالتے ہوئے آذر نے کہا۔

"ارے یار تم چائے پینے بیٹھ گئے۔" تب ہی دل آویز تیار ہو کر کمرے سے نکلی اور اسے چائے پیتا دیکھ کر اس کا منہ تن گیا۔

"کہاں کی تیاری ہے؟" سارہ بیگم نے دل آویز کو تیار دیکھ کر پوچھا۔

"مما آپ کو معلوم ہے ایسے موسم میں مجھے جھونکا پھرنا اچھا لگتا ہے، وہ تو آپ کے بھانجے صاحب کا آج نام مل گیا ورنہ انہیں کام سے فرصت کہاں ملتی ہے۔" اپنی بات واضح کرتے ہوئے آذر سے گلہ بھی کر ڈالا۔

"ہاں تو کوئی فالتو نہیں ہے تمہاری طرح اور کوئی ضرورت نہیں کہس جانے کی اتنے دنوں بعد وہ آیا ہے باتیں کرنے دو ہمیں۔" سارہ بیگم نے سر ہلش کرتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"دادو پلیز، مما کو بولیں ناں ہمیں جانے دیں اتنے دنوں بعد کراچی میں ہارٹ ہوئی ہے۔" وہ دادی کے گلے میں بائیس ڈال کر لاق سے بچوں کی طرح بولی تو آذر کو ہنسی آئی۔

"ارے سارہ جانے دو بچی کو ذرا گھومائے گی لیکن

ملے ہو چکا تھا آذر کو چھین سے ہی معصوم سی گوری رنگت لیے لیے بالوں وان دل آویز بہت چاروں گئی تھی اور دل آویز کو بھی آذر بہت اچھا لگتا تھا جو ہر لمبہ میں اس کا پائز بنا تھا یوں ہی ہنستے کھیلتے ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہوئے وہ بڑے بھی ہو گئے اور یہی خیال محبت اور پھر رشتے میں تبدیل ہونے جا رہا تھا۔

شہروز کے لیے سارہ بیگم نے اپنے منکے سے لڑکی پسند کر لی تھی اور فرخوڑ اور شہروز کی شادی طے ہو چکی تھی۔ شہروز کی شادی پر دل آویز نے خوب تیاریاں کی تھیں۔ اکلوتے بھائی کی شادی میں اکلوتی چھوٹی بہن کے تو انداز ہی نہ لے ہوتے ہیں۔ دل آویز نے بھی سب ارمان نکالے تھے۔ مایوں والے دن دوستوں کے ساتھ مل کر خوب ہلہ گلہ خوب ہنگامہ کیا۔ خوب گانے گائے لہریاں ڈانس اور خوب مزے مزے کیے۔ شادی والے دن جب وہ تیار ہو کر آئی تو آذر بس اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

جدید اسٹائل کے شرارے میں، خوب صورت جیولری اور میک اپ میں وہ غضب ڈھا رہی تھی۔ ہر نگاہ اس پر ٹھہر رہی تھی۔ آذر کو یہ عجیب سا لگ رہا تھا کہ جب کوئی اس کی تصویر اپنے میسرے میں قید کر رہا تھا۔ اس رات آذر نے اپنی مہاسے بات کرنے کا فیصلہ کیا اور صاف کہہ دیا کہ مہاسے آپ دل کے لیے میرا رشتہ ماموں سے مانگ لیں۔

"اوئے ہوئے مڈر گئے ہیں آج اتنی حسین لگ رہی تھی کہ کوئی بھی رشتہ نہ مانگ لے۔" پاس بیٹھی طوبی نے شرارت سے آذر کا سر ہلایا۔

"جی آبی۔" وہ ہر جھکا کر آہستہ سے بولا۔
 "واؤ....." طوبی زور سے ہنس دی مطلب یہ کہ ہم لوگ جو چاہ رہے تھے وہ تمہاری بھی خواہش ہے اور موصوف یہ بات دل میں چھپا کر بیٹھے تھے۔ "طوبی کا لہجہ بدستور شرارتی تھا۔

"گندیار۔" وہ بھی کھل کر مسکرایا۔
 شادی کے ہنگامے سرد پزے تو فرخوڑا کچھ دن کے لیے یکے چلی گئی مہا پاپا اور دادا اپنے اپنے کمروں میں تھے۔ دل

ہاتھ تمام سر آگے بڑھتے تھے اب بھلا کیسے وہ کاروبار لانا چاہی اور گھر کو سنبھال پائیں گے؟ اباجی نے جانتے جانتے سنی بڑی اور مشکل ترین ذمہ داریاں ڈال دی تھیں۔ دوسری جانب ذکیہ بیگم پر جیسے پہ نازاں ٹرا تھا۔ کتابز ادھو کا اچھا تھا۔ انہیں گھر کے معاملات چلانا، مشورے دینا اور ہر بات میں انوار رہنے والے ملک ریاض یوں اکیلا کر جائیں گے ذکیہ بیگم کے لیے بہت اذیت ناک تھا۔ دن سالہ شہروز ماٹھ سالہ طوبی اور سات سالہ آذر اور چار سال کی دل آویز بھی غم سے نڈھال تھے۔ دوستوں کی طرح ساتھ کھیلنے والے دلدادہ جی اور ماما جی خاموش ہو گئے تھے نہ ہنستے تھے نہ بچوں کے ساتھ کرکٹ کھیل رہے تھے اور نہ ان لوگوں کے جھگڑے سے ملے کر وار رہے تھے۔ وہ تو چسپ چاپ لینے تھے۔ نہ دادو کی ہچکچوں سے جاگے تھے نہ پاپا اور چھوٹی کی ہنسیوں ان پر اثر انداز ہو رہی تھیں۔ ملک ریاض کی تفریق ہوئی گھر کا ماحول یک دم ہی مگدہ ہو گیا تھا۔ ذکیہ بیگم ہر وقت روٹی رہتیں۔ زہدہ بیگم باپ کی کمی شدت سے محسوس کرتیں۔

اسد ملک تو جیسے نوٹ چکے تھے ہر بات میں ہر معاملے میں اباجی کی آئی ان کی ضرورت محسوس ہوتی۔ ایسے میں سارہ بیگم نے بڑے صبر اور جوصلے سے سب کو سنبھالا۔ رفتہ رفتہ حالات معمول چمکانے لگے۔ اسد ملک کے پیچھے اعظم صاحب بہت محنتی اور ایمان دار تھے۔ انہوں نے اس موقع پر پوری توجہ اور ایمان داری سے اسد ملک کا ساتھ دیا۔ ان کو تنہا ہونے کا احساس نہ ہونے دیا۔ آہستہ آہستہ اسد ملک نے کاروبار پر دھیان دینا شروع کیا کیونکہ انہیں اس کاروبار کو ترقی دینی تھی۔ جیسے ملک ریاض نے اپنے خون پسینے سے آگے بڑھایا تھا کچھ عرصے میں اسد ملک سیٹ ہو گئے۔ دھیرے دھیرے وقت گزرتا رہا۔ سچ بھی بڑے ہو گئے شہروز نے ایم بی اے کر لیا اور اب اسد ملک کے ساتھ کاروبار میں ان کی معاونت کر رہا تھا۔ دل آویز جو گھر بھر کی لازمی تھی گریجویٹیشن کر رہی تھی۔ طوبی کی شادی ہو چکی تھی اور آذر کا رشتہ دل آویز سے دونوں کی پسند سے

دیکھ کر آذر جلدی سے بولا۔

"ناماخص مت ہوجانا اب۔" مصصویت سے ہاتھ جوڑے دل آویز کو لاسی آگئی۔

خاندانی رسم و رواج کا مسئلہ تھا نہ کوئی اور رکاوٹ یوں بہت جلد ہی دونوں کی منگنی ہوگئی۔ شادی میں ٹائم تھا کیونکہ دل آویز کی پرہانی جاری تھی۔ پہلے ہی دونوں فیسٹو میں انڈر اسٹینڈنگ تھی اس رشتے کے بعد اور زیادہ قریب آگئے تھے۔ فری بھی اچھی نیچر کی تھی دل آویز کا بہت خیال رکھتی تھی۔

آذر پہلے سے ہی دل آویز کا خیال رکھتا تھا اب تو رشتہ طے ہونے کے بعد اور زیادہ چاہنے لگا تھا۔ آذر کو چاہیٹ پسند ہے۔ وہ جب آتا تو حیرتوں چاکلیٹ لاتا تھا۔ دل کو گھرے اور بلو گھر کے کپڑے آذر پر اتارے لگتے تھے۔ آذر کی الماری گھر سے پورے بلو گھر سے بھر گئی۔ دل کو بارش پسند تھی بارش میں گھومنا پھرنا اچھا لگتا تھا آذر بارش میں سارے کام چھوڑ کر اسے سیر و تفریح کے لیے لے جاتا۔

اسی طرح دل آویز بھی اس کی ہر بات کا ہر پسند کا خیال رکھتی تھی۔ آذر کو چاہیٹو ڈشز پسند تھیں دل آویز نے ہر طرح کی چاہیٹو ڈشز بنا کر سیکھ لی۔ آذر کو گھر کی بیک کی ہونی چیزیں پسند تھیں۔ دل نے بیک کو ٹیکو اور نہ جانے کیا کیا بیک کرنا سیکھ لیا تھا۔ آذر کو دل آویز پر پہلے کھرا اچھا لگتا تھا۔ دل کی وارڈ روم میں ہر طرف پرہل شید ہی نظر آنے لگا تھا۔ سینڈلز، برس، جینوزی ہر چیز میں پرہل کی جھلک ضرور نظر آتی۔ یوں کسی کابین کے جینے کا، کسی کی پسند میں خود کو ڈھال کر جینے کا مزہ ہی کچھ اور تھا یہ سب کرتے ہوئے دل آویز کو بہت اچھا لگتا تھا۔

اچانک سے زندگی بہت حسین ہو چلی تھی۔ جو چاہتا تھا وہ مل گیا تھا کوئی پابندی، کوئی روک ٹوک، جھگڑا، مینشن، چٹھی بھی نہ تھی۔ دن یونہی گزرتے رہے پھر دل آویز کے اہتمامات بھی ہو گئے ساتھ ہی شادی کی تیاریاں بھی اسارت ہو گئیں۔ خوب زور و شور سے تیاریاں ہو رہی تھیں دونوں جانب سے ہی خوب ارمان لگانے جا رہے تھے۔

اپنے لیے چائے بنا کر کپ لیے لان میں چلی آئی۔ شادی کی مصروفیت میں کئی دنوں سے لان پر اس کی توجہ نہ تھی۔ اس لیے پودوں میں کافی زیادہ پتے مر جھائے ہوئے تھے کیاریاں بھی مندھی ہو رہی تھیں۔ مانی بابا بھی کافی دن سے نہیں آئے تھے ویسے بھی دل آویز کو یہ کام کرنا اچھا لگتا تھا وہ لان کی دیکھ بھال خود ہی کیا کرتی تھی۔ چائے کا کپ خالی کر کے بیچ پر رکھا اور پودوں کی صفائی شروع کر دی۔ پائپ لگا کر پودوں کی دھلائی کرنے لگی۔ صاف ستھرا دھلا دھلایا سالان اور ہرے بھرے گھمے گھمے پودے بھجنے معلوم ہو رہے تھے تب ہی آذرا گیا۔

"اسلام نیگم! خوش دلی سے سلام کیا۔"
"ویلیکم السلام، بھنگن + مان۔" آذر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"سب کہاں ہیں؟ آذر نے پوچھا۔"
"بھائی سیکے نہیں ہیں، بابا بابا اور داوا رام گھر ہے ہیں تم بیٹھو میں چائے لے کر آتی ہوں۔" پائپ کیاری میں پھینکتے ہوئے بتائی۔

"اوکے....." وہ وہیں بیچ پر بیٹھ گیا۔ دل آویز انہ کی طرف چلی گئی۔ تھوڑی دیر میں چائے کی ٹرے ساتھ لے کر آئی چائے کے ساتھ نمک اور سٹیلس تھے ٹرے سامنے رکھی تو آذر کو بھئی آگئی۔
"کیوں کیا ہو گیا ہے تمہیں؟" دل آویز نے اسے دیکھ کر پوچھا۔

"بھئی بڑی حسین پسند آئی ہے، صفائی بھی اچھی کر رہی ہے، چائے بھی بنا رہی ہے سلیٹے والی بھی اور صورت شکل....." کچھ لمحے رکا اور منہ نیڑھا کر کے اسے سر سے پیر تک دیکھا۔

"چلو چلو بھی چل جائے گی۔"
"لوئے....." یہ نہا ہوا اس ہے۔ وہ جو حیرت زدہ تھی اب بات سمجھ میں آئی تو غصے سے بولی۔ "ایک تو خاطر مدارت کر رہی ہوں اور پر سے نخرے دکھا رہے ہو۔"

"سواری سواری، یاد مذاق کر رہا تھا۔" اس کا بدلتا موڈ

داد بھی چاہتی تھیں کہ اس شادی میں کہیں بھی کوئی بھی کمی نہ رہے کیونکہ ایک طرف ڈاڈا نواسا تھا تو دوسری جانب جیتی پوتی۔

مما کے ساتھ شاپنگ کر کے وہ محل سے باہر آئی تو ماما نے کہا کہ تم جا کر گاڑی نکالو میں ابھی سامنے سے کچھ نے کرائی ہیں۔ اوکے ماما کہہ کر وہ گشتالی ہوئی پارکنگ کی طرف آئی ہاتھ میں شاپرز سنبھالے وہ گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول رہی تھی کہ اچانک اس کی نظر سامنے خاتون کی گود میں اس بچے پر پڑی جس کا چہرہ دل آویز کی طرف تھا اور خاتون کی پیشہ اس کی طرف تھی۔

”اُدھ مائی گاڈ۔“ دل آویز کے منہ سے یہی سی جیج نکل آئی ڈاڈا پر وہ خاتون پیش۔

”اوہ.....“ یہ تو اس کی دوست کنزلی کی بڑی بہن اسارا تھیں۔

”اسارا آئی آپ اور.....؟“ وہ اسارا بول کر چونکی اور سر اسیسہ ہو کر اس کی گود میں موجود بچے کی طرف اشارہ کیا۔ بچہ مسلسل ہنس رہا تھا اس کے منہ سے رال بہ رہی تھی۔ عام بچوں کے مقابلے میں سر بھی خاصا بڑا تھا اور نقوش بھی..... اف..... وہ بچا ایب نارمل تھا۔

”ہاں دل یہ میرا بیٹا ہے، سوئی تم ڈرگنی شاید۔“ اسارا شرمندگی سے بولی۔

دل آویز خود بھی شرمندہ ہی ہو گئی۔

”آئی..... آپ کے دو بچے تو نارمل تھے نا۔“ دل آویز ابھی تک حیرت زدہ تھی۔

”ہاں سب اللہ کی مرضی ہے بلڈ ریٹینشن میں شادیوں میں عموماً ایسا ہو جاتا ہے اس لیے آج کل لوگ ایسی شادیوں سے اجتناب کرنے لگے ہیں۔“

”جی..... جی.....! وہ ایک دم چپ ہو گئی تب ہی ماما آگئیں۔

”کیا ہوا؟“ ماما نے اس کی ازلی رنگت اور مرجھائے ہوئے چہرے کو دیکھ کر پوچھا۔

”کچھ نہیں ماما۔“ آئی اسارا کو گاڑی میں بیٹھا دیکھ

کر وہ بھی اندر بیٹھتی ہوئی دوسری جانب کا دروازہ کھولنے لگی۔ سارا راستہ دل آویز چپ رہی اس کے ذہن میں عجیب عجیب خدشات جنم لینے لگے تھے۔ سارا بیگم کو پتا تو تھا کہ دل ایب نارمل اور پائگل لوگوں کو دیکھ کر کتنی خوف زدہ ہو جاتی ہے۔ انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ بچے کو دیکھ کر ڈر گئی ہے۔

اتفاق سے اسی رات کوئی وی سے ایب نارمل لوگوں کی ڈاکو میٹری فلم بھی کسی چینل سے آرہی تھی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی نہ جانے کس کس تجسس کے تحت دل نے وہ پوری فلم دیکھ لی جیسے جیسے وہ سب دیکھ رہی تھی اس کا دلخاک کھوتا جا رہا تھا۔

”اف، یہ بات ثابت ہو چکی تھی کہ ایسے بچے اس صورت میں زیادہ ہوتے ہیں جب شادیاں خاندان میں کی جائیں، اف.....!“ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

”کہن بیگم، یہاں بیٹھ کر لی وی دیکھ رہی ہو میں تمہیں پورے گھر میں ڈھونڈ آئی۔“ فردا نے اس کے پاس آ کر بیٹھتے ہوئے شرارت سے کہا اور غور سے اسے دیکھا۔

”ارے کیا ہو گیا تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟“ اس کے پڑ مرود چہرے اور نمٹا نگھوں کو دیکھ کر اس کا ماتھا چھوا۔

”جی بھابی۔“ آئی سٹی سے بولی۔

”اچھا کل پھوٹا رہی ہیں تمہیں ساتھ نے جا کر تمہاری پسند کے زیورات خریدنا چاہ رہی ہیں اور ساتھ ہی آذر میاں بھی ہوں گے دم چھل۔“ آخری جملہ کہتے ہوئے فردا نے شرارت سے اس کا سر ہلایا۔

”مگر.....!“ اس کی شرارت پر دل آویز نے جو جواب دیا وہ سن کر فردا کے پیروں تلخ زمین انگل گئی۔

”کیا ہو گیا تم ہوش میں تو ہونا، کیا بکواس ہے یہ۔“

”جی بھابی، میں ہوش و حواس میں ہوں آپ ماما سے کہہ دیں مجھے آذر سے شادی نہیں کرنی۔“

”دل تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا؟ اب شادی میں چند دن دماغ گئے ہیں اور تم یہ بکواس کر رہی ہو۔ ماما نے سن لیا تو

نظروں میں۔" سارہ بیگم غصے سے بچ و تاب کھا رہی تھیں۔ ایک رات گزر گئی تو دادو رونے لگیں۔ فروا بھی بہت پریشان تھی وہ پاگل سچ کچھ نہ کر لے فروا نے روتے ہوئے شہروز کے سامنے ہاتھ جوڑے۔

"خدا کے لیے دروازہ تو زین مجھے ڈرنگ رہا ہے۔" شہروز بھی دل آویز کو بہت پیار کرتا تھا اب اس کا غصہ بھی فکر میں تبدیل ہو گیا تھا صبح دادو اور فروا کے رونے دھونے پر دروازہ توڑا گیا تو اندر دل بیڈ پر بے تربیتی سے پڑی تھی چہرے پر آنسوؤں کے نشانات واضح تھے۔

جیسے وہ روتے روتے بے ہوش ہو گئی ہو، ہاتھ اور سر بالکل ٹھنڈے ہو رہے تھے۔ پاپا، ماما، شہروز زور سے چلا پاپا۔ سہا بھاگے چلتے آئے سارہ بیگم سوڑ کر اس کے پاس پہنچی۔ میں سارا غصہ کا فور ہو چکا تھا۔ فوراً اسپتال لے کر بھاگے۔ ڈاکٹرز نے بتایا کہ نروس بریک ڈاؤن ہو چکا ہے۔ طبیعت بہت خراب تھی۔

"یا اللہ میری بچی پر رحم کرنا۔" سارہ بیگم گڑ گڑا رہی تھیں۔ اسد ملک بھی پریشان تھے ان کی لاڈلی بیٹی بے ہوش پڑی تھی۔ دادو کا رونا کراہا حال تھا۔ یہ اچانک کیا ہو گیا تھا۔ نجانبے کیوں اور کس لیے دل آویز نے ایسی ضد چکڑی تھی کہ سارے خاندان کو پریشان کر کے اب خود بھی موت سے لڑ رہی تھی۔

.....☆☆☆☆.....

دوسرے دن شام کو اس کو ہوش آیا آنکھیں کھولیں تو سامنے دادو اور ماما کودیکھا دفعتاً سب کچھ ذہن میں آ گیا اور بے تحاشا آنسو آنکھوں سے ابل پڑے۔

"ممن..... دادو آئی ایم سوری۔" نقاہت سے بمشکل کہہ سکی۔

"چپ ہو جاؤ بنی اللہ کا کرم ہے تمہیں ہوش آ گیا۔" دادو نے روتے ہوئے اس کا ہاتھ چوم لیا۔ سارہ بیگم نے بھی نرم آنکھوں سے اسے دیکھا اور اس کے سچے ہاتھ تمام لیے تین دن بعد وہ گھر لوٹ آئی۔

پاپا اس سے خفا خفا سے تھے۔ ماما بھی زیادہ بات چیت

تمہیں تکرار کرنا ایسی کی وہ..... مذاق چھوڑو، سمجھیں۔" فروا نے سب محض مذاق سمجھا۔

"بھائی یہ مذاق نہیں... میں سچ کہہ رہی ہوں۔" دل کے لہجے میں دکھ بول رہے تھے۔

"میں... میں..... آذر سے شادی نہیں کروں گی نہیں کر سکتی میں اس سے شادی۔" دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"ارے میری جان ہوا کیا ہے، کیا تمہیں آذر نے کچھ کہا ہے۔ لڑائی ہو گئی نہ ماتم دونوں میں ایسی باتیں تو ہو جایا کرتی ہیں تو کیا رشتے ختم کر دیے جاتے ہیں۔ پاگل ہو تم جو بھی ہوا بھول جاؤ وہ بھی تم سے زیادہ دیر روٹھ نہیں سکتا۔" فروا نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے پیار سے سمجھایا۔ ہمیشہ ہسنے ہنسانے والی مہر بھری لاڈلی کھانج فروا نے اپنی بار اس طرح روتے ہوئے دیکھا تھا۔

"نہیں بھائی نہ ہماری لڑائی ہوئی نہ اس نے مجھے کچھ کہا بس یہ میرا آخری اور اہل فیصلہ ہے اس سے آگے ہاں کی کوئی گنجائش نہیں۔" دل نے خود کو فروا کی گرفت سے آزاد کراتے ہوئے فیصلہ کن لہجے میں کہا فروا مت کھولے اس پاگل لڑکی کو دیکھتی رہ گئی۔

تھوڑی دیر میں یہ خبر گھر اور پھر گھر سے باہر تک چلی گئی آذر دوڑا چلا آیا۔ گردل آویز نے خود کو کمرے میں بند کر لیا تھا۔

"افوہ... اماں یہ لڑکی ہم سہا کو پاگل کر دے گی، ہمارے لاڈ پیار نے اسے بگاڑ دیا ہے۔" سارہ بیگم کا بس چتا تو اپنے ہاتھوں سے اپنی لاڈلی بیٹی کا گلہ ٹھونٹ دیتیں۔ وہ بھی غصے سے بچ و تاب کھا رہی تھیں۔ کوئی وجہ کوئی بات، کوئی غصہ، کچھ بتائے بنا بس ایک ہی رٹ تھی کہ شادی نہیں کرنی۔

"کر لے کچھ بھی، مر جائے زہر کھا کر۔" اسد ملک غصے سے کہے۔

"کاش پیدا ہوتے ہی مر جاتی تو ہم یوں رسوا نہ ہوتے اس نے تو ہمیں ذلیل کر کے دکھ دیا ہے ہمارے چھوٹوں کی

نہ کرتیں سب اس کا خیال رکھتے۔ شہروز اور فردوس بھی لیے دیے رہتے بس دادو اس سے ذہنگ سے بات کرتیں حالانکہ دل آویز کے انکار سے ان کی انکوٹی بیٹی اور لاڈلے نواسے کا رشتہ بھی اس گھر سے جیسے ٹوٹ گیا تھا۔ زاہدہ بیگم نے بہت کوشش کی کہ انکار کی وجہ تو ہٹا چلے مگر اسد ملک اور سارا بیگم تو خود بھی اصیبت سے بے خبر تھے تب ہی دونوں دل آویز سے ناراض تھے جس نے جیتے جی رشتے توڑ ڈالے تھے۔ وہ بھی بلا وجہ اور بنا کسی ٹھوس اور مناسب وجہ کے گھر کا ماحول عجیب سا ہو گیا تھا۔ جیسے سب کے درمیان کوئی سرد جنگ جاری ہو، ہر شخص اپنے کام سے کام رکھتا۔ شہروز اور فردوس اسلام آباد شفٹ ہو گئے دن نزلتے چلے گئے اس عرصے میں دادو کا بھی انتقال ہو گیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ اسد ملک اور سارا بیگم کا رویہ دل آویز کے ساتھ قدرے بہتر ہو گیا۔ دل آویز کھا ڈر کی یاد آ جاتی تو وہ چپکے چپکاپی ماتیں کانی کرتی رہتی۔

ایک روز پایا نے بجائے یہ کہ اس سے بات کرتے اس کی مرضی معلوم کرتے اسے یہ فیصلہ بنا دیا۔

"امریکہ سے میرے ایک دوست کی فیملی پاکستان آ رہی ہے اور میں سنے ان کے بیٹے سکندر بخت سے تمہارا رشتہ طے کر دیا ہے۔ اگلے ماہ کی ہارہ تاریخ کو تمہارا نکاح ہے۔" وہ آنکھیں بھاڑے پایا کے سپاٹ چہرے کو دیکھتی رہی پایا اپنا فیصلہ سنا کر ایک لمحے کے لیے بھی رکے نہیں بلکہ لٹے قدموں والی پلٹ گئے وہ سر جھکا کر رہ گئی۔ ٹپ ٹپ آنکھوں سے بے تحاشا آنسو نکل کر اس کے دامن میں جذب ہوتے گئے۔ اس کے روم روم میں دل میں دھڑکنوں میں خوابوں میں تصور میں صرف اور صرف ذر تھا جس کے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائی تھیں مگر.....

اور پھر وہ سکندر بخت کے عالی شان محل میں مسز سکندر بن کر چلی آئی۔ یہ گھر نہیں کوئی تھا چھال نوکروں کی فوج تھی گھر کی ہر چیز سے امارت ٹپک رہی تھی اس نے تو کچھ پوچھا بھی نہیں اور نہ پایا ہمانے کچھ بتانے کی زحمت کی بس کہہ دیا کہ سکندر بہت امیر ہے وہاں تمہیں کوئی تکلیف

نہیں ہوگی۔

"السلام علیکم۔" کچھ دیر بعد سکندر آ گیا۔

"وہلاکم السلام۔" نہ چاہتے ہوئے بھی وہ سمنے لگی۔

"شاہ اللہ واقعی بہت خوب صورت ہو۔" سکندر نے تعریف کی تو وہ شرمابھی نہ سکی نہ کوئی جذبہ نہ استغناء نہ خواہشیں کچھ بھی تو نہ تھا بس ایک فرض تھا جو پایا نے پورا کر دیا تھا۔

"ذیچھو دل آویز۔" وہ کچھ دیر بعد مخاطب ہوا۔ "آج سے ہم ایک نئی زندگی کی ابتدا کر رہے ہیں مجھے تمہارے اور تمہیں میرے ماضی سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے میرے ماضی کے بارے میں کبھی کبھی کرنے کی کوشش مت کرنا۔ ہمیں حال میں جینا ہے اور حال ہی کا سوچنا ہے۔ تم میرے گھر میں میری بیوی بن کر آئی ہو تو تم پر لازم ہے کہ تم میری ہر بات مانو میں جیسا چاہوں، جو کہوں، جیسا رکھوں، اس میں عین جیسا خوش رہنا ہوگا۔ مجھے جرح کرنی، بحث کرنی غیر ضروری باتیں کرنی اور کھوج لگانے والی عورتیں قطعاً ناپسند ہیں۔ اس لیے مجھے امید ہے کہ تم میری پسند اور ناپسند کا پورا پورا خیال رکھو گی۔ بدلے میں تمہیں یہاں ہر قسم کی آسائش اور سب سے ہر چیز میسر ہوگی ایسی زندگی جو شہزادیوں کے نصیب میں ہوتی ہے ایسی زندگی گزارو گی کہ شاید خواب میں بھی تم نے نہیں سوچا ہوگا۔" اس کی ایک ایک بات میں، ایک ایک لفظ میں تقاضا، تمکنت اور گھمنڈ نمایاں تھا۔ دل آویز کو محسوس ہو گیا کہ سکندر بخت ایک گھمنڈی اور مغرور انسان ہے اور یہ شادی اسے صرف بھائی ہے۔

"جی آپ کو کوئی شکایت نہ ہوگی۔" وہ بس اتنا ہی کہہ سکی۔

"گڈ۔" سکندر بخت نے جیب سے اٹلی براؤن کا سمرٹ نکال کر اسے جھاتے ہوئے بس اتنا ہی کہا۔

"افوہ، موصوف۔ سگریٹ بھی پیتے ہیں۔"

"پہنچ کر کے آ جاؤ۔" سکندر نے سمرٹ کا ڈھواں خارج کرتے ہوئے کہا تو وہ خاموشی سے اٹھ کر الماری

آویز کے چہرے کے اتار چڑھاؤ اور الجھن اور آنکھوں میں چھپا خوف محسوس کر چکا تھا لہذا مختصر لفظوں میں اپنا مدعا بیان کر دیا۔

”نیا..... یہ..... آپ کا بیٹا.....؟“ حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹنے لگیں۔ خوف سے وہ کانپنے لگی۔ بقول سکندر کے کہ وہ اب اس کا بھی بیٹا ہے۔ دل آویز نے خوف زدہ نظریں نیچے پر ڈالیں۔

”نہیں..... نہیں..... اللہ نہ کرے“ بے ساختہ اس کے لبوں سے نکلا۔

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“ سکندر بخت نے تڑپھی نظریں اس پر ڈال کر سوال کیا۔

”ابھی میں اسپتال جا رہا ہوں آ کر تم سے بات کروں گا۔“ بچے کو گود میں اٹھا کر سکندر بخت کمرے سے باہر نکل گیا۔

”اف اللہ...“ دل نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چکر اتا مڑھا لیا۔

”یا اللہ یہ کیا ہے؟ یہ بچہ سکندر کا ہے مطلب سکندر شادی شدہ ہے اور اس کا بچہ بھی اور..... ایسا بچہ۔ یہ بات..... پاپا، ماما یا شہرہ ز نے کس نے اسکی کوئی بات نہیں بتائی تھی بس اتنا بتایا کہ امریکہ سے آیا ہے اور جلدی شادی کرنا چاہتا ہے یا اللہ یہ کیا امتحان ہے۔ مجھے ہمیشہ سے ایسے لوگوں سے خوف آتا رہا ہے۔ بچپن سے جہاں کہیں بھی کوئی ایسا نارمل یا پاگل نظر آتا دل ہی ماز مرمایا دادوں کی گود میں چڑھ جاتی خوف سے آنکھیں بند کر لیں ایک لمحے کے لیے بھی ایسے بندے کو سامنے برداشت نہیں کر سکتی مگر..... یہ بچہ میرے ساتھ رہے گا اس کی ماں۔“ یہ سوال اس کے دل میں تھے۔

”میرے انداز شادی کی پہلی رات ہے... میں نے اپنی زندگی کی شروعات کی اور آج ہی کتنی بھینٹک حقیقت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ یہ سب کچھ میری برداشت سے قطعی باہر ہے۔ اتنا بڑا دھوکا اتنی بڑی سچائی کو چھپا کر سکندر نے بہت گھٹیا پن کا ثبوت دیا ہے۔ اپنی امارت کا

سے کپڑے نکالنے لگی۔ سکندر بخت کی فیملی میں باپ اور ماں ہی تھے اور کوئی بہن بھائی نہ تھا۔ نہ رشتے دار، بڑا سا گھر اور ڈھیر سا رے نوکر تھے۔ ایک بوڑھی آپا شمشاد، ایک باورچی، ڈرائیور اور ایک لڑکا جو اوپر کے کام کرتا تھا۔

آدھی رات کو دروازہ دھڑ دھڑ بجنے لگا ”الٹی خیر۔“ وہ گھبرائی سکندر بھی بڑبڑا کر اٹھا گیا۔ اٹھ کر دروازہ کھولا۔

”صاحب..... صاحب..... یہ دیکھیں یہ فوجی بابا کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے پتا نہیں کیا ہو گیا ہے۔“ شمشاد مائی گھبرائی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھیں۔

”اندرا جاؤ۔“ سکندر نے راستہ دیا۔ شمشاد مائی نے بچے کو لائبریری پر لٹا دیا۔ دل آنکھیں پھاڑے حیرت سے بچے کو دیکھتے ہوئے بیڈ کے کونے کی طرف سمت گئی۔ تین چار سال کا بچہ لیکن عام بچوں سے بالکل الگ کیونکہ وہ نارمل نہیں تھا۔ گھبرا کر دل آویز بیڈ سے اتر گئی۔ بچے کی شکل عجیب سی تھی چھوٹی چھوٹی نیرمی آنکھیں، جو کافی اندر دھنسی ہوئی تھیں۔

”تھا آگے کو نکلا ہوا، سر قدرے بڑا، ہونٹ مومنے مومنے اور آگے کو نکلے ہوئے تھے منہ سے بہتی رال اور چڑھی ہوئی آنکھوں کے ساتھ بخار کی شدت سے چہرہ ہوا سرخ چہرہ بچے کو خاصا عجیب سا بنانے دے رہا تھا۔

”یہ..... یہ کون ہے..... اسے یہاں کیوں لائی ہو؟“ نے جاڈ یہاں سے۔ ”دل آویز نے شمشاد کو دیکھ کر کہا۔

”وہ بیٹیم صاحب.....!“ بل اس کے کہ شمشاد کچھ کہتی سکندر بخت نے اسے ہاتھ کے اشارے سے باہر جانے کو کہا تو شمشاد مری جھکا کر واپس پلٹ گئی۔ دل آویز حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

”یہ کیا ہے، کیا معاملہ ہے اور یہ بچہ کون ہے اور رات کے اس پہر آج ہمارے بیڈروم میں کیوں ہے۔“ وہ عجیب سی الجھن کا شکار تھی اس نے سوالیہ نظریں سکندر بخت کی طرف اٹھائیں۔

”یہ میرا بیٹا ہے اور آج سے تمہارا بھی بیٹا ہے، فی الحال تمہارے لیے اتنا جان لیوا کافی ہے۔“ سکندر بخت دل

تاج ترقہ کدہ اٹھاتا چاہتا ہے۔ میں بھی کوئی گری پڑی نہیں ہوں، میرے پاپا بھی روئے پیسے میں کسی سے کم نہیں..... میں..... میں یہاں بالکل نہیں ٹھہر سکتی۔ صبح ہی پاپا سے بات کروا لی تمام باتیں انہیں بتاؤں گی۔ میں سکندر سے کہہ دوں گی کہ اگر مجھے یہاں رکھنا ہے تو اس بچے کو کسی ادارے میں بھجوادیں ایسے بہت سے ادارے ہیں جو ایسے بچوں کی طبی طرح سے دیکھ بھال کر سکتے ہیں۔ وہ تھوڑی سی دیر میں بہت کچھ سوچ چکی تھی کیونکہ جس چیز کو بنیاد بنا کر اس نے اپنی زندگی کا ناقابل برداشت اور لذت بخش فیصلہ کیا تھا وہی اسے منہ دکھائی میں تجھے کی صورت ملا تھا۔ اسے وہ کہہ کر سکندر پر غصہ آ رہا تھا اس نے سوچ لیا تھا کہ اس کے جھوٹ کو الٹے ٹوٹا کر وہ سکندر کو خوب ذلیل کرے گی اور سکندر کو مجبور کرے گی کہ وہ بچے کو جیسے بھجوادے ورنہ..... وہ یہاں نہیں رہے گی۔

تقریباً تین گھنٹے بعد سکندر کمرے میں آیا تو وہ جاگ رہی تھی۔

”تم جاگ رہی ہو اب تک؟“
 ”جی..... سو ابھی کیسے سکتی ہوں۔“ تلخی سے جواب دیا۔
 ”سکندر یہ بچہ.....! اتن نے کہا۔“

”ہاں یہ میری پہلی بیوی جیسمن کا اور میرا بیٹا ہے جیسمن کو میں ذیورتن ہے چکا ہوں کیونکہ اسے اپنی ہوشیار لائف زیادہ عزیز لگی اور میں اس بچے کو ساتھ رکھنا چاہتا ہوں جب ہی میں نے تم سے شادی کی ہے۔“

”مگر یہ تو سراسر زیادتی ہے سکندر۔ اگر ایسی بات تھی تو آپ ایسی لڑکی سے شادی کرتے ہں جسے آپ کے ساتھ ساتھ ایسا کچھ بھی قبول ہوتا۔ جو آپ کی یہ شرط ماننے پر تیار ہوتی یا آپ ایسے صاف بتا دیتے۔ آپ نے مجھ سے کہہ دیا کہ ماضی کو نہ کریڈٹ لیکن آپ نے خود اپنے سچے ماضی کی اسکی بھیا تک سچائی کو چھپا کر مجھ سے شادی کی اگر..... مجھے یہ معلوم ہوتے تو..... تو میں ہرگز یہ شادی نہیں کرتی۔ مجھے نفرت سے ایسے بچوں سے میں برداشت نہیں کر سکتی اس لیے آپ پہلی فرصت میں اسے کہیں کسی بھی ادارے

میں شفٹ کر دیں۔ آپ نے تو حد کر دی سکندر رشتے کی بنیاد ہی ایک کڑوے نور بھیا تک جھوٹ پر رکھی ہے اگر مجھے قسم ہوتا تو.....!“

”دل آویز۔“ سکندر جواب تک خاموشی سے سب کچھ سن رہا تھا اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید کچھ کہنے سے روک دیا۔

”تم مجھے بار بار جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہو جبکہ ایسا کچھ نہیں ہے میں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا کچھ نہیں چھپایا۔ نہ غلط بیانی سے کام لیا نہ دھوکہ دیا میں کون ہوں، کیا ہوں میرا بچہ ہے اور بچہ مارل نہیں ہے یہ ساری باتیں اسد ملک صاحب کے علم میں ہیں۔ میں نے تمہارے پاپا سے کہا تھا کہ وہ تم کو سب کچھ بتا دیں انہوں نے تمہیں بتایا یا نہیں یہ مجھے ظلم نہیں ہے اخرام جو تم مجھ پر دغا دیا ہو یہ بے بنیاد ہیں میں نے کچھ غلط نہیں کیا نہ ہی کسی کو اندھیرے میں رکھا اب یہاں غلطی کسی کی ہے کسی نے حقیقت چھپائی، سب ظاہر ہے تم چاہو تو ابھی خون کر کے اپنے پاپا سے پوچھ سکتی ہو۔“ سکندر نے بات ختم کی تو دل نے سر تھا م لیا۔

”اف پاپا یہ کیا کر دیا آپ نے..... اتنی بڑی سزا..... اتنا بڑا ظلم اپنی ناڈنی بیٹی کے لیے..... ایسی سزا۔ ہاں، میں نے بھی تو ظلم کیا ہے نا آپ پر آپ کا رشتہ بھی ٹوٹ گیا تھا آپ کی بہن سے میری وجہ سے..... لیکن ماما..... ماما آپ کا دل کیسے مان گیا آپ تو جانتی ہیں ہاں کہ آپ کی بیٹی سنا ڈرنے سے ایب نامل لوگوں سے.....! دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

”ہاں..... ایک بات کان کھول کر سن لو چاہے تم یہاں رہو یا نہ ہو شجاع نہیں نہیں جائے گا۔“ سکندر فیصلہ سنا کر جا چکا تھا۔

”یا اللہ یہ کیسا امتحان ہے یہ کیسی سزا ہے ایک ایسی بات ایسا ڈر جس کی وجہ سے میں نے اپنی چاہت، اپنے پیار کو چھوڑا وہی چیز وہی ڈر، خوف ہر وقت میرے سر پر منڈلاتا رہے گا میری نگاہوں کے سامنے رہے گا۔“ دل

کسا ڈر سے شادی ہوئی تو ہمارے سچے نارل نہیں ہوں گے مگر میں جس سے بھاگ رہی تھی وہ میرے پیچھے پیچھے بے پہلے شجاع اور اب... میری اپنی بیٹی یا اللہ مجھے ہمت دینا حوصلہ اور ہر داشت دینے میرے مالک۔ "وہ رب کے حضور زار و قطار رو کر اپنی غلطیوں کی معافی کے ساتھ ساتھ گئے کی بہتری کی دعا میں مانگ رہی تھی۔

تین دن بعد وہ گھر آگئی پاپا اور ماما بھی آئے تھے پاپا دیکھ کر رہے تھے جبکہ ماما خاصی دل گرفتہ تھیں مگر خدا کی رضا کے آگے سب بے نیں اور سنا کر تھے۔ بظاہر نمل صورت شکل میں انھی بھلی تھی مگر ذہنی طور پر نارل نہیں تھی۔ دل آویز دل و جان سے نمل کی دیکھ بھال کرتی کہتے ہیں عام طور پر خواتین کی خواہش ہوتی ہے اچھا کھانا، اچھا پہننا، نوکر چاکر، عیش میسے کی فراوانی۔ یہی ان کی زندگی کا خواب ہوتا ہے وہ سمجھتی ہیں کہ چاہے ہی تمام مسائل کا حل ہے لیکن... لیکن کچھ ایسی خواتین بھی ہیں جو ان آسائشات کے ساتھ مطمئن اور آسودہ نہیں رہیں ان کی زندگی میں کوئی کمی، کوئی خشکی کوئی بھول رہ جاتا ہے کوئی پچھتاوا گزرے ہوئے وقت کی خوش گوار یادیں۔ حال کی تلخیاں ان کو ہمیشہ اپنے حصار میں رکھتی ہیں ان کی زندگی میں ہمیشہ نہ نہیں لفظ "کاش" اور "اگر" ضرور ہوتا ہے اور دل بھی انہی لوگوں میں سے تھی۔ سکندر بخت سے اسے کوئی قلبی لگاؤ نہ تھا۔ ایک رشتہ تھا۔ جسے وہ بھرا رہی تھی۔ دل کے سامنے پہلے شجاع اور پھر نمل تھی۔ ان کے مسائل ان کی ضروریات اور ان کے لیے غور و فکر کرتی ہی اس کی روشنی تھی کوئی چارم، کوئی خوش، کوئی سنگ نہ تھی بس ایک فرض کی طرح سے زندگی گزارے جا رہی تھی۔ اب اسے نہ شجاع اور نمل کے منہ سے ہستی رال سے من آتی نہ ہی شجاع کے منہ سے نکلتی عجیب و غریب آوازوں سے وہ خوف زدہ ہوتی نمل تھوڑی ہی بڑی ہوئی تو دماغی بخار کی شدت سے اس کی ذہنی حالت مزید بگڑ گئی سکندر اور دل اسے لے کر شہر کے سب سے اچھے اسپتال گئے تھے ڈاکٹر نے بتایا تھا کہ ذہنی پسماندگی کے ساتھ ساتھ نمل کے دل کے وال

آویز کو خود کو یہاں ایڈجسٹ کرنا تھا جس کر در آریا خوف زدہ ہو کر..... مگر ہمت اور حوصلے کے ساتھ سب سہنا تھا۔ شجاع زیادہ تر شمشاد کے ساتھ ہی رہتا تھا۔ کبھی کبھی سکندر کے سامنے شمشاد اسے لے آتی تو دل آویز کسی نہ کسی کام میں لگ جاتی کوئی ری ایکٹ نہ کرتی میسے بھی بہت کم جاتی تھی اسے وہاں جا کر بھی اچھا نہ لگتا گوکہ پاپا اور ماما کا رویہ اچھا رہتا مگر دل میں تو ایک پھانس ہی چبھتی تھی اس لیے جلد بوٹا آتی۔

اسی طرح ڈھیر ساڑھے دن گزر گئے پھر دل آویز بھی ماں بن گئی خوب صورت گول منوں بچی جسے دیکھ کر سکندر اور دل بہت خوش ہوئے مگر..... جب ڈاکٹر نے چیک اپ کرنے کے بعد یہ بھیانک خبر دی کہ بچی ذہنی طور پر نارل نہیں ہے تو... دل تو یہ سن کر بے ہوش ہو گئی۔ سکندر کے بھی ہوش اڑ گئے یہ ہار ہار کیوں ہو رہا تھا اس کے ساتھ..... بظاہر صحت مند اور توانا مرد تھا پھر..... پھر یہ خدا کی کوئی معصومت تھی دل ہوش میں تو آگئی مگر بہت دھمی اور غمگین تھی اللہ پاک کیا امتحان لے رہا تھا اس نے تو اکثر یہی سنا تھا اور ڈاکٹر بھی کہتے تھے کہ جلد ریٹائر ہو اور شادیاں ہوں تو تمہو سچے نارل نہیں ہوتے مگر یہاں تو...

ہند تو کیا سکندر سے دور دور کا بھی کوئی تعلق نہیں تھا پھر یہ بچی؟ یا خدا تو ہی مالک وقت رہے کل نالہ کا پالنے والا کل عالم پوچھانے والا تو قادر ہے، جو چاہے کر سکتا ہے ہونی کو انہوں اور معجزات کچھ بھی کر سکتا ہے۔ بنانا، بگاڑنا، سنوارنا سب تیرا کام ہے تیری حکمت اور تیری طاقت ہے میرے مولیٰ۔ ہم ناچیز ہیں، ہم صرف مفروضے قائم کر لیتے ہیں ہم کون ہوتے ہیں تیری خدائی میں دخل دینے والے۔ ہم کون کون ہوتے ہیں اپنے طور پر فیصلے کرنے والے؟ ہم خطا کار ہیں مولا صرف سوچ سکتے ہیں کت تو ہے یا اللہ مجھے معاف کر دینا میرے مالک مجھ سے بہت بڑی منتظمی ہوئی۔ کاش..... کاش سب کچھ رب کی مرضی پر چھوڑ دیتی مگر میں نے کتنے دل توڑے، مگر میں بندہ ناچیز تھی نا میرے دل میں بھی دھوسے تھے میری سوچ بھی ناقص تھی

میں بھی پرابہم ہے اس لیے اس بچی کی زندگی کا کوئی محروسہ نہیں ہے دل میں بھی نمل سے اس کا دل کا خون کا رشتہ تھا۔ اسے شدید ذہنی جھٹکا لگا تھا۔

نمل کی حالت نے دل کو مزید دل گرفتہ کر ڈالا تھا وہ شجاع سے بے پروا ہوتی جا رہی تھی۔ سکندر بخت اپنے کاروبار میں مصروف رہنے لگا تھا وہ شجاع کی طرف سے مطمئن تھا کہ دل اس کی اچھی طرح دیکھ بھال کر رہی تھی۔ کبھی کبھی دل کو شدت سے آ ذرن یا آ جانی۔ جانے کہاں تھا دل سے ہوک سی اٹھی۔ آ ذرن مجھے معاف کر دینا۔ میں نے تمہارا دل دکھایا ہے۔ آج میں خود کتنی بے بس اور لاچار ہوں شوخ و چنچل دل آ دیز نجانے کہاں کھو گئی تھی ہر دم شزار میں کرنے والی ہادش میں انجوائے کرنے والی ہونے ہنسانے والی دل آ دیز کی جگہ سنجیدہ سو پر اور دگی ماں ہونے لے لی تھی ایک ذمہ دار اور فرماں بردار بیوی بن چکی تھی۔ زندگی ایک معمول کے تحت گزر رہی تھی۔

اس روز نمل کی طبیعت اچانک بگڑ گئی اس کی سانسیں رکنے لگیں سکندر گھر پر نہیں تھا۔ دل نے سکندر کو فون کیا اور خود نمل کو لے کر اسپتال بھاگی۔ شجاع کی طبیعت بھی خراب تھی۔ وہ گھر پر تھا شمشاد کے ساتھ دو تین گھنٹوں میں جب نمل کی طبیعت سنبھلی تو سکندر اور دل گھر واپس آئے تو شجاع بخار میں پھنک رہا تھا۔

”ارے اس کو کیا ہوا.....“ سکندر نے شجاع کی حالت دیکھ کر شمشاد سے پوچھا۔

”صبح سے ہلکا بخار تھا میں نے بیگم صاحبہ کو بتایا تھا انہوں نے دوا سے دی تھی بخار کی۔“ شمشاد منہ مانی۔

”دوا سے دی تھی تو بخار جب ہارل نہیں ہوا تھا تو مجھے بتاتی تان..... میں آ کر اسپتال لے جا تا دیکھو تو کیا حال ہو گیا ہے اس کا.....؟“ سکندر شجاع کی حالت دیکھ کر پنے سے باہر ہو گیا۔

”وہ..... بیگم صاحبہ نمل بی بی کی وجہ سے پریشان تھیں انہوں نے بولا تھا کہ.....!“

”بکواس بند کرو۔“ سکندر دہاڑا اور دندا تا ہوا کرے

میں آیا۔

”دل آ دیز۔ دکھا دیا تم نے سوتیلا پن۔“ دل آ دیز نمل کا ذہن پھینچ کرتے ہوئے گھبرا کر بولی۔

”کیوں کیا کیا ہے میں نے؟“

”سوتیلا پن اور کیا۔“ وہ اسی لہجے میں بولا۔

”سکندر یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ، آپ میری تو جین کر رہے ہیں۔“ دل آ دیز نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

”دل آ دیز تم..... تم ایک پڑھی لکھی لڑکی ہو میں تمہیں کبھی دار عورت سمجھتا تھا۔ مگر تم نے..... تم نے آخر کر دی تا چھوٹی حرکت دکھا دی تا اپنی اوقات.....“

”سکندر آپ..... آپ حد سے بڑھ رہے ہیں۔“ اس بار دل کی آواز بھی ادا ہوئی۔

”حد سے تو تم بڑھ رہی ہو ایسی گری ہوئی حرکت کر سکتے تم کو معلوم تھا کہ شجاع کو بخار ہے پھر بھی تم نے اسے گھر کی دوا سے دی اور نمل کو لے کر اسپتال گئیں..... یہ..... یہ ہے سوتیلا پن۔“ وہ بدستور آپ سے باہر تھا۔

”سکندر اسے ہائیر سائپرینچر تھا میں نے خود اس کو دوا دی اسے آرام آ گیا تھا وہ سو گیا تھا اور..... اور آپ جانتے ہیں ڈاکٹرز نے نمل کے لیے کہا ہے کہ اس کی طبیعت کبھی بھی خطرناک حد تک بگڑ سکتی ہے اس لیے اس کا اسپتال لے جانا زیادہ ضروری تھا۔ میں نے کبھی بھی شجاع اور نمل میں فرق نہیں سمجھا آپ مجھ پر غلط الزام لگا رہے ہیں۔“

”تم شجاع سے ذرنی اہوں خوف گھائی ہو تب ہی اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسی بی بی دی۔“ وہ بدستور اسی لہجے میں بولا۔

”سکندر..... سکندر نمل میری نہیں ہماری بی بی ہے اور ہاں میں ذرنی تھی لیکن اب نہیں ذرنی۔ گزشتہ تین سال سے میں نے شجاع کا خیال اپنے سچے کی طرح رکھا ہے اس کی ضرورت وقت سے پہلے پوری کرنے کی کوشش کی اس کی ایک ایک ضرورت کو خود پورا کرنے کی کوشش کی اس کو لے کر بھی اسپتال بھاگی ہوں اس کے لیے بھی راتوں کو جاگی ہوں لیکن آپ..... آپ نے تو سب پر پانی پھیر

کوئی احسان کیا ہے جیسے وہ اس کی زرخیز کوئی نوکر ہو..... دفعتاً نمل نے عجیب سی چیخ ماری۔ دل آویز نے چونک کر اسے دیکھا۔ نمل کے ہاتھ پیر بری طرح اگڑنے لگے تھے۔ آنکھیں اوپر کو چڑھ گئی تھیں اور سانس بے ترتیب ہونے لگی تھیں۔

"یا الہی خیر۔" وہ زور سے چیخی۔
"شمشاد جلدی سے آئے دیکھیں نمل کو کپ ہو رہا ہے۔" شمشاد دوڑ کر آئی تب تک نمل کی سانسیں ٹھم چکی تھیں۔ اس کے کرب زدہ چہرے پر اطمینان اور معصومیت جھلکنے لگی تھی جیسے کسی بڑی تکلیف کے بعد راحت نصیب ہو۔

"یہ کیا ہوا..... نمل..... نمل میری بیٹی۔" وہ دیوانوں کی طرح نمل کے بے جان وجود کو چوم رہی تھی۔ ہلار ہی تھی ساتھ ساتھ روتے ہوئے ہلار ہی گئی سکندر بھی آ گیا تھا۔ نملی نمل کا رشتہ زندگی سے ختم ہو چکا تھا۔ ساتھ ہی دل کا ناطہ بھی جیسے ختم ہو رہا تھا نمل کی تدفین میں میا، پاپا، شہروز، فروا بھی آئے دل آویز تو جیسے پتھر کی ہو چکی تھی خالی خالی آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھے جا رہی تھی۔ نمل کے کاٹ اس کی محسوس جنگ، بستر، کپڑے، فیڈر، کھلونے ساری چیزیں اسے کاٹ رہی تھیں۔ کمرہ خالی خالی اور ویران ہو گیا تھا۔ نمل کے چھوٹے چھوٹے ذخیروں کام ہوتے تھے جس میں اس کا ٹائم پاس ہو جانا گمراہ..... پھر سکندر کے اس تھپڑ نے تو دل آویز کو اور زیادہ توڑ کر رکھ دیا تھا اب اسے ایک لمحے کے لیے بھی سکندر کا وجود برداشت نہیں تھا۔ تدفین کے بعد جب سارا بیگم جانے لگیں تو وہ بھی ساتھ جانے کو تیار ہو گئی۔

"سنو بول آویز اگر تم نے گھر سے باہر قدم نکالا تو سوچ لو پھر میرے گھر کے ساتھ ساتھ میرے دل کے دروازے بھی تم پر ہمیشہ کے لیے بند ہو جائیں گے۔ اس لیے کوئی بھی قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا۔" پیچھے سے سکندر کی آواز آئی۔
"ہاں سکندر تم اور کبھی کیا سکتے ہو خود کو مضبوط سمجھنے والے انہماں کمزور اور بزدل مرد ہو۔ مجھے کوئی شوق نہیں

دیا..... آپ کی سوچ اتنی چھوٹی ہوگی یہ بات تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی سنے اور سوتیلے کا فرق بھی بھی میرے ذہن میں نہیں آیا....." یہ آپ کی چھوٹی سوچ ہے۔" وہ بھی پھٹ پڑی۔

"گواں بند کرو تم دو نکلے کی عورت اگر تم نے یہ سب کیا تو بدلے میں تمہیں بھی میرا نام ملا ہے یہ عایشاں گھر یہ ٹھانٹ ہاٹ اور شاہانہ زندگی ملی ہے تمہیں..... ورنہ..... ورنہ میں پیسے پھینک کر گھر میں نرسوں کی قطار لگا سکتا ہوں۔ تم سے بہتر تو شمشاد ہے وہ پیسے لیتی ہے تو نملک حلالتی تو کرتی ہے۔"

"سکندر بس کر دیں۔ آپ حد سے زیادہ بول رہے ہیں پیسے کے نشے میں دھت ایک گڑے ہوئے ناکام انسان ہیں..... آپ کی نظر میں صرف پیسہ اہمیت رکھتا ہے انسانی جذبات، احساسات اور رشتوں کی اہمیت نہیں ہے....."
"گواں بند نہ کی تو.....!" وہ غصے سے بے قابو ہو کر قریب چلا آیا اور ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"تو..... تو کیا کریں گے آپ.....؟" وہ بھی تنگانی ہوئی انھہراں کے مقابل آ گئی۔
"تو..... تو....." سکندر نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ٹھانچہ دے مارا۔

"سک..... سکندر..... آپ جاہل، ابل مغرور اور عام مردوں کی طرح کم ظرف اور سنگلی انسان ہیں۔" کمال پر ہاتھ رکھے وہ روتے ہوئے زور سے چلائی۔ ضبط کی حدیں ختم ہو چکی تھیں۔ سکندر کمرے سے باہر نکل گیا تو وہ وہیں بیڈ کے کونے پر ٹپک گئی اور منہ چھپا کر زارہ قطار رونے لگی۔ سکندر نے جہالت کی انتہا کر دی تھی۔ یہ صلہ دیا تھا اس کی قربانیوں کا شجاع کا خیال رکھنے کا اس کو اپنے بچے کی طرح سمجھنے کی یہ سزا ملی تھی اسے۔

"سکندر! تم کتنے جاہل ہو، بزدل بھی..... آؤ۔" اس کے لبوں سے دہلی دہلی سسکی ابھری آؤر کتنا سوٹ تھا سکندر کا رویہ تو ایسا تھا جیسے اس نے دل سے شادی کر کے اس پر

آج موسم کی پہلی بارش تھی اپنے کمرے کی کھڑکی سے اس نے باہر لان کی جانب دیکھا تو آؤریا داتا گینا پلٹیں نم ہونے لگیں۔

دل ہجر کے غم سے بو جھل بہا بآن ملو تو بہتر ہے اس بات سے ہم کو کیا مطلب یہ کیونکر ہو یہ کیسے ہو "دل بی اندر آ جاؤ۔" سارہ بیگم کی آواز پر وہ چوکی اور ادھر ادھر دیکھا وہ بارش میں بھیک چکی تھی گزشتہ یادوں میں اس قدر کھوئی ہوئی تھی کہ اسے وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا دن ڈھلنے لگا تھا۔ وہ خاموشی سے اٹھ کر اندر کی طرف چلی آئی۔

سارہ بیگم کے بہت اصرار پر وہ اکیلی مارکیٹ چلی آئی ضرورت کی کچھ چیزیں لگتی تھیں۔ کتنے عرصے بعد وہ یوں مارکیٹ میں آئی تھی آزادی کے ساتھ اپنی پسند کی شاپنگ کرنے کے لیے۔ وہ شاپر پر لیے بال سے باہر نکلی تھی کہ اچانک جیسے اس کے قدم جم گئے سامنے سے آتے آؤر پر نظر پڑی تو قدم کے ساتھ ساتھ نظریں بھی جم سی گئیں۔ آؤر کی نگاہ تھی اس پر پڑی دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ پانچ سال کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل تھے۔ وقت اور حالات نے دونوں پر نمایاں اثر ڈالا تھا۔ وہ کچھ کمزور اور کچھ بچھیسی لگ رہی تھی آؤر تھوڑا سا موٹا ہو گیا تھا جس سے مزید اسٹارٹ لگ رہا تھا۔ دل آؤر نے جلدی سے نگاہ جھکالی۔

"دل....." وہی پیار میں ڈوبا مخصوص انداز، چاہتے ہوئے بھی دل کے قدم رک گئے۔ دل عجیب انداز میں دھڑکنے لگا تھا آنکھیں چمکنے کو بہتا بھیں۔

"دل کیا ہم سلام دعا کے بھی روادار نہیں؟" آؤر کی بات پر اس نے تڑپ کر نگاہ اٹھائی۔

"مجھ سے ناراض ہوتا تم؟" دل کا لہجہ نونا ہوا تھا۔

"دل کیا ہم جیٹھ کر ایک کپ چائے پی سکتے ہیں؟"

آؤر نے سوال کے جواب میں سوال کر ڈالا وہ بنا کچھ کہے اس کے پیچھے چل دی۔

ہے تمہارے اس سونے کے ہجرے میں قید رہنے کا میں یہاں پر صرف اپنی بیٹی کے لیے تھی جب وہ نہ رہی تو یہاں رہ کر کیا کروں گی۔" اس کی آواز ندھ گئی اور آؤر سو بہہ نکلے۔

"تم ایک کھوکھلے بے رحم اور ناکام انسان ہو، جسے رشتوں کا پاس نہیں اسی وجہ سے تم دوسری بار اکیلے ہو رہے ہو۔" وہ بھی اعتماد سے جتنی ہوئی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سچا یادوں کو چھوڑ کر اس کے محل نما قید خانے سے باہر نکل آئی۔ ماما اور پاپا دونوں ہی وہی تھے اس وقت دل کو کچھ کہنا مناسب نہ تھا وہ دونوں خاموش تھے انہیں بھی بیٹی کے ساتھ ہونے والے حالات کا دکھ تھا غصہ اپنی جگہ مگر... تھے تو مان، باب وہ سارہ بیگم کے کندھے سے لگ کر بری طرح سسک اٹھی۔

"ماما..... ماما..... مجھے معاف کر دیں۔ پاپا..... پاپا پاپا پاپا مجھے معاف کر دیں۔" وہ بکھر رہی تھی اسد تک نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگا لیا اور وہ ان کی بانسوں میں بکھر گئی۔

کچھ دن بعد ہی سکندر بخت نے خفاق کے کاغذات بچھوا دیے۔ خفاق کے کاغذات ہاتھ میں لے کر وہ ایک بار پھر رووی تو یا دوسری بار اس کے ساتھ یہ ہوا پہلی بار اس نے نادانی کی اور دوسری بار سکندر بخت نے اس کی قدر نہیں کی۔ محض ایک مفروضہ، ایک وہم کی وجہ سے اس نے چند سالوں میں کیا کچھ نہ سہا تھا۔ کتنا دکھ، اذیت اور تکلیف وہ وقت گزارا تھا۔ آؤر سے رشتہ توڑ ڈالا۔ شجاع کی صورت میں نہ چاہتے ہوئے کانٹوں پر چل کر اس کی دیکھ بھالی کی پھر مکمل کی صورت میں ایک اور آزمائش اس کی منتظر تھی۔ اس کی سوچ تو یہی تھی کہ آؤر سے شادی ہوئی تو خدا خواستہ بچے ایب تارنا ہو سکتے ہیں لیکن..... مکمل پیدا ہوئی اور پھر..... پھر وہ تنہا ہی تھی۔ سچ یادیں، دکھ اور پچھتاوا جب اسے حد سے زیادہ تنگ کرنے لگا تو وہ بے چینی سے کمرے میں ٹھیلے لٹکی۔ ایک مدت ہو گئی تھی نہ بارشوں میں بیٹھی تھی تا برسات کے عرصے لیے تھے یہ سب کچھ بے معنی اور بے لذت ہو چکا تھا۔

بھی تمہیں نہیں بھولی۔ بہت روٹی بہت تزی مزے جانیے کیوں دو بات میرے دل و دماغ میں چبک کر رہ گئی اور میں نہ چاہتے ہوئے بھی اذیت ناک فیصلہ کر چکی اور میرا نصیب تو وہ ٹھوکہ میری اپنی بیٹی ایب نارل پیدا ہوئی۔ سکندر ایک بڑھا لکھا جاٹ اور مغرور انسان تھا۔ میری بیٹی کا بھی انتقال ہو گیا اور میں..... میں سکندر کا گھر چھوڑ کر آگئی پھر..... اس نے مجھے طلاق دے دی۔ وہ کھویرے ساتھ کیا کیا ہو گیا۔ کتنی بڑی سزا ملی ہے مجھے تم سب کا دل دکھانے کی۔ پانچ سالوں میں ایک دن، ایک لمحہ بھی اپنی مرضی سے نہ تھی پائی، کوئی خوشی کوئی خواہش کوئی ہنس کچھ بھی تو نہ ملا مجھے۔" دل کے لہجے میں وہ بول رہے تھے۔

"اف خدا یا.....!" آذر نے اس کی پوری بات سن کر اپنا سر تھام لیا۔

"کیسی جہلانہ سوچ تھی تمہاری، حد ہوتی ہے تو ہم پرستی کی یہ سب تو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، کتنی پاگل لڑکی ہو ایک بے کاری بات کو اٹھانا تو تم نے کتنی جہالت کا ثبوت دیا ہے دل..... ہزاروں لاکھوں شادیاں ہوتی ہیں خاندان میں اکا دکا ایسے کیس ہوتے ہیں اور پھر وہاں بھی تو ایسا ہونا کہ جہاں ایسا رشتہ نہیں تھا..... حد کر دی تم نے میری تو کچھ میں نہیں آ رہا کہ تمہاری اس حرکت پر تمہیں کیا کہوں۔ ایسا رتی ایکٹ کروں؟ تم نے تو میرا دماغ گھما کر رکھ دیا۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ تم بڑھی لکھی ہو کر اتنی جہلانہ سوچ رکھ سکتی ہو ایسی بات کو اٹھانا کر اتنا بڑا فیصلہ کر سکتی ہو..... تم نے بہت ظلم کیا ہے دل خود پر بھی اور ہم سب پر بھی۔" آذر کی تجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے؟ "پلیز آذر، معاف کر دو مجھے میری فریضہ نے بھی مجھے ذرا دیا تھا۔ میں سچ سچ بہت جبراً گئی تھی۔" وہی معصوم سا لہجہ..... وہی انداز..... آذر نے غور سے اسے دیکھا۔ اب بھی وہ دل میں اتر جانے کی حد تک حسین لگ رہی تھی۔

"اب تمہارے معافی، تمک لینے سے ہمیں کیا وہ وقت وہ پانچ سال واپس مل جائیں گے وہ دکھ، اذیت، تکلیف جو ہم سب نے برداشت کیے ہے کیا اس کی تلافی ممکن ہے۔"

"دل مجھے صرف اتنا بتاؤ کہ تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا، یوں سچ میں مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ بے وجہ، بغیر کسی ریزن کے تم از کم میری غلطی، میری کوتاہی کچھ تو بتاتیں۔ تم نے مجھے ہی نہیں مانو کو مانا، ماما اور ماما کو بھی شدید اذیت اور دکھ دیا ہے تم نے ہم سب میں دو دریاں پیدا کر دیں، رشتے ختم کرادیے۔ تم تو مجھ سے بے پناہ پیار کرتی تھیں۔ ساتھ جینے اور مرنے کی قسمیں کھانی تھیں ہم نے ساری زندگی بچپن سے جوانی تک ہم ایک دوسرے کی ڈھال بنے۔ ایک دوسرے کا ساتھ دیا لیکن جب عمل کا وقت آیا تو تم نے معنی آسانی سے راستہ بدل لیا۔ تمہیں کس نے حق دیا تھا یہ سب کرنے کا، میرے دل سے..... میرے ارمانوں سے کھیلنے کا مجھے بے وقعت کرنے کا، تمہیں دولت چاہیے تھی تو ایک بار کہہ کے دیکھتیں تمہارے لیے میں کچھ بھی کر لیتا۔ اتنی دولت کمانا کہ تمہارا دل بھر جاتا۔ مگر تم نے..... تم نے بنا کچھ کہہ ایک امیر ترین شخص کو اپنا لیا۔" آذر نے گویا سالوں سے جمع کی ہوئی بجز اس نکال لی تھی۔ بات ختم کر کے اس نے سر اٹھایا تو دیکھا دل کی آنکھوں سے نپ نپ متواتر آنسو گر رہے تھے۔

"آذر پلیز مجھے اس قدر گرا ہوا مت سمجھو کہ میں نے دولت کو اہمیت دی۔ بس ایک وہم تھا ایک ڈر تھا جس نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا اور..... اور..... میں نے اس کی سزا بھی بھگت لی ہے وہ آنسوؤں ووصاف کرتے ہوئے دھیرے سے بولی۔

"کیوں..... کیا وجہ تھی کیا وہم..... کیسا ڈر؟" آذر کا لہجہ بہت سادہ تھا۔

"آذر..... آذر میں نے سنا تھا کہ فیملی میں شادیاں ہوں تو ستر فیصد بچے نارل پیدا نہیں ہوتے اور تمہیں تو پتا ہے کہ مجھے ایب نارل بچوں سے اتنا خوف آتا تھا تو..... میں نے سوچا کہ بس ہمارے بچے بھی..... میں ڈر گئی تھی آذر..... لیکن..... لیکن اس فیصلے سے میں خود کب خوش تھی سب مجھ سے ناراض ہو گئے۔ میں تمہارے اب تک میں

اسے لے کر اڑ جاؤ۔“ اس کے بچے میں وہی شوخی نمایاں تھی۔ دل پزل ہو گئی۔ وہ زور سے ہنس دیا۔
ریسٹورنٹ میں موجود لوگوں کی نظروں سے گھبرا کر دل نے اسے گھورا۔

”اگرے، بھئی سیدھی سی بات ہے کہ اپنے تمام تر پاگل پن خصوصیات کے ساتھ یہ اپنی کھوپڑی والی دل آج بھی آذر کے دل میں موجود ہے اور آذر چاہتا ہے کہ اس کی بارگاہی اس پاگل کو تھکڑی لگا کر دل میں قید کر لے تاکہ اسے مزید پاگل ہونے سے بچایا جاسکے۔“

”کیا...! دل نے غیر یقینی انداز میں آذر کو دیکھا اتنی جلدی وہ ساری تلخیاں بھول کر پھر سے اسے اپنانے کا خواہش مند تھا۔ دل آذر کا دل بھرا یا اس کی آنکھیں جھینکنے لگیں۔

”بس اب یہ رونا دھونا بند کر کے آنے والے دنوں کی خوشیوں کا استقبال کرنے کی تیاری کرو اور گھر جا کر میرا انتظار کرو شام کو آ رہا ہوں میں اور مانا پاپا سے کال پر بات بھی کرو اور دل کا تمہاری۔ اب ذہن سے تمام توہمات اور خدشات نکال دے لڑکی۔“ آذر نے اس کا سر ہلایا تو وہ اثبات میں سر ہلا کر ہنس دی۔

آنکھوں میں نمی اور چہرے پر شرم و حیا نے اسے دھوپ چھاؤں جیسا بنا دیا تھا اور آذر نے اس کے اس حسین امتزاج کو موبائل کیمرے میں قید کر لیا تھا۔



وہ خواب، وہ چاہتیں، کیا کیا وہ لوٹ کر آ سکتے ہیں۔“ آذر کا لہجہ بھی بھینکنے لگا تھا۔
وہ نام اور پشیمان تھی ان سب کی مجرم تھی۔

”کیا... کیا تم نے شادی کر لی۔“ دھڑکتے دل کے ساتھ بچانے کیوں اچانک دل کے لبوں سے یہ سوال پھسلا۔ پھر وہ خود ہی شرمندہ ہونے لگی۔

”دل، میں نے تمہارے ساتھ زندگی گزارنے کی قسم کھائی تھی۔ تمہارے ساتھ جینے اور مرنے کا عہد کیا تھا تم سے پہلے کوئی اس دل میں تھا نہ تمہارے جانے کے بعد کوئی اس دل میں جگہ بنا سکا۔ میں نے اپنا وعدہ نبھایا، اپنا قول پورا کیا اور آج... آج بھی میں اکیلا ہی ہوں۔ ممانا پاپا کی بے اعتنا ضد کے باوجود بھی میں نے شادی نہیں کی۔“ اس کے جواب پر دل آذر مزید شرمندہ ہو گئی۔

”اچھا اب میں غلطی ہوں۔“ وہ اٹھنے لگی۔
”کیا... کیا میں بچپن سے معافی مانگتا سکتی ہوں؟“
اٹھتے اٹھتے آذر سے سوال کیا۔

”سناؤ اور پاپا آج کل سعودی عرب میں ہیں آذر نے دھیرے سے کہا میں یہاں اکیلا ہوں۔“ وہ بچھسی گئی اور بے بدلی سے پرس اٹھا کر مڑنے لگی۔

”سنو دل۔“ آذر نے پکارا۔
”جی۔“

”کیا میں تمہارے گھر آ جاؤں مانا ماما سے ملنے؟“
آذر نے پوچھا۔

”ہاں... ہاں ضرور... پاپا کو اچھا لگے گا۔“ دل کو اس کی بات اچھی لگی۔

”اور پاپا کی بیٹی تو؟“ آذر نے تھوڑا سا آگے بڑھ کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ وہی پرانا شرارتی لہجہ۔

”کیا مطلب؟“ وہ مڑ بڑا گئی۔

”مطلب کیا پاگل لڑکی یا آذر ہے پاپا کا مشرقی لڑکا ہے جو آج تک اپنے پرانے پیار کو سینے سے لگائے تمہارا متغیر بیٹھا ہے کہ کب تم انوار کے صوفے پر سوار ہو کر آؤ اور

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✦ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✦ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✦ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو ایبل لنک
- ✦ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✦ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✦ ہر پوسٹ کے ساتھ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✦ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریج
- ✦ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✦ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✦ پیریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✦ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریج
- ✦ ایڈ فری لنکس، لنکس کو ایسے کمانے کے لئے شرک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

← ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

← ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1



انزال عمران آیت

مسویر افلک

دل و زنگد میں جھڑپا بھی منفرد تھ مگر
جو فیصلہ ہوا وہ بھی بڑے کمال کا تھا
یہ اور بات کہ بازی اسی کے ہاتھ رہی
وگرنہ فرق تو لے دے کے ایک چال کا تھا

"بولو کیا کام ہے؟"
"باجی جی! میری لڑکی کی شادی ہے تین ماہ بعد تو
اگر کچھ کپڑے وغیرہ ہوں تو....." اس نے جھپکتے
ہوئے اظہار بیان کیا۔
"امام غزالی فرماتے ہیں کہ پہلے لوگ اس کو بُرا
بجھتے تھے کہ کوئی دن صدقہ کرنے سے خالی ہو چاہے
ایک کھجور یا روٹی کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو اس لیے کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر شخص
اپنے صدقے کے سائے میں ہوگا۔"
"ہاں نصیحت ہے میں نکال دوں گی۔" میں نے ٹی
وی اسکرین پر ہی نظریں جمائے اسے جواب دیا۔
صفراں کی بار بار مداخلت سے میرے پروگرام کا
تسلسل نوٹ رہا تھا۔
"وہ باجی ایک بات اور..... صدقہ خیرات نکالیں
تو مجھے یاد رکھا کریں۔ گھر میں کام کرنے والیوں کا پہلا
حق ہوتا ہے۔"
"اوہو....." میں جھنجھلا گئی۔ "یہ کام والیاں بھی

"جو لوگ اپنے مال کو خرچ کرتے ہیں رات دن
پوشیدہ اور کھلم کھلا ان کے لیے ان کے رب کے پاس
نواب ہے اور قیامت کے دن ان کو کوئی غم ہوگا نہ وہ
مغموم ہوں گے۔" (سورۃ بقرہ آیت ۲۸)
"باجی جی! سارا کام ہو گیا ہے میں جاؤں اب۔"
میں ٹی وی دیکھنے میں مگن تھی تو صفراں اپنے دھلے
ہوئے ہاتھ اپنے میلے روپے سے پونچھتی ہوئی آگئی۔
"آں..... ہاں..... جاؤ خرچ کے اوپر کھانا باندھ
کر رکھا ہے وہ بھی لیتی جاؤ۔" اسے جواب دے کر میں
پھرتی وی ٹی جانب متوجہ ہوئی غم ہی چینل سے میرے
پسندیدہ ڈسکالر کا پروگرام آ رہا تھا۔
"سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۹۲ میں رب ہادی
تعالیٰ فرماتا ہے اے مسلمانو! تم (کامل) نیکی کو حاصل
نہ کر سکو گے یہاں تک کہ اس چیز کو خرچ نہ کرو جو تم کو
خوب محبوب ہو۔"
"باجی جی..... وہ..... ایک کام تھا جی آپ سے۔"
صفراں نے مجھے پھر مخاطب کیا تو میں چونکی۔



مانگنے والیوں سے کم نہیں ہوتیں۔ عادت جو پڑ جاتی ہے مانگ کر کھانے پینے کی یہاں سے سمیٹ کر لے جائیں گی تو کل کسی اور دروازے پر کھڑی نظر آئیں گی۔" مجھے غصاً گیا مگر اسے مالا۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے میں سوچوں گی۔" صدقہ خیرات اور فطرہ زکوٰۃ کے لیے ہمارے گھر بندھے ہوئے تھے۔ پہلا حق تو رشتے داروں کا ہوتا ہے اس کو جانے کیسے پتا چل گیا تھا۔

"بہت بہت شکر یہ! اللہ آپ کو بہت دے سلامت دے گی۔" وہ دعا میں دیتی ہوئی چلی گئی تو میرا دھیان دوبارہ بیوی کی طرف چلا گیا۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "آدمی ایک کھڑا ہوتا ہے اور وہ اللہ جل شانہ کہ یہاں اس قدر بڑھتا ہے کہ احد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔"

حضرت انس فرماتے ہیں کہ "انصار میں سب سے زیادہ کعبہ کے درخت حضرت ابوظہر کے پاس تھے اور ان کا ایک باغ تھا جس کا نام بیرحاء تھا۔ وہ ان کو بہت زیادہ ہی پسند تھا یہ باغ مسجد نبوی کے سامنے ہی تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا پانی نوش فرماتے جو بہت ہی بہترین پانی تھا۔ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو حضرت ابوظہر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حق تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں اے مسلمانو! تم کامل نیکی حاصل نہ کر سکو گے یہاں تک کہ اس چیز کو خرچ نہ کرو جو تم کو خوب محبوب ہو۔"

مجھے ساری چیزوں میں بیرحاء سب سے زیادہ محبوب ہے۔ میں اس کو اللہ کے لیے صدقہ کرتا ہوں اور اس کے اجر و ثواب کی اللہ سے امید رکھتا ہوں آپ جہاں مناسبت سمجھیں اس کو خرچ فرمادیں۔" میں نے بیوی کا دلیم بڑھا دیا جو صغیراں سے بات چیت کے دوران

کھم کر دیا تھا۔

"روایتوں سے ثابت ہے کہ جو شخص اخلاص کے ساتھ صدقہ کرتا ہے اس کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔ جو ریا کاری کرتا ہے تو اس کے عمل کی قبولیت کی کوئی صورت نہیں اور سود سے دنیا اور آخرت دونوں ہی تباہ و برباد....."

بکلی بے موقع دعا دے مگنی ورنہ معمول کی تو میں عادی ہی تھی۔ پروگرام کا تسلسل ایک بار پھر نوٹ گیا میں نے جی بھر کر بکلی والوں کے محلکے کو کوسا۔ صد شکر یو پی ایس تھا ورنہ گرمی کا عذاب بھی جھیلنا پڑتا۔ بچوں کے اسکول سے واپس آنے میں دو گھنٹے باقی تھے صفائی نامی کمرگنی تھی کھانا رات کا ہی ہوا تھا اتفاقاً سوپائٹل میں ٹیننس بھی نہیں تھا وگرنہ یہ قاریغ وقت خوش گپیوں میں ہی گزر جاتا پھر میرا دھیان الماری کی طرف چلا گیا۔ الماری کی ترتیب بہت دلنور سے بگڑی ہوئی تھی سوچا کہ الماری بھی سیٹ ہو جائے گی اور گئے ہاتھ نامی صغیراں کے لیے کچھ کپڑے بھی نکال لوں گی۔

اسی بہانے صدقہ خیرات بھی نکل جائے گا میرے ذہن میں پروگرام کا اثر ابھی باقی تھا۔ یہ خیال آتے ہی الماری کھول کر بیٹھ گئی سب سے پہلے تمام کپڑوں کو گرمی اور سردی کے کپڑے سمجھ کر لیے پھر قاریغ کی قاریغ اور گھریلو استعمال کے کپڑوں کو سمجھ کر کے الماری میں دوا چھڑک کر اس کی کاغذ بچھا دیا۔ ساتھ ہی ایک بڑا سا پر بھی رکھ لیا تاکہ صغیراں کو دینے جاسکے اسے کپڑے اس میں رکھتی جاؤں آہستہ آہستہ تہہ کرنا شروع کیے اور ترتیب دار جماعت شروع کی۔

پھر گرم شالیں اور پرانے سوئٹرز الگ کر کے استعمال کے قابل اوپر سے دوسرے خانے میں جما دیے پھر خاص موقعوں یعنی شادی اور پارٹیز وغیرہ میں پہنے جانے والے کپڑوں کی چھانٹی کی۔ جن کے ذرا آن پرانے ہو گئے تھے انہیں صغیراں کے شاپر میں

رزگارنگ کہانیوں سے آہستہ آہستہ

AANCHALPK.COM

تازہ شماره شائع ہو گیا ہے



قلمندریزاست

دنیا کو بخیر کرنے اور انسانیت کو نیک بنانے کے لیے
دلالت کے قلمندریزاست احمد علی کی قلمندریزاست

دیدبان

ماں، ریشوں کے کس منظر میں وطن پر سونے کے
لیے بطور خاص ہر شہری ہر شہر کا ایک

ملک

تاریخ کے صفحات میں محو ہر روز، نہ ہر روز
دلدار داستان بھکاریک داستانوں میں شملہ

AANCHALNOVEL.COM

تاریخ کی اور میں کیلئے تجویز صورت کیلئے

خوشبو خوش، منتخب غریب، نغمہ نغمہ، ذوق آگہی، اقباسات
اقوال زریں، احادیث وغیرہ معروف و نئی، حافظ
شیر احمد سے اپنے دنیاوی مسائل کا حل بہت

جسٹس کی صورت میں

ڈال دیا جبکہ دیگر تیسرے خانے میں جمادیے سب
سے آخر میں روزمرہ پہنے جانے والے کپڑوں میں
سے بھٹے پرانے اور بدنما و بدرنگ کپڑے عینہہ کر کے
چند قابل استعمال حالت والے جوڑے سب سے نچلے
خانے میں جما دیئے۔ الماری سیٹ کر کے میں نے
صفران کا شاہ پر باندھنے کے لیے ہاتھ میں لیا تو بکا یک
خیال آیا کہ ایک بار دیکھ لوں کہ مبادا کوئی کام کی شے
غلتکی سے نہ چلی گئی ہو کیونکہ بھی کبھار میں جندی میں
کپڑوں کے درمیان کاغذات اور پیسے بھی رکھ دیتی تھی
سو جا کہ بعد میں پوچھوں گی تو صفران کو لگے گا کہ باجی
شک کر رہی ہیں۔

شاہ پر میں ہاتھ ڈالا تو بچوں کے دو گرم سوٹر ہاتھ میں
آگئے۔ سوٹر سے فرش کا پونچھا اچھا لگ جاتا ہے اکثر
صفران بھی پونچھے کے لیے پرانے سوٹر لانے کو کہتی۔
لنڈے میں چھوٹے سا سبز سا سوٹر بھی سوچا جس سے کم کا
نہیں۔ ان ہی سے کام چھالوں کی خیال آتے ہی میں
نے وہ سوٹر عینہہ کر لیے۔ اس کے نیچے ایک کاشن کا
میرا پسندیدہ نیلے رنگ کا اور دوسرا لان کا چمڑی پرنٹ کا
سوٹ نظر آیا جو اب بدرنگ و بدنما ہو چکے تھے۔

”اتنے مہنگے مہنگے سوٹ بناؤ ذرا سے استعمال سے
کچھ ہی دھلائیوں کے بعد کیسے بدنما ہو جاتے ہیں۔“
میں نے ان کے دوپٹے شانوں پر پھیلا کر دیکھے۔
دوپٹے ابھی بھی بہتر حالت میں تھے آج کل تو دوپٹے
بھی ٹین ساڑھے تین گز کا ہوتا ہے۔ ان کی تو آرام
سے ٹیس بن جائیں گی اور سفید و سیاہ شٹلوار دوپٹے تو
ہیں ہی میرے پاس گرمی میں کپڑے بھی زیادہ چاہیے
ہوتے ہیں۔ بازار میں تو لان کے کپڑوں کو آگ لگی
ہوئی ہے کل بچت بازار سے بھی مشکل سے دو ہی
سوٹ لے پائی۔ کیا خاک پوری گرمی گزرے گی، کل
ہی رشیدہ درزن کو دے دوں گی، لیس لگا کر ہی دے گی
تو کس کو پتا بھی نہیں ہے گا کہ دوپٹے سے ٹیس بنائی
ہے۔ یہ خیال آتے ہی میں نے دوپٹے عینہہ کر لیے

تا کہ ان کی میچنگ بلیس خرید سکوں۔

اب خالی سوٹ دیکھ کر تو صغراں کا منہ بن جائے گا اور مجھے پیسے دیکھے گی تو سمجھ جائے گی کہ باجی نے دوپٹے روک لیے تھے، چوآن سولوں کو کاٹ پین کر ڈسٹنگ وغیرہ میں استعمال کر لوں گی۔ میں نے دونوں سوٹ شاپر سے باہر نکال لیے۔ کاٹن کے سولوں کے نیچے میرے جینز کا پرانے ڈیزائن کا بخاری سوٹ تھا۔

”اللہ... میں کتنی پاگل ہوں! اپنا پسندیدہ سوٹ دے رہی ہوں۔ انگر کھا تو میں نے کتنی ضد کر کے امی سے بنوایا تھا آج کل تو ایسا کیزا آتا ہی بند ہو گیا ہے۔ فیشن کا کیا ہے وہ تو پلٹ کر واپس آتا ہے۔“ نقصان سے بچنے پر میں نے شکر ادا کرتے ہوئے میزون اور فیروز کی کنٹراس والا سوٹ نکال کر دل سے لگا لیا۔ اس میں سے میسے کی مہک جو آ رہی تھی۔ امی ابو سب گھر والے یاد آئے۔ گئے میرا دل مسوسے لگا۔ میسے سے جڑی یا وہیں پھلیں نم کرنے لگیں۔

یگانہ خیال آیا کہ بچے آنے والے ہیں کام کو جلدی سمیٹنا ہے۔ شاپر بند کرنے لگی کہ سبز ہیلوں کی ستاروں والی سازھی پر نگاہ پڑ گئی۔ میں نے سر پیٹ ڈالا اور جھپٹ کر سازھی باہر نکالی سازھی کے گونڈن ستارے گو کہ نام نہ پڑنے لگے تھے مگر سازھی سے جڑی یادیں آج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ میرے ذہن میں روشن تھیں۔ یہ میرے پیارے شوہر نادر کی طرف سے ہماری شادی کی پہلی سالگرہ کا منٹ تھا۔ یادیں بھی کیسی عجیب تھے ہیں ابھی ہنساتی ہیں ابھی رٹاتی ہیں۔ میں اپنی فلسفیانہ سوچ پر خود ہی ہنس پڑی۔ اسی اثناء میں گھڑی نے ایک بجنے کا انازم دے دیا۔

بچوں کے لیے کھانا گرم کرنا تھا شاپر میں آخری سوٹ بچا تھا میں نے جلدی سے اسے نوا۔ وہ میری بری کا سوٹ تھا، مہتر آرمز پر مردوزی کا کام کالا پڑنے لگا تھا۔ میں نے شاپر بند کر دیا اور چکن کی طرف چلی گئی۔ فریج سے سائمن نکال کر چینی چوبے پر گرم کرنے

کے لیے رکھی ہی تھی کہ لائٹ آگئی میں نے شکر ادا کیا۔ لائٹ آنے پر ٹی وی دوبارہ کھل گیا، میں شاید مین سوئچ بند کرنا بھول گئی تھی۔ مولانا صاحب کی آواز بتا رہی تھی کہ پروگرام ابھی باقی تھا یعنی لائٹ پون گھنٹے بعد ہی آگئی تھی۔ میں نے چادر چن کر بیٹنے کے لیے چڑھا دیے ٹی وی کی آواز چن تک آ رہی تھی۔ میں پروگرام کا اختتام سورۃ آل عمران کی اس آیت مبارکہ سے کر رہا ہوں تاکہ بیان کا مقصد مکمل طور پر واضح ہو جائے۔

”اور دوڑو اس بخشش کی طرف جو تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ دوڑو اس جنت کی طرف جس کی پھیلنا و آسمان اور زمین ہے جو تمہارے لیے ہے ایسے متقی لوگوں کے لیے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ فراخی میں اور تنگی میں بھی اور غصہ کو ضبط کرنے والوں اور لوگوں کی خطاؤں کو محاف کرنے والے ہیں اور اللہ جل شانہ محبوب رکھتے ہیں احسان کرنے والوں کو۔“

”تا ظہرین اب اجازت دیجیے اگلے پروگرام میں کسی اور موضوع کے ساتھ حاضر ہوں گا اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔“

پتہ دم میرے قدم جیسے ٹھٹک گئے تھے یوں لگا جیسے دل و دماغ پر مڑوں بوجھ آ گیا ہو شاید میرے اس عمل کے پیچھے چھپی نیت کا پردہ چاک ہوا تھا جس میں اخلاص نہ تھا۔ وہ علم بھی کس کام کا جس میں عمل نہ ہو اور عمل ہو تو اس میں کھوٹ شامل ہو۔ مجھے اپنا آپا بپنا دکھا گیا تھا اور میں زمین میں اندر ہی اندر دستہ چلی جا رہی تھی۔





لوٹا بہ ہوا افکارا

سمیرا شریف طور

Scanned By Amir

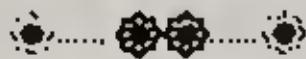


اترے جو زندگی تری گہرائیوں میں ہم
مخمل میں رد کر بھی رہے تنہائیوں میں
دیوانگی نہیں تو اسے اور کیا کہیں
انسان ڈھونڈتے رہے پرچھائیوں میں ہم

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

انا کی گمشدگی گھر والوں کو پریشانی میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اپنے طوطے پر ہر جگہ تلاش کرنے کے بعد دو مصطفیٰ سے مدد چاہتے ہیں تاکہ گھر کا معاملہ گھر میں ہی ٹیٹ سکے۔ دوسری طرف شوہار بھی انا کے متعلق لائسنس کا اظہار کرتی ہے۔ شام کے آخری حصے میں کالیفورنیا کو گھر کے باہر چھوڑ جاتی ہے۔ اسے بکھرے طبقے میں دیکھ کر سب لوگ حریف تشویش کا شکار ہو کر اس سے پوچھ بچھ شروع کر دیتے ہیں لیکن کالیفورنیا کی دھمکیوں کے زیر اثر وہ زبان کھولنے سے قاصر رہتی ہے اور اسی دوران بے ہوش ہو جاتی ہے۔ ایاز کے گرفتار ہو جانے پر عبدالقیوم سخت مضطرب میں مبتلا اپنا غصہ عادلہ اور بیگم پر اتارتے ہیں۔ جبکہ عادلہ کے لیے بھی یہ سب ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ عباس سے بدلہ لینے کی خاطر وہ راجہ اور عباس کی تصاویر سوشل میڈیا پر لوڈ کر دیتی ہے اپنی عزت و آواز پر لگی دیکھ کر راجہ ڈیوٹ کر رہ جاتی ہے اور عباس کو تمام صورت حال بتا کر مدد طلب کرتی ہے۔ عباس مصطفیٰ کی مدد سے عادلہ کی آئی ڈی ہیک کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور کسی حد تک تصاویر کو ڈیلیٹ کرنے میں کامیاب ٹھہرتا ہے۔ دوسری طرف مصطفیٰ اپنی کوششوں سے عادلہ پر کیس کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے عباس ان حالات میں راجہ کو تسلی دینے اور خود جاتا ہے اور تمام معاملہ اسے سمجھا کر اس کی پریشانی کو کسی حد تک کم کرنے میں کامیاب بھی ہو جاتا ہے۔ راجہ کے دیکھ کر والے اس واقعے سے لائسنس ہی ہوتے ہیں۔ انا اسپتال پہنچ کر ہوش میں آ جاتی ہے وہاں اسے مختلف دوائیوں کے زیر اثر رکھا جاتا ہے ولید اور شوہار کے بار بار پوچھنے پر بھی وہ نہیں کسی بھی بات سے آگاہ نہیں کرتی۔ دو دن بعد اسے ڈسچارج کر دیا جاتا ہے۔ لیکن گھر آ کر بھی اس کی حالت وہی رہتی ہے۔ دوسری طرف تابندہ اپنی تلاش میں تا کام ٹھہرنے کے بعد واپسی کا ارادہ کر لی اپنا موبائل آن کرتے گھر والوں سے بات کرنا چاہتی ہیں جب ہی پاپا صاحب کے پاس کسی اجنبی کی کال آتی ہے اور اسے سن کر ان کا وجود کھڑک رہ جاتا ہے۔ ان کی طبیعت تیزی سے بگڑتی ہے جس پر شاہ زیب اور دیگر گھر والے پہنچ کر انہیں شہر لے جانا چاہتے ہیں تاکہ ان کا ٹھیک طریقے سے علاج ہو سکے۔ اسپتال سے گھر پہنچتے ہی انا کے نمبر پر کالیفورنیا کی کال آ جاتی ہے اور اسی کال کے نتیجے میں انا صبحی بیگم کے سامنے ولید کی دی ہوئی انگوٹھی رکھتے اپنے اور ولید کے تعلق کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دینے کی بات کرتی ہے جس پر صبحی بیگم ششدر رہ جاتی ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)



صبحی بیگم نے وقار صاحب سے بات کی تو وہ خود اس کے پاس چلے آئے وہ مگم مگم کر اذان سے ٹیک لگائے بیٹھی

ہوتی تھی پاپا کو دیکھ کر ایک دم سیدھی ہوئی تو انہوں نے بغور بیٹی کو دیکھا۔ سر جھکائے ہاتھوں کو دیکھتی وہ ایک دم انہیں بہت اچھی لگی۔

بیان کی انا تو نہیں تھی۔ ان کی انا تو بہت پر اعتماد خوب صورت اور زندہ دل تھی۔ یہ تو کوئی اور ہی لڑکی لگ رہی تھی بیمار، مڑ حال، پر مردہ اور کم ہوش لگنے والی آنکھوں کی جوت بچھ چکی تھی۔

”یہ میں کہاں رہا ہوں؟“ انہوں نے سنجیدگی سے استفسار کیا تو انانے گردن اٹھا کر باپ کو دیکھا۔

”تمہاری ماما کہہ رہی تھیں کہ تم منگنی تو رہی ہو۔“ ان کا انداز حد سے سنجیدہ تھا۔

”میں نے بہت سوچا لیکن میں ذہنی طور پر خود کو اس رشتے کا اہل نہیں پاتی۔“ اس نے دیشے سے کہا تو وقار صاحب نے بغور دیکھا۔

”وجہ؟“ انداز دو ٹوک تھا۔

”میری نورولی کی سوچ نہیں ملتی۔“ ہونٹوں کو کھینچتے ہوئے کہا تو وقار صاحب کے تیور بدلے۔

”ہم خاموش تھے لیکن تم جس طرح سارا دن غائب رہیں موبائل بند کچھ بتانے پر آمادہ نہیں واپس لوٹی تو نروس بریک ڈاؤن یہ سب کیا ہے؟“ وہ سنجیدگی سے پوچھ رہے تھے اور ان کو کون رہا تھا کہ اس کے پاس ان کے کسی بھی سوال کا کوئی بھی جواب نہیں۔ وہ بالکل خاموش ہی رہی۔

”انا جواب دو ہم نے تمہاری تربیت اس انداز میں کی ہے کہ ہم تم پر شک نہیں کر سکتے لیکن ہمیں اپنی کم شدگی کا جواز دو۔“ انہوں نے بہت سختی سے پوچھا پر انا پھر بھی خاموش ہی رہی تھی۔

”کہاں رہی تم سارا دن رات مجھے کوئی کیوں؟“ انہوں نے پھر اپنا سونل دہرایا تو اب کے لہجے میں سختی دہرائی تھی۔

تب ہی صبوحی جتن بھی کمرے میں داخل ہوئی تھیں وہ شاید باہر ہی تھیں شوہر کے تیور دیکھ کر فوراً اندھا لگی۔

”صبوحی اس سے پوچھو یہ کہاں تھی، کیوں تھی، کیوں نہیں دیکھتی یہ میرے سوالوں کے جواب؟“ انہوں نے بیوی کو دیکھ کر اور زیادہ تیزی اور برہمی سے پوچھا۔

”انا جواب دو تمہارے پاپا کچھ پوچھ رہے ہیں۔“ انہوں نے سر جھکائے خاموش بیٹی کا کندھا ہلایا تو اس نے سر اٹھایا آنکھوں میں عجیب سی کیفیت تھی۔ شدت جذبات سے چہرہ سرخ تھا۔

”میرے پاس ان کے کسی بھی سوال کا کوئی جواب نہیں۔“ بہت مدہم لہجے میں دوبارہ سر جھکا کر اس نے کہا۔

صبوحی اور وقار سختی رینگ سکتے کی کیفیت میں رہے تھے۔

”انا اس طرح مت کرو بیٹا کوئی پریشانی ہے، کوئی مسئلہ ہے تو ہمیں بتاؤ لیکن اس طرح مت کرو۔“ محبت سے ساتھ لگا کر صبوحی نے کہا۔

انا کے چہرے پر عجیب سی بے بسی طاری تھی..... وہ پھر سے سر جھکا گئی تھی..... آنکھوں سے آنسو قطرہ قطرہ ہاتھوں پر گرنے لگے۔ تب صبوحی بیٹم نے بے بسی سے شوہر کو دیکھا تو ان کے چہرے پر بھی گہری سوچ کا گھس تھا۔

”تم کسی اور کو پسند کرتی ہو کیا؟“ وقار صاحب نے پوچھا ان کے لہجے میں از حد سنجیدگی تھی۔ وہ اب بھی خاموش ہی رہی۔

صبوحی بیٹم نے خوف زدہ نظروں سے شوہر اور پھر بیٹی کو دیکھا۔

”تمہاری مسلسل خاموشی تمہیں بھرم ثابت کر رہی ہے انا ہم نے تمہاری تربیت ہمیشہ اس انداز میں کی تھی کہ تم بھی ہمیں گمان تک نہ نررا کہ تم زندگی کے کسی موز پر ہمیں اس طرح ذلیل کر دو گی وہ جو کوئی بھی ہے، جس کے لیے تم یہ سب کر رہی

ہو کیا وہ ولید جیسے لڑکے سے زیادہ قابل ہے۔" ان کا انداز قطعاً اور دو ٹوک تھا۔

"ابھی ولید سے رشتے سے انکار کے متعلق بات ہم دونوں تک سے اچھی طرح سوچ تو تم کیا چاہتی ہو اور ایسا کیوں کر رہی ہو جب تک تم اپنی منشدگی اور اس رشتے سے انکار کے متعلق کوئی ٹھوس وجہ نہیں بتاؤ گی، ہم تمہاری کوئی بات نہیں سنیں گے۔" وہ سچی سے کہہ کر کمرے سے نکل گئے۔ صبوحی بیٹھنے پر بڑی بے بسی سے بیٹی کو دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہ رہے تھے۔ ان کے اندر شدید غم کا خباہت تھا۔

"انا کیوں کر رہی ہو ایسا تمہاری وجہ سے سارا گھر ذمہ ہے۔" انہوں نے کہا تو وہ سسکتی ہی رہی۔
"دیکھو نا، ابھی کسی کو بھی تمہاری منگنی ختم کرنے والی بات کا نظریہ نہیں کوئی مسئلہ ہے پریشانی ہے تو مجھے بتاؤ میں سب ٹھیک کر لائے گی۔" اس کے سسکنے پر انہوں نے غم پر ضبط کرتے محبت سے پوچھا۔

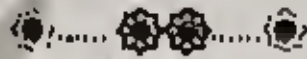
"مجھے کسی سے کوئی مسئلہ نہیں۔" اس نے لب کشائی کی۔

"ولی نے کچھ کہا ہے کیا؟" انہوں نے بغور دیکھتے پوچھا۔

"ہر انسان کو اپنی زندگی جینے کا حق حاصل ہے میں خود کو ان کے قابل نہیں سمجھتی۔" اس نے سر جھکائے پھر دھیمی آواز میں کہا تو صبوحی بیٹھ مزید اٹھ گئیں۔
"کیوں کیا کی ہے تم میں؟"

"میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے۔" جو اب اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا تو صبوحی بیٹھ خاموشی سے دیکھنے لگی۔

"تم آرام کرو اچھی طرح سوچ لو پھر بات کرو گی۔" وہ بخیر گئی سے کہہ کر اٹھ گئی تھیں۔ ان کے کمرے سے نکلتے ہی اتنا ایک دھیر بانی پر سر رکھ کر بکھر گئی تھی۔



وہ اور عباس انسپلر شہناز کی بتائی گئی جگہ پر پھر موجود تھے۔ وہ کل بھی آئے تھے لیکن عادلہ کچھ بھی بتانے پر آمادہ نہ تھی جو اب مصطفیٰ انسپلر شہناز کو ہدایت دے کر گھر واپس لوٹ گیا پھر سارا وقت بابا صاحب کی پریشانی رہی تھی اور اب پھر وہ دونوں اس کے سامنے تھے۔ وہ عباس کو دیکھ کر چپخٹے چلانے لگی تھی۔ چیزیں اٹھا اٹھا کر مارنے لگی تھی۔

"گھنڈیا ویل انسان میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی یو بندھی یو باسنز۔" عادلہ کا اشتغال سے برا حال تھا۔ انسپلر شہناز نے اسے فوراً کنٹرول کیا۔ وہ ساری رات کی جاگی ہوئی بھوکی غذا حال کی تھی ایک دم بے بسی سے زمین پر بیٹھ گئی! کل سارا دن اور گزشتہ ساری رات شہناز نے اسے ایک پل کو بھی سیدھا نہیں ہونے دیا تھا کھانا پیتا اور نیند تو دور کی بات تھی۔

"آپ نے یہ سب خود اپنے نام مولیٰ لیا ہے اگر آپ وہ سب نہ کرتیں تو ہم بھی یہ قدم اٹھانے پر مجبور نہ ہوتے۔" مصطفیٰ اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا اور عباس لب بچھینچے کھڑا تھا۔

"میں تم لوگوں سے نہیں ڈرتیں تم قانون کا سہارا لے کر غیر قانونی انداز میں مجھے یوں پریشان بنا کر نہیں رکھ سکتے۔" جو اب وہ جتنی تو عباس نے استہزاء سے دیکھا۔

"ہم کیا کچھ کر سکتے ہیں تم اچھی طرح جانتی ہو۔" عباس نے تلخی سے کہا۔

"تم پھلا قیام بھول گئی ہو کیا؟" عباس کے الفاظ پر وہ ایک بار پھرتا پے سے باہر ہونے لگی تھی۔

"ایک ایک لمحہ یاد ہے مجھے کچھ نہیں بھولی..... میں تمہاری زندگی اجیرن کر دوں گی تم کیا سمجھتے ہو اس طرح اپنے بھائی

کے ساتھ مل کر مجھے قید کر لو گے اور میرا باپ کچھ نہ کر سکا گا۔" وہ چیخی۔

"ہاں اچھی طرح جانتا ہوں کہ کہاں تک پہنچے ہے تمہارے باپ کی ایک بیٹا تو حیوانات سے نکال نہیں سکا۔" عباس کے طنز نے اسے ہلکا کر ڈالا تھا۔

وہ چیخ دیا اور گالیوں پر اتر آئی تھی..... ایک استہجائی پڑھی لکھی لڑکی کا یوروپ انتہائی ناقابل قبول تھا۔
"میرا خیال ہے کہ اس طرح کا بی بی ہوشو نہ کر کے آپ اپنے ساتھ ہی ظلم کریں گی ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آپ کے لیے یہی بہتر ہے کہ جو ہم کہہ رہے ہیں ہمارے ساتھ تعاون کریں ورنہ.....!" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا تو وہ گھورنے لگی۔

"آپ کی فیس بکتی ڈی ایم بیگ کر چکے ہیں باقی اکاؤنٹس سے متعلق آپ ہمیں انفارم کر دینا تو بہتر ہوگا اور وہ جو ٹیک تصاویر ہیں ہمیں وہ بھی دے دیں تو آپ کے لیے بہتر ہوگا۔" مصطفیٰ نے آرام سے کہا۔
"نہیں دون کی تو کیا کر لو گے تم؟" وہ چیخی۔

"تو مجبوراً ہمیں آپ کو حیوانات میں بند کر کے آپ پر کیس چلانا ہوگا ہمارے پاس ایسپلانی کو زبردستی ہراساں کرنے کی غلط کام کرنے پر آمادہ کرنے اور انکار کی صورت میں دھمکیاں دینے کے علاوہ سوشل میڈیا پر غلط مواد آپ ڈیمنٹ کرنے پر ہم آپ پر پریس کریں گے۔" مصطفیٰ کا لہجہ ڈنوک اور فیصلہ کن تھا۔

"آپ کا ہماری فیملی سے رشتہ تھا جس کی وجہ سے میں اب تک برداشت کر رہا تھا اگر آپ نے ہمارے ساتھ تعاون نہ کیا تو مجبوراً آپ کو تھانے لے جانا پڑے گا آپ کے بھتیجے پر پھینکی کیس چل رہا ہے آپ کے باپ پر ان کی باغی کی تمام غلطیوں اور کارروائیوں کے سلسلے میں فائل قدم اٹھانے والے ہیں ہم بہتر ہے کہ ان حادثات میں جب آپ کے باپ کے پاس کچھ نہیں رہے گا آپ ہمیں کوئی حتمی قدم اٹھانے پر مجبور مت کریں۔" مصطفیٰ کے کہنے پر عادل ایک دم مسمم رہی گئی تھی۔ مصطفیٰ کے الفاظ نے اسے ایک بل میں خوف زدہ کر دیا تھا۔

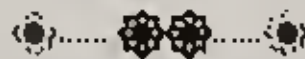
"اگر میں تمہاری بات نہ مانوں تو؟"

"تو مجبوراً ہمیں آج ہی آپ کو حیوانات منتقل کرنا ہوگا آپ سے سابقہ ریلیشن کا احساس تھا کہ میں آپ سے بہت عزت و احترام سے پیش آ رہا ہوں ہماری لینڈی اسپینز کے علاوہ کسی کے سامنے آپ کو لایا نہیں گیا اور نہ ہی آپ کے ساتھ مس لیا ہو گیا ہے اگر آپ اپنی ضد پر اڑی رہیں گی تو مجبوراً ہمیں حتمی قدم اٹھانا پڑے گا۔" مصطفیٰ کے انداز میں کسی بھی قسم کی کوئی چٹک نہ تھی۔ جبکہ عباس خاموشی سے بہتے شہرہ نیچے کھڑا تھا۔

عادل کے چہرے پر ایک گہری سوچ کی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ کافی عرصہ گزار چکی تھی۔ مصطفیٰ اور عباس کے اہل ارادوں سے اچھی طرح باخبر تھی وہ جو بھی کر رہی تھی اور کونجی محض رد عمل اور انتقام تھا۔

"آپ اچھی طرح سوچ لیں اگر ابھی ضروری ہے جانا ہے تو پھر وہی کرتا ہوگا جیسا ہم کہہ رہے ہیں ورنہ آپ کی مرضی۔" مصطفیٰ کہہ کر پلٹا تو عباس نے بھی اس کی تھنڈک تھی اور عادل نے خاموشی سے دونوں کو دیکھا تھا۔

"سنو مصطفیٰ....." عقب سے عادل کی آواز سنائی دی تو دونوں بھائیوں نے بے اختیار رک کر سر جھکائے۔ بیٹی عادل کو پٹ کر دیکھا۔



پاپا صاحب کی طبیعت ہنوز خراب تھی وہ اسپتال میں ہی تھے مصطفیٰ اور عباس گھر لوٹے تو کافی مہمان گھر میں موجود تھے دونوں پچھو تھی ہمیں شائستہ بھابی اور حماد بھی تھے شہواری سب کو دیکھ رہی تھی۔

لاجب بھابھی کی طبیعت خراب تھی اور مہر اتسہا مسلسل اسپتال میں تھیں۔ مصطفیٰ بچن میں آیا تو شہوار ملازمہ کے ساتھ کھانے پینے کا اہتمام کر رہی تھی۔ مصطفیٰ کو دیکھ کر مسکرائی۔
 ”آپ فریش ہو جائیں کچھ دیر میں کھانا لگ جائے گا۔“ مصطفیٰ کو پانی کا گلاس دے رہے ہوئے کہنا۔
 ”نہیں کھانا نہیں کھاؤں گا میں فریش ہو کر اسپتال جاؤں گا۔“ مصطفیٰ نے کہا۔

”میں چائے بنا دوں؟“ تری سے کہا تو مصطفیٰ نے سر ہلادیا۔
 ”آپ فریش ہو جائیں میں چائے لاتی ہوں۔“ اس کے لہجے میں مصطفیٰ کے لیے توجہ کی تڑپ اور فکر مند تھی مصطفیٰ نے ایک دم محسوس کیا تو مسکرا دیا۔

”لو کے“ مصطفیٰ کہہ کر چلا گیا تو وہ چائے بنانے لگی۔ سجاد بھائی، شاہزیب صاحب اور یاں جی اسپتال میں ہی تھے۔ باقی لوگ چکر بگاڑ گھر آ چکے تھے۔ کھانا لے کر اسپتال جاتا تھا۔ ہی ایسے وہ خود کھانا پکوا رہی تھی۔
 چائے تیار ہوئی تو وہ ٹرے لیے کمرے میں چلی آئی اتنی دیر تک مصطفیٰ ہاتھ لے چکا تھا۔ وہ الماری کی طرف بڑھی اور مصطفیٰ کے کپڑے نکال کر قریب چلی آئی۔

”کیا ہوا؟“ مصطفیٰ نے اس کے ہاتھ سے قبض لیتے اسے دیکھا۔ شہوار کا انداز کم سم تھا۔
 ”نہیں بابا صاحب کے متعلق سوچ رہی تھی۔“ شہوار چائے کا گلاس لیے اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔
 ”بھی کبھی لگتا ہے گویا بابا صاحب کے ساتھ بہت بڑی پرابلم ہے جو وہ کسی کے ساتھ شیئر نہیں کرتے جس کی وجہ سے ان کے دل و دماغ پر بوجھ بڑھ جاتا ہے اور لاشعوری طور پر لگتا ہے کسی خوف میں مبتلا ہیں ان کے اعصاب پر ایسا داؤ ہے جو ان کی ذہنی کنڈیشن کو نارمل ہی نہیں ہونے دے۔ سب ڈاکٹر کہتے ہیں شاید ان کو کوئی شدید صدمہ پہنچا ہے۔“ کپ پکڑا کر اس نے تشویش زدہ لہجے میں کہا تو مصطفیٰ نے سر ہلادیا۔

”بابا جان کی بیماریوں کو مختلف سائیکالوجسٹس اور مختلف ڈاکٹرز کو دیکھا چکے ہیں ہر طرح کا علاج کر لیا جا چکا ہے لیکن ماند کا پرابلم ختم ہونے میں ہی نہیں آیا بلکہ دن بدن شدید نوعیت کی اختیار ہوئی ہے اس مرض نے۔“ مصطفیٰ بستر کے کنارے بیٹھ گیا تھا۔ شہوار بھی اس کے قریب ٹک گئی تھی۔

”اس بار ڈاکٹرز بہت ناامید ہیں۔“ شہوار کی آنکھیں بھینکنے لگی تھیں۔
 بابا صاحب کے وجود سے اسے باپ کی شفقت ملی تھی ایک عجیب سی انکچسٹ تھی ان کے ساتھ اور انہوں نے بھی اس کا ہر لمحہ بھر پور خیال رکھا تھا مگر اب زندگی کے اس موڑ پر ان کو اس طرح بے بس حالت میں دیکھ کر گویا اس کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے۔ وہ صبح سے کئی بار آنسو بہا چکی تھی۔

”ارے پریشان کیوں ہو رہی ہو سب ٹھیک ہو جائے گا ان شاء اللہ۔“ اس کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر مصطفیٰ نے ایک دم اسے بازو کے حصار میں لے لیا۔

”اور اگر وہ ٹھیک نہ ہوئے تو؟“ اس کے لہجے میں خوف تھا۔ مصطفیٰ ہنک سا مسکرایا۔
 ”زندگی و موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے انسان بہتر تدبیر تو کر سکتا ہے اور وہ ہم کرد ہے جس شہر کے اور سب سے بہترین اسپتال میں وہ زیر علاج ہیں بہترین ڈاکٹرز ٹیمٹ دے رہے ہیں اس سے زیادہ بھلا ہم کیا کر سکتے ہیں؟“ اس کے بالوں میں نرمی سے ہاتھ پھیرتے مصطفیٰ نے کہا تو اس نے اپنی آنکھوں کی نمی صاف کی۔
 ”اور کون کون اسپتال چند ہے۔“ مصطفیٰ نے شہوار کا ہاتھ پکڑا اور بٹانا چاہا۔

آپ اور زینب پھوپھو کے ملا وہ اور کسی کا مجھے نہیں پتا۔" مصطفیٰ نے سب سائید نہیں پرکھ کر شہوار کو دیکھا۔
 آنکھوں کی نمی اور چہ صاف ہو چکی تھی، مگر ان میں موجود سرخی برقرار تھی۔ وہ سارا دن کا ہے بگ ہے رونے کا شغل فرما
 چکی تھی تاکہ بھی ہلکی ہی سرخ تھی مصطفیٰ نے اسے دونوں کندھوں سے تھام کر اپنے قریب کیا۔

"فکر مت کرو بابا صاحب نمک ہو جائیں گے۔" محبت سے ساتھ لگا کر پھر پورسل دی تو وہ ہلکا سا استراٹی۔
 "آپ رات اسپتال میں ہی رکھیں گے۔" مصطفیٰ کے کندھے سے چہرہ نکالنے اس نے پوچھا۔

"امرادہ تو فی الحال یہی ہے وہاں جا کر دیکھتا ہوں کیا پروگرام بنتا ہے۔" مصطفیٰ نے نرمی سے کہا۔ شہوار نے کچھ کہنے
 کے لیے ابھی لب و لہجے ہی تھے کہ ایک دم کوئی دوازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔ شہوار نے فوراً سنبھلا کر دیکھا اور یہ کو
 کمرے دیکھ کر اس کی بھنویں تن گئی تھیں۔ وہ سرعت سے مصطفیٰ سے الگ ہو کر کھڑی ہوئی تھی۔

اسے اس طرح کمرے میں درپے کی آمد انتہائی ناگوار گزری تھی۔ مصطفیٰ بھی درپے کی طرف متوجہ ہوا تھا جبکہ درپے دونوں
 کو اس طرح دیکھ کر ایک ہلکا سا گھبراہٹ ہوئی تھی۔

"کسی کے کمرے میں داخل ہونے کا یہ کون سا طریقہ ہے تم تاک بھی کر سکتی تھیں۔" شہوار کو بہت ناگوار گزار تو اس
 نے فوراً ہنسی دیا۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم بھی روم میں ہو۔" درپے نے رکھائی سے کہا۔
 شہوار کو اس کے جواب نے مزید پتا دیا۔ یعنی اس کا مطلب تھا اگر مصطفیٰ اکیلے کمرے میں ہوتا تو بھی وہ اسی طرح
 دندناتی ہوئی کھسکتی۔

"کوئی کام ہے؟" مصطفیٰ نے ہی پوچھا اور نہ شہوار کا ارادہ اسے کوئی راز سا جواب دینے کا تھا۔
 "ہاں، پھوپھو تیار ہی تھیں کہ تم ان کو لے کر اسپتال جا رہے ہو؟" وہ شہوار کو نظر انداز کیے قریب آ کر بیٹھتے ہوئے بولی تھی
 درمیان میں اگر شہوار نہ ہوتی تو وہ شاید مصطفیٰ کے قریب ہی بیٹھتی، شہوار اس کی بے باکی عجیب سی لگس رہی تھی۔
 "ہاں تو....."

"تو مجھے بھی لے چننا بابا صاحب کو دیکھ لوں گی واپس پرانکل اودا نئی کے ساتھ گھبرا جاؤں گی۔" اس نے اپنا پروگرام
 بتایا۔ مصطفیٰ کو بھلا کیا اعتراض ہوتا اس نے سر ہلا دیا۔

"اوکے میں بس نکلنے والا ہوں تم بھی ریڈی ہو جاؤ میں بھی چنچ کر کے آتا ہوں۔" مصطفیٰ کہہ کر واپس روم میں کھس گیا
 اور درپے جس طرح آفت کی طرح نازل ہوئی تھی اسی طرح چلی بھی گئی تھی۔ شہوار کے اندر عجیب سی برہمی بیدار ہوئی تھی۔
 مصطفیٰ نراؤ زرتجد بل کر کے واپس کمرے میں آیا تو اس نے پرسوج نظروں سے مصطفیٰ کو دیکھا۔
 "تیرا بھی چلوں آپ کے ساتھ؟" اس نے پوچھا۔

"لائسنس بھائی اکیلے ہوں گی۔" اپنا والٹ جیب میں ڈالنے مصطفیٰ نے کہا۔
 "پھوپھو حماد اور عباس بھائی گھر رہی ہیں پھر جب ماں جی اور باقی لوگ واپس آئیں گے تو میں بھی آ جاؤں گی آپ تو
 وہاں رک رہے ہیں نا۔"

"آؤ کے جلدی کرو پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ہے۔" مصطفیٰ نے جلدی میں کہہ کر اپنا موبائل لے کر کمرے سے نکل گیا۔
 شہوار جلدی سے اندر کی طرف بڑھی تب اس معقول ہی تھا اس نے فوراً اپنی چادر مٹھی اور سینڈل بدلی تھی۔ ملازمہ کھانا
 نکال چکی تھی وہ کھانے والی بائسٹ اٹھائے جب باہر پہنچی تو ایک دم کھٹکی تھی۔

فرنٹ سیٹ پر درپے موجود تھی جبکہ مصطفیٰ ابھی باہر ہی کھڑا تھا اس کی کال سن رہا تھا۔ درپے سے دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔

”تم بھی جا رہی ہو؟“ اس نے تھیمے سبج میں پوچھا۔

اس نے خاموشی سے پھوپھو کچھلی سیٹ پر بٹھایا اور کھانے والی باسکٹ انڈر رکھ کر اس نے مصطفیٰ کو دیکھا وہ کال بند کر کے پلٹا۔

”چلیں.....“ مصطفیٰ نے اسے کہا تو وہ ہراساں لیتی پوچھلی سیٹ پر ہی بیٹھ گئی۔

نجانے کیوں اسے لگ رہا تھا کہ جیسے وہ یہ سب کچھ جان پوچھ کر رہی ہو..... محض اسے اذیت سے دوچار کرنے کے لیے۔ سارے رستے وہ خواتونِ مصطفیٰ سے بے تکلف ہوتی رہی تھی اور مصطفیٰ بھی اس کی باتوں کے جواب دے رہا تھا اور شہوار کا بلڈ پریشر خواتونِ ابائی ہوتا جا رہا تھا۔

سچ کہتی تھیں لائیب بھابی اور یہ جیسی لڑکی پر اچھی طرح نگاہ رکھنے کی ضرورت تھی۔ اللہ اللہ کر کے اسپتال آیا تو وہ یہ نے مصطفیٰ کی جان چھوڑی اور اندر کی طرف بڑھتے شہوار شہواری طور پر مصطفیٰ کے ساتھ چلنے لگی تھی قدم سے قدم ملا کر تھوڑا دور یہ کو قدرے مخاصفے پر چلتی پھوپھو کے ساتھ چنا پڑا تھا۔



وہ بھابی کے ساتھ چٹن سمیٹ کر اپنے کمرے میں آئی تو اس کا موبائل بج رہا تھا اس نے اٹھا کر دیکھا تو سر عباس کی کال تھی۔

”السلام۔ کھیر۔“ اس نے فوراً کال رد کی۔

”وہیکم السلام کہیں ہیں آپ؟“ عباس نے پوچھا۔

”میں ٹھیک ہوں کھیر۔“

”آپ آج بھی آفس نہیں آئیں۔“ عباس نے پوچھا تو وہ خاموش ہی رہی۔

”سر میں اب نہیں آ سکتی۔“ کچھ توقف کے بعد اس نے کہا تو دوسری طرف چند لمبے کے لیے خاموشی چھا گئی تھی۔

”لیکن کیوں، اب تو سب کچھ ٹھیک ہو چکا ہے۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں سب ٹھیک کر لوں گا اور میں نے اپنا وعدہ بھایا ہوگی۔“

”وہ سب ٹھیک ہے سر لیکن اس تجربے کے بعد میں مزید کوئی تجربہ با نورا نہیں کر سکتی ایم سواری سر۔“

”دیکھیں رابعہ.....“ ولدہ ساری تصاویر و فلائمر ہمارے حوالے کر چکی ہے ہر جگہ سے تصاویر وری سوو ہو چکی ہیں اب

ایسا کوئی مسئلہ نہیں رہا۔“ دوسری طرف سے کہا گیا تو رابعہ بولا جیسے اس خبر کو سن کر وہ ایک دم پرسکون ہو گئی ہو۔

”وہ اگر ایسی کوئی حرکت کرے گی تو ہمارے پاس سب ہی ثبوت موجود ہیں ہم اسے معاف نہیں کریں گے۔“ عباس نے مزید کہا تو اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

”تھینک یوسر..... لیکن اس کے باوجود میں اب آفس نہیں آ سکتی۔“ اس کا اٹل اور مضبوط لہجہ تھا۔

”اوکے۔“ دوسری طرف عباس نے ایک گہرا سانس لیا۔

”یا آپ کی ٹیم کی طرف سے کوئی مسئلہ ہے یا ان کو اس سارے سلسلے کی خبر ہو چکی ہے؟“ کچھ توقف کے بعد

عباس نے پوچھا۔

”جی نہیں کسی کو بھی کچھ علم نہیں اور میں نہیں جانتی کہ علم ہو یہ میرا ذاتی فیصلہ ہے یقیناً آپ کا نقصان ہو گا لیکن سر آپ کسی

اور کارڈ شیج کر لیں میں نہیں آ سکتی اس ماہ کی بے بھی چھوڑ رہی ہوں۔“ اس کا انداز تھی تھا۔

”اوکے، بے کی بات مت کریں ہماری کپنی کے جو بھی روٹرز ہیں وہ ایک طرف آپ کے واجبات کلیئر کروادوں گا کسی

دن آ کر لے جائیے گا۔ آپ کا یہ فیصلہ مجھے بہت شرمندگی سے دوچار کر رہا ہے۔ میں بہت شرمندہ ذول مس راجہ۔
عباس کا لجا ایک دم پر ممدوہ سا ہو گیا تھا۔

”ایسی بات مت کریں سر آپ کو میں جانتی نہ ہوتی تو شاید غلط سوچتی آپ کا اس سب میں بھلا کیا قصور؟“
”لیکن سزا تو دے دی ہے نا۔“ ابو جحش ہی اسی طرح آواز میں کہا تھا وہ چونکی۔
”جی... سر۔“

”چلیں کوئی بات نہیں ہماری سمیٹی کے دروازے آپ کے لیے ہمیشہ کھلے رہیں گے آپ جب بھی دوبارہ کام کرنا
چاہیں ہم ہمیشہ آپ کو مدد کریں گے۔“ عباس نے خوش دلی سے کہا تو وہ مسکرائی۔
”تھینک یو سر ویسے بھی شادی کے سلسلے میں مجھ سے کچھ تو ہوا ہی تھا۔“
”آپ کی شادی کب تک ہے؟“ عباس نے پوچھا۔
”اسی دن کے لاسٹ میں۔“

”انوائٹ کریں گی۔“ عباس نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔
”جی سر۔“ اس نے یوں سر ہلایا جیسے عباس صاحب سامنے ہی تو موجود ہیں۔
”گند اور سنز ابو بکر کیسے ہیں؟“ انہوں نے سوال پر لہ لہا تھا۔
”آج کل ڈسٹ آف سٹی میں ہیں لیکن یا سر سوچیں آجائیں۔“ اس نے سادگی سے بتایا۔
”اوکے گند تک... پیسٹ ڈسٹنڈ... جب بھی موقع ملتا آ کر اپنی پے لے جائیے گا۔“ عباس نے غصے سے بولی تھی۔
”جی سر۔“ اس نے بھی مسکرا کر کہا تھا۔ لہجے میں خوش دلی اور اطمینان تھا۔
دوسری طرف نجانے کیوں عباس کے دل و دماغ پر منوں بوجھ بڑھتا چلا گیا تھا۔
..... ❁ ❁ ❁

وہ سو کر اٹھی تو نیم جان ہی تھی۔ دل و دماغ بالکل خالی تھے۔ ساری رات وہ ایک اذیت بھری کیفیت میں سکتی رہی تھی۔
ماما پاپا کے الفاظ اور اپنے رویے سے دل تار تار تھا۔ وہ اسی طرح پڑی رہتی تو شاید حالات اور بھی مشکل اور اس کے لیے تکلیف دہ
ہو جاتے وہ اپنے آپ کو سنبھالتے آنے والی صورت حال کے لیے بمشکل تیار کرتے بستر سے اترتی تھی۔ اسے لگ رہا تھا
کہ اتنے عرصے میں اس کے جسم کی قوت مدافعت بالکل ختم ہو چکی ہے۔ ناول سے چہرہ صاف کرتے وہ خود کو سنبھالتے
کمرے سے نکلی تو کمرے سے باہر ایک زندگی رواں دواں تھی۔

ڈائننگ ٹیبل پر سب ہی ہاتھ پر موجود تھے۔ روش اور صفرائں کچن میں تھیں۔ ماما سب کو ہاتھ سرو کر رہی تھیں۔ ولید،
احسن اور پاپا آفس جانے کے لیے تیار تھے ماموں اخبذ پڑھ رہے تھے۔
”السلام علیکم! سب دن نے اس کے سلام پر حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

پاپا کے چہرے پر بخیردلی پھیلی تھی جبکہ احسن اور ماموں نے خوش گوار حیرت سے اسے دیکھا تھا وہ کل سے بستر پر تھی اور
اب ایک دم خود اندھ کر بستر سے باہر آ گئی تھی۔ ماما نے بھی بہت بخیردلی سے اسے دیکھا۔ ماما اور پاپا کے چہروں کو دیکھتے
نجانے کیوں اس کا دل تار تار ہو گیا تھا۔

”علیکم السلام، ہماری بیٹی آئی ہے۔“ ماموں نے خوش دلی سے انھ کو کہا اور پھر خود پاس آ کر اس کا ہاتھ تھا ماما کر رہا ہے
ڈائننگ ٹیبل تک لائے تھے انہوں نے اپنے ساتھ والی چیمبر قمیٹ کر اسے بٹھایا اس کے سامنے والی چیمبر پر احسن تھا اور
ساتھ ولید تھا جو اس پر ایک سرسری نگاہ ڈال کر اپنے ہاتھ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

”کیسی ہو اور طبیعت کیسی ہے؟“ ماموں نے محبت سے پوچھا تو وہ محض سر ہٹا کر رہ گئی۔ اس نے پوچھ کر دیکھا وہ سر جھکائے خاموشی سے ناشتے کی طرف متوجہ تھی۔

”کیا لوگ، ناشتے میں؟“ ماما نے اسے یونہی پینتھ دیکھ کر پوچھا۔

”جائے لوں گی۔“ اس نے آہستگی سے کہا آواز میں نقاہت تھی ولید نے سر اٹھا کر دیکھا۔

ان میں چار دنوں میں گلابیاں چھنکا تا چہرہ بالکل زرد ہو کر مرجھا چکا تھا۔ آنکھیں بالکل خالی خالی اور دیران سی تھیں..... بے پروا حلیہ کندھے پر تھولتا دوپٹا اور چہرے پر بھری تیس جو شہید منہ دھونے سے ابھی تک نمی لیے ہوئے تھیں۔ ولید کے اندر کسی احساس نے شدت سے سراٹھایا تھا..... عجیب ویران، بنجر اور ٹوٹا پھون حلیہ تھا جیسے کوئی اپنی ساری مترع لٹا کر بالکل خالی ہو گیا ہو وہ تو ہمیشہ تک سٹف سی تیار اور تر تازہ دکھائی دی تھی ایسے حلیے میں تو اس نے بھی وہم و گمان میں نہ سوجھا تھا۔

”ناشتہ کر لو۔“ ماما نے اس کے جواب میں کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

”ابھی ناشتے کو دل نہیں کر رہا، سر میں درد ہو رہا ہے بس چائے نول کی۔“ اسی نقاہت بھری پڑھرہ آواز میں کہا تھا اس کے سر میں واقعی تپسیں اٹھ رہی تھیں۔

”ذہ کے دل کو کچھ ہوا..... نجانے کیا بات تھی کیوں کر رہی تھی وہ ایسا؟ وہ کسی کچھ بتا بھی تو نہیں رہی تھی..... اور اس کے گل والے مطالبے نے انہیں اندر ہی اندر نہایت خوف زدہ کر دیا تھا۔

”یہ تو س نے لہو اثر دیکھی ہے۔“ ماما نے اسے چائے ڈال کر پلیٹ میں اٹھارے اور تو اس رکھ کر دیا تو وہ خاموشی سے چائے والا سپ لے کر بیٹھے سب لینے لگی۔

”ہاں ولید تمہارا کیا پروگرام ہے؟“ پاپا ناشتہ کر کے کھڑے ہو گئے تھے انہوں نے پوچھا تو ولید اپنے ہی کسی خیال سے چونکا تھا۔

”جیسا آپ کہیں؟“ اس نے مسکرا کر انکل کو دیکھا۔

”ایسا ہے کہ مینٹگ احسن دیکھ لے گا تم دو پہر میں اپنی بیچو اور انا کو ڈائننگ کے پاس لے جانا ان کا اپنا ٹمنٹ ہے پھر فارغ ہو کر آفس آ جانا۔“ پاپا کے الفاظ پر انا نے چونک کر دیکھا۔ وہ سنجیدگی سے عمل طور پر ولید سے مخاطب تھے۔

ولید آفس ڈریسنگ میں بیٹوس ہمیشہ کی طرح تر تازہ اور انرٹیکٹو لگ رہا تھا ان کے دل و دماغ میں جھنڈے چلنے لگے تھے۔ اس کے ہاتھ میں کسپ لڑنے لگا تو اس نے کسپ نیل پر رکھ دیا اور سر تھام لیا..... اسے لگ رہا تھا کہ بس ایک دم اس کے دماغ کی کوئی ٹس پھٹ جائے گی۔ روشنی وہاں آئی تو اسے اس طرح سے سر تھامے دیکھ کر حوٹی۔

”کیا ہوا؟“ اس کی آواز پر سب ہی چونکے تھے۔ سب ہی نے اسے دیکھا تھا۔

وہ لب بھینچے سر تھامے بیٹھی ہوئی تھی چہرہ از حد زرد ہو رہا تھا بالکل لٹھے کی طرح سفید۔ ماہ فوراً اٹھ کر اس کے قریب آئی تھیں۔

”کیا ہوا؟“ ان کے لہجے اور چہرے پر تشویش تھی۔ وہ نفی میں سر ہٹا کر اٹھ کھڑی ہوئی اس کا وجود لرز رہا تھا۔ وہ ایک فیصد کر تھی تھی اور اب جبکہ اس کے فیصلے پر عمل دانا کرنے کا وقت تھا تو اسے لگ رہا تھا کہ جیسے وہ بالکل ہار رہی ہے وہ یہ سب نہیں کر پائے گی۔ اس کے لیے یہ سب کرنا بہت مشکل تھا وہ مر رہی تھی سلگ رہی تھی مگر کسی کو بتا نہیں سکتی تھی۔

”میں کرے میں جاؤں گی۔“ وہ اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے دھکیلتے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی وہاں سے نکل آئی تھی پیچھے سب ہی نے متشکر نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ سب کے ذہنوں میں بہت سے سوال تھے مگر کوئی بھی ان کو

رہا تو اپنے سے قاصر تھا۔ سب ہی کے دل خوف زدہ تھے وہ قدر صاحب نے لب بھیج لیے تھے۔
 ”چنو! حسن دیر ہو رہی ہے۔“ وہ کچھ بڑھی سے کہہ کر وہاں سے نکل گئے تھے۔ حسن ناشتہ کر چکا تھا وہ بھی فوراً اٹھا تھا۔
 پاپا اور احسن کے جانے کے بعد ضیاء صاحبہ ناشتہ کر کے کمرے میں چلے گئے جبکہ ونید وہاں سے اٹھ کر کچھ سوچتا لاؤنج
 میں آ گیا تھا۔ وہ لاؤنج میں بیٹھا ہوا تھا اس نے دیکھا صوفی بیگم نرے میں ناشتہ کے لوازمات لیے اٹا کے کمرے کی
 طرف جا رہی تھیں۔

وہ خاموشی سے لی وی دیکھتا رہا تھا روشی ملازمہ سے گھر کی صفائی کرانے لگی تھی روشی نے مکمل طور پر خود کو اس گھر کے طور
 طریقے میں ڈھال لیا تھا اور انا سوچتے سوچتے یونہی ذہنی روزگاری تو دل پر ایک بوجھ سا بڑھنے لگا۔ وہ انا کے گزشتہ رویوں کو
 نے اسے مخاطب نہیں کر رہا تھا مگر یہ بھی نہیں تھا کہ وہ اس سے مکمل طور پر غافل ہو گیا تھا۔ وہ لی وی بند کر کے انا کے
 کمرے کی طرف چلا آیا۔ اس نے انا کے کمرے کے دروازے پر ہاتھ رکھا تو وہ کھلتا چلا گیا تھا۔ کمرے میں تاریکی تھی۔
 ونید نے آگے بڑھ کر لائٹ روشن کی تو انا نے اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ ونید خاموش کھڑا رہا۔
 انا نے بازو ہٹا کر دیکھا تو ونید کو دیکھ کر سکت رہ گئی تھی۔ وہ اگلے ہی سنبھل کر بستر پر بیٹھی تو ونید بستر کے قریب آ گیا تھا
 انا خاموشی سے کراؤن سے ٹیک لگائے سر جھکائے گود میں رکھے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔

”کیسی طبیعت ہے اب؟“ اتنے دنوں بعد یہ پہلا براہ راست سوال تھا۔ انا نے اثبات میں سر ہلایا۔

”میڈیسن لی؟“ اگلے سوال پر بھی اس نے صرف سر ہی ہلایا تھا۔ ونید خاموش ہو گیا۔

یوں لگا کہ جیسے اب کرنے کو کوئی ہوال ہی نہیں رہا ہو دنوں کے درمیان گزرے دنوں میں کس قدر تکلف اور اجنبیت
 سی دہرائی تھی ونید کو یہ اجنبیت بڑی شدت سے محسوس ہوئی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتا انا کے سر ہانے پڑا موبائل بچا
 تھا وہ دنوں نے چونک کر موبائل کو دیکھا۔ ونید نے محسوس کیا کہ موبائل کی اسکرین پر نگاہ پڑتے ہی انا کے چہرے کا رنگ بدلا
 تھا اس نے تیزی سے موبائل ہاتھ سے نکال ڈسٹیکٹ کی تھی۔

”کس کی کال تھی؟“ پتا نہیں کیوں وہ پوچھ بیٹھا تھا۔

”دوست تھی۔“ ونیسی آواز میں جواب ملا۔

”تو بہک کر بیٹھیں؟“ ونید نے سنجیدگی سے کہا۔

”بعد میں کال کرنوں گی۔“ انا کے لہجے میں ایک دہما اجنبیت دہرائی تھی۔

”فطیعت تو اب آہستہ آہستہ ہی سنبھلنے لگی بہتر ہے کہ کمرے میں قید رہنے کی بجائے کمرے سے باہر نکلو روشی سے
 بات چیت کرو لان میں گھومو یوں اس طرح کمرے میں اندھیرا کر کے بیٹھ رہنے سے تو مزید سزائیں ہوں گی۔“ ونید نے
 سنجیدگی سے گفتگو کا آغاز کیا تو انا جواپا جواپا خاموش ہی رہی تھی۔ ونید ایک گہرا سانس لیتے بستر کے کنارے لگ گیا تھا۔ انا نے
 اس کی اس پیش رفت پر نہایت الجھن بھری نگاہ سے دیکھا تھا۔

ایک بل کو انا کی نگاہ جلد دوسرا کت ہوئی تھی اور پھر اگلے ہی بل وہ بااختیار سر جھکا کر ہاتھ مسنے لگی تھی۔

”کچھ کہو گی نہیں؟“ ونید نے پوچھا۔ بظاہر انداز نارمل تھا۔

”سیا؟“ وہ ابھی بھی اسی مقام پر تھی۔

”جو تمہارے بول میں ہے۔“ ونید نے خود ہی موقع سے دیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ اس ساختہ جمود سے باہر نکلے کم از کم

پچھلے دنوں اس پر بیٹھے والی صورت حال تو واضح ہو جس پر اس نے کفیل بانہہ رکھے ہوں۔

”یہ سب کیوں کر رہی ہوگا؟“ ونید نے خود ہی گزشتہ رویوں پر مبنی تمام تر تحقیقی کی فضا پر چھایا جمود توڑنے کی ایک سی

لا حاصل کی تھی۔

”کیا کر رہی ہوں؟“ وہی اجنبیت، وہی سرد مہری کسی چیز نے شدت سے ولید ضیاء کے دل کو مسلا۔ ایک پل کو شدت سے جی چاہا کہ اسے کندھوں سے تمام کر شدت سے جھنجھوڑے۔ وہ تو ایسی نیچی۔ ایسی خفا بے حس اور بے ہزار..... وہ تو اس کے ایک ڈرا سے التفات کی منتظر رہتی تھی۔ اس کی ذرا سی پیش رفت پر نوز پھل جاتی تھی۔ سب کچھ بھڑا کر پھر پہلے جھکی ہو جاتی تھی۔ ہنسی مسکراتی زندگی سے بھر پور۔

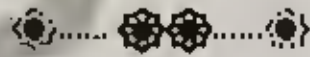
تم ایسی تو نہ تھیں؟“ ولید کے الفاظ پر اس نے ولید کو دیکھا جس کے چہرے پر ایک استہزاء ایسی ایک ہلکی سی جھک دھا کر پھر معدوم ہو گئی تھی۔

”میں ایسی ہی تھی آپ کو شہ طبعی ہوئی ہوگی۔“ سنجیدگی سے کہا۔

”اونا تم.....؟“ ولید نے کچھ کہنا چاہا لیکن انا نے بات کاٹ دی۔

”مجھے نیندا رہی ہے میں سوؤں گی۔“ انداز قہقہے تھا۔ ولید کی پیش رفت بھی کسی کام نہ آتی تھی۔ ولید لب بھینچ کر کھڑا ہو گیا۔

”نہ آف کر کے دروازہ بند کر دیجیے گا میز۔“ وہ پلٹا تو آواز آئی تھی۔ ولید نے رک کر دیکھا۔ وہ لیٹ کر پھر آنکھوں پر بازو رکھ چکی تھی۔ ولید خاموشی سے لائٹ آف کر کے دروازہ بند کر کے کمرے سے نکلا تو انا نے آہستگی سے آنکھوں سے بازو ہٹا کر کمرے کی تاریکی میں نظریں گاڑ دی تھیں۔



وہ ماما اور ولید کے ساتھ ڈانسز کے پاس آئی دوپہر کے وقت ڈاکٹر سے اس کی اپائنٹمنٹ تھا اس کے سر میں مسلسل درد تھا سو ڈاکٹر نے کچھ ٹیسٹ لکھ دیے تھے۔ سب پراسس سے فارغ ہوتے انہیں دو بج گئے تھے اس سارے عمل میں وہ بری طرح تھک گئی تھی۔ وہ ماما اور ولید کے ہمراہ چلتی باہر نکلے تو سامنے سائے عباس، شہوار اور مہر النساء کو دیکھ کر رک گئی تھی۔ وہ لوگ بھی دیکھ چکے تھے۔ ان لوگوں کی طرف آگئے۔ سلام دعا کے بعد ولید نے ان لوگوں کی یہاں موجودگی کا سبب پوچھا تو غم ہوا کہ بابا صاحب بیمار ہیں اور اسی اسپتال میں ایڈمٹ ہیں۔ وہ لوگ طے کے بعد گھر جانے کے لیے نکل رہے تھے۔

”میرا خیال ہے ہم بھی بابا صاحب سے مل جاتے ہیں۔“ ولید نے کہا تو صبوحی بیگم نے سر ہلایا تھا۔ شہوار انا سے اس کی خیریت پوچھنے گئی تھی اس نے اس کی ریورٹس چیک کی تھیں سب کچھ ٹیکسٹر تھا۔

وہ لوگ بابا صاحب کے روم میں آگئے تھے وہ بستر پر لیٹے ہوئے تھے ڈرپ لگی ہوئی تھی نقاہت کے سبب نیم غنودگی میں تھے۔ زہرہ پھوپھان کے پاس تھیں۔ وہ لوگ ان کے پاس کچھ دیر بیٹھے تھے۔

”شہوار نے بتایا تو تھا کہ انا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے مجھے اندازہ نہ تھا کہ یہ اس قدر بیمار ہوگی۔“ انا کے چہرے پر بکھری زردیوں کو دیکھتے مہر النساء نے کہا۔

”ڈاکٹر کہتے ہیں بس ڈپریشن ہے۔“ ماما نے ان سے کہا۔

”ڈاکٹر نے پھر کیا حل بتایا ہے اس کا؟“ شہوار بھی ڈپریشن کا سن کر چونکی تھی اس نے تشویش سے انا کو دیکھا وہ چہرے پر دنیا جہاں کی سب زاریت لیے کمرے کی کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی جبکہ عباس بھائی اور ولید آہٹس میں بات کر رہے تھے۔

”ہتا ہے گھما میں پھر آئیں ڈانگ پر لے جائیں خود ساختہ ڈپریشن ہے بے تحاشا سوچوں کے سبب سر میں مسلسل

درد ہے۔ سوچنے کا کم سے کم موقع دیا جائے۔ ”صبوحی کے لہجے میں بے بسی تھی۔
 وہ چاہ کر بھی شہوار سے نہ کہہ سکتی تھیں کہ وہ ولید کے کدو سے اناکار کر رہی ہے۔
 ”کیسی سوچیں کیا مسئلہ ہے انا؟“ وہ بابا صاحب کی وجہ سے دوبارہ انا کے پاس نہیں جا سکتی تھی اب صبوحی کی تشویش
 جان کر پوچھا تو اس نے نشی میں سر ہلایا۔

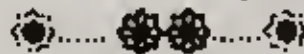
”میں ٹھیک ہوں۔“ انا نے سنجیدگی سے کہا تھا وہ مسلسل ہاتھ میں پکڑے اپنے پنڈ بیگ کو دیکھے جا رہی تھی۔ شہوار نے
 اسے چند لمحوں دیکھا۔ وہ ہمیں سے بھی پہننے والی انا نہیں لگے رہی تھی۔ کسی نے شہوار کے دل کو ٹھسی میں لے کر بھینچا۔
 انا اس کی بہت اچھی دوست تھی پھر بھلا ایسا کیا ہوا ہوگا جو یہ سب ہو رہا ہے اس کے دماغ میں اکھاڑ پھراز
 شروع ہو چکی تھی۔

”ماما چلیں میں تم تک جی ہوں۔“ شہوار نے اسے بغور دیکھا۔
 گھر پر مہمان تھے بابا صاحب کی حیدرت کے لیے کوئی نہ کوئی آ رہا تھا وہ کالج بھی نہیں جا پا رہی تھی ورنہ انا کے ہاں جا
 کر کچھ وقت اس کے ساتھ گزار کر اس کی ذہنی کیفیت جاننے کی کوشش ضرور کرتی۔
 ”ہاں چلتے ہیں۔“ ناٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

وہ لوگ بھی ان کے ساتھ چل دیے تھے۔ راہ داری سے گزرے شہوار نے کچھ سوچا وہ اس وقت انا کے ہاں نہیں جا سکتی
 تھی لیکن انا کو گھر لے جا سکتی تھی وہاں وہ سہولت سے اس کے ساتھ بات بھی کر سکتی تھی۔
 ”آئی میں انا کو اپنے ساتھ لے جاؤں؟“ اس نے فوراً صبوحی سے پوچھا تو وہ حیران ہوئیں۔

”اس طرح وہ کچھ فریض ہو جائے گی میں اس کے ڈپریشن کا سبب پوچھوں گی میری بہت اچھی دوست ہے کم از کم مجھ
 سے تو نہیں چھپا سکے گی۔ رات میں واپس چھوڑ جاؤں گی۔“ اس نے کہا تو صبوحی کے چہرے پر امید کی کرن جاگی وہ
 دونوں دوسروں سے قدرے چند قدم پیچھے تھیں انہوں نے انا کو دیکھا۔ انہیں اپنی بیٹی بہت عزیز تھی ان کا دل بھرا آیا اور ولید
 ان کا دل سکڑ کر پھیلا۔

”ٹھیک ہے.....؟“ انہوں نے رضا مندی دے دی۔
 ”تم شہوار کے ساتھ چلی جاؤ دل بہل جائے گا میں شام میں ولید یا احسن کے ساتھ آ کر لے جاؤں گی۔“ گاڑی کے
 پاس آ کر ممانے کہا تو وہ چوٹی۔ ولید بھی اس فوری فیصلے پر رچو نکا تھا۔
 ”ہاں انا چنو ہمارے ساتھ مل کر گپ شپ کریں گے۔“ شہوار نے مسکرا کر کہا تو انا کے دل کو کچھ تسلی ہوئی۔
 وہ خود بھی اپنے کمرے کی چار دیواری سے نکلنا چاہتی تھی ورنہ اسے لگ رہا تھا کہ ان لائین سوچوں سے اس کے دماغ
 کی رگیں پھٹ جائیں گی اس نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا۔



شہوار کے پاس آ کر حقیقت میں اس کی طبیعت پر ایک خوش گوار تاثیر بھرا تھا۔ بہت دنوں بعد اسے لگا کہ جیسے اس کے
 اندر کی ٹھن میں کچھ آفاقہ ہوا ہو۔ شہوار کے ہاں زہرہ پھوکی ساری فیملی جمع تھی عائشہ اور صبا بھی موجود تھیں اچھی خاصی گید
 رنگ لگی لڑکیوں کے ساتھ باتیں کرتے وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا تھا۔ شہوار انا سے اس کی گمشدگی کے سلسلے میں
 بات کرنا چاہتی تھی مغرب کے وقت کچھ موقع ملا تو وہ اسے لیے باہر لان میں آ گئی تھی۔
 ”کیسا محسوس کر رہی ہو؟“

”بہت دنوں بعد بہت اچھا۔“ وہ واقعی اپنے ذہن کو بہت حد تک فریض محسوس کر رہی تھی۔

”چنوا دواہر بیٹھتے ہیں۔“ شہوار نے کہا تو وہ اس کے ساتھ چلتی لان میں نصب جموںے کی طرف چلی آئی تھی۔
 ”تم لوگوں کا ہر بہت پیارا ہے۔ کسی خواب ناک ماحول کی طرح۔“ انا نے لان میں موجود پھولوں کو ستائی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ سب بابا جان کا ذوق ہے۔“ شہوار نے شاہریب صاحب کی تعریف کی۔
 ”یہ سب لوگ تمہارے ساتھ بہت اچھے ہیں۔“ اس نے مزید کہا۔
 ”ہاں اللہ کا شکر ہے ہاںوں سے بڑھ کر یہ میرے لیے میرے بعد درد غم گسار اور محبت کرنے والے ثابت ہوئے ہیں۔“
 شہوار کے لہجے میں بہت اپنائیت تھی۔ محبتوں کا نانا تھا۔ اعتماد تھا۔

”خوش قسمت ہو تم۔“ اس نے دل ہی دل میں اس کی خوشیوں کو دماغی رہنے کی دغا کرتے بہا۔
 ”بس اللہ کی مہربانی ہے! خوش قسمت تم بھی کم نہیں ہو لید بھائی جیسے ہر لحاظ سے مکمل انسان تمہارے ہم سفر نہیں گئے۔“ اس نے محبت بھری نظروں سے دیکھتے کہا تو انا کے مسکراتے لب ایک دم گھنچ گئے تھے۔ شہوار نے اس کی یہ کیفیت شدت سے محسوس کی تھی۔ ماما سر گھما کر پھولوں کو دیکھنے لگی تھی۔

”انا.....“ شہوار نے کچھ سوچتے پکارا۔
 ”ہوں.....“ اس نے دیکھے بتا کہا۔
 ”تم اس دن کہاں تھیں؟“ شہوار نے سوال کیا تو انا ساکت رہ گئی۔

”ہم سب نکلتے رہے کہ تمہارے ساتھ کوئی حادثہ ہوا ہے اور پھر تم واپس آ گئی مگر تمہاری حالت وہ نہیں بھولتی اس کے بعد تمہارا بے ہوش ہونا ہم سب از حد پریشان تھے دوشی نے تمہارا موبائل چیک کیا۔“ انا نے چونک کر اسے دیکھا۔
 ”تم بے ہوش تھی ہمیں یہ تھا کہ شاید کوئی کلیوں میں جا چکا ہو یا تو جنے کہ ہوا کیا ہے لیکن تمہارے موبائل میں کچھ بھی نہ تھا۔ ان باکس بھی بس ایسا ہی تھا کسی طرح بھی تو کوئی کلی نہیں مل رہا تھا۔“ شہوار نے بتایا تو انا نے گہرا سانس لیتے مہر جھکا لیا تھا۔

”پھر اسپتال لے گئے تمہاری طبیعت سنبھلی تو سب کی جان میں جان آئی ورنہ سب کی یہ حالت تھی کہ شاید ابھی کچھ ہو جائے گا۔“ شہوار اس دن کی کیفیت بیان کر رہی تھی اور انا کم صم سر جھکانے پر تھی۔

”انا، مہتو بہت اچھی دوست ہیں۔ سب ایک دوسرے سے کچھ نکل چھپایا۔ پھر ایسا کیا ہوا کہ تم مجھ سے بھی نہیں کہہ پا رہیں؟“ شہوار کے لہجے میں انا کے لیے فکر مندی تھی، محبت تھی خلوص تھا۔

”شہوار.....“ انا خود پر ضبط کرتے ایک دم سسکی لی۔ اس نے انا کا ہاتھ تھام لیا۔
 ”ہاں بولو۔“

”میں.....!“ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی وہاں حماد چلا آیا تو انا خاموش ہو گئی۔
 ”آپ کو کوئی بڑا ہی ہے۔“ حماد نے قریب آ کر شہوار کو مہر اتسما کے بلاوے کا کہا تو شہوار نے ایک نگاہ انا پر ڈالی۔ وہ سر جھکانے کم صم ہی لنگ رہی تھی۔

”تم بیٹھو میں ابھی آتی ہوں۔“ انا نے خاموشی سے اسے جاتے دیکھا۔
 شہوار چلی گئی تو اس نے حماد کو دیکھا وہ ابھی کچھ نکل چھپا کر کھڑا تھا۔

”شہوار بھائی نے بتلایا تھا کہ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی کیا ہوا آپ کو۔“ اس نے اپنائیت سے پوچھا۔ انا شعوری طور پر اسے دیکھنے لگی۔ خوش شکل اور خوش لباس نوجوان تھا۔ اس کے دیکھنے پر مسکرا دیا تھا۔

”بس ویسے ہی۔“ اس نے سر جھٹکا۔

”نور کیا تپل رہا ہے لائف میں؟“ اس نے یونہی پوچھا۔

”کچھ نہیں ایک دو دن رست کروں گی پھر کالج چلی جایا کروں گی۔“ نجوانے کیوں وہ حماد سے بات کرنے لگی تھی۔
حماد مسکرا رہا تھا اس کی مسکراہٹ میں ایک عجیب دل کشی تھی۔ انا چوٹی اس کے ذہن میں کھینچی تھی مہلا قاتل تازہ ہونے لگیں تو وہ بے چین ہو کر کھڑی ہوئی۔

”میں چنتی ہوں۔“ اس نے آگے بڑھنا چاہا لیکن ٹھیک کر رک گئی۔ اس کی چادر کا پلو جمولے میں پھنس گیا تھا۔ حماد فوری متوجہ ہوا..... انا کو یک دم کوفت کا احساس ہوا اس نے سچ کر نکالنا چاہا۔

”ایک منٹ اس طرح پھٹ جائے گا۔“ حماد نے کہا تو اس کا ہاتھ رک گیا۔ حماد نے آگے بڑھ کر احتیاط سے اس کی چادر کا کونا جمولے سے نکال دیا۔

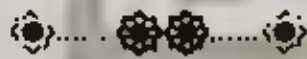
”شکریہ“ وہ کہہ کر جانے لگی۔

”سنیے“ نکارا ایسی تھی کہ وہ ٹھنک کر رک گئی اور حماد اس کے سامنے رکا تھا۔

”نجوانے کیوں آپ کو دیکھ کر میں ہمیشہ خود کو پہننا تازہ ہوتا محسوس کرتا ہوں۔“ وہ کہہ رہا تھا اور اپنا سپینڈل تازہ ہوئی تھی۔
”میں کوئی ٹیک ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا لیکن آپ کے بارے میں جب بھی دل میں خیال آیا ذہن دل میں ایک مقدس سا احساس پیدا ہوا۔“ وہ اپنی دلی کیفیت بتا رہا تھا اور انا حیرت سے لگے اسے دیکھ رہی تھی۔

”شروع میں ہی میں سمجھا کہ میں اپنی فطرت سے مجبور ہو کر آپ کی طرف مائل ہو رہا ہوں لیکن جب بھی آپ سے ملا آپ کو دیکھا شدت سے احساس ہوا کہ بیدل لگی سے بڑھ کر کچھ اور جذبہ ہے۔“ انا کی آنکھوں میں حیرت ہی حیرت تھی۔
”مجھے پتا ہے آپ کچھ ہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میں آپ کے سامنے اپنے دل کی کیفیت بیان کر کے غلطی کر رہا ہوں لیکن نجوانے کیوں اس وقت خود کو یہ سب کہتے نہیں روک پارہا۔“ سنجیدہ لہجہ تھا آنکھوں میں ہمیشہ والی بے باکی کی بجائے اس وقت احترا تھا۔

سر جھٹکے سنجیدگی سے اس نے اپنے دل کی کیفیت انا پر آشکار کر دی تھی۔ انا حیرت سے گم اپنے سے صرف چند قدم کے فاصلے پر کھڑے اس شخص کو دیکھے جا رہی تھی۔



بادیافس سے وہ ایسی پر اس کے اصرار پر ملنے لگی تو اس کے ہی اصرار پر وہ رک بھی گئی تھی ہادیہ کے پاس اپنی گاڑی تھی سو لیٹ ہونے یا وہ ایسی کیسے ہوگی جیسے سوال کا خدشہ نہ تھا۔ دونوں نے کھانٹل کر کھایا تھا۔ وہ اسے اپنے دل کی باتیں بتانے لگی سرعہ اس کی کال اپنا ویڈیو فون نانا نے کا سبب۔

”تم خواہنا ڈر گئی ہو ورنہ سرعہ اس نے ذمہ داری بھی لی تھی کہ وہ تم پر کوئی آج نہیں آنے دیں گے۔“ وہ دونوں کھانا کھا کر لو پڑا گئی تھی جنکی پھلتی چلتی ہوا میں اوپر چہل قدمی کرتا بڑا خوش گوار لگ رہا تھا۔

”امی کہتی ہیں لڑکیوں کو حالات سے ڈر کر رہنا چاہیے ہم لڑکیاں خواہنا ڈر کی بدنامی انورڈ نہیں کر سکتیں میں ہر کسی کو پکڑ پکڑ کر ان تصاویر کے فیک ہونے کا یقین نہیں دلا سکتی تو بہتر یہ نہیں کہ میں خاموشی سے اپنی راہ علیحدہ کر لوں اس سے پہلے کہ میں کچھ توں یا کسی بڑے نقصان سے دوچار ہو جاؤں۔“ رابعہ کے لہجے میں پھرتی تھی ہمیشہ وال لالہالی پن نہیں تھا۔ ہادیہ نے اسے سراسر اتنی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

”بہادر ہونا اچھی صفت ہے کیا تاہم ایسی بہادری کا جو ہمیں بدنامی کے گڑھے میں لا پھینکے۔ میں سمجھتا ہوں یہ

THE BLOOD PURIFIER

SAFI

MADE IN PAKISTAN



خواص و فوائد جو صرف
ظاہر ہی ہی نہیں
بلکہ اندرونی بھی

کے لیے بہترین اور
سب سے زیادہ
مستحکم ہے۔

Safi Kafi Hai



www.urdubookstube.net
www.bookstube.net
mcSafi Kafi Hai
Sales.net

Scanned By Amir



بہادری نہیں کم عقلی ہے کہ ہم خود اپنی خوش گمانی کے سبب خود کو ہی ذیوہدائیں۔

"ویل ڈن ماچھی سوچ ہے۔" ہادیہ حقیقتاً متثر ہوئی تھی وہ مسکرا دی۔

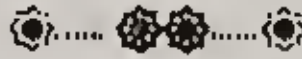
"اپنے ابو بکر صاحب کا ہی سیناؤ، کہاں ہوتے ہیں ایک بار بھی شرف ملاقات حاصل نہیں ہوا۔" رابعہ مسکرائی تو رابعہ کے چہرے پر حیا کی سرخی پھیل گئی تھی۔

"وہ کسی کام کے سلسلے میں شہر سے باہر ہیں شاید کل واپس آ جائیں۔"

"شاید، کیوں رابطہ نہیں کیا تم سے۔" ہادیہ نے ہچکچہا۔

"تم جانتی ہو میں ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں، جو ہر وقت فیانسی صاحب سے رابطوں میں رہے۔" اس

نے شرارتاً کہا تو ہادیہ کھٹکلا کر ہنس دی۔ اس کی ہنسی کی کھٹکلاہٹ ایسی تھی کہ سیرھیں تڑھ کر اوپر آتا وجود ایک دم ساکت ہو گیا تھا۔



وہ حیرت سے حماد کو دیکھ رہی تھی سیٹ برتب ہی گاڑی کا ہارن بجا اور پھر کچھ لمبے بعد چوکیدار نے گیٹ کھول تو ایک گاڑی اندر داخل ہوئی تھی اتا نے قاب دماغی سے دیکھا۔ گاڑی سے روشنی اور ولید لگے تھے۔ حماد نے بھی ان لوگوں کو دیکھا تھا۔ وہ دونوں ان کو دیکھتے ہیں چلتے آئے تھے۔

ولید یوں مغرب کے اندھیرے میں اتا کو حماد کے ساتھ گھڑیو دیکھ کر چونکا تھا۔

"السلام علیکم۔" حماد نے ہی آگے بڑھ کر سلام دعا میں پہل کی تھی۔ ولید کا انداز سنجیدہ تھا۔

"ہم تمہیں کیسے آئے ہیں پھر سوچا آئی لوگوں سے بھی مل لوں گی تو میں ساتھ چلی آئی۔" روشنی نے بتایا اس نے بس

سر ہنایا تھا۔ وہ اس وقت حماد کی باتوں کے ذریعہ تھی۔

وہ روشنی کے ساتھ اندر آ گئی اور حماد ولید کو ڈرائیونگ روم میں لے آیا تھا۔ کچھ دیر بعد مصطفیٰ بھی آفس سے لوٹ آیا تھا۔

پھر وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا تھا ان لوگوں کے ہاں رات کا کھانا جلدی کھا لیا جاتا تھا مصطفیٰ نے کھانا کھائے

بنا جانے نہیں دیا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد ولید نے چلنے کا کہا تھا۔ مصطفیٰ نے اندر شور اور روشنی کو بھی پیغام بھجوایا تھا۔

اتا اور روشنی سب سے مل کر باہر نکل رہی تھیں جب کچھ فاصلے پر گھڑے حماد کو دیکھ کر انا کی تھی۔

"تم چلو میں آئی ہوں۔" اتا نے روشنی کو کہا اور خود حماد کے پاس چلی آئی۔

"ایکسکیوز می۔" حماد کی اس کی طرف پشت تھی فوراً پلٹا تو اتا نے اسے کچھ بہا تھا وہ خیران ہوا تھا۔

پھر اس نے سر اٹھاتے میں ہلا کر کچھ کہا تو اتا نے اپنے موبائل میں اس کے الفاظ محفوظ کیے تھے اور پھر شکر یہ کہہ کر پلٹ

گئی تھی۔ حماد بڑی حیرت سے اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔

وہ ولید کی گاڑی کی طرف آئی تو روشنی جھپٹی سیٹ پر بیٹھ ہوئی تھی۔

"تم آگے بیٹھ جاؤ۔" وہ دروازہ کھولنے لگی تھی جب روشنی نے کہا اس کا ہاتھ رکا اور پھر واکلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ

گئی ولید بھی مصطفیٰ سے ہاتھ مار کر گاڑی کی طرف آ گیا تھا۔ گاڑی سیٹ سے نکل تو اتا نے روشنی کی طرف دیکھا۔

"کیسا گزرا آج کا دن؟" روشنی نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔

"بہت اچھا۔"

"ہاں اندازہ ہو رہا ہے۔" روشنی نے مسکرا کر کہا۔ ولید نے ذرا نیچے کرتے اسے دیکھا اس کا چہرہ صبح کی نسبت اس وقت

کافی فریش لگ رہا تھا۔

"شہوار کے ہاں اتنے رشتے دار ہیں اتنی بھری پری نہیں بن جائے ہمارے رشتہ دار اتنے محدود کیوں ہیں نہ کوئی ہم سے ملتا ہے اور نہ ہم کسی سے۔" اتنے دنوں بعد وہ ان دنوں کے سامنے پہلا طویل جملہ بولی تھی۔

"پاپا اور پچھو دونوں بہن بھائی تھے پھر تمہارے پاپا بھی اکلوتے تھے اب لمبے چوڑے رشتہ دار کہاں سے نکلتے۔" روشی نے ہنس کر کہا۔ اس کے لیے یہی کافی تھا کہ اتنے دنوں کے فیئر کے بعد سہمیلی ہے۔

"لیکن جو بھی تھے ان کا تو پتا ہونا چاہیے نہیں۔"

"اب ہمارے بڑوں نے ان سے روابط نہیں رکھے تو کوئی کیا کر سکتا ہے۔" روشی نے کندھے مچا دکائے۔ اتنا ان باتوں کو قبل کر رہی تھی اور اس کی اس محرومی کا سب ہی کو اچھی طرح اندازہ تھا۔

"وہی تو پتا ہے کہ کیوں نہیں روابط رکھے؟"

"کوئی وجہ ہوگی تم کیوں نہیں ہوتی ہو۔" روشی نے نب تھوڑا خاموش ہوئی تھی۔

ولید خاموشی سے ذرا سوچ کر باقی تھا اس نے ان دنوں کی کسی بھی بات میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔ روشی نے یہ بات شدت سے فحش کی تھی۔

"کیا بات سے بولی بھائی بہت خاموش ہیں۔"

"میں تم لوگوں کو سن رہا ہوں۔" اس نے مسکرا کر بہن کی تسلی کرائی۔

"ولید بھائی اس کیم کھلا میں۔" روشی نے جواباً کہا تو ولید نے انا کو دیکھا۔

"میں نہیں کھاسکتی تم نے کھانی ہے تو تم کھا لو۔" انا نے منع کر دیا تھا۔

"تمہارے بغیر کھا کر کہہ کر رہتا ہے۔" روشی نے فوراً ارادہ بدل دیا۔ تبھی انا کا موبائل بجنے لگا تو اس نے ہاتھ میں پکڑا ہینڈ بیگ حوالا کر موبائل نکالا تھا۔

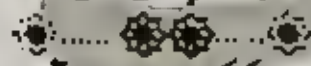
اسکرین پر نگاہ پڑتے ہی اس نے خیرا کر ولید کو دیکھا تو وہ کھلے توجہ سے سامنے دیکھ کر گڑی ذرا سوچ کر رہا تھا۔

انا نے تیزی سے کال کاٹ دی تھی۔ سب بند ہوتے ہی ولید نے اس کی طرف دیکھا تھا۔ وہ اپنا موبائل آف کر رہی تھی۔

ولید کیے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔ انا موبائل بند کر کے واپس ہینڈ بیگ میں رکھ رہی تھی۔ ولید کے سامنے

یہ دوسری کال تھی جو انا نے ریسیو کیے بغیر کالی تھی۔ ولید کی آنکھوں میں تجسس پیدا ہوا تھا۔ تاہم اس نے کچھ نہیں کہا

روشی کچھ کہہ رہی تھی اپنے ذہن کو بھنگ کر روشی کی باتوں پر دھیان دیا تھا۔



دونوں لڑکیوں کی ابو بکر کی طرف پشت تھی دونوں کھلکھلا کر ہنس رہی تھیں۔

"کوئی تصویر تو ہونی چاہیے، مجھے اندازہ تو ہو موصوف کیسے ہیں تمہارے ساتھ تجھس کے بھی کہ نہیں؟" کھلکھلائی

آواز میں اظہار خیال ہوا تھا۔

"تصویر تو نہیں پتا ویسے کسی دن ان کی موجودگی میں، تا تمہاری ملاقات کروادوں گی بنفس نفیس دیکھ لینا۔" جو بار بار

نے شرارتا کہا۔

"وہ تو میری جان مشکل لگتا ہے اب تمہاری رخصتی والے دن ہی ان کا ولید کرناؤں گی۔"

"تا امید مت ہو کسی دن خصوصی طور پر ملناؤں گی ان سے۔" دونوں مزید بھی کچھ کہہ رہی تھیں مغرب کے اندھیرے

میں دونوں صاف دکھائی دے رہی تھیں۔ ابو بکر خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

دروازہ کھلا ہوا تھا اندر جا کر اس نے دروازہ بند کر لیا تھا۔ دونوں کافی دیر تک چلتی رہی تھیں۔ پوری چھت پر

ان کی باتوں کی آواز ہنسی کی جھنکار گونجتی رہی تھی۔ ہادیہ نے وقت دیکھا تو اسے جانے کی جلدی ہوئی۔ وہ رابعہ کے ساتھ نیچے چلی آئی تھی۔

”اس وقت جائے کیوں بنا رہی ہیں کھانے کے بعد میں خود بنا لیتی۔“ اس کو شرمندگی ہوئی بھابی سارا دن گھر کے کام کرتی تھیں اور کچن بھی دیکھتی تھیں وہ آج کل گھر میں بھی تو ان کا ہاتھ بٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔

”کچھ نہیں ہوتا ابو بکر آج آپ کو چائے چاہیے گی۔“ بھابی نے بتایا تو وہ چونکی۔

”گھر سے..... وہاں گئے..... کب؟“

”تقریباً آدھ گھنٹہ ہو اسے اور ہی گئے ہیں کیوں تم دونوں سے نہیں ملے۔“ رابعہ نے نفی میں سر ہلایا۔

”یقیناً گھر سے چلے گئے ہوں گے۔“ بھابی نے کہا تو اسے شرمندگی ہونے لگی۔

وہ دونوں نجمانے کیا کیا باتیں کرتی رہی تھیں ان کا تو والیوم بھی کافی ہائی تھا۔ نجمانے ابو بکر نے کیا کیا شایاں ہوگا۔

”تم یہ چائے ابو بکر کو دے آؤ، کھانا کینے میں ابھی کچھ وقت ہے۔“ بھابی نے چائے گھر سے رکھ کر کہا تو وہ اپنا دوپٹا درست کرتی گھر سے لے کر اوپر آ کر ابو بکر کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔

”بس کم ان۔“ ابو بکر نے کہا تو وہ اندر داخل ہوئی۔ ابو بکر کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑا تھا۔ اس کھڑکی کا رخ چھت

کے اس جانب تھا جہاں وہ کچھ برقیل ہادیہ کے ساتھ چھیل قدمی کرتے اونچے اونچے قیچے لگاتے نجمانے کیا کیا باتیں کرتی تھی۔ غیر اخلاقی تو کوئی بات نہیں تھی گھر پر بھی اپنی جگہ چوری بن گئی تھی۔

”السلام بیکر۔“ اس نے کب ابو بکر کی طرف بڑھایا۔

”وہ بیکر السلام بیکر ہیں؟“ کب نے کھڑکی سے ہٹ کر وہ بستر کی طرف آ گیا۔

”اللہ کا شکر ہے اور آپ ٹھیک ہیں۔“ اس نے جھکتے ہوئے پوچھا۔

”جی۔“ مختصر کہہ کر اس نے چائے کا کپ لیا۔

”بس جب یہاں آیا تو آپ کسی کے ساتھ باتوں میں مصروف تھی میں نے ڈسٹرب کرنا مناسب نہ سمجھا سو خاموشی

سے کمرے میں چلا آیا۔“ ابو بکر نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تو وہ مطمئن ہوئی۔

”جی ہمیں علم ہی نہیں ہوسکا ورنہ میری دوست کو آپ سے ملنے کا بہت شوق ہے اگر مجھے علم ہوتا کہ آپ آچکے ہیں تو

میرا آپ سے ملنا جتنی۔“ اس نے نازل سے انداز میں بتایا۔

”او کے کوئی بات نہیں، نیکسٹ ٹائم صبح۔ ویسے آپ کی دوست کا کیا نام ہے؟“ یونہی سرسری سے انداز میں

ابو بکر نے پوچھا۔

”ہادیہ، میری بہت اچھی دوست ہے کالج لیول میں دوستی ہوئی تھی کافی اچھی فیملی سے ہے میرے ساتھ ہی سر عباس

کا آفس میں جاب کرتی ہے۔“ اس نے تفصیلاً بتایا..... ابو بکر نے مختصر سر ہلایا تھا انداز پر سوچ تھا۔

”آپ کا ٹور کیسے سارہ؟“ اس نے پوچھا۔

”بہت اچھا۔“

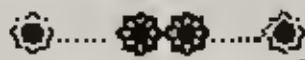
”سہیل کب آ رہا ہے؟“ اس نے مزید پوچھا۔

”پرسوں کی فلائٹ سے۔“

”قیسٹن ماسوں آ گئے؟“ چائے کا کپ خالی کرتے اس نے پوچھا۔

”نہیں بس آئے ہی والے ہیں۔“ خالی کپ گھر سے رکھتے اس نے کہا۔

وہ کپ لے کر پہنی تھی ابو بکر خاموشی سے اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔ ثبانی نے کیوں اس کے کانوں میں کسی کے قدموں کی گونج ابھی گھٹی سنائی اور وہی تھی خوب صورت دلکش انداز.....



بابا صاحب کی طبیعت اب سنبھل رہی تھی لیکن ان کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ وہ اب حواس میں تھے سب ہی کو دیکھتے تھے لیکن بات نہیں کرتے تھے جو بھی خیریت پوچھتا رہا تھا وہ محض سر ہلارہے تھے۔

مصطفیٰ اسپتال آیا تو وہاں موجود سجاد اور شاہ زیب صاحب گھر چلے گئے تھے۔ بابا صاحب عجیب سی بے چینی محسوس کر رہے تھے۔ بار بار چونک کر اٹھ جاتے تھے اس وقت رات کا پہرہ تھا وہ سوئے ہوئے تھے۔ مصطفیٰ جو اپنے ساتھ کوئی قائل لے آیا تھا اس نے قائل بند کر کے ان کو دیکھا وہ کچھ بڑبڑا رہے تھے۔

”نہیں..... نہیں.....“ مصطفیٰ فوراً ان کے قریب ہوا تھا۔ بابا صاحب نے ایک دم آنکھیں سھول دی تھیں۔ ان کا چہرہ پسینے سے تر تھا یقیناً نہیں پھر کوئی خواب آیا تھا۔

”بابا صاحب...“ مصطفیٰ جھک کر پکارا۔ انہوں نے خالی خالی نظروں سے مصطفیٰ کو دیکھا ہر قسم کی پہچان سے عاری آنکھیں چہرے کے علاوہ جسم پر ایک ٹپکی سی طاری تھی۔

”بابا صاحب آپ ٹھیک ہیں؟“ مصطفیٰ نے انہیں پکارا وہ چونکے سر گھما کر ارد گرد دیکھا اور پھر انہوں نے آنکھیں میچائی تھیں۔ اس بار ان کی آنکھوں میں الٹی سی شناسائی کی بھر موجود تھی۔ وہ کچھ دیر تک اسی طرح لیٹے گہرے گہرے سانس لیتے رہے ان کا جسم لرز رہا تھا چہرہ پسینے سے تر تھا۔ مصطفیٰ کے اندر تشویش جاگی تھی۔ اس نے ان کی حالت سے گھبرا کر انٹر کاسٹاٹیا اور اوٹورائڈاکٹرز سے رابطہ کرنے کا تھا۔

”مصطفیٰ.....“ بابا صاحب کی کپکپاتی آواز ابھری تو مصطفیٰ نے فوراً انٹر کام کار۔ سیورہ دکھ کر ان کو دیکھا۔

”جی بابا صاحب.....“

”بعض گناہ ایسے کیوں ہوتے ہیں جو عمر بھر کی سائے کی طرح ہمارا ہوجھا نہیں چھوڑتے۔“ لرزتی روئی آواز تھی۔ مصطفیٰ فوراً ان کے پاس بیٹھ گیا اور ان کا ہاتھ محبت سے تھام لیا۔ وہ یقیناً اس وقت خواب کے بعد والی مخصوص کیفیت میں تھے۔ وہ سب اچھی طرح جانتے تھے کہ اکثر خواب سے ڈر جانے کے بعد وہ ساری رات مصلے پر گزار دیتے تھے بے تحاشا روتے تھے۔ مصطفیٰ کے پاس ان کے سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔

”پانی نہیں گے.....“ ان کے چہرے پر موجود پسینے کے قطرہوں کو دیکھتے مصطفیٰ نے پوچھا۔

”میں ایک عرصے سے اللہ کے سامنے رورہا ہوں، گزرا ہوا ہوں مگر اس کے در سے معافی کا حکم نہیں ملتا۔“ مصطفیٰ کے سوال کے جواب میں انہوں نے آنکھیں کھول کر کہا تو آنسو ان کے جھریوں پر وہ چہرے پر پھیل گئے تھے۔

”آپ خواب میں ڈر گئے ہیں۔“ مصطفیٰ نے انہیں بتایا تو انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔

”نہیں.....“ بہت شدت تھی ان کے انکار میں۔ ”یہ خواب نہیں تھا یہ تو وہ گناہ تھا جو ایک عرصے سے میرے پیچھے کسی آسب کی طرح لگا ہوا ہے۔ میں روتا ہوں..... گزرا ہوا ہوں لیکن اس گناہ سے مجھے معافی نہیں ملتی۔“ مصطفیٰ نے بغور ان کو دیکھا۔

اس نے ہمیشہ سنا تھا کہ ایسے خوابوں کے بعد وہ ہمیشہ بنگل بنگل باتیں کیا کرتے تھے گناہ ثواب غلطی چھتاوے کی لیکن مصطفیٰ آج پہلی دفعہ ان کو اس کیفیت میں دیکھ رہا تھا لیکن یہ الفاظ کوئی مجذوب کیفیت والا انسان بنا نہیں کر سکتا۔

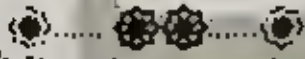
”شاہ زیب مجھے سائیکائرسٹوں کے پاس لے کر بھاگتا رہا اور میں ان سے بھاگ کر اپنے گناہوں پر پردے ڈالتا

رہا۔" اب کی باران کی آواز میں کوئی لڑکھڑاہٹ نہ تھی مصطفیٰ نے بغیر ٹوکے ان کو سنا تھا۔
 "لیکن میں تھک چکا ہوں میں بچھتوؤں کی آگ میں جل جل کر رکھ ہو گیا ہوں میرے دل کا بوجھ مجھ سے مزید سہا
 نہیں جا رہا۔ میں کسی اپنے کے سامنے رونا چاہتا ہوں۔" وہ کہتے کہتے پھر شدت سے رو دیئے تھے، مصطفیٰ خاموشی سے ان
 کو دیکھتا رہا وہ کافی دیر تک دوتے رہے تھے اور جب دوتے روتے تھک گئے تو انہوں نے مصطفیٰ کو دیکھا۔
 "یہ پانی پی لیں۔" مصطفیٰ نے گھاس میں پانی اٹھ لیا ان کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ انہوں نے پانی پیا اور پھر
 مصطفیٰ کو دیکھا۔

"نابندہ کا کچھ ہوا چلا؟" کچھ ہل سنبھنے کے بعد انہوں نے پوچھا..... مصطفیٰ نے غمی میں سر ہلایا۔
 "اس کو تلاش کرو وہ بہت کچھ جانتی ہے اسے علم ہے میری ندامت کی کہانی اسے تلاش کرو اور بیٹا! بابا صاحب اس
 کے دونوں ہاتھ تمام کر پڑے عاجزانہ انداز میں ہمد سے تھے۔
 "میں کوشش کر رہا ہوں لیکن ان کا کچھ پتا نہیں چل رہا۔ شہوار کے والد کا جو شناختی کارڈ تھا اس ایڈریس پر بھی پتا کیا
 لیکن کوئی مثبت جواب نہیں ملا۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے بتلایا تو انہوں نے گہرا سانس لیا۔
 "میرے پاس اس کی کال آئی تھی۔" انہوں نے کہا تو مصطفیٰ چونکا۔

"کب.....؟" اس نے بے قراری سے پوچھا لیکن انہوں نے جیسے اس کا سوال سنا ہی نہ تھا۔
 "وہ میری حویلی میں اتنا عمر رہی اور میں اسے پہچان بھی نہ سکا۔ میں بھلا کیسے پہچانتا اسے میں نے تو اسے کبھی
 زندگی میں دیکھا ہی نہ تھا۔ وہ ساری عمر میری حویلی میں رہی اور میں غافل رہا کم از کم کوئی تو تھا جس کے سامنے میں اپنا
 اعتراف گناہ کر سکتا تھا۔" وہ پھر رونے لگے تھے۔ مصطفیٰ نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر خاموش ہو گیا۔
 وہ چاہتا تھا کہ بابا صاحب خود کہیں اپنے دل کی بھڑاس نکال لیں۔ ان کی باتوں سے اسے لگ رہا تھا کہ جیسے یہاں
 کوئی بہت بڑی کہانی ہے جو مصطفیٰ کو حیران کر دینے والی ہے۔

"کیسا گناہ بابا صاحب؟" وہ مسلسل خاموش رہے تو مصطفیٰ نے پوچھا۔
 "بہت طویل کہانی ہے کہاں سے شروع کروں۔" ان کا انداز خود گلہ کی سا تھا۔ انہوں نے پھر کچھ بتانا شروع کر دیا
 تھا اور مصطفیٰ تمام تر توجہ نیا ان کی لہرتی آواز سے ادا ہونے والے الفاظ سے اپنی سماعت کو منور کرتا جا رہا تھا۔



وہ سوچتی تھی میڈیسن کا اثر تھا لیکن آدھی رات کو ایک دم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھی وہ پسینے سے رتی تھی۔ اسے لگا کہ جیسے وہ کوئی
 ڈراؤنا خواب دیکھ رہی تھی۔ بڑی عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی اس کی اس نے تیزی سے اٹھ کر سائینڈ لیمپ روشن کیے تھے
 لیکن اس بدہم تارکی سے بھی دم گھٹنے لگا تو اس نے بستر سے اتر کر کمرے کی تمام لائٹس روشن کر لی تھیں۔
 سائینڈ ٹیبل پر میڈیسن کے ساتھ ساتھ جگ اور گلاس بھی تھا اس نے پانی پیا تو دل کو کچھ تسلی ہوئی۔ وہ بستر کے کنارے
 بیٹھ کر گہرے گہرے سانس لینے لگی۔ وقت دیکھنا دات کا ایک بج رہا تھا وہ یاد کرنے لگی۔ وہ مصطفیٰ کے گھر سے واپسی کے
 بعد سیدھی اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ وہ سارا دن پہلے اسپتال اور پھر شہوار کے جاں بچی رہی تھی، تھکن ہو رہی تھی۔
 میڈیسن کھاتے ہی وہ سو گئی تھی اس کی ذہنی کنڈیشن کے سبب شاید ڈاکٹر نے خیمہ کی گولی بھی شامل کر دی تھی سو نیندا آ گئی
 تھی اور اب ایک دم کھلی تھی۔

اسے یاد آیا وہ سونے سے پہلے حواد کے بارے میں سوچ رہی تھی اور اس وقت نیند میں بھی وہ اسی کے ساتھ کھڑی تھی
 اور وہ اس سے اپنی محبت کا اقرار کر رہا تھا انا کا دماغ دیکھنے لگا۔ اس نے سائینڈ ٹیبل کی طرف دیکھا اس کا بیگ پڑا ہوا تھا۔

اس نے وہ اٹھائیا احمد سے موبائل نکال کر اس کا آن کیا موبائل آن کرنے کے بعد ایک دم دس بارہ بیچ ریسیو ہوئے تھے کاشفہ کے میجر تھے۔

"تم کال یک کیوں نہیں کر رہی؟" اس نے بیچ کھولا تو پہلا بیچ اس کا منہ چڑا رہا تھا اٹانے غصے سے ذیلیٹ کر دیا۔
 "تم اگر موبائل بند کر کے یا مجھے نظر انداز کر کے کچھ رہی ہو کہ مجھے دھوکہ دے لوگی تو اچھی طرح سمجھ لو میں تمہیں اس قابل نہیں چھوڑو گی کہ تم کسی کو منہ دکھا سکو۔" یہ دوسرا بیچ تھا اس نے وہ بھی ذیلیٹ کر دیا تھا۔

"جہیں جو کام کہا ہے اس کو سب عمل کرو گی۔ دیکھو انا جتنی بھی تاخیر کرو گی تمہارے لیے اتنی ہی بُرا ہوگا رہی پلائی گی۔" اٹانے وہ بیچ بھی ذیلیٹ کر دیا اور پھر ایک دم بہت جنون میں اس نے باقی سارے میجر بغیر بڑے ذیلیٹ کر دیئے تھے۔ میجر ذیلیٹ کرنے کے بعد اس نے ریسیو کا لٹراؤ آئن نمبر ز اور مس کالڈ چیک کی تھیں بھی ذیلیٹ کرتے وہ ایک پل کو کھٹکی گئی۔

کاشفہ کے نمبر کے علاوہ ڈیہینڈ نمبر میں ایک اور نمبر بھی تھا۔ یہ نمبر مصطفیٰ کے گھر سے واپسی پر اس نے حماد سے لیا تھا اور جب اس نے حماد سے کہا تھا کہ مجھے آپ کا موبائل نمبر چاہیے تو وہ ایک دم حیران ہوا تھا اور پھر بغیر کسی سوال و جواب کے اس نے فوراً نمبر دیا تھا جو اس نے اپنے موبائل پر ڈائل کر کے کال کا شڈی کی اور اب وہ نمبر اس کے سامنے تھا۔
 وہ کئی دیر اس نمبر کو دیکھتی رہی نمبر لیتے وقت اس کے ذہن میں کوئی بھی بات نہ تھی لیکن اب نمبر کو دیکھنے کے بعد دل و دماغ میں طرح طرح کے خیالات مار رہے تھے۔ اٹانے نے سنجیدگی سے نمبر کو دیکھا تھا اور پھر اس نمبر لیتے اس نے اس نمبر کو حماد کے نام سے سیو کیا تھا جب اس نے نمبر لیا تھا تو ویسے ہی سیو کیا تھا اب اس نے نام ایڈ کیا تھا۔ اٹانے نے اس کے بعد اس نے وقت دیکھا تھا ڈیڑھ بج رہا تھا اس نے کال ملائی، کچھ دیر بعد اس کی کال پک کر لی گئی تھی۔

"ہیلو....."

"السلام علیکم! اٹانے نے جھکتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم السلام!" دوسری طرف انجان نمبر دیکھ کر آواز میں حیرت پیدا ہوئی تھی۔

"حماد صاحب بول رہے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"جی لیکن آپ کون؟" اٹانے نے ایک گہرا سانس لیا۔

"میں انا بات کر رہی ہوں انا ذوق احمد۔" اٹانے سنبھل کر کہا۔

"اٹا....." دوسری طرف رات کے اس پہر غیر متوقع بندے کا نام سن کر وہ واقعی حیرت زدہ رہ گیا تھا۔

"آپ اس وقت..... خیریت.....؟" وہ بہت حیرانی سے پوچھ رہا تھا۔

"ہم سو رہی آپ کو سنبھل گیا اگر آپ بڑی ہیں تو میں کال بند کر دیتی ہوں۔" اٹانے تباہی سے کہا۔

"ارے نہیں اب اسکی بھی بات نہیں آپ کے لیے تو میں ہر طرح سے وقت نکال سکتا ہوں۔"

"آپ کی نیلڈ سنبھل کر دی میں نے؟" اٹانے کو شرمندگی ہونے لگی کاسے اس وقت کال نہیں کرنی چاہیے تھی۔

"ارے نہیں یہاں سب ہی جمع ہیں تو بیٹھے سب شپ نگار رہے تھے۔"

"کیا آپ سائیز پر ہو کر میری بات سن سکتے ہیں دراصل میں نہیں چاہتی کہ کسی کو غم ہو کہ میں نے آپ کو کال کی ہے۔" اس نے مزید کہا تو دوسری طرف حماد چمکا۔

"میں آپ کی کال سن کر بہت حیران ہوں۔" کچھ توقف کے بعد حماد نے کہا تو اس نے گہرا سانس لیا وہ سمجھ سکتی تھی

کہ کیوں حیران ہو رہا ہے۔

”میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔“ اس نے مزید کہا۔
”جی.....؟“

”کل تین بجے....“ انا نے سنجیدگی سے کہا۔ ”کیا آپ مل سکتے ہیں مجھ سے؟“ دوسری طرف کی خاموشی محسوس کر کے اس نے پھر کہا تو اس نے ہائی بھری۔

”جی ہالکھ میں حاضر ہو جاؤں گا لیکن ملنا کہاں ہوگا؟“

”ہمارے گھر کی طرف جو پارک سے ادا دھڑا جائیے گا۔“ انا کی وہی سنجیدگی تھی۔

”کیا میں اس ملاقات کی وجہ جان سکتا ہوں؟“ حماد لڑخہ حیرانی میں تھا سو ایسے سوال فطری تھے۔

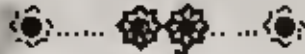
”کل جب ملاقات ہوگی تو خود بخود آپ کو علم ہو جائے گا۔“ انا کے لہجے میں ابھی بھی وہی سنجیدگی تھی وہی بے لچک انداز۔

”جی ٹھیک ہے میں پہنچ جاؤں گا۔“ حماد نے ہائی بھری تھی۔

”او کے اللہ حافظ۔“ انا نے فوراً کال کاٹ دی۔

موبائل سائیڈ پر ڈالتے ہوئے اس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ اس کے ہاتھ لرز رہے تھے اس کے وجود میں ایک دم بے پناہ کمزوری بونٹا ہست دہرائی تھی۔ اس کی آنکھوں میں کی پیدا ہو گئی تھی اور پھر یہی اس کے چہرے پر پھسلتی چلی گئی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ رورہی ہے اور جانتی تھی کہ کیوں رورہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کا ضمیر اسے بے پناہ مذمت کر رہا تھا۔

اس کے سینے میں عقیدہ دل سینے کی دیواروں میں ایک دم پھنسا پھنسانے لگا تھا۔ لیکن اس سب کے باوجود اس نے اپنے دل کی طرف سے رخ موز لیا تھا۔ وہ اب دل کی کوئی بات نہیں سننا چاہتی تھی۔ اسے نگہ نہ تھا کہ آج کی رات ماتم کی ہے اور پھر بجا اختیار روتے روتے وہ خود کو دل کے ماتم میں شامل ہونے سے بندھک پاتی تھی۔



مصطفیٰ گھر آیا تو شہوار کالج جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔ بابا صاحب کی طبیعت کافی سنبھل چکی تھی قوی امید تھی کہ وہ ایک دو دن میں گھر آ جائیں گے۔ مصطفیٰ نے ہاتھ میں کچری ہوئی قائل اور موبائل بستر پر رکھا اور خود لڑخہ نہ حال انداز میں بستر پر گر گیا تھا۔ اپنے کے سامنے کھڑی ہو کر بال سنوارتی شہوار نے مصطفیٰ کے انداز کو نوٹ کیا تھا۔ وہ پلٹ کر مصطفیٰ کی طرف آئی۔

”کیا ہوا طبیعت ٹھیک ہے؟“ وہ مصطفیٰ کے پاس بیٹھ گئی تھی انداز میں فکر مندی اور محبت تھی۔ اپنی آنکھوں کو انگلیوں سے مسلتے مصطفیٰ نے اسے دیکھا اور پھر مسکرایا۔

”ہاں ٹھیک ہوں بس تھکن ہو رہی ہے۔“ تین چار دن سے وہ مسلسل دن رات جاگ رہا تھا۔ دن میں آفس بھاگ دوڑ اور پھر رات میں ہسپتال وہ انسان تھا اثر تو ہونا ہی تھا۔

شہوار نے مصطفیٰ کی پیشانی پر ہاتھ رکھا حرارت تو نہیں تھی لیکن تھکن صاف دکھائی دے رہی تھی مصطفیٰ نے آنکھیں بند کر دی تھیں۔

”لگتا ہے ساری رات جاگتے رہتے ہیں۔“ مصطفیٰ کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے اس نے محبت سے کہا تو مصطفیٰ نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ وہ فکر مندی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ خوب صورت چہرے پر بالوں کی ٹیس رقصال تھیں۔ تراشا ہوا مناسب جسم اس وقت دوپٹے سے بے نیاز بالوں کی سیاہ گٹا میں چھپا ہوا تھا۔

”ہاں بابا صاحب کی طبیعت رات بھر خراب رہی۔“ اس نے کہا تو شہوار کو لٹو لیس لائن ہوئی۔

"لیکن مات میں آئی اور انکل کہہ رہے تھے کہ وہ اب پہلے سے بہتر ہیں۔" لہجے میں تشویش تھی۔

"ہاں بہتر تو وہ ہیں لیکن وہی خوب کا سلسلہ۔" شہوار نے گہرا سانس لیا۔

یہ سلسلہ تو بابا صاحب کی زندگی کا لازمی جزو بن چکا تھا اس پر بھلا کیا کہتی۔

"آپ فریٹ ہو جائیں سب ہی ناشتا کر رہے ہیں آپ بھی کریں۔" شہوار نے توجہ سے بھرپور لہجے میں

کہا تو وہ مسکرایا۔

"ابھی ناشتے کا موڈ نہیں ہو رہا۔" مصطفیٰ نے نٹلی میں سر ہڈا کر پھر سے آنکھیں موندنی تھیں۔ شہوار نے وقت دیکھا

ابھی ناشتا کرنا تھا پھر کالج کے لیے نکلنا، کچھ وقت تھا اس کے پاس۔

"آپ آفس سے آج آف کریں اس طرح دن رات مسلسل کام کریں گے تو صحت متاثر ہوگی۔" شہوار کے لہجے

میں قہر مندی تھی۔

"ہاں میں بھی سوچ رہا ہوں۔" آنکھیں بند کیے ہی مصطفیٰ نے جواب دیا۔ شہوار کو ایک دم احساس ہوا کہ اس وقت

مصطفیٰ کے انداز میں پہلے والی گرم جوشی مفقود ہے۔ پچھنے تین چار دن سے اس کی مصطفیٰ سے بہت سرسری سے بات

چیت ہو رہی تھی بس سلام دعا کھانے پینے یا کمرے میں آتے جاتے تک کے احوال۔

"میں کالج سے چھٹی کر سکتی ہوں۔" اس نے کہا تو مصطفیٰ نے کوئی رسپانس نہیں دیا بلکہ اسی طرح لیٹا رہا تھا۔

"مصطفیٰ... اس نے قدرے جھک کر مصطفیٰ کو پکارا تو مصطفیٰ نے بغیر آنکھیں کھولنے ہی سر ہل دیا۔

"ہوں....."

"میں چھٹی کر لوں گا؟" اس نے پھر کہا۔

"مرضی ہے تمہاری۔" مصطفیٰ کی توجہ اس کی طرف شاید نہیں تھی سو جواب بھی ایسا ہی تھا، شہوار کو یوں اتعجب ہوا۔ وہ

مصطفیٰ کے سامنے چھٹی کر لینے کا ذکر کر رہی تھی اور مصطفیٰ کا ری ایکشن نارمل ہی تھا۔

"کیا بات ہے طبیعت زیادہ خراب ہے؟" اس نے بہت سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہوں....."

"نگ تو نہیں رہا؟" اس نے اب کی بار کچھ تیزی سے کہا تھا۔ مصطفیٰ نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔

"بس تھکن ہے ایک دو گھنٹہ ریسٹ کروں گا تو ٹھیک ہو جاؤں گا۔" اس کے بعد آفس چلا جاؤں گا۔ تم بھی چھٹی مت

کو خراب کرو اور تمہارا حرج ہو رہا ہے۔" مصطفیٰ نے کہا تو شہوار نے گہرا سانس لیا۔

"پھر میں بھی ریسٹ جاؤں گی جب آپ جا میں گے تو بیچہ ذرا پڑو بیچہ گا۔" مصطفیٰ کا سر سر ہانے پر ہلکا کرتے

اس نے کہا۔

"ناشتا تو آپ لیت کریں گے میں آپ کے نیچے چائے لاتی ہوں۔" وہ اٹھنے لگی تو مصطفیٰ نے ہاتھ پکڑ لیا۔

"بیٹھو نا ابھی کچھ بھی کھانے پینے کا موڈ نہیں۔ اتنے دنوں بعد یوں بیٹھنے کا موقع ملا ہے کچھ دیر تو رو۔" وہ جو سمجھ رہی

تھی کہ مصطفیٰ کے لہجے میں توجہ سے تو فوراً مسکرائی۔

"کچھ زیادہ جلدی خیال نہیں آ گیا آپ کو میرا؟" مسکرا کر طنز یہ انداز میں کہا تو مصطفیٰ مسکرایا ہاتھ پر دو ہڈ ڈال کر

واپس قریب بٹھا لیا۔

"تمہیں بھی شکوہ کرنے کا کچھ جلدی خیال نہیں آ گیا؟" بنوورد دیکھا انداز شرارتی تھا۔ شہوار کے رخساروں پر سرخئی ہی

پتھک پڑی تھی۔

”آپ کے پاس وقت ہی کب ہوتا ہے کہ میں کوئی شہوہ بھی کروں۔ ہر وقت آفس آفس اور اگر تھوڑا بہت وقت بچ جائے تو وہ اپنی فائلز کیسے پاپا پھر لے کر آفس میں لگا دیتے ہیں۔“ اس نے آفس کی مصطفیٰ سے کہا تو مصطفیٰ نے ہنس دیا۔

”اتنے دنوں میں کبھی بار بیویوں والے روپ میں نظر آ رہی ہو، یعنی تمہارا یہ روپ واٹنا ڈیکھنے کے لیے مجھے اب کچھ زیادہ ہی مصروف رہنا پڑے گا۔“ مصطفیٰ کے انداز میں شرارت تھی اس نے گھورا۔

”ایسا سوچنے کا بھی نہیں۔“ سبکے میں پیار بھری دھونس تھی مصطفیٰ ہنسا۔

”ورنہ کیا.....؟“ مصطفیٰ چھیڑ رہا تھا۔ شہوار نے آگے بڑے بانوں کو پچھتے کیا تھا۔

”ورنہ میں جوانی کا رروائی کروں گی تو آپ کو لگے گا کہ میں بدلے لے رہی ہوں۔“ مصطفیٰ مسکرایا۔

شہوار سے جکے پھلکی انداز میں اس طرح چھیڑ چھاڑ کرتے اسے قدر سے ریلیف محسوس ہو رہا تھا ورنہ اسپتال سے واپسی پر لگ رہا تھا کہ ذہن دنوں پر منوں بوجھ ہے جو اس کے اعصاب کو مسلسل چھیڑ رہا ہو۔

”مثلاً کیا کرو گی؟“

”میں بھی اپنی اسٹڈی میں مصروف ہو جاؤں گی۔“

”وہ تو اب بھی ہو۔“ اس کے بانوں کی نمٹ کو انگلی پر لپیٹے مصطفیٰ نے مسکرا کر کہا۔

”لیکن آپ سے کم ہی ہوں۔“ اس نے کہا تو مصطفیٰ مسکرایا۔ اس کا ہاتھ ہاتھ میں لے کر نرمی سے سہلاتے وہ ہنستے ہوئے لگا تھا۔

”بواجی نے دوبارہ کوئی رابطہ کیا؟“

”نہیں۔“ تاہم وہ کے ذکر پر وہ ایک دم بافسردہ سی ہوئی تھی۔

”بواجی نے بتایا تھا کہ تمہارے فادران کے خالد زاد تھے؟“

”جی؟“

”انہوں نے اس سب کے علاوہ کبھی اور کچھ بتایا؟“ مصطفیٰ نے اس کا چہرہ بخوردیکھتے پوچھا تو وہ چونکی۔

”مثلاً؟“

”یہ کہ تمہارے فادران کا خاندان ان کی قبلی.....“

”یہی تو اصل سسٹم تھا کبھی کبھی مجھے انہوں نے یہ سب نہیں بتایا جب بھی پوچھا انہوں نے کہا کہ وہ ایک عزت دار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے جس میں کسی عام خاندان سے نہیں ہوں لیکن مجھے انہوں نے تفصیل کبھی بھی نہ بتائی۔“ شہوار نے کہا تو مصطفیٰ کچھ سوچنے لگا۔

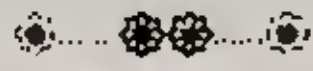
”کیا بات ہے آپ کچھ پریشان ہیں؟“ مصطفیٰ کی خاموشی پر اس نے چند لمحے بعد پوچھا مصطفیٰ نے اسے دیکھ کر نرمی سے سر ہلایا۔

”ہاں ویسے ہی کچھ سوچ رہا تھا۔“ مصطفیٰ نے کہا۔

”کیا؟“ مصطفیٰ نے سر جھکا۔

”چھوڑو آج آفس میں بھی بہت ضروری کام ہے تھوڑی دیر ریٹ کر لوں پھر نکلتا ہوں! امجد خان انتظار کر رہا ہوگا۔“

کہہ کر وہ آنکھیں بند کر گیا تھا۔ شہوار کا ہاتھ ہنوز اس کے ہاتھ میں تھا جو اس نے اپنے سینے پر رکھ لیا تھا شہوار نے خاموشی سے اسے دیکھا تھا اور پھر کوئی سوال نہ کیا۔



آج اس کی طبیعت کالی بہتر تھی مانا ہو تیکہ علیٰ نئی تھیں۔ وہ کمرے سے نکل کر روشنی کے پاس بیٹھی رہی تھی۔ اس وقت گھر پر تھے جبکہ باقی تینوں افراد ٹانس۔ ڈھانسی کا وقت ہوا تو وہ اپنے کمرے سے نکلی تھیں لباس بدل چکی تھیں چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ ہاتھ میں سینڈ بیٹ تھا وہ ناؤنچ میں آئی تو روشنی اسے دیکھ کر جھنجھکی۔

”میں قرعہ پارک میں جا رہی ہوں۔“ اس کے چونکنے پر اس نے بتایا۔

”خیریت؟“

”میں دل کر رہا ہے باہر نکلنے کو۔“ اسب بھی انداز سنجیدہ تھا۔

”اکیلی جاؤ گی؟“ روشنی نے پوچھا۔

”کانچ بھی تو اکیلی ہی جاتی ہوں۔“ جواب سوجھتا تھا۔

”لیکن یہ پارک جانے کا وقت تو نہیں۔“ روشنی نے کہا تو اس نے گہرا سانس لیا۔

”دل کے چاہنے کا کوئی وقت نہیں ہوتا جب دل کیا تب جا سکتا ہے انسان۔“ روشنی نے بہت حیرت سے انا کو دیکھا۔

اس وقت اسے انا بہت بدن بدلی ہی لگی تھی۔

”پاپا کو لے جاؤ۔“ وہ جانے لگی تو روشنی نے کہا۔

”وہ آرام کر رہے ہیں میں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتی۔ ویسے بھی میں اکیلی جانا چاہتی ہوں ڈرائیور کو لے جاؤں گی“

ڈونٹ ورنی۔“ وہ کہہ کر نکل آئی تھی۔ اس نے منصور خان سے ڈرائیور لے لی تھی لیکن مانا پاپا کی طرف سے ڈرائیور کرنے کی

اجازت نہ تھی اس نے منصور خان کو گاڑی نکالنے کو کہا۔

میں منت کی ڈرائیور تھی وہاں پہنچ کر اس نے ڈرائیور کو بھیج کر خود ہی واپس آنے کا کہہ دیا تھا۔ وہ پارک میں بیٹھا پر پتھر تھی۔

حماد پورے تین بجے پارک میں تھا۔ اس نے کالی کر کے پوچھا تو اس نے اسے وہاں پہنچنے کا کہا جہاں وہ سوجھتی۔

اسکے پانچ منٹ میں وہ اس کے سامنے تھا۔

”السلام علیکم؟“ حماد کا انداز پر جوش تھا۔ انا نے سر ہلایا۔ وہ واپس بیٹھ کر بیٹھ گئی تھی دوسرے کنارے پر

حنا وہ بھی کف گیا تھا۔

”کیسی ہیں آپ؟“ حماد نے پوچھا تو اس نے پھر اثبات میں سر ہلایا۔

”آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتی تھیں؟“ کچھ وقف کے بعد انا کی خاموشی محسوس کر کے حماد نے یہ منگھو کا آغاز کیا۔

”کل آپ نے جو بھی کہا اس میں کتنے فیصد سچ ہے؟“ سر جھکائے اپنے ہاتھوں کو دیکھتے اس نے پوچھا۔

”سو فیصد..... میں نے جو محسوس کیا وہ حرف، حرف آپ کو نہ دیا۔“ انا نے اسے دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

”آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں؟“ انداز سنجیدہ تھا حماد مسرہ لیا۔

”بالکل.....“

”آپ محبت میں جان کی بازی لگانے کے قائل ہیں؟“ عجیب سا سوال تھا وہ چونکا۔

”میں سمجھا نہیں؟“

”آپ میرے لیے کیا کر سکتے ہیں؟“ انا نے آسان لفظوں میں اپنے الفاظ کی وضاحت چاہی۔

”جواب نہیں؟“ وہ انا کو سنجیدگی دیکھ رہا تھا۔

”کیا مجھ سے شادی کر سکتے ہیں؟“

”کیا.....؟“ وہ شہید حیران ہوا۔

”بہت آسان سا سوال ہے فلٹ کرنے کی آفر نہیں کی محبت کرتے ہیں تو کیا شادی کریں گے۔ مجھ سے۔“ انا کا وہی انداز تھا وہ حیرت سے گنگ رہ گیا تھا۔

”لیکن آپ کی تو منگنی ہو چکی ہے۔“ اس نے اپنی حیرت پر تہہ بویا کر کہا۔
 ”میں وہ منگنی توڑ چکی ہوں۔ انا چہرہ موڑ کر پارک میں آتے جاتے لوگوں کو دیکھنے لگی تھی۔“
 ”کیوں؟“

”ولید اور میرے مزاج میں بہت فرق تھا میں ان کے ساتھ نہیں چل سکتی۔“
 ”لیکن وہ تو بہت ہی پرفیکٹ انسان ہیں میں تو ان کے پاسنگ بھی نہیں ہوں۔“
 ”مجھے کسی بھی پرفیکٹ انسان سے شادی نہیں کرنی مجھے اپنے جیسے نارمل انسان سے شادی کرنی ہے۔“ وہ جیسے ہر سوال کا جواب سوچ کر آتی تھی۔

”آپ بتائیں آپ کو میرا پرڈ پوزل قبول ہے یا نہیں؟“ اس نے پھر لوگوں سے نظریں ہٹا کر حنا کو دیکھا۔ وہ اب بھین کا شکار نظر آ رہا تھا۔

”لیکن آپ کی فیملی.....؟“ اس نے کہنا چاہا انا نے فوراً بات کاٹ دی۔
 ”میری فیملی میرا مسئلہ ہے۔“ وہ لوگ انداز تھا۔ ”آپ بتائیں ہاں یا نہیں؟“ قطعاً انداز تھا۔
 ”ہاں لیکن.....؟“ وہ پھر ہچکچایا۔

انا نے چند لمحوں سے دیکھا شاید وہ اپنے لیکن کی وضاحت کرے لیکن وہ خاموش ہی رہا تھا۔
 ”لیکن.....؟“ اس نے خود پوچھا۔ ”آپ مجھ سے شادی کیوں کرنا چاہتی ہیں۔“ وہ ایک عقل مند انسان تھا اس کے پرڈ پوزل پر اس نے اپنے حواس نہیں گنوائے تھے ایک معقول سوال کیا تھا۔
 ”اس لیے کہ مجھے آپ جیسے لگے ہیں۔“ حنا کی طرف دیکھے بغیر سر جھکا کر اس نے کہا۔

”میں کافی عرصے سے یہ منگنی ختم کرنا چاہتی تھی میں اس منگنی کے حق میں بیٹھتی یہ میرے بڑوں کا فیصلہ تھا۔ شہواری شادی پر آپ سے ملاقات ہوئی آپ اچھے لگے اس کے بعد یہ میں نے اب منگنی ختم کر دی تھی۔ کل جب آپ نے وہ سب کہا تو مجھے لگا جیسے قدرت نے مجھے ایک راہ دکھائی ہے آپ پر کوئی پابندی نہیں آپ چاہیں تو اس پرڈ پوزل سے انکار کر سکتے ہیں۔“ انا نے سر جھکائے کہا۔

حنا کے چہرے پر ایک دم اطمینان کی کیفیت پیدا ہوئی تھی ایک خوب صورت من چاہی لڑکی کے منہ سے اپنے لیے پسندیدگی کے الفاظ سننا وہ واقعی سب باتیں بھول گیا تھا ایک دم پر جوش ہوا۔
 ”اوکے..... مجھے پرڈ پوزل قبول ہے۔“ اس کے الفاظ پر انا کچھ لمحوں ساکت ہوئی اور پھر کچھ لمحوں بعد سر اٹھا کر گہرا سانس لے کر چہرہ موڑ کر حنا کو دیکھا۔

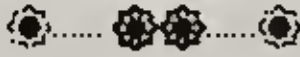
”شکر یہ۔“ مسکراتے کی خوشی بھی کی تھی۔
 ”میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ زندگی کے کسی موڑ پر قسمت اس طرح پلٹا کھائے گی۔“ وہ بہت خوش دیکھ رہا تھا۔
 ”میں نے بھی نہیں سوچا تھا۔“ انا نے کہا اور پھر چہرہ موڑ لیا۔
 ”آپ اپنی فیملی کو ہمارے گھر کب بھیجیں گے؟“ اس نے مزید کہا۔
 ”ابھی تو بابا صاحب کی طبیعت ٹھیک نہیں جیسے ہی وہ گھر شفٹ ہوتے ہیں میں گھر والوں سے بات کر لوں گا۔“
 مطمئن انداز تھا۔

”آپ کی فیملی کو کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟“

”ہماری فیملی میں خاندان سے باہر شادیاں کرنے کا رواج نہیں ہے لیکن اب لڑکوں کے معاملے میں خاندان والوں کی روایت بدل چکی ہے۔ عباس بھائی اور مصطفیٰ کی مثال سامنے ہے اس طرح زاہد بھائی کی شادی بھی خاندان سے باہر ہی کی تھی۔ میرا نہیں خیال کہ میری فیملی ایسا کوئی اعتراض کرے گی۔“ خدا کا انداز پر اعتماد تھا۔

”مجھے آپ سے ایک اور فیور بھی چاہیے؟“ کچھ توقف کے بعد اس نے کہا۔

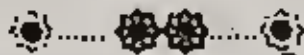
”ہاں کہیے۔“ وہ مکمل طور پر متوجہ ہوا۔ انا اس کو اپنی فیور کے متعلق سنجیدگی سے بتانے لگی تھی اور وہ پوری توجہ سے اسے سن رہا تھا۔



جو بددی حیات علی اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے ان کے والد سراج علی اور چچا امتیاز علی کے علاوہ ان کی دو پھوپھیاں بھی تھیں۔ سب شادی شدہ تھے ایک وسیع و عریض اراضی کے مالک تھے۔ چچا کے چار بیٹے تھے بڑا بیٹا پھر بیٹی، زبیدہ اور اس کے بعد دو بیٹے تھے جبکہ بڑے بھائی کی کوئی اولاد نہ تھی بڑی سنتوں مرا دوں کے بعد ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تھا۔ جس کا نام حیات علی رکھا تھا راج دین کے لیے حیات علی زندگی کی نوید تھا۔ انہوں نے بڑے لاڈ اور ناز و نرم سے اسے پالا تھا اور ابھی چند روز سال عمر تھی کہ انہوں نے بیمار بیوی کی خواہش پر حیات علی سے آٹھ سالی بڑی زبیدہ سے اس کی شادی کر دی تھی۔ خوب صورت زبیدہ تین بھائیوں کی اکلوتی بہن تانیا کے گھرانے سے آ کر رہی تھی۔

شادی کے اگلے سال ہی بڑا بیٹا نواز علی پیدا ہوا تھا۔ سراج علی کی حویلی میں خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا لیکن چند ماہ بعد ہی سراج علی کی بیمار بیوی چل بس تو ان کی تمام تر توجہ کا محور حیات علی اس کی بیوی اور پوتا بن گئے۔ وسیع اراضی کے مالک ہر کوئی ان کا حکم ماننا تھا غصے کے تیز تھے ہر طرف ان کی حکمرانی تھی۔ بیٹا حیات علی ان کی ہر بات ماننا تھا کم عمری میں شادی کے سبب بہت جلد تین بیٹوں اور دو بیٹیوں کے باپ بن چکے تھے۔ تعلیم مکمل ہوئی تو باپ چچا کے ساتھ زمین کے معاملات دیکھنے لگے تھے۔

سب سے پھوٹی بیٹی زہرا ابھی دو ماہ کی تھی ایک دن فصل کی کٹائی کے بعد شہر پہنچانے کا کام بابا صاحب نے ان کی سپرد کر دیا تھا۔ پہلے یہ سارے کام زبیدہ کے بھائی کرتے تھے اور حیات علی کی اب تک کی زندگی تعلیم حاصل کرتے گزری تھی۔ چھٹیوں میں گھرانے تو بیوی کے ناز و نخرے دیکھتے واپس چلے جاتے تو باپ کی کڑی نگاہ میں ہوتے۔ روایات کی پاسداری کرنے والے تھے بیوی اور بچوں والے بن کر کم عمر لڑکوں والی مخصوص حرکتوں سے دور تھے۔ ہر طرف اطمینان ہی اطمینان تھا۔ بابا صاحب کے کہنے پر ملا زمین کے ساتھ وہ شہر آئے تھے یہاں بابا صاحب کی ہدایت پر آ زہت کے ساتھ فصل کے معاملات طے کیے تھے اور پھر یہاں سے ان کی زندگی نے ایک عجیب سا پلٹا کھینچا تھا جس کا خمیازہ وہ آج تک بھگت رہے تھے۔



مغرب وقت قریب تھا انا گھر نہیں لوٹی تھی روشی کے اندر شدید تشویش پیدا ہو رہی تھی چند دن پہلے کا واقعہ نہ ہوا ہوتا تو شاید وہ اتنی مشکور نہ ہوتی کہ انا اسے پارک جانے کا بتا کر گئی تھی۔ وہ ادھر سے ادھر ٹپکتے انا کی آمد کی منتظر تھی۔ انا تو نہیں آئی تھی البتہ ولید اور دقا صاحب آگئے تھے احسن آفس میں بڑی تھا اس نے لیٹ آنا تھا۔ وہ اسے باہر ہی ٹپکتے دیکھ کر رر کے تھے۔

”کیا بات ہے ادھر کیوں کھڑی ہو؟“ ولید نے پوچھا اس نے چور نظروں سے دونوں کو دیکھا۔

”وہ..... انا کا تقاضا کر رہی تھی۔“ اس کے الفاظ پر دونوں چونکے تھے۔

”کیا ہوا..... کہاں گئی بے وہ؟“ وقار صاحب نے پوچھا۔

”وہ پارک گئی تھی ڈھائی بجے تک تھی۔“

”اوہ..... کون سے پارک میں اور کیوں؟“

”نزدیکی پارک میں کیوں کا مجھے بھی نہیں پتا۔ ذرا نیور کے ساتھ گئی تھی اور پھر ڈرائیور کو واپس بھیج دیا تھا کہ خود آ جائے گی۔“

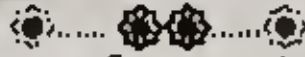
”کانی دیر ہو چکی ہے اب تو۔“ انہوں نے گھڑی دیکھی کچھ وقت گزرتا مغرب کی اذان ہو جاتی تھی۔

”کاش کروا سہ۔“ انہوں نے برہمی سے کہا تو روشانی نے ہاتھ میں پکڑے موبائل پر اس کا نمبر ڈائل کیا وہ یہ نمبر کئی بار ڈائل کر چکی تھی لیکن انا کال پک نہیں کر رہی تھی۔ روشانی نے موبائل کان سے نکالیا تھا انا نے حسب توقع کال پک نہیں کی تھی۔ ولید خاموشی سے یہ سب دیکھ اور سن رہا تھا۔ ابھی چند دن پہلے کا واقعہ بالکل تازہ اور اب پھر وہی پشیمانی تب اس کا موبائل بند تھا لہذا آج آن.....

”منصور خان کہاں ہے؟“ وقار نے دیکھا گاڑی نہیں تھی۔

”وہ پھونک لیتے گیا ہے۔“ روشانی نے بتایا تو ان کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔

”ولید گاڑی نکالو میں خود دیکھتا ہوں۔“ ان کا انداز سپاٹ تھا ولید فوراً گاڑی کی طرف پلٹا وہ بھی فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے سے۔ گاڑی سینے سے لگی تو روشانی لب بپینچے اندر کی طرف پلٹ آئی تھی۔



یہاں شہر میں عام معاملات نبھاتے چند دن لگ گئے تھے ذاتی گاڑی پاس تھی یہاں شہر میں گھر موجود تھا سو کوئی مسئلہ نہ تھا۔ وہ اس شام منڈی سے واپس لوٹ رہے تھے جیسے جیسوں سے بھری ہوئی تھیں۔ گاڑی خود ڈرائیو کر رہے تھے جب تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتے ایک دم ان کی گاڑی کے سامنے کوئی شخص گھبرا کر ایک طرف گرا تھا۔ انہوں نے فوراً بریکس پر پاؤں رکھے تھے۔ انہوں نے باہر نکلنے سے اجتناب برتا تھا کہ ہو سکتا ہے کوئی واردات ہی نہ ہو لیکن سائینڈ پر بے حس و حرکت وجود کو دیکھ کر حیات علی صاحب کے ضمیر نے گوارا نہیں کیا تھا کہ اس وجود کو اسی طرح چھوڑ کر چلے جائیں۔

”چھوٹے چھوٹے صاحب کوئی قتل کا کیس سن جائے نکل جاتے ہیں۔“ پچھلے بیٹھے ملازم نے مشورہ دیا۔

باہر نریٹک روال دوال تھی لیکن لوگ اس زخمی کے گرد جمع ہو رہے تھے انہوں نے بھاگ جانے کی بجائے گاڑی سے نکلنے پسند کیا اور ملازم نے بھی ان کی تھکید کی تھی۔ وہ کوئی مفلوک المانی شخص تھا خراب حلیہ اور خون سے لٹ پٹ وجود۔

”اس کو گاڑی میں ڈالو ہم اسپتال لے کر جائیں گے۔“ حیات علی نے اپنے ملازم کو حکم دیا ملازم فوراً صدمہ بجا لایا تھا وہ نوگ جھوم کو وہ چھوڑتے اس زخمی کو لیے اسپتال کی طرف روال دوال ہو گئے تھے۔

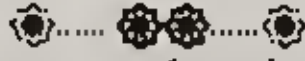


ان کی گاڑی پارک کے باہر کی تھی وہ ولید کے امراہ اندر کی طرف بڑھے تھے لیکن ادھر ادھر دیکھتے وہ ایک بیچ پر موجود انا کے ساتھ ایک اجنبی کو دیکھ کر ساکت رہ گئے ساکت تو ولید بھی رہ گیا تھا۔ انا کسی اور کے ساتھ نہیں بلکہ مصطفیٰ کے کزن جنو کے ساتھ بیٹھی تھی۔ ولید تو وہ بیٹھک کر رہ گیا تھا جبکہ وقار خود انا کی طرف بڑھے تھے انا وقار کو اتے دیکھ کر فوراً گھڑی ہو گئی تھی۔

”پاپا آپ.....“ اس کے لب بپینچے تھے انہوں نے ایک سنجیدہ سی نگاہ انا کے ساتھ بیٹھے شخص کو دیکھا وہ بھی

کمز اور چکا تھا۔

"السلام علیکم انکل!" اس نے وقار صاحب کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا۔ انہوں نے اس کے ہاتھ کو مکمل نظر انداز کر دیا تھا اور بہت سیٹ نظروں سے انا کو دیکھا۔
"چلو آنا۔" انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور تیزی سے پیٹے تھے۔ انا خاموشی سے سر جھکائے ان کے ساتھ قسبنتی چلی گئی تھی۔



اجنبی کو کافی چونیس آئی تھیں وہ کچھ دیر بعد ہوش میں آ گیا تھا تاہم خطرے والی کوئی بات نہ تھی تین ٹھمنوں بعد ڈاکٹر نے اسے قانع کر دیا تھا اس سارے وقت میں حیات علی خود اس مریض کے پاس رہے تھے۔ مریض نشہ کیے ہوئے تھا اور ای سبب وہ گاڑی کے آگے گیا تھا۔ حیات علی اس کی میڈیسن لے کر خود اسے اس کے گھر چھوڑنے آئے تھے دس بج گئے تھے۔ انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تھا ایک لڑکی نے دروازہ کھولا تھا۔
"ہائے کیا ہوا بابا.....؟" وہ لڑکی اس اجنبی کو دیکھ کر ایک دم پریشان ہو گئی تھی۔
"کچھ نہیں ہو پرے ہٹ اندر آئے دے۔" بیٹی کوئی سے کہہ کر وہ حیات علی اور اس کے حنازم کے سہارے اندر بڑھ گیا تھا۔ لڑکی حراساں ہی پیچھے پیچھے چلی آئی تھی۔
"ہائے میں مر گئی..... یہ کیا ہو گیا؟" لڑکی کی من بھی کمرے سے نکل کر فوراً باہر آئی تھی لیکن شوہر کو دیکھ کر ساکت ہو گئی تھی۔

"ان کو کہاں بٹھا گئیں؟" حیات علی نے پوچھا۔

"اُدھر کمرے میں ہی لے آؤ۔" عورت نے کہا تو دونوں نے اس آڈی کو کمرے میں لاکر بستر پر لٹا دیا تھا۔ لڑکی اور اس کی خوف زدہ دل دونوں اندر آ گئی تھیں۔

"چوہدری صاحب آپ بیٹھو؟" اجنبی جس نے اپنا نام صفدر بتایا تھا اس نے کراہتے ہوئے کہا۔

"تم جا کر گاڑی میں بیٹھو میں آتا ہوں۔" حیات علی نے اپنے حنازم کو کہا وہ فوراً باہر نکل گیا تھا۔

حیات علی ایک کمری پر بیٹھ گئے تھے انہوں نے سرسری سی ارد گرد کے حوالہ پر نگاہ ڈالی تھی۔ ٹو پاپھونا فرنیچر اور خستہ حال مکان تھا جس کی بیرنی دیوار بہت چھوٹی تھی صرف دو کمرے تھے جو کسی بھی قسم کے پلستر سے عاری تھے کچا فرش اور لکڑی کی چھت تھی۔ پہلی نظر سے ہی کینوں کی خستہ حالی صاف دکھائی دے رہی تھی۔ گھر سے ہٹ کر حیات علی نے کینوں کو دیکھا اجنبی جس کا نام صفدر تھا وہ انتہائی کمزور اور دبلا پتلا انسان تھا جو صحت کے معاملے میں بھی زیر تھا۔ تاہم اس کی بیوی قابل قبول شکل و صورت کی مالک تھی سر پر چوڑے لہے وہ اچھے سردار کی محسوس ہوئی تھی۔

"زین! چوہدری صاحب کے لیے کچھ کھانے پینے کو لا۔" صفدر حیات علی کی شخصیت اور اس کے حسن سلوک سے بہت متاثر ہو چکا تھا جس طرح مہنگے ہسپتال میں علاج کروا کر اس نے میڈیسن لی تھی وہ اس کی اہارت سے ایک دم ٹٹو ہو گیا تھا۔ حیات علی نے زین کو دیکھا۔

وہ سترہ اٹھارہ سال کی انتہائی خوب صورت لڑکی تھی اس کی طرف وہ بھی سر پر دوپٹا اوڑھتے ہوئے تھی۔ بڑی بڑی خوب صورت آنکھیں اور یہاں بہا حسن۔ ایک ہلکا تو چوہدری حیات علی ساکت رہ گئے تھے لڑکی جھپاک سے ہاپ کے کہنے پر کمرے سے نکل گئی تھی اور حیات علی کو لگ رہا تھا کہ جیسے کمرے سے روشنی ختم ہو گئی ہو۔ صفدر کی بیوی شوہر کے سر ہانے بیٹھ گئی تھی۔ وہ حیات علی سے اس حادے کے سبب پوچھنے لگی تھی اور حیات علی اس کو تفصیل بتا رہے تھے جب وہ زین



دودھ کا گلاس لیے ان کے سامنے رکھی تھی۔

”دودھ پی لو بیٹا!“ لڑکی کی ماں نے کہا۔

حیات علی نے ایک پل کو اس لڑکی کو دیکھا اور پھر اس کے ہاتھوں کو۔ دودھ کی پتی رنگت۔ لیے ہاتھ اس کے سامنے دودھ کا گلاس لیے منتظر تھے حیات علی نے گلاس لیے لیا تھا۔

”شکریہ۔“ اس نے کہا۔ وہ کوئی نظر باز انسان نہیں تھے ام عمری میں شادی ہو جانے کے سبب اللہ نے تین بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا تھا۔ ان کی بیوی ان سے عمر میں 8 سال بڑی تھی لیکن اس کے باوجود انہوں نے کبھی اپنی بیوی سے بے ایمانی کا نہیں سوچا تھا۔ انہیں اپنی بیوی اور اولاد سے محبت تھی نجما نے اس لڑکی میں ایسا کیا سحر تھا کہ وہ تین بیٹوں کی طرح اس کو بار بار دیکھنے پر مجبور ہو رہے تھے۔ تین دودھ کا گلاس تھا کرا ایک طرف ماں کے پاس کھڑی ہو گئی تھی۔

”تمہارا بہت بہت شکریہ بیٹا اور شاکت کون کرتا ہے۔“ لڑکی کی ماں حیات علی کی ممنون تھی۔

حیات علی نے دودھ کا گلاس ختم کیا تو زمین نے فوراً آگے بڑھ کر ان سے گلاس لینا چاہا تھا۔ حیات نے پھر سے دیکھا تھا، گلجے کپڑوں میں چمکتا سراپا نجما نے کیوں ان کو اپنی طرف مائل کر رہا تھا وہ اسے گلاس تھا کرا ایک دم کھڑے ہو گئے تھے۔

”میں چلتا ہوں۔“ تنجانے کیوں وہ اب مزہ ایک لمحہ بھی یہاں رکھ نہیں چاہتے تھے۔

”صنذر صاحب! اپنا خیال رکھیے گا میرا پھر لگا تو میں ضرور آؤں گا۔“ وہ کہا کر کے تھے۔ جیب میں ہاتھ ڈالا جتنے بھی پیسے ہاتھ لگے وہ سب صنذر کی طرف بڑھائے تھے۔

”میں آپ کی تکلیف کا بدلہ تو نہیں کر سکتا لیکن اپنے علاج معالجے کے لیے یہ کچھ رقم رکھ لیں۔“ انداز میں خلوص تھا لڑکی کی ماں شرمندہ ہونے لگی۔

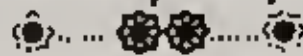
”نہیں..... نہیں اس کی کیا ضرورت ہے بیٹا!“ اس نے صاف انکار کیا۔

”آگم آپ رکھ لیں تو مجھے خوشی ہوگی۔“ حیات علی صاحب نے اصرار کیا تو صنذر نے ایک دم ان کے ہاتھ سے رقم لے لی تھی۔ صنذر ایک لالچی انسان تھا وہ ہاتھ آئے پیسے بھلا کیسے جانے دیتا جبکہ اس کے اس طرح رقم لے لینے سے اس کی بیوی کے چہرے پر ایک بے رنگ ماسا یہ پھیلا تھا۔

”شکریہ بیٹا!“ وہ ایک صابر خوش اخلاق خاتون تھیں۔ حیات علی ان سے سلام دعا کر کے وہاں سے نکل آئے تھے ملازم منتظر تھا اس نے دروازہ کھولا تو حیات علی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئے تھے۔

زمین دروازہ بند کرنے آئی تھی حیات علی نے بھی دیکھا تھا وہ جلدی سے دروازہ بند کر کے اندر چلی گئی تھی۔ حیات علی نے ایک دو پل ان ٹولی پھولی دیواروں اور خستہ حال مکان کو دیکھا تھا اور پھر انہوں نے گارنی اسٹارٹ کر دی تھی۔

یہ ان کی زیب النساء عرف زمین سے پہلی ملاقات تھی۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ پہلی ملاقات ان کی زندگی میں بہت سے نئے دروا کرنے والی ہے ورنہ وہ شاید ہمیں سے اپنے قدم واپس موز لیتے لیکن انہوں نے کوئی روک سکتا ہے بعد میں جو کچھ بھی ہوا وہ سب ان کے مقدر لکھا ہوا تھا اور وہ چاہ کر بھی اپنے مقدر سے لڑ نہیں سکتے تھے۔



گھر میں عجیب سی خاموشی تھی امید اور وقار نے کھانا نہیں کھایا تھا انہیں کمر لوٹنے کے بعد اپنے کمرے سے نہیں نکلی تھی۔ روشنی کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہوا ہے؟ صبوحی اور احسن بے خبر تھے جبکہ ضیاء صاحب کے چہرے پر کافی گہری سوچ کے سامنے تھے۔ وقار صاحب حسب سنائے سنا اپنے کمرے میں بیٹھ رہے تھے انہوں نے تاج شام جو منتظر دیکھا

تھا وہ اس پر یقین کرنے کو تیار نہ تھے۔

انان کی بڑی سعادت مند اور نیک بیٹی تھی۔ کرداری لحاظ سے انہوں نے آج تک اس میں کبھی کوئی اونٹ بچ نہیں دیکھی اور اب ایک دم اس کی زندگی میں جیسے طوفان سہا گیا تھا اور وہ لڑکا کون تھا بھلا؟ انہوں نے آج سے پہلے اس لڑکے کو نہیں دیکھا تھا..... تک سب سا تیار وہ لڑکا ان کے ذہن سے ٹوٹ نہیں ہو رہا تھا وہ جوں جوں سوچ رہے تھے اُٹھ رہے تھے۔ انہوں نے سارا راستا ان سے کوئی بات نہیں کی تھی انا بھی سر جھکائے بیٹھی رہی تھی اور پھر گھر آنے کے بعد وہ کمرے میں بند ہو گئی تھی۔ وقار صاحب نے کچھ سوچا اور پھر فیصلہ کن انداز میں اپنے کمرے سے نکلے تھے۔

”کیا ہوا؟“ انہیں وہاں سے تیزی سے نکلنے دیکھ کر صبحی بیگم حیرانی سے پوچھا۔

”انا کے کمرے میں جا رہا ہوں۔“ وہ کہہ کر آگے بڑھ گئے۔ صبحی بیگم بھی تیزی سے ان کے پیچھے آئیں تھیں۔ انا قائلین پر بیٹھی تھی انداز م صبحی تھا۔ وہ وقار اور صبحی کو آتے دیکھ کر چونکی تھی۔ وہ ابھی تک شام والے حلیمے میں بیٹھی تھی اس نے لباس بدلے تھا اور نہ ہی چادر اتاری تھی۔ وقار صاحب قریب آئے تو انا سبنا اختیار کھڑی ہوئی۔

”کون تھا وہ لڑکا؟“ وقار صاحب کے انداز میں بہت سختی تھی انا سر جھکائی تھی۔ ”کیا پوچھ رہا ہوں میں؟“ ان کے لہجے میں بے پناہ سرو پین تھا صبحی بیگم نے ناگہمی سے دونوں کو دیکھا۔

”وہ حماد ہے مصطفیٰ بھائی کا کزن؟“ اس نے سر جھکائے دیکھے سے کہا تھا۔

”کب سے جانتی ہو اسے؟“

”مصطفیٰ بھائی کی شادی پر ملاقات ہوئی تھی۔“ اس نے بھی گویا غلطی کر لیا تھا کہ ہر سوال کا جواب دے گی۔

”کیوں مل رہا ہے وہ تم سے؟“ ان کے گلے سوال پر انا خاموش تھی۔ ”کیا پوچھ رہا ہوں میں تم سے؟“ انہوں نے سختی سے پوچھا۔

انا کے کمرے میں داخل ہوتے ضیاء صاحب وقار اور صبحی کو دیکھ کر وہیں ٹھک گئے تھے۔ وقار کا لہجہ ایسا تھا کہ وہ اندر نہیں جا پائے تھے۔

”کیا یہ وہی لڑکا ہے جس کے لیے آج تم اپنے ماں باپ کے سامنے کھڑی ہو؟“ ان کا سوال ایسا تھا کہ ضیاء صاحب پریشان ہو گئے تھے۔ چہرے پر ایک دم ہوائیاں ہی اڑنے لگی تھیں۔

”بولو نا؟“

”جی.....“ جواب ایسا تھا کہ تنوں نفوس ساکت رہ گئے تھے۔

”اس دن تم کہاں تھی؟“ پھر وہی پرانا سوال کیا تھا اس دفعہ لہجے میں از حد بے گامگی تھی۔ ”کیا اسی کی وجہ سے تم مقلتی توڑ رہی ہو؟“ انا نے محض سر ہلایا تھا۔ وقار صبحی اور دروازے کے پاس کھڑے ضیاء صاحب پر گویا ایک ہم پھٹا تھا۔

”انا.....“ وقار بہت غصے سے انا کی طرف بڑھے تھی۔

”کیا کرتے ہیں تھوڑے اس کو۔“ صبحی بیگم نے فوراً ان کا ہاتھ تھام لیا تھا انا اسی طرح سر جھکائے کھڑی تھی۔

”پوچھو اس سے یہ ایسا کیوں کر رہی ہے؟ کس چیز کی آئے دی تھی ہم نے اس کی تربیت میں۔ اس کے منہ سے نکلنے والی ہر خواہش پوری کی اور آج یہ ہمارے ضبط کا امتحان لے رہی ہے۔ یہ میری عزت کو مار کوں میں روٹی پھر رہی ہے۔ میں سمجھا تھا کہ یہ کسی وجہ سے پریشان ہے شاید ولید اور اس کے درمیان کوئی جھگڑا ہو گیا ہے۔ لیکن اگر مجھے اندازہ ہوتا کہ یہ وجہ ہے تو یہ ہم سب کو پاگل بنا رہی ہے۔ اس دن بھی یہ بات گئی تھی اس شخص کے ساتھ تھی اور ہم اس کی تلاش میں پاگل ہوتے رہے اور آج بھی.....“ ان کا لہجہ تلخ سرد اور آواز کافی بلند تھی۔ بے اختیار گھر کے باقی افراد بھی انا کے کمرے کی

طرف چٹائے تھے۔

غیاث صاحب نے بے یقینی سے دروازے کو تھام لیا تھا۔ دقار جو کچھ کہہ رہا تھا وہ ان کے لیے ناقابل فہم تھا۔ روشنی اور احسن کمرے میں آگئے تھے ولید بھی باپ کے پاس دروازے پر رکت گیا تھا۔ صبحی جتیم بے ساختہ خفا ہو کر رونے لگ گئی تھیں۔

”پوچھو اس سے کیا کی آنے دی تھی ہم نے اسے جو یہ سب کر رہی ہے؟“ دقار صاحب غصے کے عالم میں سب کچھ بھلا بیٹھے تھے انہوں نے بہت غصے سے کہا اور انا ہی طرح کھڑی تھی بس اس دفعہ اس کے چہرے پر آنسوؤں کی ٹہنی تھی۔

”کیا: وہ ہے؟“ احسن جو ہر بات سے انجان تھا اس نے بہت حیرانی سے باپ کو دیکھا تھا۔

”پوچھو اس سے کیوں کر رہی ہے یہ؟“ انہوں نے انا کی طرف اشارہ کیا انا نے سر مزید جھکا لیا تھا۔

”انا کیا بات ہے؟“ احسن نے انا کے پاس آ کر نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے پوچھا تو اس کے آنسوؤں میں شدت آتی چلی گئی۔

”انا کھڑی: انا؟“ احسن نے پوچھا تو دقار بے بسی سے ٹپکنے لگے۔ انا ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر ہچکچائیوں سے رو رہی تھی۔ احسن نے نا کجھی سے سب کو دیکھا صبحی جتیم ہر تھام کر بستر کے کنارے تک گئی تھیں۔

”کیا چاہتا ہے وہ بڑا کا؟“ کچھ توقف کے بعد دقار نے پھر انا کے سامنے کھڑے ہو کر پوچھا۔

”بولو.....“ وہ پھنکارے تھے اس کے سامنے پنہان کی طرح ڈٹ گئے تھے۔

”وہ پروپوزل بھیجنا چاہتا ہے اپنا۔“ اس نے آنسوؤں سے اتنی لرزتی آواز میں آہستگی سے کہا۔ اس دفعہ مسیب کی گت رہ گئے تھے دقار صاحب کے اندر رشید یہ خوش و اشتعال کی لہر اٹھی تھی۔ سبے اختیاریان کا ہاتھ اٹھا اور وہ نہرا آرزو میں ہوس ہوئی تھی۔

بست بنی روشنی فوراً اس کی طرف بڑھی تھی صبحی جتیم بھی اس کے پاس آگئی تھیں روشنی نے اسے ساتھ لگا لیا تھا۔ وہ شدت سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔


”میں جازن سے نارواؤں کا تمہیں اب اگر تم نے ایک نطقہ بھی کہا تو۔“ دقار صاحب اٹھی اٹھا کر وارن کرتے دیکھ کر زہریلی نگاہ انا پر ڈال کر تیزی سے ولید اور ضیا و صاحب کے پاس سے تڑکتے وہاں سے نکل گئے تھے۔

وہ بڑکی جسے کسی نے پھولوں کی چھتری سے بھی نہیں چھوا تھا جسے انتہائی ناز و نعم سے پالنا تھا وہ اس وقت اس حال میں تھی۔ ضیا و صاحب کے دل میں درد کی ایک شدید لہر اٹھی تھی اس سے پیسے کو وہ رتے ولید فوراً چونکا تھا۔

”بابا.....“ ولید نے فوراً ضیا و صاحب کو تھاما تھا۔ ولید کی آواز میں ایسی تیزی اور سرسراہٹ تھی کہ روشنی انا کو چھوڑ کر فوراً باپ کی طرف چلی گئی۔

(ان شاء اللہ بلقی آئندہ ماہ)



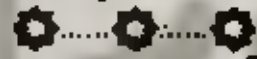


ذرا سی بات
عتیقہ ملک

Scanned By Amir

ہمیشہ حلقہ نا مہرباں میں رہتے ہیں
 جو حق پہ ہوتے ہیں ہمیشہ امتحان میں رہتے ہیں
 حسد کی آگ سے کس کس کا گھر جلاؤ گے
 کہ اہل عشق تو سارے جہاں میں رہتے ہیں

ایک نظر نے اسے چونکا دیا تھا۔ مہندی لے کر آنے والوں کے ساتھ آیا وہ لڑکا جو اب مووی میکر کے ساتھ کھڑا ہے ہدایت دے رہا تھا۔ وہ کون تھا؟ ذہن کے ذہن میں کچھ کلک ہوا مگر کیا؟ وہ خود بھی سمجھ نہیں پارہی تھی۔



”ممنی تمہیں اچھی طرح پتہ ہے کہ میرا بھائی تمہوڑے سے اترتار پر جان کو آ جاتا ہے اور تم ابھی تک یہ میلا پوتھا لے کر بیٹھی ہو۔“ علیزے نے اندر داخل ہوتے ہی اپنا پرس صوفے پر پھینکا اور اس کی کھاس لینے لگی۔

”آرام سے بحر اکمال کا طوفان مت بنو میں روٹی سے کہتی ہوں اندر آ کر بیٹھے اور میری تیاری کون سا زیادہ وقت لینے والی ہے بس چینیج کرنا ہے۔“ منزہ نے فریج سے پھپھی کی بوتل اور گھاس لینا اور ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔ جبکہ علیزے سے اپنا دوپٹہ اتار کر سامنے لگے مر مر میں اپنا جائزہ لینے لگی تھی۔

”داؤ کیا زبردست فننگ ہے۔ تم تو کتنے اچھے کپڑے سلائی کرنے لگی ہو آ سندھ میں بھی تم سے سلائی کرواؤں گی۔“ منزہ روٹی کو ڈرائنگ روم میں بٹھا کر اندر آئی تو بغیر دوپٹے کے اس کا دلکش سراپا دیکھتے ہوئے ستاشی انداز میں بولی۔

”میں اتنی کھنڈکب سے ہونے لگی یہ تو زرنگار نیلر کا کمال ہے۔“ علیزے اس کی بات پر مسکرا کر دوبارہ اپنا عکس دیکھنے لگی۔

”چلو اب نکلو۔“ منزہ نے ایک چھوٹی پرچی پر نکلا

مہندی لگے گی تیرے ہاتھ
 ڈھولک بچے گی ساری رات
 جا کر تم سا جنم کے ساتھ
 بھول نہ جانا یہ دن رات

تھکتی آوازوں، شوخ فقروں اور چیخ قبیلہوں خوشبوؤں میں بے ماحول میں علیزے کو نیچے آج پر لے جانے کا مرحلہ درپیش تھا۔

”ہائے سبز دوپٹہ کدھر ہے؟“ کسی چیخ آواز نے شور مچایا اور سبز دوپٹے کی ڈھونڈ پانچ گنی مگر سبز دوپٹہ جو سرہیل والوں کی طرف سے آتا تھا غائب تھا۔

دلہا والے کتنے یکے نکلے ایک دوپٹہ لانا بھول گئے پہلے ہی امتحان میں لیل ہو گئے۔ ذہن کی سہیلیوں نے وحالی دی۔ چلو باہر چلتے ہیں دلہا والوں میں سے جس کے پاس سبز دوپٹہ ہوگا لے اڑیں گے ہستی کھلکھلاتی ہم جولیوں کو نیا مذاق سوچا مگر واری قسمت کہ سبز دوپٹہ کسی کے پاس نہ تھا۔ البتہ دلہا کی والدہ گولڈن سوٹ کے اوپر گرین اور گولڈن سٹینیشن کا دوپٹہ لیے ہوئے تھیں۔ ان سے مستعار لینے کی کوشش کی گئی۔ انہوں نے بخوشی دوپٹہ عنایت کیا اور کندھوں پر ڈالی ہوئی خوب صورت مثال مر پر لوڑھ لی تھی۔

ڈھولک کی تھاپ پر بنی سنوری مایوں کی دلہن زرتار دوپٹے میں سچ سچ قدم اٹھاتی ہم جولیوں کے جھرمٹ میں سچ پرچی اور سچ پر بیٹھے ہوئے ذرا سی نظر اٹھانے پر اس کی نظر تمام تر محفل کا سرسری جائزہ لے چکی تھی۔ اس

نمبر اپنے موبائل میں سیکرٹے ہوئے کہا۔

اسٹریپ تھام لیا۔

"یہ کس کا نمبر ہے جو اتنی احتیاط سے سیکرٹ کیا

جا رہا ہے۔"

"یہ بہت اسٹیشن لوگوں کا نمبر ہے۔" منزہ نے قدرے

اخٹلا کر کہتے ہوئے بیگ اٹھایا۔ علیزے کا بھجسن کے

مارے براہ حال تھا۔

"آخر بتاؤ تو سہی کس کا نمبر ہے یہ؟" گاڑی سے اتر

کر بیگ تھمتے ہوئے اس نے منزہ کا سر کھانیا۔

"میں نہیں بتاتی مجھے شرم آتی ہے۔" منزہ نے انگلی

دانتوں میں دبوا کر ایکٹنگ کی۔

"کیوں؟ تمہارا ہونے والا دلہا ہے جو بتاتے ہوئے

شرم آتی ہے۔"

"ہائے تجھے کیسے پتا چلا؟" منزہ نے آنکھیں پونپنا کر

سوال کیا۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ بیگ کو بھی تھسٹ رہی

تھیں جس میں پہلے علیزے کا سامان کم نہیں تھا اور بعد

میں گویا منزہ نے تو پتھر ہی ٹھونس دیئے تھے۔ چند قدم اٹھا

کر چلنا محال ہو رہا تھا۔ انہوں نے رک کر ایک دیوار کے

نیچے سستانے کی کوشش کی مگر تب ہی قرعی دروازے سے

ایک عورت باہر نکلی۔

"ہائے ہائے بچیوں ادھر رک کر کس کا انتظار

کر رہی ہو؟ یوں سڑک کنارے کھڑا ہونا برا لگتا ہے۔

اندھا آ کر بیٹھ جاؤ۔" علیزے نے اس کی پیشکش پر

منہ بنا پا جبکہ منزہ خوش اخلاقی سے مسکرا کر کہنے لگی۔

"میں آنٹی ہمیں سامنے ہاسٹل تک جانا ہے۔

بیگ بھاری ہونے کی وجہ سے رک گئے تھے چلو

علیزے۔" اس نے وضاحت دیتے ہوئے علیزے کو

بیگ اٹھانے کا اشارہ کیا اور اپنی طرف سے بھاری

بھرم بیگ اسٹریپ تھام۔

"اٹھاتی ہو یا نہیں؟ تمہیں اور اسے ادھر پھینک کر

میں اکیلی ہاسٹل دفعتان ہو جاؤں۔ ویسے بھی یہ بیگ

تمہارا ہے کیا ہوا جو تھوڑا بہت سامان میں نے بھی رکھ

لیا۔" منزہ کی دھمکنی پر اس نے دوسری طرف سے بیگ کا

"یہ کاشی کا نمبر ہے۔" منزہ نے بیڈ پر چٹ لیٹی

حالت میں ناٹیں جھٹاتے ہوئے بتایا تھا۔

"وہ کون ہے تمہیں کہاں ملا اور نمبر موبائل میں

رکھنے کی وجہ؟"

"تمہارے میرے بھائی کا کتا دیکھا ہے؟"

"وہ منحوس کتا جس نے ایک دن بھونکتے ہوئے

میرے پاؤں پر ہتھیارا تھا۔"

"باب وہی۔۔۔۔۔" منزہ کو اس کا حوالہ شناخت فراہم

کرنے پر غصہ تو آ کر مریضہ کر گئی۔

"وہ بھی بھلا کوئی کتا ہے اگر ڈھنگ کا کتا ہوتا تو تلاش

کرتا کوئی اپنے جھکی یا پتھر تم جیسی۔"

"کیا شان دار پرستانی ہے یا اس کی؟" منزہ نے اس

کی بے تکی کو نظر انداز کیا۔

"کہاں شان دار ہے اتنا چھوٹا سا تو ہے چوہے

جیسا۔۔۔۔۔ کمال ہے تمہیں انٹیئر چلانے کے لیے ایک

کتا۔۔۔۔۔" جواباً سے منزہ نے انکی نظروں سے دیکھا کہ وہ

شپٹا کر رہ گئی۔

"کاشی کے پاس ایکن ہی اٹلی نسل کی کتیا ہے وہ اس

کے لیے پارٹنر تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ جب اسے پتہ چلا کہ

میرے بھائی کے پاس ایسا کتا ہے تو وہ اسے دیکھنے کے

لیے ہمارے گھر چلا آیا تھا۔ مگر میری اس سے ملاقات

ہوئی بلکہ میں تو ایک نظر میں اسے دیکھ کر سحر زدہ رہ گئی تھی۔"

منزہ بتاتے ہوئے جیسے مھوکی گئی تھی۔



دو دن سے اسائنمنٹ بنانے کے چکر میں علیزے

نے اپنی خند حرام کر رکھی تھی اور اسائنمنٹ جمع کروانے کے

بعد اس کا ارادہ ایسی خند سونے کا تھا۔ اس نیت سے اس نے

کالج سے واپس آ کر مستندل موسم کے باوجود میل اوزھا

اور گھر گھر رکنا پتھکا چلا کر سوئی تاکہ نکلنے کی آواز میں باہر

سٹانے والی آوازیں اسے ڈسٹرب نہ کر سکیں۔

”وہ اچھو۔ بھکی بات یہ ہے علیزے کہ ہمارا پارک جانے کا پروگرام ہے تو ہم نے سوچا اگر اکیلے چلے گئے تو پھر تم تاراج نہ ہو جاؤ۔“ فرمان نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے معصومیت سے کہا۔

”آں..... آں..... آں.....“ علیزے نے بخیر آنسوؤں کے حوالہ دہارو بنا شروع کر دیا..... ”اس فضول بات کے لیے تم لوگوں نے مجھے جگا دیا؟“

”تو کون ہی قیامت گئی؟“ منزہ نے ناک چڑھا کر سوال کیا۔

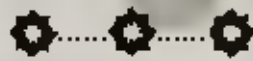


”یہ آپ لوگوں نے میڈم ساجدہ کو کون سا تریوز پیش کیا ہے جو انہوں نے اس ناٹم باہر نکلنے کی اجازت دے دی۔“ ہاسٹل گیٹ کراس کرتے ہوئے علیزے نے ان تینوں سے استفسار کیا۔

”وہی تریوز جس کا رنگ کالا اور اندر سے سرخ ہوتا ہے۔“ فرمان کی نشان دہی پر علیزے نے ہنسی۔

”کیا وہ تریوز آپ لوگوں نے کاٹ دیا اور مجھے خبر تک نہیں۔“ علیزے غصے سے بولی۔

”تو ہم کیا کرتے اس وقت تم سو رہی تھیں اور تم نے سنا نہیں جو سوتا ہے وہ کھوتا ہے اور پھر وہ تریوز تھا ہی کتنا ایک حصہ ہم تینوں نے مووی دیکھتے ہوئے چھایا اور ایک میڈم ساجدہ کو دے دیا۔“ شازیہ کے بتانے پر علیزے نے بے دلی سے قدم بڑھائے۔



”ہائے یہ لوگ آج پھر ہمارے پیچھے آرہے ہیں۔“ شازیہ نے کہا تو فرمان سے تھا مگر علیزے نے اور منزہ کی ساعنتوں نے چونک کر سنا تھا۔

”کون لوگ؟ کیا مسئلہ ہے؟“ منزہ نے پوچھا۔

”یہ جو تین لڑکے بائیک پر کبھی آگے کبھی پیچھے آرہے ہیں یہ لڑکیوں کا پیچھا کرتے ہیں۔“ فرمان نے اور شازیہ نے فوراً ایئر میں تھیں ان کا کالج الٹ تھا جبکہ علیزے نے اور منزہ اس کام فائل ایئر کی اسنوؤنٹ تھیں۔

منزہ فرمان اور شازیہ نے اپنی پسند کی مووی دیکھنے کا پروگرام بنا رکھا تھا۔ مگر نہ جانے اسے سونے میں دیر ہو گئی تھی یا پھر انہوں نے مووی فارورڈ کرستے ہوئے دیکھی تھی۔ اسے یوں لگا گویا اس کی آنکھ نکتے ہی دھاڑ سے دو واڑہ کھڑا اور چند لمحوں بعد فین آف کر دیا گیا تھا۔

”علیزے سے...“ فرمان کی آواز آئی۔

”میڈم علیزے“ شازیہ نے پکارا۔

”علیزے سے ڈیڑھ منزہ کی منحوس آواز اسے تپا گئی مگر اس نے کوئی جواب نہ دینے کا تہیہ کر رکھا تھا۔

”یار لگتا ہے یہ ایک سپائر ہو گئی ہے۔“ منزہ نے چند لمحوں کے سکوت کے بعد خیال ظاہر کیا۔

”کنفرم ہے یا ڈاکٹر کو بلائیں؟“ فرمان نے سوال کیا۔

”کنفرم ہے مجھے تو لگتا ہے اب خاصی دیر ہو چکی۔“

”چلو اس کے اوپر سے کھیل اٹھاؤ اور چارو اور چارو اب تو یہ ماوی ضرور پات سے بے نیاز ہو چکی ہے۔“ فرمان کی شرارت بھری آواز اسے تپا گئی۔

”بے نہیں ہیں..... ملک عدم چلے جانے والے لوگوں کا ذکر بھلا احترام کیا جاتا ہے۔“ شازیہ نے مسکراتے ہوئے فرمان کو ٹوکا۔

”چلو کھیل اٹھاؤ اس کے اوپر سے۔“ اگلے ہی ان چاروں نے اس کے کھیل کا ایک ایک کونا پکڑ کر اٹھا لیا اور علیزے نے بی بی کرنت کھا کر اٹھ بیٹھی اتنی ہی تیز رفتاری سے وہ تینوں کمرے کے گونے میں ہوئیں اور اب مسکین اور خوف زدہ شکلیں بنا کر اسے یوں دیکھ رہی تھیں جیسے وہ سچ مرچ....

”کیا مصیبت ہے اب بندہ تھوڑی دیر کے لیے سکون سے سو بھی نہیں سکتا۔“ وہ انتہائی کوفت بھرے انداز میں بولی۔

”اچھا بھئی زیادہ غصہ ہونے کی ضرورت نہیں سو جاؤ تم پھر ہم سے نہ کہنا.....“ منزہ نے رکھائی سے کہا۔

”کیا نہ کہنا؟“

”آپ لوگوں کو ان کے بارے میں کیسے پتا ہے کہ یہ.....؟“ علیز سے نے قدم اٹھاتے ہوئے توجہ ان دونوں کی طرف مبذول کی۔

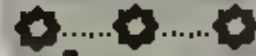
”یہ کالج سے واپسی پر روز.....“ شاز یہ بتاتے جاتے رکے۔

”سبحان اللہ یہ سلسلہ کب سے چل رہا ہے۔“ منزہ نے پوچھا۔

”کافی دنوں سے صرف ہمیں ہی نہیں کالج کی اور لڑکیوں کو بھی شکایت ہے۔“

”اچھا..... میرا خیال ہے واپس چلیں۔“ علیز سے ایک جگہ اسٹال پر کتاب اٹھا کر دیکھتے ہوئے ان تینوں سے پوچھنے لگی۔ پارک کی سیر کا پروگرام کنسل کر دیا گیا۔

ابنہ علیز سے نے ذرا سا رخ موڑ کر بائیک کا نمبر ڈھن ڈھن کر دیا تھا۔



”آج میں نے کاشی کو کال کی تھی۔“ منزہ تمتماتے ہوئے چہرے کے ساتھ دھپ سے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بتا رہی تھی۔

”کیا کہا۔ کس نے کس کو کال کی؟“ علیز سے اپنے خیال سے حیرتی۔

”کہاں کم ہو یا..... علیز سے؟“ منزہ خفا سے انداز میں پوچھنے لگی۔

”یار تمنا سوچ رہی ہوں یہ جن لڑکوں نے ہائیک پر ترکیبوں کا پھینکا کرنے کا مشغلہ اپنا رکھا ہے ان کو ایسا سبق سننا چاہیے کہ یاد رکھیں زندگی بھر..... خیر تم بتاؤ تم کیا کہہ رہی تھیں۔“

”میں یہ کہہ رہی تھی کہ میں نے کاشی سے بات کیا ہے۔“

”وائی..... کیا بات کی تم نے؟“

”پاران کالج کی نمونہ ہے تا اس میں خبر تھی کہ پبلک سروس کمیشن کی ایف آئی نے والی سے میں نے فون کر کے کنفرم کیا کہ کب تک آئے گا اور کیا یہ خیر ٹھیک ہے؟“

”پھر اس نے کیا کہا؟“

”اس نے کیا کہا تھا یہ تو مجھے پہلے ہی پتا تھا کہ نمونہ ہے اس کے فادر کا ہے ظاہری بات ہے اس نے لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے یہی بات دہرائی کہ اس نے بھی نمونہ ہے میں خبر پڑھی ہے۔“

”یہ کون سی بڑی بات ہے؟“ علیز سے بےزار ہوئی۔

”کرے واہ..... میں نے انتہائی معصومیت سے اسے کہا کہ چیف ایڈیٹر کا نمبر نہیں مل رہا تھا لہذا مجھے کنفرم کر کے بتائیں۔“

”پھر.....؟“ علیز سے کو مزید کوفت ہوئی۔

”پھر اس نے وعدہ کیا کہ وہ مجھے کنفرم کر کے بتا دے گا۔“



”یہ DPO آفس کا نمبر ہے؟“ دوسری طرف لائن منے پر اس نے استفسار کیا۔

”نہیں میڈم!“ دوسری طرف مستعد آپریٹر کی آواز آئی۔

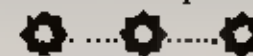
”مجھے DPO صاحب سے بات کرنی ہے۔“

”میڈم وہ تو اس وقت میٹنگ میں بڑی ہیں آپ کام بتائیں؟“ علیز سے کا دل چاہا پوچھا تو اس کے دن کون سی میٹنگ میں بڑی ہیں مگر بہر حال اسے کام سے معذب تھا سو تفصیل بتانے لگی۔

”آپ کس ایریے سے بات کر رہی ہیں سائی مین یہ کالج کس ایریے میں ہے؟“ آپریٹر نے پوری توجہ سے اس کی بات سننے کے بعد پوچھا تھا۔

”یہ سٹی کا مین ایریا ہے۔“

”ٹھیک ہے میڈم ایسا ہے کہ میں آپ کو ایس ڈی پی صاحب کا نمبر دے رہا ہوں اسے ایس پی طارق صاحب آپ ان کو تفصیل بتائیں وہ اس معاملے پر کونٹیکٹ ایڈ پر آپ ایکشن لیں گے۔“ علیز سے نے زمین پر پڑا تنکا اٹھا لیا اور آپریٹر کا تھامبا نمبر کچی زمین پر لکھنے لگی۔



"اچھا آتا تو بتاؤں۔ کتاب کو میرا نمبر کہاں سے ملا؟"
منزہ جھپٹتے چہرے کے ساتھ گونگنستھی۔

خبر کی تصدیق تو ایک بہانہ تھی ایک دو دفعہ مزید کال کرنے پر کاشی صاحب آتا تو جان ہی گئے نہ ذہن اب تنگنوں کا رخ ذاتیات کی طرف مڑ چکا تھا۔

"ڈھونڈنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے یہ تو پھر ایک نمبر تھا۔" منزہ نے اپنے خود پر ہوشیاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے اپنے متعلق کچھ بھی بتانے سے گریزاں تھی۔ سوال منول سے کام لے رہی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے اب آپ مجھے کال مت کیجئے گا جب تک آپ مجھے یہ نہ بتادیں کتاب کو میرا نمبر کہاں سے ملا؟ اوکے ہائے۔" دوسری طرف کال منقطع ہو چکی تھی۔
"آج میں نے کاشی سے....."

"یار یہ کیا فرسٹ ایئر نول والی اسٹوڈنٹس ہیں تمہاری....." اس سے پہلے کہ وہ خوش خوشی آج کی گفتگو سناتی تھیں یہ اس کی بات کاٹ کر غصے سے جھانپتی ہوئی دامن روم میں مٹس گئی۔

"آپ میرے آفس ایک درخواست لکھ کر بھجوا دیں جس پر سارا مسئلہ سمیت بائیک نمبر درج ہو۔" اے ایس بی صاحب قدرے گلے سے اس کی پوری بات سن کر شنوولی سے بھر پورا دائرہ لگے تھے۔ "ہم پوری کوشش کریں گے کہ....."

"ایک سکویزی سر آپ ہوش میں تو ہیں یا پھر آج ہی یورپ سے تشریف لائے ہیں۔ درخواست کے اوپر نام پتہ لکھنا ضروری ہوتا ہے اور ہماری سوسائٹی ابھی اتنی فاروڈ نہیں ہوئی کہ لڑکیاں یوں کھلم کھلا ان تھرڈ کلاس لوگوں کی خاطر خود کو اٹھوٹا ہونا پسند کریں۔ یوں بھی یہ جو سیر اسٹوڈنٹس کا براہم تھا میں نے مناسبت سمجھا کہ یہ تھرڈ ریٹ ہیرا آپ کی ٹاک کے نیچے جو کچھ کرتے پھر رہے ہیں اس سے متعلق آپ کو اندازہ کروں۔"

"وہ بات تو ٹھیک ہے لیکن ہر چیز کا پروسیجر....."

"بھار میں گیا آپ کا پروسیجر..... کمال ہے آپ نے مجھے یہ مشورہ کیوں نہیں دیا کہ آپ کے آفس کے سامنے ایک میڈیا کانفرنس کروں اس طرح یہ مسئلہ بہترین طریقے سے ہائی لائٹ ہو جائے گا اور میری تصویریں بھی بغیر کسی خرچ کے اخبار میں لگ جائیں گی۔" بھنا کر کہتے ہوئے اس نے موبائل بند کر کے بستر پر پرت دیا۔

.....
"یا خدا..... آپ لڑکی ہیں یا کوئی جنم آپ کو میرے بارے میں اتنی انفارمیشن کہاں سے ملتی ہے؟"
"جو چاہے آپ سمجھ لیں لیکن ایک بات تو آپ مانیں گے کہ میری معلومات سو فیصد درست ہیں۔" منزہ نے داد چاہی۔

"ہاں بھئی واقعی اور نہ میں اپنے بچپن کے اس عشق کو کب کا بھول چکا ہوں اور اس لڑکی کے تو سچے بھئی جوان ہوں گے۔"

"ویسے آپ بڑے فلرٹ انسان ہیں آپ باغ میں اس سے ملنے جایا کرتے تھے اور جب اس نے آپ کو کہا کہ آپ اپنے فون میں کون کون سے لیے سمجھیں تو اس کے بعد آپ کبھی نہیں گئے۔" منزہ کی بات پر کاشی کا بلند و بانگ قبضہ بلند ہوا تھا۔

"ہاں تو اب ہاتھ کلاس کا اسٹوڈنٹ پیرنس سے رشتے کی بات کر کے جوتے کھاتا کیا؟" اپنا قبضہ بمشکل روک کر اس نے جواب دیا۔

"آپ میری بھئی سے بھی واقف ہو میرے بچپن سے بھی واقف ہو آپ ہو کون؟" وہ محفوظ ہوتے ہوئے عاجز ہو کر پوچھ رہا تھا۔

"آپ اس بات کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں؟"
"بالکل بھی میں اس بات کے پیچھے نہیں پڑا میں نے کبھی میری کوشش نہیں کی اور نہ آپ کو نہیں سنا میرے لیے مشکل نہیں۔" مٹلیز نے کی فرمائش پر منزہ نے کاشی کے ساتھ بات کرتے ہوئے ریکارڈ کا مین دبا دیا تھا اداب اس ریکارڈ کو مٹلیز نے فرصت کے ساتھ سن رہی تھی۔

”ویسے بند ہے ڈیسٹ نہیں کوئی عامیاز یا اخلاق سے گری ہوئی بات نہیں کرتا۔“ عظیمزے نے تبصرہ کیا۔



عظیمزے نے موبائل کی اسکرین پر لینڈ لائن سٹا نے والا نمبر چمکتے ہوئے دیکھا تو کچھ سوچ کر لیس کا نمبر دبا دیا۔
”میڈم میں ایس ڈی پی او آفس سے اے ایس پی صاحب کا ریڈر بات کر رہا ہوں۔“
”جی... عظیمزے ہم تن گوش ہوئی۔“

”میڈم آپ نے اے ایس پی صاحب سے کپیلین کی تھی آپ مجھے بائیک کا نمبر نوٹ کر دیں۔“ عظیمزے نے ذہن میں نمبر دہراتے ہوئے نوٹ کر دیا۔



”السلام علیکم! میں اے ایس پی طارق بات کر رہا ہوں۔“

”جی کیسے اے ایس پی صاحب۔“

”ہم نے ان کو روک دیا تھا انہوں نے میں مہمان بنا کر رکھا ہے اور خاصی خاطر تواضع کے بعد چھوڑا ہے ان کے پیرئس کی معافی سمافی اور یقین دہانی کے بعد کہ آئندہ ایسی کوئی حرکت سامنے نہیں آئے گی۔“

”بہت بہت شکریہ سر۔“ وہ حقیقتاً اس کے تعاون پر مشکور ہوئی۔

”اچھو ٹلی میں نے یہ معلوم کرنے کے لیے فون کیا تھا کہ دوبارہ تو ایسی کوئی بات سامنے نہیں آئی۔“

”نہیں سر مجھے کالج کی اسٹوڈنٹس نے بتایا ہے کہ دو تین دن سے وہ حضرات غائب ہیں۔“

”میں اس معاملے میں آپ کی سینیٹیشن سے بہت متاثر ہوا ہوں اپنا پرسنل پرائیوٹ نہ ہونے کے باوجود آپ نے اس مسئلے کو بہت اچھی طرح حل کیا اور بہت سی اسٹوڈنٹس کی مشکل کو دور کیا۔ بہت سی لڑکیوں کو تو یہ بھی معلوم نہیں ہوگا کہ اس قسم کے حالات میں انہیں کہاں سے مدد مل سکتی ہے۔“

”نہیں سر یہ مسئلہ بہر حال آپ کی مدد کے بغیر حل

نہیں ہو سکتا تھا۔“ اس نے مشکور لہجے میں سارا کریڈٹ اسے دیا۔

”خیر پبلک کی مدد کرتا ہماری تو ڈیوٹی ہے۔ ہائے داوے آپ خود بھی کالج میں پڑھتی ہیں۔“ طارق صاحب نے بات بدلی تو وہ کچھ کاشس ہوئی۔
”نہیں سر پونیورسٹی میں۔“

”میں آپ کا گڈ نیم جان سکتا ہوں۔“ ان کے اگلے سوال نے اسے خاصہ حشکشل میں ڈال دیا۔

”م...م...م... بلجی۔“ اس نے پرسوج انداز میں انگ اکت کر کہا تو دوسری طرف طارق صاحب کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

”او کے نیچے میں فون بند کرتا ہوں کوئی بھی پرائیوٹ ہو آپ ہمیں ضرور انفرم کیجیگا۔“



اے ایس پی طارق نے ریوالونگ چیز پر پرسوج انداز میں جھومتے ہوئے ایک نمبر ڈائل کیا۔

”زے نصیب... آج تھانے دار ہوشہ کو ہماری یاد کیسے آگئی۔“ دوسری طرف اس کا کلاس فیلو اور دوست حساس ادارے کا انسپکٹر الیاس تھا جو بغیر سلام دعا کے شروع ہو گیا تھا۔

”یکومت تھانے دار ہوئی تمہاری گھر والی میں تو اے ایس پی ہوں سی ایس پی آفیسر...“ طارق نے ہنستے ہوئے اکر مہجاب دیا۔

”ایک ضروری کام ہے۔“

”جی... جی وہی تو ہم غریبوں کو بغیر کام کے بھلا کب یاد کیا جاتا ہے۔“

”اچھا اب زیادہ مت بٹو یہ بتاؤ آج کل کہاں ڈیوٹی کر رہے ہو۔“

”اسلام آباد کے علاوہ کہاں جا سکتا ہوں۔“

”ویری گڈ ایسا کرو کہ میں ایک نمبر سینڈ کر رہا ہوں اس کا بائیوڈیٹا اور لکیشن پتا کر کے دو۔“

”تو یہ کام تم باضابطہ طور پر ٹھکانہ تو سب سے بھی

کر سکتے ہو۔“

”آپ مجھ کیسے جانتی ہیں؟“

”جاننے والوں کے توسط سے ہی سنا تھا آپ کے بارے میں...“ لڑکی نے قدرے ٹالنے والے انداز میں کہا وہ تھی تو ہوتی ان کے سوالوں کے جواب دہی رہی۔
”چلیں آپ گیت تک تو ہمیں چھوڑ آئیں۔“
آخر میں لڑکی کی فرمائش اسے عجیب تو لگی ناچار وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

بلڈنگ سے باہر گراؤنڈ میں انہیں سی آف کرتے ہوئے اس کی نظر پولیس یونیفارم میں ملبوس شخص پر پڑی جو گرے سوک سے فیک لگائے پر شوق نظروں سے اسے دیکھ رہا۔

”یہ ہمارے بھائی ہیں طارق... پولیس ڈیپارٹمنٹ میں آفیسر ہیں۔“ لڑکی نے شوخ انداز میں قدرے فاصلے پر کھڑے اس پولیس مین کی طرف اشارہ کیا۔
ظہیر سے اتنی حیران ہوئی کہ ان کے الوداعی کلمات کا جواب بھی نہ دے سکی۔



اسی شام ہوائے پالیسی کی طارق کی کال آئی۔

وہ لکھنؤ اور بے یقینی کے درمیان ڈوبتی پریشان و متضاد سوچوں میں گم تھی۔ بھلا اسے ایسے ایسے طارق کو اس کے خاندان اور براہوری میں کسی حیثیت سے دیکھا جائے گا اس کا اسٹینس اور گیسٹ شائندہ تھا یہ تو کوئی بھی جان سکتا تھا۔ مگر ان کے ہاں ابھی تک براہوری سے باہر شادیوں کرنے کا رواج کم تھا۔ خاص طور پر لڑکیاں تو چند ایک یہ تھی مگر وہ بھی گمراہ بھی والدین کی مرضی سے جنم کے رشتے خاندان یا براہوری میں نہ مل سکے تھے۔ بل کی کھال نکال کر براہوری والوں نے گویا کڑوا گھونٹ بھر کر اس نئی ریت کو بے شکل بنایا تھا۔ اب اس شہر سے کوئی رشتہ بنانا جہاں وہ کچھلے کئی سال سے تعلیم کی خاطر ہاسٹل میں رہائش پذیر تھی کسی سے چھپ نہیں سکتا تھا ایسے میں اس کے کردار پر اٹھنے والی اگھیاں... ان سوچوں میں پریشان قدرے بے دھیانی سے وہ اس کی کال اینڈ کر گئی۔

”بھئی یہ کسی مجرم کا معاملہ نہیں ہے۔“

”تو پھر...“ الیاس نے خاصا شوخ ہو کر اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے پوچھا۔
”تو پھر تمہارا سر... کس وقت تک ہٹا کرو گے اور ہاں لوکیشن سے میری مراد ریڈیو کے بارے میں اندازہ لگانا ہے۔“

”پھر تو کل شام تک ہی ٹیل فراہم کر سکوں گا۔“
الیاس نے پرسوج انداز میں کہا۔
..... ☆ ☆ ☆

”ظہیر، سناپ کے گیسٹ آئے ہیں۔“ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔

”کون ہیں؟“

”پتہ نہیں کوئی خواتین ہیں ڈرننگ روم میں بیٹھی ہیں۔“ وہ حیران ہوئی ہوئی ڈرننگ روم کی طرف آئی۔
”السلام علیکم...“ دو اجنبی خواتین کو رو رو پا کر اور زیادہ حیران ہوئی۔

”و علیکم السلام ظہیر سے جینا؟“ سلام کا جواب دیتے ہوئے ایک نے استفسار کر ڈالا تھا۔ وہ اثبات میں سر ہلاتی تھی۔
”نہ تو حیران کھڑی تھی۔“

”آؤ بیٹا بیٹھو“ وہ ناچار ان کے سامنے چیمبر پر ٹک گئی۔ خاتون کے ساتھ موجود لڑکی جس کی گود میں تقریباً ایک سال کا بچہ اٹوٹھا چوس رہا تھا۔ خاموش مسکراتی نظروں سے اس کا جائزہ لے رہی تھی۔

”میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔“ اس نے الجھ کر استفسار کیا۔

”ہم پہچانی جاتی ہیں تو آپ سے مل رہے ہیں تو آپ پہچانیں گی کیسے؟“ جواب لڑکی نے دیا۔

”بیٹا! دراصل ہم آپ کے والدین سے ملنا چاہتے ہیں تو سوچا آپ سے ملیں اور گفتگو بھی کر لیں کیا آپ ہمیں انجیڈ تو نہیں؟“ ظہیر سے خاتون کی بات پر تھیوڈ ہو کر نظر کاڑھ لایا یہ بدل گئی۔

بڑھاتے ہوئے مکمل دوبارہ اوزھنے لگی تھی۔
 "کس کو کون رہی ہو؟" منزه واٹش روم سے نکل کر چلے
 باہر جھپکتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"تمہارے نمبر پر کوئی موصوف فرزانہ سے بات
 کرنے پر اصرار کیے جا رہے تھے۔ بتایا بھی ہے کہ یہ کسی
 فرزانہ کا نمبر نہیں....."

"ہیں، علیزے کی بیٹی... وہ کاشی کی کال
 ہوگی۔" منزه نے اس کی بات کاٹ کر تیزی سے
 موبائل اٹھا کر آن لیا۔

"میں نے اپنا اصل نام اسے تعویذی بتایا ہوا ہے۔
 فرزانہ کے نام سے ہی بات کرتی ہوں۔"
 "یہ کیسی فضول حرکتیں ہیں تمہاری؟ فلیک نام سے
 بات کرنے کا مطلب؟"

"مہینے میں اس کے انٹرنیٹ کو اور اس کی سنسرنی کوچ
 کروں گی اس کے بعد اسے اپنا ریفرنس دوں گی۔" وہ نمبر
 ڈائل کر کے موبائل کان سے لگاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"ہیلو... ہاں کاشی وہ میری دوست ہے نا علیزے
 اس نے کال انینڈ کی تھی۔" علیزے کا دل جا بجا منزه کا سر
 پھاڑ دے اپنا کیفیت نام بتا کر اس کا تعارف ایسے کروا رہی تھی
 جیسے وہ اس کا چھڑا ہوا ناما ہوا اور اتفاق سے آن ملا ہو۔ بے
 وقوفت لڑکی اس نے دانستہ چس کر سوجا۔

وہ ایک اینڈ پر گھر آئی تو پتہ چلا طارق صاحب نے کچھ
 زیادہ ہی کوٹیک سروس کا مظاہرہ کر ڈالنا تھا۔ ان کی سہیلیں اور
 بڑے بھائی دو چکر لگا چکے تھے۔ علیزے کے پاپا ممتاز
 خان دوپٹی میں ٹرانسپورٹ کا برنس کرتے تھے۔ تین ماہ بعد
 چہرے لگتا مگر مہرین تبسم نے عیسے کی رائے لیتے ہوئے
 انہیں جلدی ہوانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔

"ماں ابھی اتنی جلدی کیا ہے۔ میرے ایگزیم ہو جانے
 دن اس کے بعد میں اس بارے میں سوچوں گی اور پاپا کو
 بھی ایمر جنسی میں بلوانے کی ضرورت نہیں۔" اس نے نہ
 جانے کیوں انہیں روک دیا تھا۔ حالانکہ ایک طرف نہ

"کیا حال ہیں علیزہ صاحبہ کیسا لگا میرا سر پر اتز؟"
 دوسری طرف وہ ملاحظہ ہو کر پوچھ رہا تھا۔ چند سیکنڈ خاموش
 رہنے کے بعد اسے کچھ نہ سوچا تو اس نے کال ڈسکنکٹ
 کر دی۔ موبائل فوراً دوبارہ سے بجنے لگا اور بج بج کر
 خاموش ہو گیا۔ ابھی فوراً ہی اس کا پیج آ گیا۔

"پلیز... پلیز میری کال انینڈ کریں۔ میں بہت
 پریشان ہو رہا ہوں کیا آپ نے میرے اس اسٹیپ کو مانٹہ
 کیا ہے؟" ابھی وہ پیج پڑھ ہی رہی تھی کہ دوبارہ موبائل
 بجنے لگا۔

"آج ہزاری علیزے بی بی کو کون بار بار فون کر رہا
 ہے؟" ڈائجسٹ پر جتنی شذیہ نے رخ موڑ کر ملاحظہ
 ہوئے پوچھ تو علیزے نے چونک کر اس کی طرف دیکھا
 اور پھر موبائل اٹھا کر باہر نکل گئی یہ دیکھے بغیر کہ شذیہ نے
 اس کے حواس باختہ تاثرات حیرت سے ملاحظہ کیے تھے۔

منزه باتھ لینے کے لیے واٹش روم میں مہکی تھی اور اس کا
 موبائل نا میں، میں کرتا علیزے کی نیند خراب کر رہا تھا۔
 کوئی ایسی منحویں نیوان سیٹ کر رہی تھی کہ سر پر تھوڑے کی
 طرت بج رہی تھی۔ تھک آ کر اس نے تیسے سے سراٹھ کر
 کوفت بھری نظر موبائل پر ڈال کر باتھ میں لیا اور فرینڈ
 کا ٹیک چمکتا ہوا دیکھنے لگی منزه کی کسی دوست کا سوج کر
 اس نے کال انینڈ کی تھی۔

"فرزانہ میں کتنی دیر سے تمہیں کال کر رہا ہوں۔ کہاں
 تھیں تم؟"

"یہ فرزانہ کا نمبر نہیں ہے۔" علیزے نے سونی ہوئی
 آواز میں تردید کی۔

"آپ... آپ کون بات کر رہی ہیں؟"
 "اس بات کو رہنے دین کہ میں کون بات کر رہی ہوں
 بہر حال یہ فرزانہ کا نمبر نہیں ہے۔"

"مختصر یہ فرزانہ کا نمبر ہے میں کئی دنوں سے اس نمبر
 پر بات کر رہا ہوں۔" دوسری طرف اپنی بات پر اصرار کیا
 جا رہا تھا۔ علیزے موبائل آف کر کے بیڈ پر پھیلتے ہوئے

”علیٰ علیہ السلام نے..... وہی جس نے..... جو ہمارے سنی سے
بی لائٹ کرتی ہے اور.....“
”آئے ہائے.....“ منزہ کی کمر پر پڑنے والا دھموکا اتنا
زور دار تھا کہ اس کی دھمک دوسری طرف کاشی کو بھی سنائی
دے گئی تھی۔

.....

”بیوہ بیکھو اور بتاؤ بھلا میں کیوں اس شخص سے انسپائر نہ
ہوں یہ ہے ہی اتنا شاندار۔“ اگلے دن منزہ موبائل ہاتھ
میں لیے اس کی تصاویر دکھا رہی تھی۔
”ارے..... اس کو تو میں نے پہلے بھی دیکھا ہے
کہیں.....؟“ علیٰ علیہ السلام نے ذہن پر زور دیا۔

”نبیہ عمر کے فادر نے اس کے ایصالِ ثواب کے لیے
تین روزہ میڈیکل کیمپ لگوایا تھا۔ تو ہمیں انہوں نے فی
میل اسٹاف کی میڈیکل کے لیے سینئر بھجوا دیا تھا۔ وہاں
پر..... رہتے تھے جب میں نے اس بندے کو دیکھا تو
میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ بندہ کتنا زندہ سم ہے
لیکن تمہاری ڈیجیٹل لک دیتا ہے۔ نکلنے ہوئے قدم کے
ساتھ گیندی چہرے پر سب سے نمایاں اس کی سیاہ گھٹی
موجھیں تھیں اور یہ بات اس کی ڈیسنٹ پر سنائی سے کچھ
متضاد ہی لگتی تھی۔“ علیٰ علیہ السلام نے اس کی تصویر پر نظر جمائے
ہوئے با آواز بلند تبصرہ کیا البتہ آخری بات صرف دل میں
سوچتی تھی۔

اور اس کے وہم و گمان میں نہ تھا کہ منزہ شام کو اس سے
بات کرتے ہوئے علیٰ علیہ السلام نے کابے لائٹ تبصرہ کاشی کے گوش
گزار کر دے گی۔ جو اب کاشی کا تہ قہر ہے ساختہ تھا۔
”ہاں..... میں..... اس فری کیمپ میں بابا کے کہنے
پر عملے کو سپورٹ کرنے کے لیے وہاں موجود رہا تھا۔“ اس
نے یاد کرتے ہوئے کہا۔

.....

والس آنے پر اسے اس بی طارقی نے اسے کلر
کر کے نہ صرف پروپوزل کا جواب مانگا بلکہ اس کے گھر
والوں کی طرف سے تاخیر کا سبب بھی جانتا چاہا۔ جو اب

صرف وہ لوگ اتنی چاہ سے اس کا ہاتھ مانگ رہے تھے اور
دوسری طرف طارق کا پولیس فورس میں ہونا اس کے لیے
بہت اٹرکیشن لیے ہوئے تھا۔ وہ بہت دفعہ دوستوں سے
اس بات کا اظہار کرتی تھی کہ اسے فورسز میں جا ب کتا
بہت اٹرکیشن کرتا ہے اگر وہ ”خان“ فمیلی سے بی لائٹ نہ
کرتی تو خود بھی کسی ایسی ہی فینڈ کا انتخاب کرتی۔

.....

آخر ایسا کیا ہے اس شخص میں جو تم اتنے چپ انداز
میں اس کے پیچھے پڑ گئی ہو؟“ علیٰ علیہ السلام نے بے زاری سے
موبائل چار جگہ کے لیے پریشان ہوتی منزہ کو دیکھا۔
”میں اس کی پر سنائی سے بہت امپریس ہوئی
ہوں۔“ منزہ نے اطمینان سے جواب دیا۔

کردار اخلاق، تعظیم خاندان سے کوئی مطلب نہیں اور
پر سنائی سے متاثر ہو کسی سطحی لڑکی ہوتی۔“ علیٰ علیہ السلام نے
برا لگا تھا۔

”ارے سدا..... چھپر پھاڑ کر اللہ نے نواز ہے اسے۔“
منزہ نے برواؤڈ سے انداز میں بتایا۔

”ہاں چھپی تو جی (کتیا) کے لیے پارٹنر تلاش کرتا پھر رہا
تھا۔“ منزہ کو آس آ گئی۔

”وہ تو اس کا شوق ہے۔ تم اسے دیکھو تو تم بھی متاثر
ہو جاؤ۔“ منزہ کو شاید الہام ہوا تھا جیسے۔

”اللہ بچائے۔“ علیٰ علیہ السلام نے ہنسا مانی۔
اور منزہ ان دنوں کاشی کے پیچھے پڑی تھی کہ وہ اسے
اپنی ہنس ایم ایم ایس کرے۔

”فرزاد آپ نے مجھے دیکھا ہوا ہے میرے بارے
میں سب جانتی ہیں پھر میری ہنس کو لے کر کیا کریں گی۔“
وہ مسلسل تال منول سے کام لے رہا تھا۔

”میں نے اپنی فرینڈ کو دکھانی ہے۔“ منزہ اپنی فرمائش
پوری کروانے پر مہر گی۔

”اچھا ایسی کون سی فرینڈ ہے جسے آپ نے میری
تصویر دکھا کر واو وصول کرتی ہے۔“ اس نے بے پروائی
سے استفسار کیا۔

تھا۔ "تو کیا حیثیت ہے میرے اور آپ کے مینیشن کی۔"
 "حیثیت بھی بن جائے گی میں اس کے لیے قدم اٹھا
 تو چکا ہوں۔"

"وہ بات ٹھیک ہے مگر آپ میری بات سمجھ نہیں..."
 "بات تو آپ میری نہیں سمجھتے ہیں علیزے... میری
 بہت دل سے خواہش ہے کہ جانے سے پہلے کل کی خوب
 صورت سی شام کا تھوڑا وقت آپ کے ساتھ گزاروں پھر تو
 ان شاء اللہ ہم کسی اور حیثیت سے ملیں گے بہر حال میں کل
 شام آپ کو ہاسٹل سے پک کر لوں گا۔"

"میں پلیز آپ ہاسٹل مت آئیے گا میں..."
 "ٹھیک ہے اگر آپ سمجھتی ہیں کہ میرے ہاسٹل
 آنے سے آپ کی ریپوٹیشن خراب ہوگی تو کل شام چھ
 بجے میں P.C میں آپ کا ویٹ کروں گا۔ علیزے
 اسے منع کرنے جا رہی تھی مگر طارق نے تیزی سے
 پروگرام قائل کرتے ہوئے خدا حافظ کہہ کر کال کاٹ دی
 تو وہ ہنسو ہلکو کرتی رہ گئی۔

P.C میں ریڈیو ٹیبل پر انتظار کرتے ہوئے اے ایس
 پی طارق کا انتظار اتنا طویل ہو جائے گا کہ کبھی ختم نہ ہوگا یہ تو
 اسے قطعی اندازہ نہ تھا۔ علیزے سے سر شام فون بند کر رکھی تھی۔
 اگلے روز وہ اسے خدا حافظ کہے بغیر یہ شہر چھوڑ کر جا چکا تھا
 کبھی واپس آنے کے لیے۔ اس کی بوسہ کی کوئی انتہا نہ
 تھی یا پھر وہ علیزے کو لانا چاہتا تھا وقت دینا چاہتا تھا۔



منزہ ان دنوں چنگتی پھر رہی تھی۔ علیزے کی زندگی
 میں شروع ہونے والے نئے سلسلے نے اس کی طبیعت پر
 خفاف معمول آئیے کدورت سی طاری کر دی تھی۔ کوئی اس کا
 اس قدر متنب تھا کہ کسی بھی لگاؤ کو خاطر میں نہ لائے...
 دنوں میں کوچ کر گیا تھا۔ یہ احساس جہاں اس کے لیے دل
 گداز تھا وہیں ایک چھوٹی سی بات کو اتنا مسئلہ بنا کر اس کی
 خاموشی نے اس کو قدرے حیران کر ڈالا تھا۔ ایسے میں اس
 نے منزہ کی چہچہاہٹ کا سبب جاننے کی کوشش نہ کی تا
 وقت یہ کہ خود ہی اس نے اگل دیا۔

علیزے نے سوچا اگر اس کی براہ راست بات ہو رہی ہے تو
 کیوں نہ وہ اسے اپنے خدشات سے آگاہ کر دے۔ اور
 اسے ایس پی صاحب نے پوری توجہ سے اس کی بات سننے
 کے بعد اس کے خدشات کا سدباب بھی فراہم کر دیا تھا۔

"آپ پر کوئی انزام نہ آئے یا آپ کی فیملی پر کوئی
 انگلیاں نہ اٹھیں میں بہت جلد یہاں سے اپنی ٹرانسفر کروا
 لیتا ہوں یوں بھی ہماری فیلڈ کے آفسرز کو تعیناتی کے
 اسٹیشن سے مینشن کیا جاتا ہے۔ ان کا آگاہ ہیچنا نہیں دیکھا
 جاتا اور واقعی اس نے ایسا ہی کیا۔ صرف چند دن میں اس
 کی ٹرانسفر کتا روٹا چکے تھے۔ مگر جانے سے پہلے وہ کوئی
 ایسی فرمائش کر دے گا یہ تو علیزے کے دہم و گمان میں بھی
 نہ تھا۔ وہ اس شہر میں اپنی آخری شام علیزے کے ساتھ
 سلیمبریت کرنا چاہتا تھا۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ یہ کیسے ممکن ہے؟" اس کو تو
 "گویا رنٹ ہی لگ گیا تھا۔"

"کیوں تمہیں نہیں علیزے میں آپ کو ڈیرہ دو گھنٹے
 کے لیے ہاسٹل سے پک کر لوں گا۔"

"میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتی میں آپ کے ساتھ کیسے
 جا سکتی ہوں۔"

"بھئی میں آپ کو اپنے گھر نہیں لے کر جاؤں گا
 جب تک آپ کو ہاضبہ طور پر اپنا نہیں لیتا۔ فی الحال
 کسی ریسنورٹ میں ڈنر کے بعد آپ کو ہاسٹل ڈراپ
 کر دوں گا۔"

"آپ میری بات سمجھ نہیں رہے میں بابا بھائی کے
 ساتھ باہر جانی ہوں وہ بھی کبھی بھاریوں کی تھرڈ پرسن
 کے ساتھ باہر نہیں جا سکتی۔" کچھ غصے اور کچھ مینشن میں
 اس کے منہ سے نکلا تھا۔

"واٹ؟ میں آپ کے لیے تھرڈ پرسن ہوں؟" اے
 ایس پی طارق کو گویا رنٹ لگا تھا۔ غلطی اس کی بھی نہیں
 تھی۔ وہ جس ماحول سے تعلق رکھتا تھا۔ وہاں لڑکے اور
 لڑکیوں کا دوستی میں ہاتھ مڑانا بھی کوئی معیوب بات نہیں
 سمجھی جاتی تھی جبکہ یہاں تو معاملہ بھی اس سے آگے کا

”علیز سے ایک اگوشل بات بتاؤں؟ کاشی مجھ سے ملنے رہا ہے۔“

”تو پھر؟“ وہ سمجھی سے منزہ کا چہرہ دیکھنے لگی۔

”پھر کیا وہ میری خاطر اتنی دور سے آئے گا تو اس کا مطلب ہے وہ میرے ساتھ سینسر ہے۔“

”کیا شمالی اور جنوبی افریقہ کے صحرا اور جنگلات پار کر کے آ رہا ہے؟“ علیز سے منزہ سے استفسار کیا۔

”اچھا اس بات کو چھوڑو تم میرے ساتھ چلو گی؟“

”منزہ مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ میں تمہیں کس طرح سمجھاؤں کہ تم کتنی فضول حرکتیں کر رہی ہو۔ ہماری طرح

بہت سی خان زادیاں اسنے گھروں سے نکل کر دوسرے شہروں میں جا کر تعلیم حاصل کرتی ہیں بلکہ اپنے ملک میں ہی نہیں انگریز اور امریکہ میں ہو کر آتی ہیں مگر اپنی روایات

اور حدود و حدود کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتیں..... ہماری زندگی کسی فلم یا ڈرامے کا سین نہیں ہے جہاں جب چاہے

ہیرو کا ہاتھ تمام لوگ جو دل چاہے سائیڈ ہیرو کے ساتھ چل پڑو۔ پتا نہیں ہمارے مقدر میں کیا لکھا ہو۔ ہمیں دوسری

روایاتوں کے شہزادے لینے نہیں آئیں گے۔ کل کلاں کو یہی روایتی مرد ہمارا مقدر نہیں گے جو اپنی عورتوں کے ماضی

پر کسی دوسرے مرد کی پرچھا میں بھی گوارا نہیں کرتے جو اپنی عورت کا دوسرے مرد کے ساتھ نام نہن کر مرنے مارنے

پر تڑپ جاتے ہیں۔ کئی ہمیشہ چھوٹی ہوتی ہے اس کا خمیازہ بڑا بگڑتا پڑتا ہے۔ کسی لڑکی کی ذرا سی لغزش اس کی زندگی کا

امتحان بن جاتی ہے اور تم ہو کہ.....“

”خدا کے لیے علیز سے بس کرو مجھے اتنے نیچر مت دو۔“

”میں خان زادی ہوں تو تم کسی کمی میں یا فلم میکر کی فاروڈاؤں ہو کیا؟“ علیز سے کوٹا ڈا گیا۔

”میں.....“ منزہ نے مسکراتے دیکھا۔ ”میرے ابو خان ہیں امی ملک نیپلی سے۔ سو میں ذرا درمیانی مخلوق ہوں۔ پھر ہماری فیملی تم لوگوں کی طرح بیک وڈ نہیں

ہے۔ میرے لیے اس ذرا سی بات کی گنجائش نکلتی ہے۔“

”منزہ تم تو بالکل چکن گفرا ہو۔“ اس کے بے پروائی سے کہنے پر علیز نے اپنا سر پھینک لیا۔

”چلو تم جو کہو میزے ساتھ چل رہی ہونا؟ اس سے پہلے میں ایکٹی ہاسٹل سے نکلی نہیں ہوں۔ میڈم ساجدہ

کا شش ہو جائیں گی ورنہ میں ایکٹی ہی چلی جاتی۔“

”سوال کیا پیدا نہیں ہوتا تمہارے ساتھ جانے کا۔“ علیز سے سننے دو ہو کہ الفاظ میں انکار کر دیا۔

.....☆☆☆☆.....

”علیز تمہارا ریڈ لیکچر ایڈری والا سوٹ کہاں ہے۔“ منزہ اس کی الماری میں سرکھیڑے ہوئے تھی۔

”کون سا؟“ بدھیانی میں اس نے دریافت کیا۔

”وہی جو تمہارے پاپا نے برتھ ڈے پر تمہیں گفٹ کیا تھا۔“

”ارے..... یہاں..... یاد آیا..... وہ..... ارفع کے کر گئی تھی کہ ویسا ہی ڈیزائن ہونا ہے پھر اس نے واپس نہیں کیا.....“ علیز سے نے یا قانے پر بتایا۔

”میں لے کر آتی ہوں۔“ منزہ باہر نکل گئی۔

.....☆☆☆☆.....

”کیسا لگ رہا ہے؟“ منزہ اس کا وہی سوٹ شام میں پہن کر بار بار روم میں سے پوچھ رہی تھی۔

”اچھا لگ رہا ہے مگر کہیں جا رہی ہو۔“ شازیہ نے تعریف کرتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں میرا ایسا ہی ہوانے کا ارادہ تھا سوچا پہن کر نرائی کر لوں۔ یا میرا بی بی لو ہر ہا ہے۔“ تھوڑی دیر بعد اس نے منہ بسورتا شروع کیا تو واقعی اس کی طبیعت خراب معلوم ہونے لگی۔

”پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا۔ کوئی اعڑہ وغیرہ بوائے کروں۔“ فرمان متوجہ ہو کر مشورہ دے رہی تھی۔

”ایک دو بار گھر ہوا تھا پھر انجکشن لگوانی تھی تو.....“

”سامنے روز پر جو ڈاکٹر بیٹھتا ہے اس سے جا کر انجکشن لگوا لو۔“ علیز نے مشورہ دیا۔

”ڈرامیڈم سے پوچھا ڈاکٹر میرے ساتھ بھی چلو اور تو

کوئی قادر نہیں ہے۔"

"انہیں ہاسٹل سے نکل کر ہاسٹل پہنچنے میں چند منٹ لگے تھے مگر منزہ نے ہاسٹل کے بجائے ملحق ہونے کی انٹرنس میں قدم رکھتے ہوئے علیزے کو چونکا دیا تھا۔ منزہ اس کے حیران نظروں سے دیکھنے پر ڈھٹائی سے مسکرانے لگی۔

"مجھے یہاں ایک چھوٹا سا کام ہے اندر تو چلو۔" منزہ نے ایک طائرانہ نظر ہال پر ڈال کر کونے میں ٹیکل پر بیٹھے کاشی کو دیکھا اور اسے وہیں رکھنے کا کہہ کر اس کی طرف بڑھ گئی۔ مجبوراً وہ قدرے فاصلے پر ایک ٹیکل پر ہونٹوں کی طرح جا بیٹھی۔ اور منزہ اور کاشی کو بات چیت کرتے ہوئے دیکھنے لگی۔ ایک دو بار کاشی نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور اگلے بل منزہ اس کے پاس چلی آئی۔

"کاشی کہہ رہا ہے کہ تمہاری فرینڈ سے کوئی بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"مجھ سے کیا بات کرنی ہے اور..... پلیز..... منزہ جلدی کرو..... چلو یہاں سے۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ تمہیں بتا ہے شام بولیں کیاں کچھ کھانے کے لیے منگوا لیتی ہیں۔ ایسے میں کوئی نوکرا دھرا گیا تو...."

"علیزے تم اتنی بھٹ کرنے کے بجائے مختصر سی بات اس کی سن لو تو..... جتنی بھٹ ہوگی اتنی ہی ناگم ضائع ہوگا۔" منزہ نے اس کا اٹھ پکڑ کر کہنے ہوئے کہا تو ناچار وہ اس کی ٹیکل پر چلی آئی۔

"اسلام علیکم!"

"وعلیکم السلام!" کاشی نے کھڑے ہوتے ہوئے منامہ کا جواب دے کر اسے بیٹھنے کا اشارہ دیا تو وہ ٹکے لگتی لگتی ایسے جیسے ابھی اٹھ کر بھاگ جائے گی۔

"آپ نے جو بات کہنی ہے پلیز ذرا جلدی کہیں۔" وہ خاصے گھبرائے ہوئے انداز میں بھولت بولی۔

"اچھ ٹیکل میں آپ کی دوست کو سمجھا رہا تھا کہ مجھے کال مت کیا کریں یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ آپ بھی نہیں سمجھائیں۔"

لطم

ذرا اواس ہوں

لیکن

ذرا سرور بھی ہوں

تمہارے پاس ہوں شاید

شاید.....

دور بھی ہوں

یوں پتھر پلے دستوں پر چلنا شوق نہیں میرا

کچھ معاملہ چاہت کا ہے

کچھ مجبور بھی ہوں

محبت ہوگئی تم سے بس یہی خطا ہے میری

چلو مانا کہ مجبور ہوں میں

مگر.....

بے تصور بھی ہوں

عروشہ شہزادہ رفیع..... کالا گوجراں

"میں اسے سمجھاؤں گی گمراہ بھی اس چیز کا احساس

کر لیں کہ اتنی کبھی ایک ہاتھ سے نہیں بچتی۔"

"چلیں منزہ۔" وہ ایک بار پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔ تبھی

ویزان کی ٹیکل پر کھڑا ہو کر آؤر سرور کرنے لگا تھا۔

"آپ لوگ کچھ کھائیں پھر اس کے بعد چلے

جائیے گا۔"

"نہیں تھیک ہے۔ ہمیں دیر ہو رہی ہے۔" کاشی کی براہ

راست مخاطب وہی لگی۔ لہذا معذرت کرتے ہوئے منزہ کو

چلنے کا اشارہ کیا۔

"اب انہوں نے اتنا کچھ منگوا یا ہے تو برا لگے گا....."

"منزہ تم چل رہی ہو یا میں! کیلی چل جاؤں ہاسٹل۔"

اب کے اس نے ساری شائستگی کو ہالائے طاق رکھتے

ہوئے انتہائی کڑے تیروں کے ساتھ منزہ سے پوچھا۔

"چلیں میں آپ لوگوں کو چھوڑ آتا ہوں۔" اس

سے پہلے کہ منزہ مزید اصرار کرتی کاشی فوراً اٹھ کھڑا ہوا

اور کاؤنٹر پر بے منت کرنے کے لیے بڑھ گیا۔ وہ

دونوں باہر آ گئیں۔ علیزے نے سامنے سے گزرتی

ٹیکسی لورڈ کا اور تیزی سے گھس گئی ناچار منزہ کو بھی اس کی تقلید کرنا پڑی تھی۔

”میں نے تم جیسی گھنی لڑکی آج تک نہیں دیکھی۔ کہنے کو تو میں نے کہہ دیا تالی ایک ہاتھ سے نہیں بچتی۔ مگر اس تالی میں تمہاری جیسی لڑکی کا ہاتھ ہوتو بج ہی جاتی ہے یا اپنے مشہرے یا دوسرے کے منہ پر۔“ ہاسٹل میں آ کر اس نے منزہ کو کتنی ہسلوا میں سنائی تھیں مگر منزہ کو صرف اس بات کی ٹینشن تھی کیا تھا اگر وہ کاشی کی گاڑی میں آ جاتی بھلا کیا سوچ رہا ہوگا کتنی بیک درز لڑکیاں ہیں۔

اور اس کو تب جا کر اطمینان ہوا جب کاشی نے کال کر کے ان کے خیریت سے ہاسٹل پہنچنے کی بابت دریافت کیا۔

”بھئی عجیب دوست ہے آپ کی جیسے میں اسے کھا ہی جاؤں گا۔“ کاشی نے براناٹھ والے انداز میں کہا۔
”اگرے نہیں..... کاشی..... میں نے اسے بتایا نہیں تھا میں تو اسے ڈاکٹر کے پاس جانے کا بہانہ کر کے لے آئی تھی۔ یہ ایسی ہی ہے وہ اصل خامسی بیک روڈ فینلی سے بی لائنگ کرتی ہے نا۔“ منزہ نے اس کی صفائی دیتے ہوئے وضاحت کی۔

”اٹھھا..... کس فینلی سے تعلق ہے؟“

”تمہیں کچھ اندازہ ہے کاشی نے تمہاری اس حرکت کو کتنا سٹنڈ کیا ہے۔“ منزہ سوچتے ہوئے چہرے کے ساتھ اس کے پاس چلی آئی۔

”کاشی جائے بھاڑ میں..... تم نے میرے ساتھ کتنا دھوکہ کیا ہے لعنت سے تمہاری دوستی پر۔“ علیز سے پہلے ہی خار کھائے ہوئے بیٹھی تھی۔ نتیجتاً دونوں کے درمیان خامسی جھڑپ چھڑ گئی تھی۔

اس روز کے بعد ان دونوں میں شدید کھینچاؤ پیدا ہو گیا تھا یوں بھی ڈیٹ شیٹ آ چکی تھی۔ اسٹوڈنٹس ہاسٹل کے کوسٹے کھدروں میں سرگھسیڑے رہیں آخری ہپیر سے سے ایک روز پہلے منزہ اسے گراؤنڈ کے اندھیرے گوشے میں جھپٹتی ہوئی ملی تھی۔

”کیا ہوا ہے منزہ کیوں رو رہی ہو؟“ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ پوچھ بیٹھی۔

”کاشی مجھ سے جان چھڑانے کے چکروں میں ہے۔ میری کال اینڈ نہیں کرتا۔ کاشی سبج کا جواب نہیں دیتا اور آج تو خاصے روڈی انداز میں کہہ دیا آپ کب تک یوں وقت بوقت میرا اپنا نام ضائع کرتی رہیں گی۔“
”تو اس بے چارے نے کیا غلط کیا ہے؟“ علیز سے نے انتہائی سنجیدگی سے سوال کیا۔



”ڈھولک کی تھاپ اور سکھویں کے سنگیت میں اسے خود بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کے ہاتھوں پر شوکت نیازی کے نام کی مہندی سچ چکی ہے۔ اسے ایس بی طارق ان کے آگن کی پیری پر پڑنے والا وہ پہلا پتھر تھا جس کو اس کی مائے سنجیدگی سے لیا تھا کیونکہ اب اس کی تعلیم مکمل ہونے والی تھی اور اس کے ساتھ چند ایک پرپوزل جو حلقہ احباب سے موجود تھے ان میں سے ایک کو استخارے کے بعد قائل کر دیا تھا۔ اے ایس بی طارق کے گھر والوں کی خاموشی اگرچہ چند ہفتے علیز سے کوڈ سٹرب کرتی رہی۔ مگر ماما کو اس کی کوئی خامس پروا نہ تھی کیونکہ اس طرح علیز سے کو دوسرے شہر جانا پڑتا بلکہ بقول ان کے شہر شہر بددہ ہونا پڑتا شوکت نیازی بینک آفیسر تھا اور انہی کے شہر سے تعلق رکھتا تھا۔ علیز سے کو بھی والدین کے انتخاب پر کوئی اعتراض نہ تھا مگر اس کا مسئلہ کچھ کرتے اپنا مقصد بنانے اور زندگی میں خود کو منوانے کا تھا جس کے لیے اس نے تعلیم پر بھرپور توجہ دی تھی۔ مگر ماما نے اس کے اعتراض پر ڈھٹ دیا بھلا وہاں کیا پابندی ہوتی۔ بہت اچھے اور سنبھے ہوئے لوگ ہیں۔ وہاں اپنے سارے شوق پورے کرنا۔“ اور علیز سے بے دلی سے خاموش ہو گئی تھی۔

تیج کے وسط میں بیٹھی وہ مطمئن کمرے کی ڈیکوریشن اور سیننگ کو سراہ رہی تھی جو موصوف کی پسند کے عین مطابق کی گئی تھی۔ ذوق تو اچھا ہے پتہ نہیں محترم خود کیسے ہوں گے۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✦ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✦ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✦ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو ایبل لنک
- ✦ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✦ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✦ ہر پوسٹ کے ساتھ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✦ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریج
- ✦ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✦ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✦ پیریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✦ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریج
- ✦ ایڈ فری لنکس، لنکس کو ایسے کمانے کے لئے شرک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

← ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

← ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

ڈائری

کل رات
بھولی تھیں اس کی
یادیں نظروں میں
پھر
محبت.....

ڈائری میں زینت قرطاس کر دی.....!

عنہ شمشاد حسین..... کورنگی کراچی

چونکہ شادی ایسا مزے کے بعد ایک ماہ کے نوٹس پر رکھی گئی تھی۔ لہذا صرف رسم کے طور پر اس کی ساس نے اٹھنی اور چند ہزار روپے دے کر علیزے کو بیٹے کے نام کمرالینا تھا۔ اس کے بعد بھی کوئی ایسا خوش گوار اتفاق نہیں ہوا کہ وہ اسے دیکھ سکتی۔ سوئی سناٹی تک ہی تک بندن کی تھی۔ دروازے پر کھٹکا ہوا تو اعتماد سے بیٹھی وہن کی نظریں خود بخود جھٹک گئیں مگر سلام کا جواب دیتے ہوئے اس نے ذرا سا بے ساختہ نظریں اٹھا میں تو جھکنے سے انکاری ہو گئیں۔

شوکت نیازی کے چہرے پر محفوظ کر دینے والی مسکراہٹ تھی اور علیزے وہ بھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی کہ اس کا ساسا زندگی میں اس شخص سے کسی ایسی حیثیت میں ہو جائے گا۔

"اب اس طرح تو مت دیکھیں مانا کہ میں تمہاری ڈنچر میں لگ دیتا ہوں لیکن تمہارا ہنڈم بھی تو ہوں۔" اپنے انجوائنگ اپریشن کے ساتھ وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا۔

دوسری طرف علیزے کے چہرے پر کیا کچھ نہیں تھا۔ صدمہ پریشانی حیرت یا پھر کوئی ایسا تاثر جس کی وضاحت کے لیے کوئی لفظ ایجاد نہ ہوا ہو۔ وہ ساکت بیٹھی سوچ رہی تھی۔ کتنا اچھا ہوا؟ اگر وہ مانا کی بات مان لیتی جنہوں نے اسے بار بار کہا تھا کہ وہ شوکت کو کھانے پر بلائیں گی اگر وہ دیکھنا یا ملنا چاہے مگر مانا کے سامنے اسے عجیب سی چٹکاپاہٹ گھیر گئی تھی۔ ویسے بھی جب فیصلہ والدین پر چھوڑ دیا تو نصیب.....

اسے ہندی کی رات جس لڑکے کو دیکھ کر بار بار کچھ کلک کر رہا تھا وہ کیا تھا؟ آج اسے سمجھا یا تھا اپنی کزن سے پوچھنے پر پتہ چلا تھا وہ شوکت کا چھوٹا بھائی اشفاق نیازی تھا۔ اس کی شکل شوکت سے ملتی تھی۔ بس اس کا لُج بوائے کی صورت میں معصومیت تھی اور..... اسے اس روز یوں لگ رہا تھا جیسے کچھ باتا تے آتے یا نہیں آتے.....!

"آپ تو یوں بیٹھی ہیں جیسے خدا نخواستہ آپ کا بہت بڑا نقصان ہو گیا ہو۔" وہ چیخ کر کے فریض ہو کر واپس آیا تو

وہ ہنوز اسی پوزیشن میں براجمان تھی۔

"کیا ہوا علیزے بے جا ریٹیکس....." شوکت نے اس کے دونوں ہاتھ گرم جوش سے دبا کر تسلی دی۔

"آپ..... آپ تو کاشی.....؟" اس کی صورت روہا سی دیکھ کر ایک بار پھر شوکت کو ہنسی آئی مگر وہ ضبط کر گیا۔ اگر میں کاشی ہوں تو اس میں اتنا پریشان ہونے والی کیا بات ہے؟" علیزے کو کچھ نہ آیا وہ اس بات کا کیا جواب دے پہنچ کر تے ہوئے وہ مختلف جہوں میں گھری تھی۔

متوہ کئی فضول حرکتیں کرتی رہی اور میں اس کی دوست ہوں۔ ہونٹ میں بھی اس کے ساتھ تھی۔ اتنے روایتی خاندان کا یہ شخص؟ میرا اپریشن اس پر کیا ہوگا؟ وہ واپس کمرے میں آئی تو شوکت صوفے پر بیٹھا اطمینان سے ٹانگ پر ٹانگ رکھے نیم دراز تھا۔ وہ ہینڈ کے ٹونے پر تک گئی تو وہ اس کے پاس آن بیٹھا تھا۔

"علیزے میں آپ کی پریشانی کی وجہ جان سکتا ہوں؟" اس کے سوال پر علیزے سے سر جھکا کر کچھ دیر سوچتی رہی اس کے انداز سے اس کا حوصلہ بحال ہو رہا تھا۔

"آپ مجھے کیسا سمجھتے ہیں؟"

"اچھا سوال ہے جسے ہم اچھا نہ سمجھتے ہوں اسے اپنے گھر میں ملازمہ بھی نہیں رکھتے۔ ویسے میں آپ کو کیسا سمجھتا ہوں اس کا جواب ذرا فرصت طلب ہے۔" اشفاق سے فاصلے مٹاتے ہوئے وہ گیسر انداز میں کہہ رہا تھا۔

اس کے تمام تر خدشات شوکت نیازی کے بے باکانہ جذبول اور الہانہ شدتوں کے سامنے ریت کی دیوار ثابت ہوئے تھے۔ وہ واقعی بہت ڈینٹ کا مالک تھا۔ سوائے اس کے کہ اس نے ایک کتیا پال رکھی تھی اور شکار کا خاصا شوقین تھا۔ اس نے یہ بتا کر علیزے کو معتر کر دیا تھا کہ کچھ منرہ سے کرید لگا کر اور بقیہ معلومات اس کے بارے میں حاصل کر کے اس نے خود اپنے بابا مکرم نیازی سے بات کی تھی اور بندوق ان کے کندھوں پر رکھ کر بری الذمہ ہو گیا تھا۔ اس کی تمام ٹیلی بی جھنسی تھی کہ علیزے کو مکرم نیازی نے بطور سہو منتخب کیا تھا۔ جہاں تک منرہ کا تعلق تھا اس کے بارے میں شوکت نے صرف ایک دفعہ بات کی تھی اگر وہ میرے نزدیک ذرا بھی اہمیت رکھتی تو تمہاری جگہ موجود ہوتی۔ شروع میں جس طرح وہ میرے بارے میں ایک ایک بات جانتی تھی میں یہ سوچ کر حیران ہوتا کہ آخیر میرے خاندان کی کون سی لڑکی ہے جو اتنی گری ہوئی حرکتیں کر رہی تھی اور بعد میں اس امید پر اسے غنے کیا تھا کہ شاید تم نظر آ جاؤ ایسا نہ ہو بعد میں تمہارے دھوکے میں کسی اور کو گھر لے لوں۔“

”مجھے آپ کی بات پر قطعاً یقین نہیں ہے ابویں نہ پھینکیں۔“ علیزے نے اٹھا کر کہا مگر اسے شوکت کے حرف پر یقین آ گیا تھا۔

ایگزامز سے فارغ ہوتے ہی اس نے دو تین جگہوں پر حجاب کے لیے اپلائی کر دیا تھا۔ شاوی کے دو ماہ بعد اسے ایک کپڑی کی جانب سے میڈیا انڈر وائزر کی جانب کے لیے انٹرویو کا لیٹر ملا جو مانا نے اس کے گھر بھجوا دیا تھا۔ وہ خاصی ایکسٹٹ سے ہاتھ میں لیے بیٹھی تھی۔

”یہ ہے؟“ شوکت آئس سے واہس آیا اور اس کے ہاتھ سے لیٹر لے کر دیکھنے لگا تھا۔

”یہ بہت اچھی کمپنی ہے اور اس کی..... اس کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے شوکت نے لیٹر بھاڑ کر اس کے تین چار پرزے کئے اور یہ کہتے ہوئے واہس روم میں چلا گیا۔“ چائے لاویا بہت تھک گیا ہوں۔“ وہ فریش ہو کر لگا تو وہ

ساکت بیٹھی تھی۔

”آپ نے لیٹر کیوں بھاڑا؟“

”اب تم اس طرح کی کمپنیوں میں جا ب کے نام پر دھکے کھاؤ گی۔“

”آپ کو میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔“ وہ چبا چبا کر کہہ رہی تھی۔ جس خاندان سے اس کا تعلق تھا وہاں ہر بات اور ہر قدم گھر کے مردوں کی رضامندی سے اٹھایا جاتا تھا اور ایسے ماحول میں پرورش پانے والی علیزے سے جان بچتی تھی کہ اس کا جا ب کرنا شوکت کے حسب منشا قطعاً نہیں ہے مگر اس کے بلند مقاصد اسے بغاوت اور ضد پر اکسا رہے تھے۔ اس نے سرتوز کو شش کر ڈالی۔ وہ لڑ جھڑ کر بیگ اٹھا کر سیکے چلی آئی تھی۔ مانا کو اس کی ضد سرا سر بے وقوفی لگ رہی تھی۔ اگلے ہی ہفتے اسے مکرم نیازی لینے آ گئے۔

”بیٹے یہ کیا طریقہ ہے جو بھی اٹھتا ہے اس کو گھر میں نمٹائیں چلیں جلدی سے واہس گھر۔“ وہ کچھ غجالت میں تھے یا پھر خواہواہ اسے اٹھانے کے لیے شوکر رہے تھے۔ وہ کئی برس میں شیئر ہولڈر تھے۔ سو بڑی تو رہتے تھے۔ مانا کے آنکھیں دکھانے پر وہ ان کے ساتھ چل دی۔

”بابا اپنے لاڈلے کو بتا دیجیے گا میں نے ہر صورت جا ب کر لی ہے۔“ اس نے راستے میں بابا سے کہا۔

”بھئی یہ تو آپ کا اور اس کا پرسنل میٹر ہے۔ میں اس میں کس طرح انٹرفیر کر سکتا ہوں۔“ انہوں نے لاچارگی ظاہر کی صرف یہی نہیں بلکہ اس کی ساس کا بھی یہی موقف تھا اور مانا نے تو پہلے ہی دو ٹوک الفاظ میں کہہ دیا تھا جو شوہر کہے وہی کروا اس سے پنگالے کر کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔

”آپ نے تو کہا تھا جا ب پر پابندی نہیں ہوگی اتنے! جھے لوگ ہیں؟“ اس نے ان کی بات یاد دلائی۔

”میری بات کون سی پتھر کی لکیر ہے اور ویسے بھی مجھے لب یاد نہیں کیا کہا تھا۔“ انہوں نے طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لی تھیں۔

شوکت کا بینک کافی دور تھا وہ لنگ پر گھر نہیں آتا تھا مگر بابا

جہنم ون مبارک ہو

دعاؤں کے جزیروں سے

عطاؤں کی عنایت تک

ہوا تو ہم گواہ رکھ کر

یہ دعا کرتے ہیں

تیری پاکیزگی ہر دم

تیرے سختوں میں ڈھل جائے

دیے روشن امیدوں کے

بہمیشہ چاند سے چمکیں

تمہیں سورج کی کرنوں میں

طلوع صبح مبارک ہو

نیا ہر دن مبارک ہو

اور سب سے بڑھ کر اسے آج کل

جہنم ون مبارک ہو

فریح شہیر..... شاہ تکرار

سب برداشت کر لیا کوئی اور لڑکی ہوئی تو آپ کا چہنا حرام

کر دیتی۔ وہ ہنسنیک ہونے لگی تھی۔

شوکت نے لب بچھنے ہوئے سختی سے اس کا بازو پکڑا۔

”کیا بتاؤ گی اور تم کیا تاؤ گی؟ میں خود سب کچھ بتا دوں گا۔

مجھے یہ بتانے میں کوئی پر اہم نہیں کہ وہ لڑکی مجھے فون کرتی

تھی۔ میرے بارے میں ساری انفارمیشن مجھے دیتی تھی۔

کیا تم یہ بتانا گوارا کرو گی کہ تم ہونے میں اس کے ساتھ مجھے

بھٹائی تھیں۔“ اس کی آخری بات نے علیزے کا حوصلہ

پست کر ڈالا تھا۔ اگر بھی کی سانس تندوں کو پتہ پہلے تو کیا

سوچیں گی، ہونٹوں میں پھرے اڑا کر وہ شوکت کی زندگی

میں داخل ہوئی تھی بات سے ہتکڑ بننے میں بھلا فاصلہ ہی

کتنا ہوتا ہے۔ اس کے پست انداز کو محسوس کر کے وہ خود

بھی تامل ہو گیا۔

”میں مرد ہوں علیزے نے ذات گھر سے باہر گزاراؤں تو

بس ویر ہو گی تھی اور تم گھر سے باہر گزارو تو تم ہر پاؤ ہو گئیں۔“

اس کی خاموشی بروہا سے سمجھا رہا تھا۔

”آپ مجھے غلط تو سمجھتے ہیں نا؟“ اس نے

سے علیزے کی دائیسی کاسن کر لیج پر گھر چلا آیا تھا۔ اتنے

اجھے لوٹتا تھے ذہن بعد لوٹنے ہیں اس لیے میں بھاگا چلا

آیا۔“ سوچے ہوئے چہرے کے ساتھ ہنسی پر ڈنڈر کھتی

علیزے کو مسکھ لگاتے ہوئے وہ ماں کو بتا رہا تھا۔

”بابا نے مجھے اجازت دی ہے کہ میں جا ب کر سکتی

ہوں۔ سچی دائیسی آئی ہوں یہ یاد رکھیے گا۔“ علیزے نے

کمرے میں آ کر کہا تو وہ پریشان نظر آنے لگا۔ اگرچہ وہ

جانتا تھا بابا اس معاملے سے لائق ہیں مگر پریشانی اس

بات کی تھی کہ علیزے سے سچی منہ پر قائم تھی۔

”بابا تمہیں اجازت کیوں دیں گے؟ اپنی بیوی کو دین

ایروں غیروں کے ساتھ جا ب کرنے کی۔“ وہ خود پر مصنوعی

بٹائیت پیدا کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ”میری بیوی کو کسی

چیز کی کمی نہیں ہے۔ جو باہر جا کر خوار ہوئی پھرے۔“

”ہر کام زندگی میں مادی ضروریات کے لیے نہیں کیا

جاتا۔“ وہ بیگ سے کپڑے نکالتے ہوئے مڑ کر اس سے

تخلی طلب ہوئی۔ میرے کچھ خواب ہیں جن کو اچھو کرنے

کے لیے میں چھ سال گھر سے باہر ہاسٹل میں خوار ہوئی اس

لیے کہ ایک بہترین کالج میں پڑھ سکوں۔ آپ اپنی فضول

ضد کی وجہ سے ان میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں۔“ اس کی

بحث لاجل حاصل رہی۔ اس کا جھگڑنا روکنا سب بے کار جاتا

رہا۔ وہ پریشان ہوتا ہوا بے بسی سے اسے دیکھتا اس کا موڈ

آف ہونے پر اڑا اس ہو جاتا۔ اسے بہلاتا مگر پھر سے

سمجھانے لگ جاتا۔ وہ اپنی بات پر اتنی سختی سے قائم تھا کہ

علیزے حیران ہونے لگی۔ ”آپ ایسا اس لیے کر رہے

ہیں کہ میں منزہ کے ساتھ ہونے لگی تھی۔ بہت غور و فکر کے

بعد اس نے ایک روز سوال کر ڈالا تھا۔ جو باہر کچھ تذبذب

کی کیفیت میں اسے دیکھتا رہا۔

”ہاں...“ اس کے ایک لفظی جواب نے علیزے پر

حیرت کا پہاڑ توڑ دیا تھا۔

”اس کا مطلب ہوا آپ مجھے خراب کردار کا سمجھتے

ہیں۔ جبکہ آپ خود..... خود کیسے ہیں مسٹر شوکت نیازی؟

میں سب کو آپ کی حقیقت بتاؤں گی یہ تو میں ہوں کہ وہ

اچھی خوراک کے ساتھ ٹینشن فری ہونا بھی ضروری ہے۔
ہمارے گھر میں رونق ہو جائے اللہ کے فضل سے پھر یہ
جواب وغیرہ بھی دیکھ لیں گے۔"

نصفے اکرام نیازی کی آمد کے ساتھ علی علیزے خان
مرگنی یا یوں کہنا چاہیے اس کے خواب آنیڈیلز مز جو اپنی
ذات کے بارے میں تھے دن ہو گئے بس ایک ماں پیدا
ہو گئی، نصفے وجود سے جڑے ہزاروں توجہ طلب امور اس کی
پیاری ہی آواز میں چپک کر مانا کہنا اس کا نصفے نصفے قدم اٹھا
کر چلنا پھر گرنا اور پھر دوڑنے لگ جانا تو علیزے کے قابو
میں نہ آتا اس کو کئی کا ناچ نچا کر رکھ دینا وہ فیڈر کے ساتھ
واپس اٹھا کر اس کے پیچھے ہوتی اور وہ دادا کے پیچھے چھپ کر
کھلکھلاتا ماں کی بے بسی کا گویا مذاق اڑاتا جب اس کا
نرسری اسکول میں اینڈیشن ہوا تو ان دو حنائی سانوں میں وہ
ٹینکٹل ہاؤس، دائف کاروٹ و دھار چکی تھی۔ مسز مکرم نیازی
نے بہت سے معاملات اس کے سپرد کر دیئے تھے۔ اب
کچھ وقت کی تنجائش نکل سکتی تھی مگر علیزے نے رونے
سے جب مٹ جانی۔

زندگی میں کوئی کی نہ تھی۔ روپے پیسے کی فراوانی کے
ساتھ اسے ایک بے حد جانے والا شریک سفر ملا تھا۔ مگر کبھی
کبھار کوئی کسک جنگ تھی جب وہ کسی پروڈینشل خاتون کو
بہترین لائف مزا تے ہوئے دیکھتی کسی فینس پروڈینشل
لیڈی کا انٹرویو پڑھتی یا کسی فورم پر بولتے ہوئے کسی پریڈ
میں فورمز کی خواہش کو دیکھتی۔

جیسے کچھ نہ ہوتے ہوئے کچھ ہو
یا سب کچھ ہوتے ہوئے کوئی کی ہو



تصدیق چاہی۔
"یہ بات نہیں ہے بے خوف لڑکی۔ ہم اپنی ملازماؤں
کو دیکھ کر نظریں جھکا لیتے ہیں۔ درخ موز لیتے ہیں۔ ایسی
لڑکی کو زندگی میں کیسے شامل کر سکتے ہیں جسے غلط سمجھیں۔
مگر اس واقعے سے ایک بات مجھے سمجھائی ضروری نہیں کہ
ہم غلط ہوں تو غلط کریں۔ بعض اوقات لوگ انجانے میں
ہمیں غلط استعمال کر لیتے ہیں جیسے میں نے تمہیں اس
لیے نہیں بلوایا تھا کہ تمہاری دوست کے بارے میں بات
کرتی ہے میں تمہیں دیکھنا چاہتا تھا تم ایسی لائٹ ہو میں
کچھ میری طرف سے کچھ پائی دوست کے ہاتھوں۔"
"ایسا کرو تم کوئی ایجوکیشنل انسٹیٹیوٹ کھول لو۔" کچھ
سوچ کر اس نے مشورہ دیا۔

"جی نہیں مجھے بزنس نہیں کرنا چاہی ہے۔"
"اچھا... پھر کچھ اور سوچتے ہیں... اس کے
چہرے پر مسکراہٹ ابھرنے لگی۔
"میں ایجوکیشنل انسٹیٹیوٹ اوپن کرنا ہوں تم وہاں
جا کر لینا۔"

"لعنت سمجھتی ہوں میں آپ کی جانب پر... وہ غصے
سے کہتے ہوئے باہر نکلے تو اپنے پیچھے اسے شوکت کا تہقہ
سنائی دیا۔

انہی دنوں جب وہ اپنے اصرار سے تھکنے لگی تھی ڈاکٹر
نے اسے ایک ہدایت نامہ دیا اور شوکت کی خوشی کا کوئی
ٹھکانہ نہ تھا اس کو یوں لگ رہا تھا شاید وہ اس لیے بھی خوش
ہے کہ اب اس کا جواب کاروبار مہینسل ہو سکے گا۔

مگر شوکت کے کچھ کہنے سے پہلے ہی مسز مکرم نیازی
بیچ میں تشریف لائیں جن سے علیزے سے اس دشمنی کی
فطری امید نہیں تھی۔

"بیٹا جی کچھ عرصے کے لیے یہ جواب وغیرہ کی ٹینشن تو
بالکل نہیں لینی فی الحال تو یہ ممکن نہیں چلو بعد میں کوئی اچھی
جواب پتہ چلی تو میں کاشی سے کہہ کر آپ کو اجازت دلوانے
کی کوشش کروں گی۔" انہوں نے اسے بہلاتے ہوئے
شوکت کو خواہش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ "اس وقت تو آپ کا





www.movies.net

کاشمیری کاہن
ماہنامہ

Scanned By Amir



جس نے تیری آنکھوں میں شرارت نہیں دیکھی
 وہ لاکھ کہے اس نے محبت نہیں دیکھی
 آئینہ تجھے دیکھ کر گلزار ہوا تھا
 شاید تیری آنکھوں نے وہ رنگت نہیں دیکھی

جی سے اپنے کسی من پسند کھلونے کو خریدنے کی فرمائش
 کر رہی تھی اور نہ صرف فرمائش بلکہ وہ کھلونا دلوانے پر بھند
 تھی۔ پاپاجی اس سے وعدہ کر رہے تھے۔
 ”تمہارے لیے ایک سر پرائز ہے گھر میں.....“ وہ
 گیسٹ سے اندر داخل ہوتے ہوئے بولے۔
 ”اچھا کیا..... کیا ٹیڈی؟“ وہ استیاق سے پوچھنے لگی
 اور پھر خود ہی بوجھنے لگی۔

”نہیں..... اس سے بھی اچھا۔“ فیضان علی مسکرائے۔
 ”اس سے بھی اچھا!“ وہ سوچ میں پڑ گئی ٹیڈی سے
 اچھی تو ڈول ہو سکتی ہے۔ اس نے خود ہی اندازہ لگایا اور
 جب دو لاکھ بیس آئی تو تیلی آنکھوں اور سیاہ کھنکھریا لے
 بالوں والی گودی جی جی حسین سی جی جی جا گئی گڑیا کو دیکھا۔
 ”تمہاری تیلی خالہ۔“ فیضان علی نے جھک کر اس کے
 کان میں کہا۔ تیلی خالہ کو وہ تصویروں میں دیکھ چکی تھی اور وہ
 اپنی خوب صورتی کی وجہ سے اسے بہت پسند تھیں۔ وہ
 انہیں دیکھ کر حیرت سے تیلی نیلوفر سیہ اور فاطمہ کے ساتھ
 ہنس ہنس کر کہیں مار رہی تھیں۔ ہنستے ہوئے ان کے انار
 کے دانوں کی طرح سفید دانت موتیوں کی طرح جھمکا
 رہے تھے۔ ان کی تیلی آنکھوں کی وجہ سے شاید نانی نے
 ان کا نام نیلوفر رکھا تھا۔ ان کے برابر ہی صوفیہ نے پر بے حد
 حسین مرد بیٹھا تھا۔ وہ اتنا خوب صورت تھا کہ تیلی خالہ
 کے ساتھ نہایت ہی ہم آہنگ ٹک رہا تھا۔ دوسرے
 صوفیہ پر ایک صحت مند سرخ و سپید بچی بیٹھا ہوا تھا جو کہ
 ماریہ کا ہم عمر لگ رہا تھا۔ یہ عبد اللہ تھا تیلی خالہ اور زیدی

وہ چھ برس کی تھی نیلوفر خالہ اپنے شوہر اور بیٹے کے
 ساتھ ان کے گھر آئی تھیں۔ وہ انہیں بہت پیاری لگی تھیں
 امی جی کے برعکس وہ زیادہ حسین اور ہنس مکھ تھیں اسے گود
 میں لیے چناچٹ پیار کرتے ہوئے اپنے بیگ میں سے
 ڈھیروں چائیس نکال کر اسے دیں تھی۔ اس کے اور ماریہ
 کے لیے بہت سارے کنفٹس بھی لائی تھیں۔ انہی تحائف
 میں ایک سبز آنکھوں والی خوب صورت سی گڑیا بھی تھی۔
 اسے سارے کنفٹس میں یہی گڑیا سب سے زیادہ پسند آئی
 تھی جو وہ ہمیشہ اپنے پاس رکھنے کی عادی تھی۔ دوسری بار
 تیلی خالہ تب آئیں جب وہ آٹھ سال کی تھی۔ تب زیدی
 انکل ان کے ساتھ نہیں تھے۔ صرف عبد اللہ تھا۔ اس نے
 نوٹ کیا کہ تیلی آنٹی میلے کی طرح ہنس بول نہیں رہی
 تھیں۔ وہ کمزور لگ رہی تھیں اور ان کی آنکھوں کے نیچے
 سیاہ جلتے بھی تھے۔ عبد اللہ بہت شرارتی اور باتونی بچہ تھا۔ مگر
 وہ بھی چپ چاپ سا لگ رہا تھا۔ تیلی آنٹی کی باتوں سے
 اسے پتہ چلا کہ زیدی انکل اب دنیا میں نہیں رہے تھے۔
 اسے عجیب سا لگا تھا۔ کسی کے دنیا سے ملے جانے کا غم کیا
 ہوتا ہے وہ اتنی چھوٹی تھی کہ محسوس نہیں کر سکتی تھی اور محسوس
 کر بھی لیتی تو بیان نہیں کر سکتی تھی۔ زیدی انکل اسے یاد
 تھے وہ بہت خوب صورت اونچے لمبے اور ہنس مکھ ہونے
 کے باوجود اسے ناپسند تھے اسے ان کے ساتھ اپنی پہلی
 ملاقات یاد آئی جب وہ پاپاجی کی انگلی تھامے پانی کی بوتل
 گلے میں لٹکائے لائی پاپا کھاتے ہوئے داخل ہوئی تھی۔
 ماریہ اس سے پہلے ہی بھانگی دوڑتی اندر جا چکی تھی۔ وہ پاپا

انگل کا اکلوتا بیٹا اور جتنا خوب صورت یہ کیل تھا اتنا ہی حسین ان کا بیٹا بھی۔ وہ وہیں ٹھنک کر تینوں کو دیکھنے لگی۔
 "اوسے..... حور..... یہ حور یہ ہے؟" نیلی خالہ کی نظر اس پر پڑی تو چونکیں۔

"جی آپا آؤ حورا اپنی نیلی خالہ سے ملو۔" سمیہ نے ہاتھ کے اشارے سے بیٹی کو بلایا۔ اس نے پاپا کی طرف دیکھا۔ انہوں نے مسکرا کر اسے جانے کا اشارہ کیا حور یہ بھیجکتی شرمیلی تیلوفر کی طرف بڑھی۔

"مائی گڈ نیس، مئی! یہ تو جیتی جاگتی گڑیا ہے۔ جو تصویریں تم نے میل کی ہیں وہ تو کچھ بھی نہیں۔ ادھر آؤ حور جانی اپنی خالہ کے پاس آؤ۔" انہوں نے اپنی بائیں پھیلا دیں۔ وہ ان کی ہانپوں کی شفقت میں سمائی۔ نیلی خالہ بہت حسن پرست تھیں اور حور یہ تو حسن کا جیتا جاگتا شاہکار تھی۔ اس کے سین لٹش نیلوفر کی طرح تھے ٹکریاں اور بالوں کی رنگت مائی کی طرح تھی۔ وہ بھوری آنکھوں پر مٹھی پلکوں کی جھالڑ موتی کی طرح رنگت بے حد تھیکے نین نقوش ریشمی سرخی مائل سنہری ہال اس پر سمیہ جو در رنگ اسے کراتی تھیں وہ نہایت خوب صورت لگتی تھی۔

"مما اشی از لایک اے دول۔" عبداللہ نے ہان کو مخاطب کیا مگر دلچسپی سے اسے نہ دیکھا۔
 "نیس مائی ڈار لنگ۔ اشی از....." وہ محبت سے بولیں۔
 "مما! ڈار لنگ آپ نے کس کو کہا مجھے یا حور کو.....؟"
 عبداللہ نے شرارتی انداز میں پوچھا۔ وہ بے حد خورا عتاد اور بولنے پر تھابھی مسکرا دیئے۔

"ماشاء اللہ! عبداللہ بہت حاضر دماغ ہے۔" سمیہ نے محبت سے بھانجے کو دیکھا۔

"یہاں آؤ ہمارے پاس گڑیا....." انگل زیدی نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا۔ اسے ان کا لمس اچھا نہیں لگا تھا۔ وہ کسمسائی اور خود کو چمڑانے کی کوشش کی۔ انگل زیدی نے اس کے گال کو چوم کر اسے چھوڑ دیا۔ وہ ناگہاری سے اپنے گال صاف کرتے ہوئے پاپا جی کی گود میں چھپ گئی۔ اسے نبھانے کیوں زیدی انگل کا لمس

ان کی نظر ان کا پیار سنا بانگل بھی اچھا نہیں لگا تھا۔ تیلوفر سمیہ سے چار پانچ سال بڑی تھیں۔ ان کی شادی لندن میں ہوئی تھی۔ حسن زیدی لندن ہی میں رہتے تھے وہاں ان کی بہت اچھی جا بگئی عبداللہ ان کا اکلوتا بیٹا تھا۔ وہ لوگ شادی کے بعد پہلی مرتبہ پاکستان آئے تھے۔ زیدی انگل کی لانا ہور میں۔ بہن کی بیٹی کی شادی بھی انہوں نے ایک دن رکت کر لانا ہور چلے جانا تھا۔

"حور! جاؤ بیٹا یونی فارم پہنچ کر۔" سمیہ نے کہا اور ساتھ ہی سب کو کونڈر ٹکس سرو کرتی ملازمہ کو اشارہ کیا۔
 "بیو! جاؤ حور کے کپڑے نکال دو۔" حور یہ پپو کے ساتھ اپنے بیٹا کی طرف بڑھ گئی۔

"سمیہ! آپ کی بیٹی بہت پرینی ہے۔" حسن زیدی نے ایک نظر جانی ہوئی حور یہ کی پشت پر ڈالی اور کہا۔
 "ٹھیکس زیدی بھائی! بس اللہ نصیب اچھے کرے۔"
 وہ مسکرا کر مٹا بھرے انداز میں بولیں۔

"ہاں سی انگل اچھی ہونے سے کیا ہوتا ہے نصیب اچھے ہونے چاہیے۔ نصیب اچھے ہوں تو بڑی بڑی عام شکل و صورت کی لڑکیاں شہزادوں جیسی زندگی گزارتی ہیں اور نہ تو پری چہرے بھی حالات کی دھول مٹی میں اٹ کر پھینکے بڑ جاتے ہیں۔" نیلوفر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"لیکن آپ کیوں ایسا کہہ رہی ہیں؟ آپ تو پری چہرہ بھی ہیں اور اچھے مقدر والی بھی آپ کو ہم جوئے۔" حسن زیدی نے مزاحیہ انداز میں کہتے ہوئے بیوی کو گہری نظروں سے دیکھا۔

"جنرل بات کر رہی ہوں آپ پر متلامت ہو جائیے۔" نیلوفر مسکرائیں۔

"بھائی صاحب آپ کی فیملی کچھ زیادہ مختصر نہیں ہے؟ میرا مطلب ہے کہ عبداللہ اکیلا جو نہیں ہوتا ہوگا؟" سمیہ نے موضوع بدلا۔

"بھئی..... ہم تو چاہتے ہیں کہ فیملی میں کچھ اضافہ ہو کم از کم کرکٹ ٹیم تو بننی چاہیے مگر آپ کی بہن صاحبہ کو اپنی بیوی کا اتنا خیال ہے کہتی ہیں کہ بچوں کی پیدائش کی وجہ

والے کے ساتھ کہلو کے بل سے بھی زیادہ اس لوگ کیا جاتا ہے ایک کمانے والا اور بے شمار لوگ کھانے والے بہت بوجھ ہوتا ہے کمانے والے فرد پر۔ ”حسن زیدی نے کہا۔

”بھئی ہمیں تو اسی نظام میں تحفظ اور راحت کا احساس ملتا ہے۔ کم از کم ایک اپنائیت ایک خاندان ہونے کا احساس تو ہوتا ہے۔ اس سٹم میں رہتے تو ہمیں لگتا کہ بندہ اپنے ہی گھر اور خاندان میں ہے انگ کیسٹ کے طور پر رہ رہا ہے یا سروائیو کر رہا ہے۔ فارن کنٹریز میں انٹیکٹ اب تو انڈیا جیسے ملک میں بھی یہی ٹریڈ چل رہا ہے۔ فیملی سسٹم کا رواج تو ختم ہی ہوتا جا رہا ہے۔ فیضان علی بولے۔

”ہاں اور اس کا نقصان کس قدر ہو رہا ہے خود ہی دیکھ لو۔ گھر ٹوٹتے ہی چلے جا رہے ہیں بچے اپنے کچھ اپنی ہسٹری سے ناواقف ہیں۔ بچی رسم و رواج کی مثال دل کر رہنا یہی تو خاندان بناتے ہیں۔ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شمولیت سے ہی جذبہ زندگی پاتے ہیں۔ جب سب اپنا اپنا کما میں اور اپنا اپنا کھانے کے ہموالوں پر چلنے لگے تو خاندان بے گناہ واپت۔“ قاطر نے کہا۔

”مگر یہ بھی تو زیادتی ہے ناں کہ ایک اکیلے بندے پر زمانے بھر کا بوجھ ڈال دیا جائے۔“ حسن زیدی نے ان کی بات سے اختلاف نہیں کیا مگر اتفاق بھی ظاہر نہیں کیا۔

”ہاں یہ غلط ہے..... حسب تو فتن اور حسب ضرورت جو جو کمائی کی راہ پر لگنا چاہے اسے روکنا نہیں چاہیے۔ بس یہ ضرور دیکھ لینا چاہیے کہ راستہ کون سا ہے اور کس منزل پر پہنچاتا ہے اور اس سے ہمارا خاندان اور گھرانہ بھروسے نہیں۔ کچھ حصول ہٹا لینے چاہئیں اور ان کو ٹال کر بنا چاہیے۔“ قاطر نے نرم لہجے میں جواب دیا۔

”اور جب مرد کمانے کو موجود ہو تو عورتوں کو گھروں میں ہی اپنی مصروفیت ڈھونڈنی چاہیے تاکہ محض وقت گزاری کے لیے کمانے کے راستے پر پابہر نکلیں۔“ قاطر نے نیلو فر کو دیکھا۔

”مگر اماں جان! جب اتنی پڑھائی کر لینے کے بعد اس سے فائدہ نہ اٹھائیں تو ڈگریوں کا فائدہ کیا؟“

سے فکر خراب ہو جاتا ہے۔ بھئی ہم تو وہی کرتے ہیں جو یہ کہتی ہیں! کیوں نیلو؟“ حسن زیدی نے نیلو فر کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے خوش دلی سے کہا۔

”جی ہاں! دراصل ہم دونوں ہی جا ب کرتے ہیں بے بی کے لیے ہائم نکالنا خاصا وقت طلب کام ہے سوچ رہی ہوں ایک آدھ سال بعد ایلانی کیا جائے۔“ نیلو فر نے سر ہلاتے ہوئے نئے نئے تانداز میں جواب دیا۔

”ہاں بھئی یہ تو عبد اللہ کے ساتھ زیادتی ہوئی ناں ایک اور بھائی یا بہن تو ہونا چاہیے۔“ قاطر نے گفتگو میں حصہ لیا۔

”اور تمہیں ضرورت بھی کیا پڑی ہے نوکری کرنے کی؟ بھئی ماشاء اللہ تمہیں ہی تو لوگ ہو زیدی کی ابھی خاصی ملازمت ہے گھر کرائے پر اٹھا رکھا ہے پھر سائیڈ بزنس بھی ہے تم گھر اور بچے کو وقت دو۔ اللہ نے اتنا کچھ دے رکھا ہے کیا اس میں پورا نہیں پڑتا؟“ قاطر نے بیٹی سے پوچھا اور دیکھا ادا کی طرف۔

”یہ سو فیصد ان کا اپنا فیصلہ ہے۔ میری طرف سے تو یہ اپنے ہر فیصلے اور عمل کے لیے آزاد ہیں۔“ حسن زیدی نے کبھی فرصت میں خود کو کیسٹر کرتے ہوئے سارا وزن بیوی پر ڈال دیا۔ نیلو فر نے ایک نظر ان کی طرف دیکھا۔

”بیسوں کی بات نہیں ہے اماں جان! دراصل زیدی سارا دن کام میں بڑی ہوتے ہیں عبد اللہ کی بھی اسکولنگ اور اس کے بعد مختلف کلاسز ہوتی ہیں۔ میں سارا دن اکیلی بورد ہو جاتی تھی سو چاکہ جا ب کر لیتی ہوں کچھ وقت گزر جائے گا اور یوں بھی عبد اللہ کے اسکول میں ہی جا ب کرتی ہوں۔ اس کے ساتھ جاتی ہوں واپسی اسی کے ساتھ آ جاتی ہوں۔ مشکل تو کوئی نہیں ہوتی۔ اب جا ب صرف ضرورت کے تحت ہی تو نہیں کی جاتی ہے ناں..... میں نے اپنی ڈگری کو کام میں لانا ضروری سمجھا اور وہاں تو ہر کوئی ہی جا ب کرتا ہے سب آڑو ہیں وہاں کی لائف اسٹائل اور یہاں کے لائف اسٹائل میں بہت فرق ہے۔“ نیلو فر نے ماں کی ہنسی کرنا مناسب سمجھا تھا۔

”اچھا سسٹم ہے ناں! پاکستان لورڈز یا میں تو کمانے

نیلو فر نے پوچھا۔

تھا۔ پندرہ سال کی عمر سے وہ باقاعدہ گرل فرینڈز بنانے لگے تھے جن کے ساتھ ان کے ہر طرح کے تعلقات تھے اور انہیں اس بات کی قطعاً کوئی پروا نہیں تھی کہ ان کے گھر والے اس بات کو جان لینے کے بعد کیا اور کس قسم کا رد عمل ظاہر کریں گے۔ ان کی ماں نے نیلو فر کو پاکستان میں کسی فنکشن میں دیکھا تھا۔ انہیں وہ پہلی نظر میں اپنے بیٹے کے لیے پسند آگئی تھیں۔ لندن میں رہتے ہوئے وہ اپنے بیٹے کے کڑوتوں سے واقف تھیں۔ انہیں اپنے بیٹے کے لیے نیلو فر جیسی شہرتی لڑکی کی ہی ضرورت تھی جو کنان کے عیاش بیٹے کا گھر اور نسل سنبھال سکے۔ نہ صرف سنبھالے بلکہ ان کی نسل کی بہترین تربیت کرے۔ نیلو فر بے حد حسین عورت تھیں اور حسن زیدی حسن پرست۔ بظاہر رشتہ بہت اچھا تھا، فاطمہ نے جھان پھلک کر دیکھا کہ بڑی بیٹی کے ہاتھ چیلے کرے اور نیلو فر حسن زیدی کے ساتھ لندن چلی گئیں۔ یہاں آ کر پہلی رات ہی ان پر حسن زیدی کا پول کھل گیا تھا۔ مگر انہوں نے جھگڑا بوجھنے اور رشتہ توڑنے کے بجائے صبر اور ہمت سے حالات کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی تھی۔ انہوں نے خود کو ضائع نہیں ہونے دیا اور نہ ہی خود کو تماشہ بنوایا انہوں نے عبداللہ کی پیدائش سے پہلے تک زیدی کو سدھارنے اور سمجھانے کی کوششیں کیں دو سال بعد جب عبداللہ پیدا ہوا تب انہوں نے حسن زیدی کو سدھارنے کا معاملہ خدا پر چھوڑ دیا اور پوری توجہ بیٹے کی جانب مبذول کر لی۔ حسن زیدی کو بیٹے سے فطری محبت تھی اور وہ بھی یہ نہیں چاہتے تھے کہ عبداللہ کا بچپن ان کی طرح گزرے۔ نیلو فر نے عبداللہ کے لیے کوئی آیا وغیرہ نہیں رکھی تھی البتہ حسن زیدی نے اس کی سہولت کے لیے ایک ملازمہ کا انتظام کر دیا تھا جو کہ تین گھنٹوں کے لیے آتی تھی تین گھنٹوں بعد اگر اسے کسی کام کے لیے روکا جاتا تو وہ اس کے ایکسٹرا پیسے چارج کرتی تھی۔ سچی بہت ساری خامیوں کے باوجود حسن زیدی کو وہ نہیں چھوڑ سکتی تھیں کیونکہ وہ ان کی زندگی میں آنے والا پہلا لومآ خری مرد تھا جس سے انہوں نے محبت کی تھی۔ گزرتے وقت کے ساتھ نیلو فر پر ان کی

”مرد ڈگری لیتا ہے کہ اچھی ذمہ دار آدمی ڈھونڈ پائے اور عورت ڈگری لیتی ہے کہ مستقبل کے لیے بہترین معیار کی تربیت کر کے انہیں معاشرے میں پیش کرے۔ مرد کا علم بھی صرف آدمی کے حصول کو لے کر محدود نہیں ہونا چاہیے۔ مرد کو اپنی تعلیم سے سیکھنا چاہیے۔“

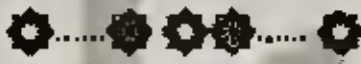
”مگر بیٹی! عورت کو تو معاشرے کے لیے بہترین انسان کی تلاش خرابی کرنی ہوتی ہے۔ اچھی تعلیم یافتہ عورت اپنی اولادوں کی بہترین تربیت کر کے ان کے سانچے کو مضبوط بنا سکتی ہے ہمارے معاشرے میں اسی لیے تو اتنے بگاڑ آگئے ہیں کہ اب بچے کی پہلی درس گاہ ماہ کی گود نہیں ملازمہ یا آئی بی گود ہوتی ہے جو کہ ظاہری بات ہے بچے کی کیا تربیت کرے گی کہ وہ خود تربیت کے بچے بھی نہیں جانتی۔ اسے تو خود تربیت کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ آپ کے بچے کو کیا سکھائے گی۔“ فاطمہ نے اپنے تجربات اور سمجھ داری کو لفظوں کی شکل دی۔ حسن زیدی ان کی بات پر ماضی کی کھائی میں جا گئے تھے۔

ان کی والدہ ایک پریمی لکھی خاتون تھیں۔ وہ برنس دومین تھیں حسن زیدی اپنے بہن بھائیوں میں سب سے آخری نمبر پر تھے۔ بہن بھائی سب اپنی زندگیوں میں گمن تھے۔ باپ اور ماں کی اپنی مصروفیت تھی۔ ماں نے پیدائش کے بعد انہیں آیا کی گود میں ڈال دیا اور آئے انہیں ماں بن کر نہیں بلکہ آیا بن کر ہی پالا تھا۔ وہ گھنٹوں بھوک سے ہلکتے رہتے لومآ یا موبائل پر اپنے میل دوستوں کے ساتھ گپوں پر مصروف رہتی۔ جب چھوٹے تھے تو وہ منہ میں فیڈر کی بوتل ٹھونس دیا کرتی تھی۔ ذرا بڑے ہوئے تو ہاتھ میں بسکٹ یا روٹی کا ٹکڑا اٹھا دیتی تھی۔ سات سال کی عمر میں انہوں نے اپنے بیڈروم میں آیا اور اس کے بجائے فرینڈ کو نہایت قابل اعتراض حالت میں دیکھا تھا۔ ننھا ذہن تھا غلط عمر میں غلط چیز کو غلط انداز کے ساتھ دیکھا تھا۔ بارہ سال کی عمر میں ان کی اسی آیا نے ان کے ہی بیڈروم میں ان کے ساتھ جیسی تعلقات بنائے تھے اور ان کی ماں کو ہوش ہی نہیں

انہیں وہ خاتون بہت متاثر کرتی تھیں مگر وہ انہیں ایک عجیب سے احساس محرومی اور احساس کمتری میں بھی مبتلا کر دیتی تھیں یہ سب ان کی خود ساختہ سوچیں تھیں۔

”عورت تو گھر کی سجاوٹ کی چیز ہے باہر کی دنیا سے اس کا کیا واسطہ؟ گھر بیٹھے بھی وہ معاشرے اور ملک کی ترقی کی حصہ دار بن سکتی ہے پردے میں رہ کر بھی حکومت کر سکتی ہے۔“ بحث کی ابتداء کہاں سے ہوئی تھی اور بات کہاں آ پہنچی تھی۔

”میرے خیال میں کھانا لگا دیا جائے۔ بچوں کو بھی بھوک لگ رہی ہوگی۔“ فیضان علی نے زیدی کے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھ لیے تھے انہوں نے سلیقے سے بحث سمیٹی۔



حسن زیدی کا دور کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔ نیلو فر اور عبداللہ کو ایک ہفتے بعد جانا تھا۔ وہ ایک ہفتے لے پنے گھر والوں کے ساتھ گزارنا چاہتی تھیں۔ ویسے بھی شادی میں ابھی پورے نو دن باقی تھے۔ بچوں کی گرمیوں کی چھٹیاں شروع ہو چکی تھیں لہذا ماریا اور حور یہ بھی گھر رہیں۔ عبداللہ ان کے ساتھ کیبل رہا تھا فیضان علی آفس چلنے گئے تھے فاطمہ سمیہ اور نیلو فر لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔

”سکی! گھر بہت اچھا ڈیکور ہو گیا ہے تم نے اور لان تو بہت ہی اچھا ہے۔ گراں مجھے انگلش معلوم ہوتی ہے۔ اچھی خاصی محنت کی ہے تم نے لان پر۔“ نیلو فر آم کے کٹے ہوئے نکلے کانٹے سے کھاتے ہوئے تعریف کر رہی تھیں۔

”فیضان نے اور میں نے مل کر اس گھر کو بنایا ہے آپ۔ یہ میرا گھر نہیں جنت ہے۔ کونہ کونہ میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اور جہاں تک لان کا تعلق ہے تو یہ ڈیپارٹمنٹ اس جان نے سنبھال رکھا ہے آپ تو جانتی ہیں کہ اماں جان کو گاؤں کا کتنا شوق ہے۔“ سمیہ کے چہرے پر نیک تمناؤں اور محبت کا نور چمک رہا تھا۔ نیلو فر نے اپنی بہن کی طرف غور سے دیکھا۔ میا آہ نکھیں گندی

ذات کی پرتیں کھتی چلی جا رہی تھیں۔ انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ حسن زیدی کو نفسیاتی مسائل درپیش ہیں جو کہ بچپن سے تعلق رکھتے ہیں۔ دل کے کسی گوشے میں حسن زیدی کے لیے ہمدردی بھی موجود تھی باوجود ان کی اتنی ساری فریبوں اور خامیوں کے حسن زیدی کی سب سے بڑی کمزوری شراب نوشی تھی وہ صرف رات کے وقت ہی ڈرک کرتے تھے اور جب وہ ڈرک کے زیر اثر ہوتے تو اپنی مدد بدھ کھو بیٹھتے تھے۔

”تعلیم یافتہ ہونا تو اچھی بات ہے ہمارے مذہب میں حصول علم کو عبادت کا درجہ حاصل ہے۔ لیکن اس علم کا صحیح استعمال ہی اس علم کو کامیاب بنا سکتا ہے۔“ حسن زیدی چونک کر کاشمی سے باہر نکلے۔ انہوں نے اپنی پڑھی لکھی روشن خیال باوقار ساتھی کو دیکھا۔

”آپ نے بھی تو جاب کی تھی اماں جان۔“ وہ بے ساختہ بول پڑے۔

”جی بیٹا مگر وہ مجبوری تھی۔ نیلو کے ابا جی مجھے اور ان دونوں بچیوں کو تنہا چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملے تھے۔ میں نے پارہہ حالت میں کالج میں لپہر رشپ کی تھی۔ کیونکہ مجھے اپنی اور اپنی بیٹیوں کی کفالت یا عزت طریقے سے کرنی تھی۔ وہ جاب میری ضرورت تھی شوق نہیں۔“ بہت ہی سلیجے ہوئے انداز میں فاطمہ نے جواب دیا تھا۔

حسن زیدی کو اپنی بے حد ماذرانی کا خیال آ گیا۔ وہ بھی بیوہ تھیں مگر وہ فاطمہ کی طرح نہیں تھیں۔ وہ لندن میں اسکرٹ بلاؤز پہنتی تھیں پارٹیز وغیرہ میں سیلوئس بلور بیگ لیس ڈور سے کا انتخاب کرتی تھیں۔ فل ٹائم سن میں رہتی تھیں ان کے لیے حسن زیدی کے والد نے بہت جائیداد چھوڑی تھی کہ باقی کی زندگی وہ صرف کھاتی رہیں تو کم نہ پڑتا مگر پھر بھی وہ آفس جاتی تھیں۔ بہت سوشل تھیں ان کے بہت سارے مردوں سے تعلقات بھی تھے یہ تعلقات کس نوعیت کے تھے حسن زیدی کو اس سے دلچسپی نہیں تھی کیونکہ انہیں اپنی ماں میں دلچسپی نہیں تھی۔ نیلو فر کی ماں کو دیکھ کر وہ عجیب سے کوہلیکس میں مبتلا ہو جاتے تھے۔

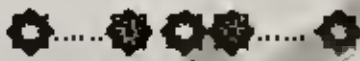
”لو..... بھلا یہ کیا بات ہوئی عجیب ہیں یہ زیدی بھی۔“ انہیں خاصا برا لگا۔

”چھوڑیں ناں اماں جان زیدی بھائی کو وہ بہتر سمجھتے ہوں گے۔ یوں بھی ہر انسان کا اپنا مزاج اور اپنا انداز فکر ہوتا ہے۔ یہ اچھی بات ہے کہ وہ اپنے بیٹے سے اتنی محبت کرتے ہیں کہ کسی دوسرے بچے کو اس میں شریک نہیں کر دے۔“ سمیہ نے ماں کو درمیان میں ٹوکا اور جیسے غیر ارادتی طور پر بہن کی مشکل آسان کر دی۔ نیلو فر نے شکر یہ کی ایک نظر ان پر ڈالی۔

”تم بتاؤ کسی آج کیا کیا کرکھلا رہی ہو! تمہارے ہاتھ کے پکوان میں وہاں بہت یاد کرنی تھی پورا ماں جان! آپ کے ہاتھوں کا کیا اسنو تو بہت ہی مس کرتی ہوں۔ اب آپ مجھے اسنو پکا کرکھلائیں گی۔“ نیلو فر نے موضوع بدلا۔

”بالکل! اپنی بیٹی کے لیے پکاؤں گی۔ بلکہ ایسا کرتے ہیں کہ دوپہر میں اسنو پکا لیتے ہیں رات کو کچھ اور پکا لیتا۔“ قاطر نے سمیہ کی طرف تائید بھری نظروں سے دیکھا۔

”ٹھیک ہے جیسا آپ کہیں۔“ سمیہ نے تابعداوی سے سر ہلایا۔



قاطرہ بی بی ایک پڑھے لکھے روشن خیال رکھ رکھاؤ والے متمول خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کے واند بہت اچھی پوسٹ پر سزکاری ملازم تھے اور ہمیشہ حلال کی کمائی سے ہی گھر چلاتے تھے۔ میز کے بچے کی کمائی کی طرف دیکھنا بھی گناہ سمجھتے تھے۔ قاطرہ بی بی چار بھائیوں کی اکلوتی لور سب سے چھوٹی بہن تھیں۔ سرور علی ان کے فرسٹ کزن تھے۔ ان کی ہم عمر بہت مختصر تھی۔ ماں باپ اور تین بھائی بیٹی کوئی نہیں تھے۔ خوش قسمتی سے یہ لوگ بھی بہت اچھے تھے۔ دولت زیادہ نہیں تھی مگر شرافت و عزت بہت تھی۔ قاطرہ بی بی کے سرور ساس کی شہر میں بڑی عزت تھی۔ ان کے سرور کا اپنا کاروبار تھا جو کہ ان کے بڑے دونوں بیٹے چلا رہے تھے۔ قاطرہ بی بی کے شوہر سرور علی گوہر منٹ میں اچھے عہدے پر فائز تھے۔ انہیں شروع ہی

مگر پرکشش چہرہ خوب صورت سلونے سے نقوش بھرا بھرا جسم سمیہ نیلو فر جتنی حسین نہیں تھی مگر اس کے باوجود ان کے چہرے پر جو فخر اور ادا آنکھوں میں جو سکون تھا وہ انہیں منفرد بنا رہا تھا۔ وہ یقیناً اپنی گھر ہستی سے بہت مطمئن تھیں اور یہی اطمینان ان کے گھر کے گوشے گوشے سے جھلک رہا تھا۔ نیلو فر نے دل ہی دل میں بہن کو ماشاء اللہ کہا۔

”تم پورا دن گھر میں ہی مصروف رہتی ہو!“ انہوں نے پوچھا۔

”گھر ہستی تو نفل نامم جاب ہے آپا۔ یہی میری مصروفیت ہے اور میں اس میں بہت خوش ہوں۔“ سمیہ نے جواب دیا۔

”تم بھی ملازمت چھوڑو اور فیملی کو کچھ بڑھاؤ نیلو۔ صرف ایک ہی بچہ..... عبداللہ بھی تو تنہائی محسوس کرتا ہوگا۔“ قاطرہ بہت دیر سے یہ بات کہنا چاہ رہی تھیں۔

”بچے تو ازدواجی زندگی کو مضبوطی سے جوڑے دیکھنے کی کڑی ہوتے ہیں۔ کئی کڑیاں مل کر زنجیر بنا کرتی ہیں جو میاں بیوی کو باندھ کر رکھتی ہیں۔ خاندان اسی طرح سے مضبوط ہوتے ہیں بیٹی۔ عبداللہ اب خاصا بڑا ہو گیا ہے ماشاء اللہ سے تم دونوں کو اگلے بچے کے لیے سوچنا چاہیے۔“ قاطرہ نے سمجھایا۔

”اماں جان! زیدی نہیں مانتے۔ کہتے ہیں کہ ایک ہی کافی ہے دوسرے بچے میں انٹرنلڈ ہی نہیں ہیں۔“ نیلو فر نے آہستگی سے کہا۔

”نیلو! جینا! تم دونوں کے درمیان سب ٹھیک تو چل رہا ہے ہاں۔“ قاطرہ نے گہری نظروں سے بیٹی کو دیکھا جیسے ان کے اندر کچھ پڑھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔

”سب ٹھیک ہے اماں جان! آپ وہ ہم نہ کریں۔ بس ہر شخص کا اپنا مزاج ہوتا ہے۔ زیدی کو بچے پسند نہیں۔ ان کی توجہ واحد مرکز عبداللہ ہے وہ اس مرکز سے اپنی توجہ بٹانے پر راضی نہیں ہیں۔ کہتے ہیں ایک بچے کو ہی ہم ٹھیک طرح سے توجہ دے کر پال لیں یہی بہت ہے۔“ نیلو فر نے انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

سے بڑس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ان کی اپنی دلچسپیاں اور ترجیحات تھیں۔ فاطمہ بی بی کو ان کا ہم مزاج شوہر مل گیا تھا۔ ساس مزاج کی ذرا سخت تھیں مگر بانی لوگ بہت اچھے تھے۔ فاطمہ سے سب محبت سے ہی پیش آتے تھے۔ فاطمہ بی بی نے اپنے مزاج کی نرمی اور خدمت سے ان سب کے دل جیتے تھے۔ فاطمہ اور سرور علی کی صرف دوسری بیٹیاں تھیں۔ نیونفر اور سمیہ۔ وہ بیٹیوں کے بعد ایک س کی طرح ہوا تھا جس کے بعد سرور علی نے مزید اولاد کی خواہش ختم ہی کر دی۔ فاطمہ بی بی کو بیٹے کی خواہش ہوئی تو سرور علی نے صاف صاف کہہ دیا۔

”مجھے بیٹے سے زیادہ تمہاری زندگی کی چاہ اور خواہش ہے۔ میری یہ دو بیٹیاں ہی میرے بیٹے ہیں۔ تم ان کی تربیت میں کوئی کسر مت چھوڑنا۔ مجھے یہ بیٹیاں بیٹوں سے زیادہ پیاری ہیں۔“ سرور علی کی باتوں نے فاطمہ کے دل میں شوہر کی عزت و مرتبہ بڑھا دیا تھا۔ انہوں نے جناب مردوں کی طرح بیٹوں کے شوق میں بیوی کو توجہ مشق نہیں دینا تھا بلکہ انشا فاطمہ بی بی کو موردی اور سائیکلو جیکل سپوٹ دی تھی۔ فاطمہ بی بی کو ساس سے خطرہ تھا کہ وہ لوگوں کی باتوں میں آ کر کچھ ایسا نہ کر لیں جس سے جوان کی راستی کے لیے خطرہ اور ان کے شوہر کے درمیان میں دیوار بن جائے مگر خاموشی کی زبان میں ہی سہی ان کا یہ خوف سرور علی کی والدہ تک پہنچ گیا تھا۔ ایک دوسرے خاندان کی خواتین اور ملنے جلنے والیوں نے ان سے سرور علی کی دوسری شادی کے بارے میں کہا بھی مگر ان کا یہی جواب ہوتا تھا۔

”بیٹا اور بیٹی اللہ کی دین ہیں کیا فرق ہے کہ بیٹا ہو یا بیٹی۔ ہیں تو دونوں اللہ کی نعمتیں۔ ہم کفران نعمت کریں اور بیٹے کی چاہ میں بیٹیوں کی بھی قدر نہ کریں۔ اللہ کو ناراض کرنے والی بات ہوتی یہ تو۔ جب ہمارے نبی سر کاظمیؑ نے بیٹیوں کو اتنی چاہ اور عزت بخشی تو ہماری کیا اوقات۔ جب آپ ﷺ نے خنداں پیمالی سے بیٹی کا استقبال فرمایا تو ہماری کیا مجال ہے۔ رحمت کی آہ پر سوگ فاری کریں۔ اللہ نے رحمت بھی ہے اور دودھ..... ہم کفران

نعمت نہیں کر سکتے۔ سرور کو بیٹا ہونا ہوا تو فاطمہ سے ہی ہو جائے گا ورنہ ہمیں بیٹے کی چاہ میں اپنی بیوی کی بددعا لینے کا شوق نہیں۔“ وہ نکا سا جواب دے دیتیں اور جو کہنے والے پوچھتے کہ سرور علی کی نسل آگے کیسے بڑھے گی؟ تو بھی بڑا نپا سلا جواب دیتا۔ اللہ نے سرور کے نام کو بڑھانا ہوگا تو اپنی بیٹیوں کو ذریعہ بنا دے گا ورنہ یہاں بھی تو دیکھا ہے کہ لوگوں کی نسل بیٹیوں کے ہونے کے باوجود بھی آگے نہیں بڑھتی۔“ غرض کہ جتنے منہ ہوتے ہیں اتنی ہی باتیں بھی ہوتی ہیں۔ فاطمہ اپنی ساس کی دل و جان سے گرویدہ ہو گئی تھیں۔ فاطمہ بی بی کو ان سے سیکھنے کو بہت کچھ ملا تھا۔ وہ اپنی ساس کی پہلے سے زیادہ خدمت کرنے لگی تھیں۔ بس ان کے ایک اشارے کی منتظر ہوتی تھیں۔ انہوں نے اپنی بیٹیوں کی تربیت میں اپنی ساس کے علم کو بھی شامل کیا تھا۔ وہ جو کچھ اپنی ساس سے سیکھتی تھیں اپنی دونوں بیٹیوں میں بھی وہی اٹھاتی تھیں۔ دونوں بیٹیاں زرخیز زمین تھیں گئی مٹی کی طرح سارا سکھایا پڑھ لیا لے اندر جذب کرتی رہیں۔ وقتاً آخر فاطمہ نے اپنی ساس کی بے حد خدمت کی تھی۔ وہ ان سے وعادوں کے اس خزانے کی طلب گار تھیں جو آگے ان کی اولاد کی زندگیوں کو سنوارنے کے کام آتا اور وہ خزانہ انہیں ملا۔



نیونفر اور سمیہ کے مزاج میں بہت فرق تھا۔ نیونفر شکل و صورت عذات و اطوار میں بالکل اپنی دادی کی طرح تھیں۔ وہی شکل و صورت ویسا ہی رکھ رکھاؤ اور انداز۔ وہ بہت شوخ انہیں کچھ ہور چنچل تھیں۔ جس محفل میں جاتیں سب کی نظریں انہیں پر گڑ جاتیں۔ جبکہ سمیہ میں اپنے ماں اور باپ کی جھنک تھی۔ وہ بھی خوب صورت تھی مگر نیونفر جتنی نہیں۔ ان کے مزاج میں ٹھہراؤ اور ساوگی تھی۔ وہ خاموش طبع اور حساس طبیعت تھیں۔ ان کے شوق اور ان کی دنیا مختصر تھی۔ دونوں بہنوں کے طور طریقوں میں بھی فرق تھا اور قسمتوں میں بھی۔ نیونفر کے حصے میں حسن زیدی آئے اور سمیہ کے نصیب فیضان علی سے جڑ گئے۔ حسن زیدی

ہوتی جا رہی تھی۔ وہ کبھی شوہر سے اس خواہش کا اظہار کرتا تو وہ جواب دیتے۔

”ہمارے یہاں بیٹا پیدا ہونا ہوتا تو ہو جائے گا ورنہ ہمارے دلدادہ ہی ہمارے بیٹے ہوں گے“ وہ بات ہی ختم کر دیتے تھے مگر سمیہ یہ خواہش اپنے اندر سے نہ نکال پاتی اور حور یہ کی پیدائش کے بعد تو یہ خواہش بڑھتی ہی گئی مگر قسمت کو منظور نہیں تھا اور قسمت پر کوئی زور چلا نہیں سکتا۔

سمیہ کی سب سے عزیز اور سہیلیوں کے بھائی تھے اور خاصی وافر مقدار میں۔ تین سے کم کی تو تعداد کسی کی نہیں تھی وہ اکثر ان لڑکیوں کو ان کے بھائیوں سے لڑتے مذاق کرتے ہتے اور اکڑتے دیکھتی تھی۔ ان کی صرف ایک بہن تھی جوانمی کی طرح لڑکی تھی۔ مگر انہیں بھائی چاہیے تھا۔ وہ بہت چھوٹی ہی تھیں جب قاطمہ نے سامنے والے کریانہ اسٹور پر انہیں کچھ سامان لانے بھیجا تھا وہ سامان لے کر واپس جا رہی تھی کہ ایک اونچے لمبے سے مرو نے اسے آگے بڑھ کر گود میں اٹھا لیا۔ وہ بچی ہی تو تھی بے حد گھبرا کر چیخ پڑی سامان کے تھیلے اس کے ہاتھ سے گر چکے تھے اور سارا سودا سڑک پر گھر چکا تھا وہ کبھی نہیں کہ وہ آدمی اسے انخوا کرنے لگا ہے انہوں نے چیخ دیکر بچا دی۔ اسی بل انہیں اپنے ابا نظر آئے جو اس آدمی کے ساتھ ہی کھڑے تھے وہ چیخ ماز کران کی طرف لپکی گئیں۔

”سوری یار میں نے تمہاری بیٹی کو ڈرا دیا۔ آ تم ویری سوری۔“ وہ مرو شرمندگی سے سمیہ کو نیچے اتارتے ہوئے مرو علی سے کہہ رہا تھا۔

”اس او کے! کسی نے تمہیں پہچانا نہیں ہے شاید۔“ مرو علی نے سمیہ کو گود میں اٹھا لیا۔

”بسی بیٹا! یہ آپ کے فرار چاچو ہیں۔ بھول گئیں؟ کچھ دن پہلے ان کے بیٹے کی برتھ ڈے مس ہم آپ کو آتا پا کولے گئے تھے“ مرو علی نے ان کی پشت تھپتھپاتے ہوئے نرمی سے کہا تھا۔ مگر وہ اتنی خوف زدہ تھیں کہ اپنے ابا کے گلے میں ہاتھیں ڈال کر ان کے سینے میں منہ چھپا لیا تھا۔ یہ اس خوف کی شروعات تھی جو بیچ کی صورت اس نرم

ایک کامیاب انسان تو تھے مگر ایک شکستہ اور کمزور شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی اس شخصیت پر ایک بے حد کامیاب اور قابل آدمی کا تھاب پڑھا ہوا تھا۔ وہ اپنے بیزنس اور فیملی کے ساتھ لندن میں رہتے تھے عرصہ واز سے ان کا گھر اتاویں سینٹ تھا۔ لندن میں حسن زبیدی کی پیدائش ہوئی تھی مگر مقدر ان کا نیلوفر کے ساتھ لکھا ہوا تھا جو انہیں پاکستان لے آیا۔

فیضان علی اسمیہ کے تایا زاد تھے۔ اسمیہ شروع ہی سے فیضان علی کو پسند تھیں۔ وہ اپنی اس پسند کا اظہار اپنی ماں سے بہت پہلے کر چکے تھے۔ وہ سیدھے سادے بے حد شریف اور مناسب شکل و صورت کے مالک تھے۔ انہیں اسے والد کے کاروبار میں انٹرسٹ نہیں تھا ان کا شوق سرور علی کی طرح اعلیٰ سرکاری آفیسر بننے کا تھا جو کہ انہوں نے پورا کر کے ہی دم لیا۔ نیلوفر اور سمیہ کی شادیاں اکٹھی ہی گروی گئی تھیں۔ ایک بہاہ کر دیار غیر چلی گئی دوسری سمندر کنارے آ گئی۔

قاطمہ بی بی و والد کے گھر رہنا گوارا نہ تھا تب فیضان علی نے بہت منت سماجت کے بعد انہیں سمجھا بھجا کر راضی کر لیا وہ بھی اس شرط پر راضی ہوئیں کہ ان کے شوہر کا گھر کرائے پر اٹھایا جائے کیونکہ وہ اس عمر میں کسی پر بوجھ نہیں بننا چاہتی تھیں اس گھر کو چھوڑنا ان کے لیے بہت مشکل تھا جہاں ان کی زندگی کے قیمتی دن اور اصول یادیں تھیں۔ مگر وقت کے ساتھ بہت کچھ بدل جاتا ہے وہ اول کے عارضے میں مبتلا تھیں تنہا نہیں رہ سکتی تھیں کوئی ایمان دار قابل بھروسہ ملازم یا ملازمہ نہیں رہتی تھی جو کل وقتی ان کے ساتھ راتی بیتی اور والد کے آگے انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور ان دونوں کے ساتھ آ کر رہنے لگیں۔ شادی کے دوسرے سال اسمیہ کے یہاں ماریا کی پیدائش ہوئی اور انہی دنوں عبدالند کی پیدائش کی خوش خبری بھی آ گئی۔ ماریا کے بعد حور یہ بھی آ گئی۔

فیضان علی نے چاہت کے باوجود کبھی سمیہ سے بیٹے کی خواہش ظاہر نہ کی تھی مگر سمیہ کے اندر یہ خواہش شدید

زمین میں دب گیا تھا۔ پھر اس خوف کو سمیہ بجائے اپنے اندر سے نکالنے کے لئے پہنچی گئیں۔ رفتہ رفتہ وہ خوف ان کے اندر جزیں پھیلاتا گیا۔ انہیں بار بار ایسا لگتا تھا کہ اگر ان کا کوئی جوان مضبوط لہبا چوڑا بھائی ہوتا تو وہ بالکل محفوظ ہو جاتیں۔ ان کے ابا اور میا نے قد کے ٹخنی سے جسم والے عام سے انسان تھے جن کے چہرے سے شرافت کی آبتاریں بہتی تھیں۔ وہ ابا سے بے حد محبت کرنے کے باوجود ان پر بھروسہ نہیں کر سکتی تھی بھروسہ اس بات کا کہ اس کے ابا اسے مشکل وقت پر نہ پرہیز کر کے عدم تحفظ کا یہ احساس ان کی عمر کے ساتھ بڑھتا گیا تھا دوسرا واقعہ جس نے اس احساس کو مزید ہوا دی تھی وہ اس کے بعد سے اپنے آپ کو نفسیاتی طور پر سنبھال نہ سکی تھیں۔ وہ دسویں کلاس میں پڑھتی تھیں ان کا اسکول پانچ منٹ کی واک پر تھا۔ وہ روزانہ اپنی کھلی کے ساتھ اسکول آتی جاتی تھیں۔ ان کی کھلی صفیہ خاصی بولڈ اور بہادر تھی۔ امتحان قریب تھے جب ان کے راستے میں ایک لنگھٹا ٹائپ لڑکے نے آنا شروع کر دیا۔ وہ کبھی روزانہ صفیہ کے وقت کہیں سے نمودار ہو جاتا اور اسکول سے لے کر سڑک کے دوسرے کونے تک ان کے پیچھے سایہ بن کر چلتا رہتا۔ کبھی بیٹی بھاتا کبھی فلمی گانے گنگنا تا صفیہ تو اس کی پٹائی کرنے والی تھی مگر سمیہ ہر بار اسے روک لیتی تھی۔

”تمہاری یہ بزدلی کسی دن کوئی رنگ دکھائے گی مگر وہ رنگ بہت بدرنگ ہوگا۔ ابھی دو جوڑے لگا رہی تو سنو سنو پھر شکل بند کھاتا۔“ صفیہ اس روز بھی کڑھ رہی تھی۔ اس روز تو وہ لنگھٹا ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا تھا۔

”ذبح کرو دیکھتی نہیں اسے ہم لڑکیاں بھلا اس کا مقابلہ کر سکتی ہیں؟“ سمیہ نے پہلی کا ہاتھ دیا۔

”ہاں بس تم ذر ذر کمزور اور اس طرح کے جتنے بھی ہیں کبھی ہی لے لے تو شیر بنے دننا تے رہتے ہیں۔“ صفیہ ان سے یاراض ہوئی تھی۔ ایک دوپہر تو اس لڑکے نے حد ہی کر دی تھی۔ سڑک پر سمیہ کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ صفیہ نے تو اپنا جوتا اتار ہی لیا تھا مگر سمیہ کا چہرہ دہشت سے زرد ہو گیا تھا

جیسے اب بے ہوش ہو کر گر جائے گی۔ وہ تو غصیست ہوا کہ صفیہ کا اونچا لہبا سا مضبوط قد کاٹھ کا بھائی وہاں مجزائی طور پر آ گیا۔ اس نے اس لڑکے کی حرکت دیکھ لی تھی۔ اس نے اس لڑکے کو پکڑ کر خوب مرمت کی اس روز کے بعد سے صفیہ کا بھائی چھٹی کے وقت ان دونوں کو اسکول لینے آتا تھا اور صبح کے وقت سرور علی ان دونوں کو اسکول چھوڑ دیتے تھے۔ وہ لڑکا تو پھر نظر نہ آیا مگر سمیہ اب اپنے اندر سے اس خوف کو کم نہ کر پائی تھیں۔ وہ کافی عرصے بعد نارمل ہوئی تھیں۔ حالانکہ نیلوفر انہیں بہت سمجھاتی تھی وہ نیلوفر کو حسرت سے دیکھتی تھی وہ بہت بے خوف نڈراور بولڈ تھی۔ ان چھٹی دو بولڈ رپوک نہ تھی۔ اس سے ملتا جلتا حادثہ شادی کے بعد ان کے ساتھ ہوا تھا۔ جب وہ فیضان علی کے ساتھ پہلی مہینے نے مری گئی تھیں۔ وہاں ماں روڈ پر چند لڑکوں نے انہیں چھیڑا تھا۔ وہ کالج کے ان شرارتی لڑکوں کا ٹولہ تھا جو محض فخرے بازی تک اپنی چھیڑ خالی کو محدود رکھتے ہیں۔ مگر وہ فیضان علی کی خاموشی کو ان کی بزدلی سمجھتی تھیں انہوں نے سوچا کہ وہ چار پانچ لڑکے ہیں اور فیضان علی اکیلے..... وہ ان کا مقابلہ کر بھی کیسے کر سکتے ہیں اگر فیضان علی بہادر ہوتے تو یقیناً ان لڑکوں کو جواب دیتے ایک ٹھکوہ سالان کے اندر بھرتا تھا جبکہ ان کے برعکس فیضان علی موج کر مسکرا رہے تھے کہ یہی تو موج مستی کی عمر ہے وہ ان لڑکوں کو بچہ سمجھ کر ان کی ہاتھوں سے محفوظ ہو رہے تھے کیونکہ ان کی ذہنی اپروج سمیہ سے زیادہ پیچیدہ تھی۔ جس کی ایک وجہ ان دونوں کی عمروں میں آٹھ سال کا فرق تھا۔ اس خوف کے ساتھ ہی ان کے اندر یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش ان کا کوئی بیٹا ہو مگر بیٹیوں کی پیدائش نے ان کے خوف کو کھر کی طرح ان کے اندر باہر پیٹ لیا تھا اور حد یہ کی پیدائش کے بعد جو حادثہ ہوا تھا نہ صرف ان کی بلکہ ان کی بیٹی کی شخصیت کو بھی بری طرح متاثر کیا تھا۔

”خود! بیٹا قاری صاحب آئے ہیں ابھی طرح سے دو پندرہ اونڈھ کر جاؤ نیو! جاؤ تم بھی ساتھ جا کر بیٹھو۔ کام بعد میں کر لیتا۔“ سمیہ نے کرتے کی ترپائی کرتے ہوئے بیٹی

سے کہا اور ساتھ ہی ڈسٹنگ کرتی چوکھی ہدایت دی۔ محلی
 مٹی ہی حوریہ نے اپنے قدم سے بھی بڑا دھونڈا ہوا تھا۔
 "ارے میرے پاس آؤ جانو حالہ ٹھیک سے اوڑھا
 دیں دوپٹہ۔" نیلو فر نے اس گڑیا کو دیکھا جو فیروز کی لباس
 میں دوپٹے سے نہرنا زما ہو رہی تھی۔ نیلو فر نے اسے نماز کی
 طرح دوپٹہ اوڑھا کر عیار کیا اور جانے کا اشارہ کیا۔

"ہی! تم حوریہ کے لیے کچھ اور پوزیشنیں ہو؟ میں
 جب سے آئی ہوں نوٹ کر رہی ہوں، انچولی ماریہ کے لیے
 بھی ہو مگر حوریہ کے لیے زیادہ کتنی ہو کیا میں نے صحیح آبرو
 کیا؟" انہوں نے بہن سے پوچھا۔ پائی فوکل گلاسز
 لگائے ہمسیہ اپنے کرتے کی تر پائی کرتے کرتے یک
 طرف لگیں مگر پھر سر جھٹک کر اپنا کام شروع کر دیا۔

"نہیں آپا! آپ نے صحیح آبرو کیا ہے۔ میں حوریہ
 کے لیے زیادہ پوزیشنیں ہوں۔" انہوں نے بہن سے
 جھوٹ نہیں بولا۔
 "کیوں؟" وہ حیران ہوئیں۔

"آپ کو پتہ تو ہے آپا....." انہوں نے بہن کی طرف
 ایک نظر دیکھا اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئیں۔

"ڈونٹ ٹیل می کسی اتھ ابھی تک اس حصار سے باہر
 نہیں آئی ہو؟" انہیں جیسے صدمہ ہوا۔ سمیہ خاموش رہیں۔
 تر پائی ختم ہو چکی تھی۔ انہوں نے سوئی کو دھاگے میں اٹکا کر
 ڈبے میں رکھا اور انہیں کو تہ لگانے لگیں۔

"تم جانتی ہو تم حوریہ کے ساتھ کیا کر رہی ہو؟ تم اسے
 بھی اپنے ساتھ اسی حصار میں قید کر رہی ہو۔" وہ تارنگھی
 سے بولیں۔ سمیہ چپ رہیں۔ "ماریہ کا مزاج حوریہ کے
 برعکس ہے۔ اس پر تمہاری باتوں اور اس نفسیاتی کیفیت کا
 اثر نہیں ہوتا جو حوریہ پر ہو چکا ہے۔ میری بات سمجھ رہی ہونا
 تم؟" وہ اب انہیں ڈانٹنے والے انداز میں کہہ رہی تھیں۔

"دنیا کمزوروں کی نہیں ہے دنیا میں جینا ہے تو بہادر
 بن کر رہنا پڑتا ہے۔ تم اسے کمزور بنا رہی ہو۔" نیلو فر نے
 خاص تارنگھی سے کہا۔

"میں کیا کروں آپا؟ مجھ سے اب کچھ نہیں ہوتا۔" وہ

دب دبے لہجے میں بولیں۔ ان کے اظہار فقرے میں
 پوشیدہ معنی نیلو فر جانتی تھیں۔

"سیکی! سیکی! سیکی کے ساتھ دشمنی مت کرو۔ اسے مضبوط
 بناؤ دنیا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جینا سکھاؤ۔"
 نیلو فر اٹھ کر بہن کے پاس چلی آئی۔ یہ ایک بے اختیار
 کی سی کیفیت تھی جو بلا ارادہ ان سے سرزد ہوئی تھی۔ وہ
 جذباتی طور پر بہن کو سہارا دے رہی تھیں۔

"آپا! میرے پاس جو تمنا وہ میں نے اپنی اولاد کو دے
 دیا۔" سمیہ نے ایسی نظروں سے انہیں دیکھا کہ دکھ سے ان
 کا دل کٹنے لگا۔

"تم بہت اچھی ہو سیکی! تم نے اپنی اولاد کو بہت
 کچھ اچھا دیا ہے مگر اس اچھے کے ساتھ انجانے میں جو
 دشمنی تم حوریہ سے کر رہی ہو I am really scared
 میں نے ایک دن میں جو اس کے اندر دیکھ لیا کمال ہے
 تم ماں ہو کر نہیں دیکھ سکتیں۔" نیلو فر دھیمے اور نرمی سے
 سمجھا رہی تھیں۔ اسی وقت عبداللہ وہاں آ گیا۔

"ماما! تک ایٹ ڈن آئی میڈاٹ پائی مائی سیلف۔"
 عبداللہ نے کاغذ سے بنا ہوا روٹ اسے دکھایا۔ دونوں
 بہنیں اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

"اچھا..... شوی۔" نیلو فر نے ہاتھ آگے بڑھایا۔
 عبداللہ نے مختلف کاغذوں کے ٹکڑوں کو جوڑ کر چھوٹا سا
 ایک روٹ بنا کھلونا بنایا تھا۔

"دیری ہائس یہ تو بہت اچھا ہے۔" نیلو فر نے محبت
 سے اس کا رخسار چھوا۔

"آپ ہمارے پاس آئیں جناب اور بتائیں کہ آپ
 کو پاکستان آ کر کیا لگا؟" سمیہ نے صحت مند سے عبداللہ
 کو بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور گود میں بٹھالیا۔

"ابھی میں نے پاکستان دیکھا ہی کب ہے۔" وہ بڑی
 سنجیدگی و متانت سے بولا تو نیلو فر مسکرائیں اور سمیہ کھٹکھٹلا
 کر ہنس پڑیں۔

"ہم آپ کو آج باہر لے چلیں گے اور کراچی کی سیر
 کرائیں گے۔ ہو پ سوئیڈل انجوائے۔" سمیہ نے کہا۔

یہ تو سیر کرنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔" عبداللہ نے بولڈی جواب دیا۔

"اچھا یہ بتاؤ لندن میں قرآن پاک کون پڑھاتا ہے؟ کیا قاری صاحب آتے ہیں گھر؟" سمیہ کو اس سے باتیں کر کے بڑا مزہ رہا تھا۔ وہ اردو بہت اچھی بول لیتا تھا جو کہ نیلوفر کی تربیت کا حصہ تھا مگر اس کا لہجہ غیر ملکیوں جیسا ہی تھا جو کہ یقیناً وہاں کے ماحول کا اثر تھا۔

"وہاں قاری صاحب نہیں آتے ہماری پے انگیسٹ ہیں آئی فہمیدہ وہ مجھے نماز اور قرآن پاک پڑھاتی ہیں اور کسی آئی! مجھے عربی بولنا بھی آتی ہے۔" عبداللہ نے بڑے فخر سے بتایا۔

"اچھا..... ایکسلنٹ اور کون کون سی لینگویج بولنا آتی ہے؟" وہ شوق سے اس سے باتیں کر رہی تھیں اور نیلوفر صوفی سے ٹیک لگائے بہن کو دکھ رہی تھی۔ سمیہ کی آنکھوں میں جو چمک عبداللہ کو دکھ آئی تھی وہ اس چمک کو سمجھتی تھیں اور جانتی بھی مگر وہ بے بس تھیں وہ اپنی بہن کے لیے وہ نہیں کر سکتی تھیں جو اس کے اندر کے اس حصار کو توڑ سکے۔

"فرخ اور تھوزا تھوزا چائیز بھی۔ میرا ایک فرنڈ ہے چائیز....." عبداللہ کی بیڑی چارن ہوئی تھی۔

"تھوزا تھوزا نہیں تھوزی تھوزی۔" سمیہ نے اس کی تصحیح کی۔

"ابھی بھی راتیں کل مسٹیکس نکلتی ہیں۔" نیلوفر نے نکلوا جوڑا۔

"آئی! آپ کی بیٹی ہیں بیٹا نہیں ہے؟" اس نے ایک دم پوچھا۔ سمیہ لہجہ بھر کو چپ ہوئی۔

"تم جو ہو میرے بیٹے۔" وہ بولیں۔

"میں تو آپ کا Nephew (بھانجا) ہوں۔ آئی مین ٹو سے حوریا ز برادر؟" اس نے بڑوں کی طرح انہیں سمجھانا چاہا۔

"نونا ڈیئر۔" سمیہ یوں آستلی سے بولیں جیسے کسی جرم کا اعتراف کر رہی ہوں۔ "تم میرے بیٹے بن جاؤ۔"

"اس ناٹ پابل..... میری نام تو یہ ہیں۔" اس نے نیلوفر کی طرف اشارہ کیا۔

"آپ! آپ کا بیٹا! میزنگ ہے! شاہ اللہ..... اللہ اسے اپنی امان میں رکھے۔" وہ بے ساختہ ہنس پڑی تھی۔ عبداللہ سے باتوں کے دوران انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بہت حاضر دماغ بچہ ہے اور بہت ذہین بھی۔

اتنے میں حوریا اور ماریہ ڈرائنگ روم سے باہر آ گئیں۔ عبداللہ ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"جاؤ بہنوں کے ساتھ کھیلو۔" سمیہ نے عبداللہ سے کہا۔

"یہ میری بہن نہیں کزنز ہیں۔" عبداللہ سمیہ کی گلو سے اترتا ہوا بولا۔

"بہنیں اور کزنز ایک جیسی ہی ہوتی ہیں بیٹا۔" وہ اس کی بات کا جواب دے رہی تھیں مگر نیلوفر کو دکھ رہی تھیں۔

نیلوفر کی نظریں بہن پر ہی مرکوز تھیں مگر انہوں نے ان سے نگاہیں چرانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"مام نے تو کہا تھا کہ الگ ہوتی ہیں۔" وہ حیران سا کچھ لہجہ کر بولا۔ سمیہ نے اس بار لہجہ کر نیلوفر کو دکھا۔

"جاؤ عبداللہ! حوریا اور ماریہ کے ساتھ کھیلا اور دیکھو حوریم سے چھوٹی ہے اس کا خیال رکھنا۔" وہ انگریزی میں اس سے مخاطب تھیں عبداللہ ان دونوں بہنوں کے ساتھ ذرا پرے ہٹ کر کھیلنے لگا تو سمیہ نے نیلوفر کی طرف دیکھا۔

"جانتی ہوں تم کیا پوچھنا چاہتی ہو۔" ان کے کچھ کہنے سے پہلے ہی نیلوفر بولیں۔ سمیہ چپ رہیں۔

"ہمیں اپنے بچوں کو حقیقت اور سچائی کے ساتھ ہر بات کی آگاہی دینی چاہیے انہیں دو نکلے پن سے جینا تو ہم خود ہی سکھاتے ہیں۔ یہ تمہاری کزنز تمہاری بہن ہے یہ تمہاری سس تمہاری ماں جیسی ہے یہ فلاں تمہارے بھائی جیسا ہے ہما موں! پچھا تمہارے باپ جیسا ہے فلاں فلاں اور فلاں..... رہش..... یہی ساری باتیں بل کر فسا دیر پائ سنی ہیں۔ رشتوں کو ان کے اہل سے ہٹا کر ہم ملاوٹ زدہ بنا کر پیش کرتے ہیں اور اپنے بچوں کی ذہنی اور نفسیاتی

حالتوں کا بیڑہ غرق کر کے رکھ دیتے ہیں۔ بچپن سے جس کو بھائی یا پایا بہن کہتے کہتے بچہ جوان ہو جاتا ہے اس کی اسی سے شادی کر دی جاتی ہے پھر رشتہ کیا اور اس کا تقدس کیا اور اس کا بھرم کیا...؟

”سیسی! میں یہ باتیں تمہیں سنا نہیں رہی ہوں۔ تم میری بہن ہو میری ماں جانی ہو یہ سب سے بڑی حقیقت ہے اور مضبوط ترین رشتہ ہے۔“ وہ بولتی ہوئی سمیہ کے ہاتھوں کو لپیٹنے ہاتھ میں لیتے ہوئے ہلکے سے ان کے ہاتھ کو دبا کر جیسا اپنے ساتھ ہونے کا یقین دلارہی تھیں۔

”سیسی! ہمیں اپنے بچوں کے یقین مضبوط بنانے ہیں۔ ہمیں ان کے ذہنوں کی اپنی مضبوط نشوونما کرنی ہے کہ بھائی اور بہن کے ناموں کی جو باؤنڈریز ہم ان کے گرد بنا دیتے ہیں اور وہ کبھی کبھی ان حدود کے اندر ہی سرنگم جاتے ہیں... وہ ایسا نہ کر سکیں... انہیں حقیقت بتا کر

سب کچھ اچھے طریقے سے سمجھا کر ان کو فیصلہ کرنے کا اختیار دینا چاہیے۔ ہم لوگ لاشعوری طور پر اپنے بچوں کے ذہنوں میں اپنی مرضی کے خاکے بنانا شروع کر دیتے ہیں۔ ہم اپنے بچوں کے ساتھ جو روٹنی چائیس اور بھوٹی حکمت عملیاں چلتے ہیں ان کا رزلٹ بگاڑ اور دوہری ذہنیت کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ خود یہ اور مار یہ عبد اللہ کی

خالہ زاد ہیں تو یہی ان کا پہلا تعارف ہونا چاہیے۔ وہ خالہ زاد بہنیں ہیں یہ تعارف دوسرا ہوگا۔ سوچ کا فرق انہی دو باتوں سے آتا ہے جب بچہ شعور انسان بنتا ہے امید ہے تمہیں میری باتیں بری لگنے کے باوجود سچی لگی ہوں گی۔“ نیلوفر نے آخری جملہ مسکرا کر کہا۔

”ہاں آپ تھوڑی کڑوی ضرور ہیں مگر آپ کی باتیں سچی ہیں۔“ وہ مسکرا دی۔ ”میں کوشش کروں گی کہ بچوں کو آپ کی طرح مضبوط اور مثبت سوچ دے سکوں۔“ نیلوفر نے کس سوچ میں ذوق لگی تھیں انہوں نے بہن کی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔

☆...☆...☆

وہ آٹھ سال کی تھی جب اس نے ایک بار پھر نیلوفر خالہ

اور عبد اللہ بھائی کو دیکھا تھا۔ مگر اس بار دونوں میں ہی خاصی تبدیلی دیکھنے کوئی۔ اس کی خوب صورت ہی صحت مند گوری چینی سرخ سرخ گانوں والی نیلی خالہ بہت ہی کمزور ہو گئی تھیں۔ ان کی گوری رنگت میں زردیاں چمکی ہوئی تھیں اور

خوب صورت آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے کوئی زیور بھی نہیں پہنا تھا اور نہ ہی میک اپ کر رکھا تھا۔ ان کا لباس قیمتی مگر بہت سادہ تھا۔ وہ مسکرا بھی نہیں رہی تھیں۔ عبد اللہ سادہ بڑا ہو گیا تھا اس کا قد خاصا

لمبا تھا اور اس نے اپنا میسر اسٹائل بھی بدل لیا تھا۔ وہ بہت سنجیدہ لگ رہا تھا اور بہت چپ چپ سا بھی۔ وہ اس سے سنجیدگی سے ملا تھا البتہ نیلوفر نے اسے گلے سے لگا کر یہ کہنا تھا۔ اس نے ای جی اور نانی جان کی آنکھیں بھی دکھائی تھیں۔ پاپائی بھی بہت خاموش اور انسرودہ سے تھے۔

”خود عبد اللہ کو روم میں لے جاؤ۔ گیمز وغیرہ لگا لو کچھ پڑ پڑ۔“ سیسی جیسے بچوں کو وہاں سے ہٹانا چاہ رہی تھیں۔ ماریہ ان لوگوں کے لیے فروٹ چارٹ بنا کر لائی تھی۔ سمیہ کے کہنے پر وہ فروٹ چارٹ روم میں ہی لے گئی باقی سب کو چائے پیونے سرو کی گئی۔

”جاؤ پوچھو! تم رات کے کھانے کی تیاری کرو۔“ قاطرہ نے اسے بھی ٹالا۔

”اب کیا سوچا ہے تم نے؟“ کچھ دیر کے توقف کے بعد قاطرہ بی بی کی آواز نے ماحول کے سناٹے کو توڑا۔

”سوچنا کیا ہے اماں جان افون برتو سبہ حال بیان کر ہی دیا تھا میں نے...“ نیلوفر جھکے جھکے انداز میں بولیں۔ ”مجھے اندازہ نہیں تھا کہ زیدی اتنا اہمائی قدم اٹھا

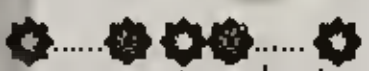
لیس گے۔ ایک ذرا سا جھگڑا ہی تو ہوا تھا اماں جان... میں نے انہیں کتنی بار کہا تھا کہ شراب نوشی چھوڑ دیں مگر وہ مانتے ہی نہیں تھے۔ نشے میں انسان اپنی سادہ بدھ کھو بیٹھتا ہے۔“ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے انہیں آئے ابھی چند گھنٹے ہی گزرے تھے کہ لندن سے حسن زیدی کی ماں کا فون آ گیا تھا۔ انہوں نے جو لڑاؤ سنے والی خبر سنائی تھی

سب کے بیروں سے زمین ہی نکل گئی تھی۔

ٹرخا دیا۔ ”تو پھر ای جی اور مار یہ اور پوچھو گی یہ کیوں کہتے ہیں کہ عبداللہ بھائی میرے کزن برادر ہیں۔“ اس نے پوچھا۔
 ”کیونکہ وہ تمہارا کزن برادر ہی ہے بھائی نہیں ہے۔“
 ریشل برادر وہ ہوتا ہے جو ایک ماں سے پیدا ہو۔ تم اپنے ذہن سے یہ خیال نکال دو جو یہ کہہ رہا تھا۔ ”وہ بھائی ہے۔“
 وہ نیلوفر کی وجہ سے بے حد پریشان تھیں۔ حور یہ کے سوال در سوال نے انہیں غصہ دلادیا۔ حور یہ دم بخود سی ہو گئی۔
 فاطمہ نے اسے ایک دم سے چپ ہوتے دیکھا تو انہیں اپنے آپ پر غصہ آیا۔ انہوں نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر قریب کیا اور گلے سے لگا لیا۔

”سوری بیٹا! مانی کچھ پریشان ہیں۔ جاؤ جاؤ عبداللہ کے ساتھ کھیلو۔ Loneliness کو مٹا کر رہا ہوگا۔“ انہوں نے اسے پکڑ کر باہر بھیجا اور خود تسخیر پر دانے گھمانے لگیں۔ ”یا اللہ میری بیٹی کی مشکل آسان فرما۔“ ان کے دل سے دعا تھی۔

جب ہی نیلوفر کا فون آیا تھا۔ وہ فاطمہ بی بی سے تفصیلاً بات کر رہی تھیں۔ تقریباً ایک سوا ایک گھنٹہ دونوں کے درمیان بات چیت ہوئی رہی۔ فاطمہ بی بی نے جب فون بند کیا تو ان کے چہرے پر لکڑھٹات کا حال بچھا ہوا تھا۔ وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے وہیں کرسی پر بیٹھ گئی تھیں۔ غنیمت تھا کہ گھر پر فیضان علی اور سمیہ دونوں نہیں تھے۔ نیلوفر نے انہیں جس راز کا شریک بنایا تھا وہ بوجہ بہت زیادہ تھا۔ مگر انہیں اٹھانا تھا۔



”عبداللہ بھائی! چلیں سائیکل چلاتے ہیں۔“ حور یہ اس سے ضد کر رہی تھی۔

”میرا موٹر نہیں ہے۔ تمہاریہ کے ساتھ چلی جاؤ۔“ اس نے انکار کر دیا۔

”دیکھیں ناں امی جی! عبداللہ بھائی جب سے آئے ہیں بس اسی طرح چپ چاپ ہیں۔ نہ کھیلتے ہیں نہ بولتے ہیں۔ ان سے کہیں ناں کہ میرے ساتھ چلیں۔“ وہ ماں سے ضد کرنے لگی۔

”بھائی صاحب! آپ نے میری نکت کرادی؟“ انہوں نے پوچھا۔

”ہاں تمہاری فلائٹ کنفرم ہے۔ مگر عبداللہ کو کیا جواب دو گی..... کیا کہو گی اسے؟“ انہوں نے پوچھا۔

”وہ میرا بیٹا ہے بھائی صاحب بہت سمجھدار ہے وہ اپنی عمر سے بھی زیادہ سمجھالوں گی اسے۔“ انہوں نے آنسو صاف کرتے ہوئے جواب دیا۔ انہوں نے خود کو سنبھال لیا تھا۔ آج..... اس بل تھیں..... بہت پہلے۔ حسن زیدی نے خودوشوٹ کر لیا تھا اور یہ تب ہوا جب وہ پاکستان آ رہی تھیں۔ ان کے سیل پر کازنگی تھیں مگر ظاہر سے جہاز میں ہونے کی وجہ سے سیل آف تھا۔ حسن زیدی کی ماں نے فیضان علی کے گھر پر اطلاع کر دی تھی اور تاکید بھی کہ نیلوفر کو واپس لاندین بھیجا جائے وہاں حسن زیدی کی خودکشی والے معاملے کی تحقیق چل رہی تھی۔ اس حادثے سے پہلے ایک حادثہ اور اسی گھر کی چار دیواری میں ہو چکا تھا۔ نیلوفر عبداللہ کو اچھی طرح سے سمجھا کر واپس جا چکی تھیں۔ سب گھر والے اس واقعے کی وجہ سے بہت پریشان تھے سوائے ایک سستی کے.....

”مانی جان! عبداللہ بھائی اب ہمارے ساتھ رہیں گے؟“ وہ مانی کے پیروں پر زیتون کے تیل کا مساج کرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

”ہاں بیٹا..... شاید۔“ فاطمہ نے سوچ میں ڈوبے ہوئے جواب دیا۔

”شاید کیوں! ذلیفی علی کیوں نہیں مانی جان؟ میں بھائی کو اب جانے نہیں دوں گی۔“ وہ ان کے مہم سے جواب پر تھمی ہی ناک چڑھا کر بولی۔

”اس کا فیصلہ تو نیلوفر نے کرنا ہے ناں۔“ وہ دھیرے سے بولیں۔

”عبداللہ بھائی میرے بھائی ہیں ناں؟“ اس نے پھر سوال کیا اور ساتھ ساتھ ننھے ننھے نازک ہاتھوں سے ان کے پیروں پر دبانے لگی۔

”ہوں.....“ فاطمہ کا دھیان کہیں اور تھا۔ ”ہوں“ پر ہی

”بیٹا! اس کا سوؤ نہیں ہے تو تنگ مت کرو۔ تم چلی جاؤ۔“ انہوں نے نرمی سے کہا۔ فیضان علی نے بغور اس چھوٹے سے بچے کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اس کے بے حد حسین چہرے پر پرف کی سی سرد مہری جمی ہوئی تھی۔ انہیں عجیب قسم کا احساس گھیرنے لگا تھا۔ جس میں ہمدردی بھی تھی دکھ بھی اور تیسری کیفیت وہ تھی جس کو وہ کوئی نام نہیں دے سکتے تھے۔

”انہیں ناں عبداللہ بھائی۔“ وہ اب اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ رہی تھی۔

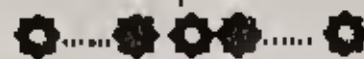
”چلو عبداللہ! ہم لاٹک ڈرائیو پر چلتے ہیں۔ حورا جاؤ آپنی کو بھی بلا لاؤ۔“ فیضان علی نے اٹھتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی چوکوکار کی چابی لانے کو کہا۔ حور یہ خوش خوشی اندر بھاگی۔ عبداللہ چپ چاپ اٹھ کر جوتے پہننے کے لیے باہر کی طرف چلا گیا۔

”نیلو فر کی آج رات چار بجے کی فلائٹ ہے۔ میں اسے پک کر لوں گا۔ تم ساتھ چلنے چلنا۔ آپ بچوں کے پاس رکت جا سینگے گا۔“ فیضان علی آہستگی سے بیوی اور سہاس سے مخاطب ہوئے۔

”میں نے ابھی عبداللہ سے ذکر نہیں کیا ہے۔ نیلو فر نہیں چاہتی تھی کہ عبداللہ کو ابھی چلے ورنہ وہ انٹرنیورٹ جانے کی ہمد کرتا۔“ فیضان علی مزید گویا ہوئے۔

”میں ان بچوں کو باہر گھما کر لا تا ہوں بعد میں باقی باتیں ہوں گی۔“ وہ خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گئے۔ گھر میں اب دونوں ہاں مٹی اور چورہ گئے تھے۔

”میرا بچہ کس مشکل میں پڑ گئی ہے یہی...؟ نیلو فر میری سب سے پیاری بچی۔ اتنی ہمت اور صبر والی ہے وہ جتنی حسین صورت ہے اس کی اتنی بری قسمت۔“ قاطر کے صبر کا پیمانہ لہریز ہو گیا تھا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں سیمہ بھی رونے لگیں۔ عبداللہ کی وجہ سے ان دونوں نے اپنے اوپر برداشت کے پہرے بٹھارے کھے تھے عبداللہ کے جاتے ہی وہ برداشت بھی ختم ہوئی تھی۔



نیلو فر عدت میں بیٹھ چکی تھیں۔ وہ جب سے آئی تھیں کسی نے نان سے کچھ پوچھا تھا نہ ہی انہوں نے خود سے کچھ بتایا تھا۔ وہ وہاں تقریباً ایک ماہ رہیں تھیں نہ انہیں عدت کا ہوش تھا اور نہ ہی مستقبل کا پتہ۔ وہ تقریباً روزانہ ہی عبداللہ سے اس کا پتہ پر بات کرتی تھیں یا پھر ای میل بھیجتی تھیں نیلو فر کے کہنے پر ہی فیضان علی نے عبداللہ کا ایڈریسشن ایک بہت اچھے کالونٹ اسکول میں کروا دیا تھا۔ نیلو فر نے اس کے پرانے اسکول کی T.C اور تمام اکیڈمک ریکارڈ اسکول کی انتظامیہ کو میل کر دیئے تھے۔ عبداللہ ایک آؤٹ اسٹینڈنگ اسٹوڈنٹ تھا۔ عبداللہ کی اسکولنگ شروع ہو گئی تھی۔ ان حالات میں اس کا مصروف ہو جانا بہت ضروری تھا۔ اس کا اسکول حور یہ اور ماریہ کے اسکول کے راستے میں آتا تھا۔ نیوٹرلینڈ کے معاملات سن رہی تھیں۔ اس ہنگامے میں ہونے والے پے درپے حادثات نے بہت سارے سوالات کھڑے کر دیئے تھے۔ نیلو فر نے ان تمام حادثات سے لاعلمی ظاہر کی تھی اور ان کی لاعلمی ثابت ہو گئی تھی۔ نیلو فر کسی الزام کی زد میں نہیں تھیں۔ انہوں نے پہلی فرصت میں اس ہنگامے کو فروخت کیا پھر انہوں نے لندن میں موجود باقی کی پر اپنی بھی بیچ دی۔ حسن زیدی کے تمام کاؤنٹس اور اپنے اکاؤنٹس کی تمام رقم وہ پاکستان میں موجود اپنے بینک اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دیا چکی تھیں۔ تمام چیزیں انہوں نے ساتھ رکھ لی تھی اور بھی جو ضروری کاغذات و دستاویزات تھے اور جو ضروری سامان تھا انہوں نے وہ پیک کر لیا۔ وہ آخری رات جو انہوں نے انٹرنیورٹ پر گزار دی تھی اس تمام رات وہ ویٹنگ لاءج میں بیٹھی رو رہی تھیں۔ ان کی فلائٹ اگلی صبح کی تھی اور ہنگامے کے بعد ان کے پاس رات گزارنے کے لیے کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ حسن زیدی کی ماں نے بیٹے کی موت کی ذمہ داری ان کے کانٹھوں پر ڈال دی تھی۔ وہ ان کی اور عبداللہ کی صورت دیکھنے کی بھی روادار نہ تھیں۔ اس شہر میں وہ بہت سارے خوب صورت خواب اپنی حسین آنکھوں میں سجائے آئی تھیں مگر وقت کے بدتم حصے کے بعد دیگرے ان کی آنکھوں سے خواب نوچتے گئے

اور ان کی آنکھوں میں سرچیاں بھریں۔۔۔۔۔ فاطمہ بی بی کی باتیں انہیں یاد رہی تھیں۔

"بہت دشمن وقت ہے بی بی۔۔۔۔۔! مگر حوصلہ کرنا ہوگا میرا خدا تمہارے ساتھ ہے۔ تم یا امت اور با حوصلہ رہی ہو۔۔۔۔۔ میرا فخر ہو میرا غرور ہو۔ بس حوصلوں کو پست مت کرنا۔" اور اتنی پریشانیوں میں ماں کی دعاؤں نے ہی ان کے حوصلے بلند رکھے تھے۔ انہیں عبداللہ کی خاطر خود کو پھر سے زندہ کرنا پڑا تھا۔۔۔۔۔ عبداللہ۔۔۔۔۔ جوان کی واحد اولاد تھا ان کی تنہاؤں کا واحد مرکز۔۔۔۔۔ ان کا سب کچھ۔۔۔۔۔ ان کی ساری عمر کی جمع پونجی وہ اب اسے لندن میں نہیں رکھ سکتی تھیں۔ وہ اس کے ساتھ تنہا بھی نہیں رہ سکتی تھیں انہیں اب ایک عجیب سے خوف نے آن گھیرا تھا۔ عبداللہ ابھی بہت چھوٹا تھا اس کے جوان ہونے تک انہیں اس کی ڈھان بڑھنا تھا۔ زندگی میں پہلی بار انہیں اپنے بے پناہ حسن سے خوف محسوس ہوا تھا۔ زندگی میں پہلی بار انہیں مروذات سے خوف محسوس ہوا تھا اور یہ ساری باتیں ان پر اس رات انرپورٹ کے ویٹنگ لائن میں عمل رہی تھیں۔ وہیں بیٹھے بیٹھے انہوں نے بہت ساری باتوں پر غور کیا اور کچھ فیصلے کیے۔ پھر وہ نشست سے ٹپک لگا کر جہاز کے فلائنگ آؤٹ سننے لگیں۔



"حور یہ کو تم نے پھر عبداللہ کے ساتھ بائیک پر بیچ دیا۔ میں نے تمہیں کتنی بار منع کیا ہے کہ کار کی بات اور ہے مگر اسے عبداللہ کے ساتھ بائیک پر مت بھیجا کرو۔" فاطمہ بی بی ان پر ناراض ہو رہی تھیں۔

"اماں جان! آج کانج وین مس ہوئی تھی۔ یہ جلد ہی ہی چلے گئے تھے۔ عبداللہ روز اس راستے سے پونٹورس جانا ہے اب میں اس کے لیے اسپیشلی کار منگوائی ان سے ڈانٹ سکتی اور پھر اس میں حرج ہی کیا ہے۔" سمیہ ماں کے سامنے ناشتہ لگاتے ہوئے وضاحت کر رہی تھیں۔

"سمیہ ماں کے سامنے کسی کو شش کرو۔ کسی بچے اب بچے نہیں رہے۔" فاطمہ بی بی نے جھنجھلا کر کہا۔

"اچھا اماں جان! آئندہ خیال رکھوں گی۔ آپ ناشتہ تو کر لیں۔" انہوں نے کہا اور ساتھ ہی اپنے لیے چائے کپ میں نکال کر بیٹھ گئیں۔

"نئی آ پا کے اسکول میں آج کوئی فنکشن ہے کہہ رہی تھیں کہ وہ ہو جائے گی تو چو سے کہہ کر عبداللہ کے کمرے کی صفائی کروائی ہے۔ آپ کو تو پتہ ہے کہ عبداللہ کو زندگی کتنی بری لگتی ہے۔" انہوں نے موضوع بدلا۔

"ہاں تو ساتھ میں مار یہ یا حور کو بھیج دینا کہ ٹھیک سے صفائی کر لے بلکہ باقی کا کام بھی کروالینا۔"

"اماں جان! کھل کی بات لگتی ہے جب نیلی آ پا عبداللہ کو لے کر آئی تھیں۔ کیا قیامت کی گھڑیاں تھیں کیا طوفان تھے لگتا تھا کہ بس سب کچھ ختم ہی ہو گیا ہے مگر خدا نے نیلی آ پا کو بہت حوصلہ دیا ہے۔ انہوں نے یہاں آ کر بھی حوصلہ نہیں ہارا۔ گھر خرید لیا چتا ہوا بار اور اسکول خرید لیا پھر دن رات جیسے مشین کی طرح کام کرنے میں جست گئیں۔ آج ناشاء اللہ سے ان کے اسکول اور پارکر کی کئی برانچز اس شہر میں بھی ہیں اور دوسرے شہروں میں بھی۔ اللہ نے ان کا بہت ساتھ دیا اور آج ان کا نام پاکستان اور پاکستان سے باہر بھی پھیلنا جاتا ہے۔" سمیہ بولیں۔

"ہاں۔۔۔ میری بچی نے بہت ہمت دکھائی مگر یہ بھی سچ ہے کہ فیضان علی اور تم نے بھی اس کا بہت ساتھ دیا ہے۔ اسے کمزور پڑنے دیکھ کر سہارا دینے کے لیے آگے آ جاتے تھو روز سے کسی سازا مہرا شیوں سے میری پھول سی بچی کو لوگوں نے زخمی کیا تھا۔" فاطمہ بی بی کی بوڑھی آنکھوں میں نمی آ گئی۔

"وقت کیسا بھی ہوا اماں جان گزری جاتا ہے۔ زندگی نے بہت کچھ سکھا دیا ہے۔" سمیہ نجیدگی سے بولیں۔

"اب تو ماضی بھولی بسری یاد بن گیا۔۔۔۔۔ بس اب تو پرانی زمینوں پر نئی عمارتوں کی بنیاد ڈالنی ہے۔ تعمیر نو کا سلسلہ تو شروع ہو چکا ہے بس اسے قیام کرنا ہے۔" فاطمہ بی بی معنی خیز انداز میں بولیں تو سمیہ چوٹیں۔

"اماں جان کس بات کی طرف اشارہ ہے آپ کا؟"

انہوں نے پوچھا۔

”مگر حوریہ کا کیا کریں اماں؟ وہ تو صاف کہتی ہے کہ
عبداللہ اس کا بھائی ہے، اسحق کہیں کی۔“ سسیہ نے کوفت
بھر سے انداز میں کہا۔

”اسی دن کے لیے تمہیں کہتی تھی کہ بھائی بھائی کی پٹی
اسے نہ پڑھاؤ بچے کا دماغ کچا ہوتا ہے، جو لکھ دو ساری عمر
کے لیے رہ جاتا ہے۔ جب میں اسے سمجھائی تھی تب
تمہیں برا لگتا تھا۔ میرے سمجھانے کا مقصد عبداللہ سے
رشتے والی بات نہیں تھا اس وقت تو کوئی واضح بات ذہن
میں نہیں تھی مگر بیٹی ادھر عمر بنیاد ڈالنے کی ہوتی ہے۔ عبداللہ
کی بنیاد مضبوط ہے، ہمارے بھی سمجھدار ہے، مگر حوریہ کی بنیاد تم
نے کمزور کر دی۔ اس کی نفسیات جانے بغیر اس کو سمجھے بغیر
یہ تو نئے ذہنوں سے کھیلنے والی بات ہوگی۔ اس طرح کی
تربیت میں والدین خود ہی بچوں کے اندر بول بو دیتے
ہیں۔ نتیجہ یہ کہ بچہ خود بھی نرمی ہوتا ہے اور اس کے ساتھ
کھیلنے والا بھی اہولہجان ہوتا ہے۔“ فاطمہ بی بی نے نمبر بے
نمبر سے انداز میں بیٹی کو اس کی کوتاہی یاد دلانی۔

”اماں جان! میں ذری ہوئی تھی۔“

”مورتم نے اپنے اس ڈر کی وجہ سے حوریہ کو کاٹچ کا
سامان بنا دیا۔ اس کی غیر ضروری احتیاط شروع کر دی۔“
فاطمہ نے ان کی بات کاٹی۔

”بس اس حادثے سے خوف زدہ ہو گئی اماں جان۔“
ان کی آواز اتنی آہستہ تھی کہ جیسے سر ٹوٹی کر رہی ہوں۔

”حادثے ہو کر گزر جاتے ہیں بیٹی! انہیں بھول جانا
چاہیے ورنہ زندگی کا روگ بن جاتے ہیں اور پھر آج کل کا تو
زمانہ ایسا ہے کہ لڑکیاں خود اپنے لیے برہم ہونے لگی ہیں۔
زمانہ بہت آگے نکل چکا ہے، بس ہمیں صرف بچوں کی سوچ
کے زلوے کو مثبت رکھنا چاہیے۔ تم نے شروع سے ہی
مردوں کو ہوا بنا رکھا تھا۔ وہی چیز تم نے بیٹی کے ذہن میں
ڈال دی۔“ فاطمہ بی بی کی باتیں سن کر حوریہ نے غصے سے
اپنا اصرار کرنے بیٹھ لگیں۔



”چھنی میں بھی آپ مجھے پک کر بیچے گا۔“ وہ بانگ

”ماریہ کا رشتہ تو تم دونوں میاں بیوی نے کر دیا۔ نواز
بہت اچھا لڑکا ہے، دیکھا بھالا خاندان ہے، فیضان میاں
کے قریبی رشتے دار ہیں۔ برسوں سے جانتے ہیں انہیں۔
شکر الحمد للہ یہ بھول سا وزن ہٹا ہوا بس اب حوریہ کو فکرو۔“
وہ بے پرتا تھا۔

اماں جان! مگر کوئی اچھا لڑکا بھی تو ہو جو اپنی حور کے
قابل ہو آپ کی نظر میں کوئی ہے تو بتائیں۔“ وہ انہیں
دیکھنے لگیں۔

”ہے تو..... مگر پتہ نہیں فیضان علی مانے یا نہ مانے۔“
انہوں نے ہنسی بھری نگاہوں سے بیٹی کو دیکھا۔

”کون... کس کی بات کر رہی ہیں اماں؟“
انہوں نے حیرت اور کچھ الجھے ہوئے انداز میں ماں
سے سوال کیا۔

”عبداللہ..... مجھے شروع سے ہی حوریہ کے لیے یہ
بچہ بہت پسند ہے۔“ انہوں نے عبداللہ کا نام نیا تو سسیہ
چپ کی ہو گئی۔

”بسکی! کیا ہوا بیٹی..... چپ کیوں ہو گئی ہو..... کیا
عبداللہ تمہیں پسند نہیں؟“ انہوں نے بغور بیٹی کا چہرہ دیکھا
جیسے ان کے ذہن پر لکھی تحریر پڑھ رہی ہوں۔

”عبداللہ مجھے بے حد پسند ہے اماں جان! وہ اس عمر
میں بھی اتنا سنچھا ہوا سمجھدار اور متوازن شخصیت کا مالک
ہے کہ میرا جی چاہتا تھا ہمیشہ سے کہ حوریہ کا رشتہ اسی سے ہو
مگر.....“ وہ کہتے کہتے رکیس جیسے سوچ رہی ہوں کہ کہیں
کہ نہ کہیں۔
”مگر کیا؟“

”اپنے منہ سے رشتے کی بات کرنا اچھا نہیں لگتا آپ
سے، مگر آپ نیلو کوئی بات کریں تو پھر بات آگے بڑھانی
جاسکتی ہے اور پھر عبداللہ کی رائے بھی تو مستحق رکھتی ہے۔“
انہوں نے کہا۔

”میں موقع دیکھ کر نیلو سے بات کر لوں گی۔ تم اس کی
فکر مت کرو۔“ فاطمہ نے تسلی دی۔

”لو مرو..... مگر اب تو تھادو۔“ زرقا نے دوسرا چین نکال

کراس کے درجہ جیٹر پر پٹخا۔ ”اب تو بکو۔“
”بھائی ہے۔“ وہ غجالت میں بولی۔

”جھوٹ..... میں جانتی ہوں تم صرف دو ہینٹس ہو۔“
زرقا نے اس کے منہ پر اسے جھوٹا کہا تھا۔

”کزن برادر ہے اسنو پنے۔ اب بک بک بند کرو نہ
میڈم روپی نے دو دونوں کو کلاس سے آؤٹ کر دیتا ہے۔“ وہ
اسے گھورتی ہوئی سرگوشی میں بولی۔

”اچھا ہے ان کے بورنگ۔ پھر سے اچھا ہے کہ ہندہ
بابری ہوا کھائے۔“ وہ بھلا کب چپ بیٹھنے والی تھی۔
”تم اسے پسند کرتی ہو؟“ زرقا نے اس سے پوچھا۔

”نو..... میں اسے پیار کرتی ہوں کیونکہ وہ میرا اچھا
بھائی ہے۔“ وہ محبت سے بولی۔

”تمہاں..... کس کو بے وقوف بنا رہی ہو تم؟ بھائی والی
کوئی نہیں ہوتا۔“ زرقا نے ہاتھ کسی اڑانے کے سے انداز
میں ہلایا۔

”شٹ اپ زرقا! سکے نہیں ہیں تو کیا ہوا میں انہیں
بھائی ہی سمجھتی ہوں۔“ وہ برامان تھی۔

”سمجھنے سے کیا ہوتا ہے۔ سمجھنے کو تو میں بھی نجانے کیا
کیا سمجھ لوں۔“ زرقا پر مطلق اثر نہ ہوا تھا یوں بھی وہ اپنی
رائے کا اظہار کرنے کی عادی تھی۔

”شادی سے پہلے سبھی بھائی ہوتے ہیں یا۔“ زرقا
ہنسی تو باقی سہیلیوں بھی ہنس پڑیں۔ ان کے اس سروپ
میں ایک دولڑکیوں اس کی اسکول کے زمانے کی دوستیں
تھیں۔ زرقا سے اس کی دوستی کالج میں آ کر ہوئی تھی۔

”ہمیں یارشی از رامت..... عبداللہ بھائی کو یہ بھائی ہی
سمجھتی ہے۔“ اس کی بھرائی ہوئی آنکھیں دیکھ کر اس کی
پرانی دوست مینا جلدی سے بولی۔

”او کے..... پھر آج سے ہم سب بھی اپنے اپنے کزنز
کو صرف “بھائی” سمجھیں گی مگر شادی سے پہلے والا
بھائی۔“ زرقا پھر بولی اور خود ہی ہنسنے لگی۔ ہائی لڑکیاں ڈیرلب
مسکرانے لگیں۔ صرف مینا تھی جو خود یہ کے احساسات سمجھ

سے اترتے ہوئے بولی۔

”تم بھاری دین آئی تو ہے۔“ عبداللہ نے ایک طرف
کھڑی کالج دین کی طرف اشارہ کیا۔

”مجھے دین میں نہیں جانا آپ امی جی سے کہہ کر یہ
دین کا جھوٹا حکم کرائیں۔“ اس نے بیگ ٹولڈر پر ڈالتے
ہوئے کہا اور دوپٹہ ٹھیک طرح سے سر پر تھمایا۔ عبداللہ نے
سن گلہز اتارتے ہوئے گہری نظر اس پر ڈالی اور پھر ایک
نظر بغور دین ڈرائیور پر ڈالی۔ مونا تازہ ڈرائیور دین سے
فیک لگائے ہوئے دوسری دین ڈرائیور سے ہاتھیں کر رہا
تھا مگر درمیان میں اچھتی سی نگاہ خود یہ اور دوسری لڑکیوں پر
بھی ڈال لیتا تھا۔

”تم نے دین جان بوجھ کر مس کی تھی آج؟“ عبداللہ
نے سنجیدگی سے سوال کیا۔ خود یہ نے اس کی طرف دیکھے
بغیر گردن ہلا دی۔

”ہائے حوریہ..... حوریہ کی کوئی کلاس فیلتھی۔“
”تم چلو میں آتی ہوں۔“ حوریہ نے لڑکی کو وہاں سے
نالاجو بڑی دلچسپی سے عبداللہ کو دیکھ رہی تھی۔ نہ صرف وہ
بلکہ ارد گرد کالج کے گیٹ سے داخل ہوتی ہوئی لڑکیاں بھی
اشتیاق بھری نظر سے عبداللہ پر ڈالتی ہوئی آگے بڑھ رہی
تھیں۔

”لھیک بنے میں آ جاؤں گا تم اندر جاؤ۔“ اس نے سن
گلہز لگاتے ہوئے کہا اور جب تک حوریہ کالج گیٹ سے
اندر نہ چلی گئی وہ لے دیکھتا رہا۔ اس کے اندر جانے کے
بعد عبداللہ نے اطمینان سے دین ڈرائیور پر ایک نظر ڈالتے
ہوئے ہائیکزن سے آگے بڑھ دی۔



”کون تھا وہ ہندہ ہیرو؟“ زرقا نے قسم چھٹی ہوئی
حوریہ سے پوچھا۔ ادھر ہینٹس کی کس پیکر دے رہی تھیں۔
لو پر سے حوریہ کا چین اچانک نکھٹے لکھتے رک گیا تھا۔ اس پر
زرقا نے یہ سوال پوچھ کر اس کی جان کھالی تھی۔

”چین دو جلدی سے۔“ اس نے دانت کچکا کر
چین مانگا۔

رہی تھی۔

"نشت اب مجھ سے اب کبھی بات مت کرنا۔" حوریہ
یک دم ہونے لگی اور روتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔



چھٹی کے وقت حسب وعدہ عبداللہ آچکا تھا مگر زرقا
نے اسے دیکھ کر بھی منہ سے کوئی کلمہ نہیں کہا نہ کہے بلکہ
حوریہ کو دیکھ کر آنکھوں ہی آنکھوں میں مسکرائی ہوئی اپنی
دین کی طرف بڑھ گئی۔ جینا بھی ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ
آگے بڑھی۔ عبداللہ سے اس کی عنیک سلیک تھی۔ اس نے
دور سے ہی سر کے اشارے سے عبداللہ کو سلام کیا۔ عبداللہ
نے بھی اسے سر کے اشارے سے جواب دیا۔ حوریہ نے
ہائیک پر اسٹائل سے بیٹھے عبداللہ کو دیکھا۔ سفید شرٹ اور
بلیک جینز میں ہلکے بلیک سن گلاز لگائے قدرے آگے کی
طرف جھک کر بیٹھا ہوا تھا۔ دراز قد چھ فٹ سے لگتا ہوا
مضبوط کمرنی جسم اور بے حد حسین نین نقش نوہ پہلی نظر میں
قارز لگتا تھا مگر فارز اسٹے پر کشش نہیں ہوتے۔ وہ بے حد
پرکشش بھی تھا۔ دیکھنے والی نظریں بار بار اس کا طواف
کرنے پر مجبور ہوجاتی تھیں۔ بلاشبہ وہ بے حد خوب
صورت مرد تھا۔ حوریہ اس کے قریب پہنچ کر مسکرائی۔

"بہت ڈشنگ لگ رہے ہیں۔ سب لڑکیاں آپ کو
دیکھ رہی ہیں۔" وہ شوخی سے بولی۔ "اپنی نظر اتار لیجیے گا لگے
جاگے۔" اس نے پھر چھیڑا۔ حوریہ کو بہت اچھا لگتا تھا جب
صنف نازک مزمز کر عبداللہ کو دیکھتی تھیں۔ اس کے لیے
جیسے یہ ایک دلچسپ کھیل تھا۔ عبداللہ نے ہائیک کو لگ
لگان اور ایک جھٹکے سے ہائیک کو مصروف شاہراہ پر ڈال دیا۔
"مجھے میٹ کھانا ہے۔" اس نے جھٹ فرمائش کی۔

بالکل نہیں دیر ہو جائے گی اور پانی جان سے ڈانٹ
مجھے سنی پڑے گی۔" عبداللہ نے صاف منع کر دیا۔
"پلیز پلیز مجھے بھوک لگی ہے۔ ایک میٹ میں نے لہجہ بھی
نہیں کیا اور میٹ تو وہ سامنے رہا۔" اس نے دائیں جانب
بنے میٹ ڈیولڈ کے آؤٹ لٹ کی طرف توجہ دے پت
سے اشارہ کیا۔ "مگر کارا سٹے میں منٹ کا اور میٹ ہم ہیں

سکنڈز میں پہنچ جائیں گے۔" اس نے اپنا منہ عبداللہ کے
کان کے قریب کرتے ہوئے تقریباً چلا کر کہا۔
"کان مت کھاؤ میرے پتی اگرنہ تالی کو پتہ چل گیا تاں
کہ ان کی لازمی کو بھری دوپہر میں برگر کھنوانے نے گیا
ہوں تو کورٹ رزٹل کر دیں گی۔" عبداللہ سے تنگ کرنے
کے موڈ میں تھا۔

"کچھ نہیں ہوتا میں بتاؤں گی نہیں اور ظاہر ہے آپ
بھی خود اپنی شکایت نہیں کریں گے۔"
"تم بہت چالاک ہوئی جا رہی ہو۔" عبداللہ نے
ہائیک میکنڈ ویلڈ کی طرف موڑی۔
"اور پیسے کون دے گا؟" اس نے پارکنگ میں ہائیک
کھڑی کی۔

"میرے پیارے سے بھائی کی جیب میں خاصا مال
جمع رہتا ہے۔ کس دن کا آئے گا۔" وہ شوخی سے بولی۔
"تمہارا بھائی بے چارہ جا بے لیس ہے ابھی۔" اس
نے یاد دہانی کرائی۔

"مگر امیر کبیر ہے۔" اس نے درمیان میں ہی عبداللہ کا
جملہ چک لیا۔ اندر جا کر اس نے اپنے لیے برگر آؤٹ لٹ
عبداللہ نے صرف ملک ٹیک آؤٹ لٹ کیا تھا۔ "تم نے سچ
کیوں نہیں کیا؟" عبداللہ نے اس سے پوچھا۔
"زرقا سے لڑائی ہوئی تھی میری ٹیسے میں لہجہ بھی
نہیں کیا۔"

"کس بات پر جھگڑا ہوا؟" اس نے پوچھا۔
"یونہی اسٹوڈنٹ سی بات تھی۔" اسے زرقا کی بات یاد
آئی اس نے عبداللہ سے نظریں چراتے ہوئے برگر کا
بانٹ لیا۔

"آپ میری دین ڈالا پر اہم حل کریں میرا پک
اینڈ ڈراپ آپ اپنے ذمہ لے لیں۔" اس نے صبح والی
بات کو دہرایا۔

"کیوں.....؟ میں دین میں کیا پراہم ہے اور مجھے کیا تم
پک اینڈ ڈراپ کی فیس دو گی؟" وہ بے رحمی سے بولا۔
"عبداللہ بھائی! کیا بہن سے بھی فیس مانگیں گے؟"

"گھر جا کر جو کھا، تمہیں کھانا تھا وہ بھی میں نے ہی کھانا ہے۔ تین تین افراد کا کھانا نہیں کھا سکتا میں۔" وہ تیز تیز قدم اٹھاتا باہر نکل گیا۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے باہر بھاگی۔

ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا۔ جب سے عبداللہ نے ہائیک لی تھی اس کے مزے ہو گئے تھے۔ ضد کر کے ہائیک پر اس کے ساتھ بیٹھ جاتی۔ اسے لائب ڈرائیو کا کریز تھا پھر مانی سے خوب ڈانٹ کھانے کو سختی مگر وہ ہانسا آتی۔ عبداللہ اس کے خرابے شروع سے اٹھاتا رہا تھا۔ عبداللہ سے اسے ڈانٹ بھی بڑی تھی مگر وہ جتنی بھی صرف اسی کی تھی۔

وہ مہر پہنچے تو کھانے کی میز تھی ہوئی مگر سب فاطمہ اور ماریہ کھانا کھا چکی تھیں۔ لیٹ آنے پر استفسار کیا گیا تو فریڈ کا ہانڈہ لایا گیا۔ تھوڑی سی ڈانٹ فاطمہ سے کھانے کے بعد دونوں ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ گئے۔ سب گرم روٹی اور سالن لانے کا کہہ کر اندر کچن میں چلی گئی تھیں۔ اس نے عبداللہ کو اشارہ کیا تو اس نے صبر سے بیٹھے رہنے کا جوابی اشارہ کیا۔

"آئی اجلدی سے کھانا لائیں ورنہ آپ کی بیٹی مجھے ہا جائے گی۔" عبداللہ نے وہیں بیٹھے بیٹھے ہانٹ لگی۔

"میں جان سے مار دوں گی آپ کو۔ میرا نام کیوں لیا؟ اتنا پیٹ بھر گیا ہے اب تو گھونٹ پانی کی بھی گنجائش نہیں۔"

وہ ڈانٹ سچ کر بولے لہجے میں بولی۔

"اچھا ہے ناں زیادہ کھاؤ گی تو جان بنے گی اس موٹے دین ڈرائیو کی طرح۔ پھر کسی سے بھی نہیں ڈروں۔" وہ اس کی جان ہلاتے ہوئے اطمینان سے بولا اور گاڑی کا ایک ٹرامنڈ میں رکھا۔ جو گرم سالن اور گرم روٹی لا کر میز پر رکھ رہی تھی۔ سالن کی ٹوک جھونک پر مسکرائی اور کچن کی طرف مزگنی۔ عبداللہ نے اس کی پلیٹ میں چاول اور اپنی پلیٹ میں ڈرا سا سالن نکالا اور یہ اس کی حریفیں دیکھ رہی تھی۔ عبداللہ نے جلدی جلدی اس کی پلیٹ سے چاڑوں کے پیچھے بھر بھر کر منہ میں رکھنے شروع کر دیئے۔ اسے ہنسی آ گئی۔

اس نے منہ پھلایا۔

"تم میری بہن نہیں ہو صرف دوست ہو۔" عبداللہ نے ہمیشگی طرح نکاسا جواب دیا۔

"اور یہ میری بات کا جواب نہیں ہے۔ دین کیوں چھوڑنا چاہتی ہو؟" وہ مدھے پتا آیا۔

"وہ جو ہمارا موٹا دین ڈرائیو رہتا ہے۔ وہ مجھے پسند نہیں ہے گھونٹا رہتا ہے۔" اس نے ڈانٹ کچکا کر کہا۔

"تو تم اس کی شکل مند کھو۔" عبداللہ نے اس کی بات کا کوئی رسپانس نہ دیا۔

"میں کب دیکھتی ہوں اس کی شکل۔ وہ گھونٹتا ہے۔"

"اس نے کبھی کوئی نازیبا حرکت کی یا کبھی تم سے بد تمیزی سے پیش آیا؟" عبداللہ نے سنجیدی سے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "صرف تمہیں دیکھتا ہے یا سبھی لڑکیوں کو؟" عبداللہ نے ویلون کی طرح جرح شروع کر دی۔

"سبھی کو دیکھتا ہے۔" اس نے سوچ کر جواب دیا۔

"بس تو پھر کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے بھئی یہ اس کی عادت ہے۔ بے چارہ گھونٹنے والی عادت کے ہاتھوں مجبور ہے۔ میں نے سچ اسے دیکھا تھا ایسا ویسی کوئی بات مجھے اس میں نظر نہیں آئی تمہیں وہم کرنے کی عادت ہے۔" عبداللہ نے اسے سمجھایا۔

"آپ کو کیا پتا؟" وہ براہمانگی ایک واحد عبداللہ ہی تھا جس سے وہ ان بھی جانتی تھی اور بات بے بات روٹھتی بھی تھی۔

"اس لیے کہ میں تمہیں آج سے نہیں تب سے جانتا ہوں جب تم اتنی ہی تھیں۔" عبداللہ نے ہاتھ کے اشارے سے کہہ۔ "تم کچھ دن بیچ کر نو میں مانی سے بات کر لوں گا۔ اس کے منہ پر مارا نہتے ہوئے دیکھ کر بولا۔

"سچ۔" وہ یکدم کھل گئی۔

"اب چلو..... آل ریڈی اتنے لیٹ ہو گئے ہیں۔" وہ کھرا ہو گیا۔

"آپ نے کچھ کھانا نہیں۔"

"ہنس لو ہنس لو۔ یہ ہنسی بھی میری وجہ سے ہے ورنہ ابھی ڈانٹ سے پیٹ بھر رہی ہوتی۔" عبداللہ نے احسان جتایا۔ اس کی پلیٹ صاف کر کے جب وہ اپنی پینٹ کی طرف متوجہ ہوا تو مزید نمودار ہوئی۔

"یہ کیا ڈرامہ چل رہا تھا؟ بلکہ چل رہا ہے تم پھر باہر سے کھانا کھا کر آئی ہو؟" ماریہ بیٹھتے ہوئی بولی تو اسی لمبے سیمہ کچن سے نمودار ہوئیں۔ حور یہ نے ان سے نگاہ بچا کر ہاتھ جوڑ کر چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

"اوکے مگر میرا حصہ....." اس نے دھیسے لہجے میں کہا۔
 "کیا بھتہ خوردوں میں پھنس گیا؟ مل جائے گا چنوری۔" عبداللہ نے اس کی لمبی سی چوٹی پکڑ کر کھینچی تو وہ اسے گھور کر رہ گئی۔

"تمہارے نواہ میاں کو لگاؤں گا تمہاری شکایتیں۔" اس نے ماریہ کو اس کے منگیتر کے نام سے چھیڑا۔

"ارے یاد آ یا، کھسی وہ نواہ کے گھر والے آ رہے ہیں آج شادی کی تاریخ لینے۔ تم گھر پر رہنا اور نیلوا پا کوٹو میں نے صبح بتلایا تھا مگر تم انہیں یاد دہانی کرا دینا۔" سیمہ کو اچانک نواہ کے نام سے یاد آیا۔

"جی بہتر کوئی کام ہے ابھی تو بتادیں۔ ورنہ شام کو تو میں ہوں گا ہی۔" اس نے سوڈ بانہ پوچھا۔

"ذخروہ لوگ بیٹھیں کریں گے سوچ رہی ہوں کیشنگ آڈر رمدوں۔ ایک دو ڈشز گھر پر بنا لوں آٹھ دس افراد ہیں مرد اور عورتیں ملا کر۔" انہوں نے کہا۔

"اب کیا کہہ سکتا ہوں آپ بہتر سمجھتی ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"آپ اسے بھی مشورہ کر لوں گی۔ تم ایسا کرتا ان سے کہنا کیا آج وہ جلدی آ جائیں۔" وہ ذہنی طور پر کھاسب سیٹ لگ رہی تھیں یا پھر گھر کی پہلی شادی تھی اس لیے نروس تھیں۔



ماریہ کو پڑھائی وغیرہ کا اتنا شوق نہیں تھا۔ انٹر کرنے کے بعد اس نے مختلف کورسز کیے تھے اور گھر پر ہی وقت گزار رہی تھی۔ مگنی تو اس کی تہ ہو گئی تھی جب وہ انٹرویو

کلاس میں تھی۔ اس کا منگیتر نواہ اس کا رشتے کا کزن تھا اور اسے پسند بھی تھا۔

نیلوفر تو دو پہر تک بیٹھی ہی ان کے گمراہی تھیں۔ ان کا گھر بالکل برابر میں ہی تھا۔ صرف ایک دیوار کا فاصلہ تھا۔

وہ بھی نماز ادا کرنے کے بعد کالج کا ہوم وورکس کر کے فارغ ہو گئی تھی اور بجائے ماں اور خالہ کا ہاتھ بنانے کے وہ خود کو سجانے سنوارنے میں لگ گئی۔ وہ پینٹ کھر کی لائٹ فرائڈ فیروز کی کھر کے پانچواں ہے اور وہ پینٹ کھر کے بڑے سے

دو بیٹے (جس کے پلوڈس پر فیروز کی رنگ کی نازک سی پینٹ بنی تھی) کھول کر گلے میں ڈالے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ چھوٹے چھوٹے سے ڈائمنڈ کے ٹاپس اس کے کانوں میں جھنگار سے تھے۔ ریشمی گھنے بالوں کی اس نے بنی پونی ٹیس بنائی ہوئی تھی اور میک اپ کے نام پر صرف آئی لائٹ اور پنک کھر کی لب گلوں استعمال کیے تھے۔ وہ تیار ہو کر باہر نکلے تو نیلوفر کی نظر اس پر پڑی۔

"ارے واہ! یہ باری ذول کہاں سے آ گئی... ماشاء اللہ۔" انہوں نے اپنی آنکھ کے کاجل کو انگلی پر لگا کر اس کے رخسار پر نگار دیا۔ وہ جھینپ گئی۔

"خالہ! ابھی لگ رہی ہوں؟" اس نے اپنی نئی فرائڈ کول گھوم کر انہیں دکھائی۔

"بالکل پری لگ رہی ہو۔" وہ انہیں ہمیشہ سے بہت عزیز سمجھتی تھی۔ "اچھا گڑیا! اب میرا ایک کام کرو۔ عبداللہ کو جا کر بولو کہ کیشنگ والے کوٹون کرو۔ میں عبداللہ کا سیل ٹرائی کرو رہی ہوں مگر آف جا رہا ہے۔" نیلوفر نے کہا۔ وہ خراماں خراماں لان کی طرف چلی آئی۔ نیلوفر کی سہولت کی خاطر فیضان علی نے دیووں گروں کی وہ دیوار جولان کے بچوں کے پاس تھی اسی میں ایک لکڑی کا دروازہ نکالیا تھا۔ اس طرح دیووں فیملی میں سے جس کو بھی ایک دوسرے کے گمراہی تھی وہ دروازہ استعمال کرتے تھے جو کہ آسان راستہ تھا اور محفوظ

بھی۔ وہ خراماں خراماں نیلوفر کے گھر چلی آئی عبداللہ کا بیڈروم

فیسٹ فلور پر تھا نیلوفر کا بیڈروم گراؤنڈ فلور پر جو کہ انہوں نے اپنی سہولت کی وجہ سے رکھا تھا۔ عبداللہ کے کمرے کا دروازہ

بجز اہوا تھا وہ بے تکلفی سے اعلیٰ گئی مگر جھک کر وہیں رہ گئی۔ عبداللہ کے ساتھ کمرے میں کوئی اور بھی تھا۔ دونوں کمپیڈ کے سامنے کرسیوں پر بیٹھے تھے شاید کسی پریجیکٹ پر کام کر رہے تھے ان کی ڈسکشن حوریہ کی اچانک آمد کی وجہ سے کچھ دیر کے لیے رک گئی تھی۔ حوریہ کی نظریں پہلے اجنبی پر اور پھر عبداللہ پر آ کر رک گئی تھیں جبکہ اجنبی کی نظریں صرف اسی پر تکی ہوئی تھیں۔ وہ بہت دلچسپی سے جی سنوری حوریہ کو دیکھ رہا تھا۔

”وہ..... سو رہی..... مجھے پتہ نہیں تھا کہ آپ بڑی ہیں۔“ وہ کچھ شرمندہ سی ہوئی۔

”کوئی بات نہیں بولو کچھ کام ہے؟“ عبداللہ نے اس کے بے سنورے کول سے روپ پر ایک تفصیلی نظر ڈالی اور وہ مری نگاہ اپنے دوست پر جو کسب بھی حوریہ کو دیکھ رہا تھا۔ عبداللہ بات کرتے کرتے شعوری طور پر اس طرح سے حوریہ اور اپنے دوست کے درمیان آ کر کھڑا ہو گیا تھا کہ اس کی نگاہ حوریہ پر نہ پڑ سکے۔

”آپ کا سیل فون آف ہے؟“ اس نے پوچھا۔
 ”او... ہاں... بیٹری کی چارجنگ ختم ہوئی تھی میں نے چارجنگ پر لگایا ہے۔ ابھی آن کرنا ہوں۔“ عبداللہ کو ایک دم خیال آیا کہ آج تو دفتر میں مہمانوں کا آنا تھا اور کوئی ضروری کام پر سکتا تھا۔ حوریہ نے نیلوٹر کا پیغام اسے دیا۔

”ٹھیک ہے تم جاؤ..... میں آروں کا فون۔ ان لوگوں نے تو سات بجے تک ہی آنا ہے ہاں۔“ انداز میں اتنی عجلت تھی کہ جیسے چاہتا ہو کہ وہ جلد سے جلد یہاں سے چل جائے۔ وہ دروازے سے نکل پلٹ گئی۔

”یہ محترمہ کون تھیں؟“ محبت نے استیاق سے پوچھا۔
 ”گزن ہے..... تم بتاؤ کیا کہہ رہے تھے؟“ عبداللہ کا انداز ٹھہر گیا تھا۔ گویا اسے حوریہ کے تعارف کرا نے میں کوئی بھی استیاق نہ ہو۔ اس نے محبت کو ہاتوں میں الجھایا تھا۔

.....
 ماریہ اور فواد کی شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی تھی۔ وہ خوشی خوشی مہن میں خالہ کے ساتھ مصروف تھی۔

”بس..... سب ریڈی ہے۔ اب صرف چو سے کہہ کر سرو کروالینا۔ میں ذرا مہمانوں کے پاس بیٹھوں۔“ نیلوٹر اسے سمجھا کر کچن سے نکل گئیں۔ وہ برتنوں کا جائزہ لینے لگی۔

”تم ہاں کر کے نہیں آ سکتی تھیں؟“ عبداللہ کی آواز سن کر وہ ہزبڑا گئی۔ گلاس ہاتھ سے پھونچتے پھونچتے بچا تھا۔
 ”کیا ہے..... ڈرا ہی دیا مجھے کیا پتہ تھا کہ موصوف کے کمرے میں اور بھی کوئی ہے۔“ وہ عفت مٹانے کو بولی۔

”اور تمہیں ڈنر سب کے ساتھ کرنے کی کیا ضرورت ہے تمہاریہ کے ساتھ کھانا کھا لینا۔“ عبداللہ کی بات پر وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

”کیوں..... سب کے ساتھ کھانے میں کیا مضائقہ ہے؟“

”تم سوال بہت کرتی ہو جب چاہ بات کیوں نہیں مہن لیتی؟“ وہ جھلا کر بولا اور باہر نکل گیا۔ وہ اسے یہ نہیں بتا سکا تھا کہ فواد کا بھائی آیا ہوا تھا اس کی نظریں حوریہ سے ہٹ نہیں پاری تھیں اور اس کا حوریہ کو اس طرح سے دیکھنا عبداللہ کو سخت ناگوار گزر رہا تھا۔

”پہلے محبت اور اب جواریہ..... عبداللہ کو پتہ نہیں آج کیوں عجیب سی کوفت ہو رہی تھی۔ ڈنر کے وقت اس نے حوریہ کو غائب پایا اور بڑے اطمینان سے کھانا کھایا۔



فاطمہ نے فیتنا علی سے مشورہ کرنے کے بعد اور ان کی رضا مندی کے بعد نیلوٹر سے عبداللہ اور حوریہ کے رشتے کی بات کی تھی۔ وہ بہت خوش تھیں۔

”مگر بیٹا پہلے عبداللہ سے پوچھ لو شادی تو لڑکے اور لڑکی کی ہا ہی رضا مندی سے ہی طے پائی جائے گی۔“ فاطمہ کے لیے بیٹی کی خوشی کے ساتھ عبداللہ کی رضا مندی بھی ضروری تھی۔ نیلوٹر کو یقین تھا کہ عبداللہ اس شادی کے لیے حامی بھرے گا۔

وہ لیپ ٹاپ لیے بیڈ پر نیم دراز تھا۔ اس کی انگلیاں تیزی سے لیپ ٹاپ کی بوڈز پر تھرک رہی تھیں۔ وہ بے حد

منہمک تھا جب الٹی سی دستک کے ساتھ نیلوفر نے آدھ کھلے دروازے سے اندر قدم رکھا۔ اس نے سر نہیں اٹھایا بس لگا ہوں کچھ توڑا سا اونچا کیا۔

"ہائے ماما! آج اس فریب کے کمرے میں کیسے آتا ہوا؟" وہ کام کرتے کرتے ذرا سا سیدھا ہو کر بیٹھا اور مسکرا کر جیسے ماں کو چھیڑتا۔ یہ سچ تھا کہ کتنے کتنے دن وہ عبداللہ کے کمرے میں نہیں آتی تھیں اور اس کی واحد وجہ ان کی حد سے بڑھی ہوئی مصروفیات تھیں۔

"میں پریشان نہیں کرتے۔" وہ بیڈ کی طرف بڑھیں اور مسکرائیں۔

"ٹھنک نہیں مذاق۔" اس نے تصحیح کرتے ہوئے اپنے پاس بان کے لیے جگہ بنائی۔

"مصروفیات ہی اتنی ہوتی ہیں بننا تمہیں پتہ تو ہے اسکول پارٹنرز ان سب میں کتنا وقت نکل جاتا ہے۔ پھر آئے دن کے کوئی نہ کوئی فنکشنز کی الو چیٹنرز۔" انہوں نے مختصر جواب دیا۔

"تو آپ یہ سلسلہ دستہ اپ کریں نا۔ ایٹ لیسٹ پارٹنرز وال سلسلہ ختم کریں۔ مجھے یوں بھی یہ فیلڈ پسند نہیں ہے۔ اسکولز تک ٹھیک ہے۔" وہ کام روک کر ان سے مخاطب ہوا۔

"اچھا..... سوچتے ہیں اس بارے میں بھی۔ میں بھی اب اتنی بھاگ دوڑ نہیں کر سکتی۔ تمہیں بالکل وقت نہیں دیتی۔" وہ محبت سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے اعتراف کرنے لگیں۔ اس نے فن رضامندی ظاہر کی۔

"کیا کام کر رہے تھے؟" نیلوفر نے پوچھا۔

"بس یہ پروجیکٹ ہے ٹیکسٹ فرائیڈے تک پریزنٹیشن دینی ہے آپ بتائیں کیسے نا ہوا؟"

"ہاں کام میرا نہیں تمہارا ہے۔" وہ ذومعنی انداز میں بولیں۔ عبداللہ نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا مگر کچھ بولا نہیں۔ "یہ بتاؤ کہ گریڈز کے بعد کیا کرنا ہے؟" انہوں نے پوچھا۔

کبھی ختم ہی ہونے والی ہیں۔ میں اپنا کمپیوٹر اسٹینڈیٹ کھولنا چاہتا ہوں۔ اس کی بہت دلیلوں سے آج کل۔ میری پلاننگ اتنی لمبی چوڑی نہیں ہے۔" اس نے مختصر جواب دیا۔

"گنڈ..... یہ ٹھیک ہے کمپیوٹر اسٹینڈیٹ کا جو بھی بجٹ ہوگا وہ تم جیسے بتا دینا اور دراصل میں ایک خاص کام کے لیے آئی ہوں۔" اب وہ اصل بات کی طرف آ رہی تھیں۔

"حور کیسی لگتی ہے تمہیں؟" انہوں نے پوچھا۔

"کیا مطلب کیسی لگتی ہے؟ اچھی لگتی ہے..... بہت اچھی لگتی ہے۔" وہ نا سمجھنے والے انداز میں ہنس پڑا۔

"میں اسے ہمیشہ کے لیے اس گھر میں لانا چاہتی ہوں۔" نیلوفر نے کہا۔

"کیا..... ماما! آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ ہاڈاٹ از باسل؟" وہ تقریباً اچھل ہی پڑا۔ اس کے وہم گمان میں بھی نہیں تھا کہ نیلوفر اس سے یہ بات کرنے والی ہیں۔

"کیوں اہل سہیل بات کیا ہے؟ گزرن سے وہ تمہاری تم پسند کرتے ہو اسے پھر اتاری ایکٹ کرنے کی کیا بات ہے؟" وہ سنجیدگی سے بولیں۔

"زی ایکٹ نہیں ماما..... شاگرد ہوں میں۔ میں نے کبھی اس کے بارے میں ایسا سوچا ہی نہیں۔"

"تم کسی اور میں انٹرنسٹ ہو؟" نیلوفر نے گہری نظروں سے بیٹے کے چہرے کو پڑھنے کی کوشش کی۔

"آف کورس ناٹ ماما۔ یونو دیری ویل اباڈٹ می حوریہ کو میں نے ہمیشہ دوست کی حیثیت سے پسند کیا ہے۔ شادی کے بارے میں کبھی گمان تک نہیں آیا۔" وہ سنجیدہ ہوا۔ چہرے کی مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔

"تو اب سوچ لو۔ وہ شروع ہی سے مجھے تمہارے لیے بہت پسند رہی ہے۔ میں کون سا اچھی جواب مانگ رہی ہوں تم نام سے لے لو۔ میں انتظار کر سکتی ہوں۔"

"ماما! مجھے ابھی اپنی اسٹڈیز کاپلیٹ کرنی ہیں پرنس سیٹ کرنا ہے دو سال تک تو میں شادی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔" اس نے صاف لفظوں میں کہا۔

"تو میں کون سا اچھی شادی کرنے کا کہہ رہی ہوں تم

مگر اس کی ہمت ہی نہیں پڑی۔ اسی شش و پنج میں ایک سادہ سی تقریب میں عبداللہ کے نام کی انجمنی اس کی انگلی میں پہنا دی گئی اور وہ بت بنی رہ گئی۔



اسے عبداللہ پر بے حد غصہ تھا اور دکھ بھی۔ وہ اس سے اتنی ناراض تھی کہ اس کی صورت بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ اس کی معافی کی خبر اس نے اپنی دوستوں کو بھی نہیں دی تھی۔ اس خیال نے اس کی زبان پکڑ لی تھی کہ عبداللہ سے معافی کی خبر سن کر وہ کیساری ایکٹ کریں گی، ستانا ماق اڑائیں گی وہ..... اس نے نیلو فر کے گھر جانا بالکل ہی ترک کر دیا تھا۔ اب وہ عبداللہ سے بھی نہیں ملتی تھی۔ اس نے وین میں جانا پھر سے شروع کر دیا تھا۔ اپنی سولے ڈرامیور والی وین میں وہ خاموش طبع تو پہلے بھی تھی اب تو گم گم ہو گئی تھی۔ وہ جیسے سب سے ہی شاک ہو گئی تھی۔

عبداللہ کو اس نے آج تک جس نظر سے دیکھا تھا اب ایک دم ہی کسی اور رشتے میں ڈھلا دیکھنا اور محسوس کرنا بہت تکلیف دہ لگ رہا تھا۔ سمیادرنیلو فر اس روز مارے کے ساتھ بازار گئی تھیں۔ اس کی شادی کے کپڑے لے کر روزی کو دینے تھے فاطمہ بی بی بڑوں میں ہونے والی قرآن خوانی میں شرکت کرنے گئی تھیں۔ پیو حسب معمول اپنے کاموں میں سروئے بیٹھی تھی۔ وہ اربنا کس کی ایک ہاتھ میں لیے لان میں آ گئی۔ پیو سم بہت اچھا ہو رہا تھا۔ اسے اپنے ٹیسٹ کی تیاری کرنی تھی مگر دن بڑھنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ وہ کتاب گود میں رکھ کر خالی خالی نظروں سے گھاس کو دیکھنے لگی۔ اولین بہار کے دن تھے۔ گہرے سرخی بالوں سے آسمان ڈھکا ہوا تھا۔ لان میں پہلہاتے رنگ برنگے پھولوں کی مہک ہر جھونکے کے ساتھ اٹتی اور... جاں کو معطر کر جاتی، ساحل سمندر ان کے گھر سے صاف نظر آتا تھا وہاں سے آنے والی ہواؤں کے جھونکے بار بار اس کے کھنکھنے ہوئے گیسوؤں کو تکمیر دیتے مگر وہ اپنی ٹکھری زلفوں کو سمیٹنے کی تکلیف نہیں کر رہی تھی۔ آسمان سے چند موٹی ٹرے اور اس کی گھنیری زلفوں اور صبح چہرے پر شبنم کی

دو کینا تین سال لے لو۔ ہم ابھی صرف معافی کر دیتے ہیں۔ جو رہ آتی اچھی ہے کہ اس کا رشتہ تمہیں بھی ہو سکتا ہے کی بھی اچھی اور اونچی فیملی میں۔ میں اسے کھونا نہیں چاہتی۔ وہ میرا خون ہے، گمراہے گی تو میرا گمراہ اور بیٹا دونوں محفوظ رہیں گے۔ کسی دوسری لڑکی کا پیہ نہیں کیسی ہو؟ تم میرے اکلوتے بیٹے ہو عبداللہ! شادی کے بعد اچھے اچھوں کو بدلتا دیکھا ہے میں نے۔ جو رہیسی لڑکی ہی میری آئیڈیل ہے۔ وہ تمہیں مجھ سے کبھی الگ نہیں کرے گی۔ اس سے اچھی کوئی لڑکی ہو ہی نہیں سکتی۔ یوں سمجھ لو کہ یہ میری زندگی کی سب سے بڑی اور اہم خواہش ہے۔ میری خوشی ہے۔ انکار مت کرنا عبداللہ! نیلو فر اس کا مضبوط ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ یہ وہ عورت تھی جس نے مجھے کی خاطر ساری زندگی تنہا کاٹ دی تھی۔ جس نے اپنی ہر خوشی... آرام، سکھ سب کچھ بیٹے پر قربان کر دیا تھا۔ عبداللہ کی ہمت نہیں ہوئی کہ وہ اس غلطی اور دکھی عورت کو منع کر کے ناراض کر دے۔

”ٹھیک ہے، ہم جیسا آپ چاہیں۔“ اس نے اپنا دوسرا ہاتھ ان کے ہاتھ پر رکھا۔
”بھئی کس اے لوٹ، مائی ڈیر۔“ نیلو فر نے محبت سے اس کی نشادہ پیشانی پر بوسہ دیا۔ وہ تو جا چکی تھیں مگر عبداللہ ڈسٹرب ہو گیا تھا۔ اس نے دوبارہ اپنا کام شروع کیا مگر ذہنی طور پر وہ اتنا مشتعل تھا کہ اپنا کام جاری نہ کر سکا۔



وہ شاکڈس ماری کی شکل دیکھ رہی تھی۔
”امپا سلن.....“ خوریہ کے منہ سے بس یہی لگتا تھا۔
”تمہاری معافی سے سنڈے کو پاگل۔“ ماریہ خوشی سے سرخ چہرہ لیے اسے گلے سے لگاتے ہوئے بول رہی تھی اور اس کے کان سائیں سائیں کر رہے تھے۔
”عبداللہ کے ساتھ معافی..... اس نے ہائی ایسے بھری؟ وہ تو..... وہ تو.....“ وہ آگے نہ سوچ سکی۔ اس کو اتنا جھنک لگا کہ وہی اوقت سوچنے سمجھنے کی مصلحتیں مفلوج ہو گئی تھیں۔ اس نے کئی بار عبداللہ سے ملنے کی بات کرنے کی کوشش کی

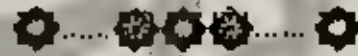
طرح ایک گئے۔ عبداللہ اسے لان کے پتھوں بیٹھا ہوا دیکھ کر ٹھنک گیا۔ بڑا ہی دل فریب منظر تھا۔ سزے اور پھولوں کے درمیان گہرے رنگوں کے پھول دار لباس میں اپنی کھلی ہوئی حسین اڑنی لہرائی زلفوں کے ساتھ وہ اتنی حسین اور مکمل تصویر لگی جس میں "زندگی" ہو..... وہ نہانے کن سوچوں میں گم تھی۔ مطلق کے بعد سے وہ اسے آج دیکھ رہا تھا۔ رشتہ بدلاتا تو دیکھنے اور سوچنے کا انداز بھی بدل گیا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر لکاشی سے مسکرایا۔

"کیا گراں پر نہ سرچ ہو رہی ہے؟" وہ قریب پہنچ کر اچانک بولا تو وہ اچھل ہی پڑی تھی۔ عبداللہ کو مسکراتے ہوئے دیکھ کر اس نے نظریں جمائیں۔ "ناراض ہو؟" وہ نرمی سے بولا۔

"میں اندر جا رہی ہوں۔" وہ کتاب اٹھا کر کھڑی ہوئی۔

"شرماری ہو؟" اب اس نے چھینرا۔

"میں کبھی آپ سے بات نہیں کرنا چاہتی نہ ہی آپ کی شکل دیکھنا چاہتی ہوں۔ آپ نے یہ کیا کر دیا؟" وہ جیسے پھٹ پڑی۔ آسوا یک روانی سے چکوں کی باز توڑ کر بیہ نکلے تھے۔ وہ اندر بھاگتی ہوئی چلی گئی اور عبداللہ اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس کی سماعتوں میں حوریہ کے الفاظ سیسہ بن کر اترے تھے۔ وہ لب بست رہ گیا تھا۔



"حوریہ! تم نے عبداللہ سے کیا کہا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ جب تک حوریہ دن سے اس رشتے کے لیے راضی نہیں ہوگی وہ شادی نہیں کرے گا۔" سمیہ بہت غصے میں تھیں۔ انہوں نے سب کے سامنے ہی اس سے پوچھ لیا تھا۔ حوریہ نے کچھ نہ کہا بس لب کا اتنی رو گئی۔

"بونو ناں..... کیا بھواس کی تم نے اس سے؟" سمیہ غصے میں اپنی مدد بدم کھوتی تھیں۔

"آرام سے بات کرو سمیہ۔" فیضان علی نے بیوی سے کہا۔

"اتنا اچھا لڑکا اور اچھا رشتہ ملا ہے اور یہ مہارانی

ہیں..... ساتویں آسمان پر اس کا دماغ رہتا ہے اور وہ صرف اور صرف آپ ہیں۔ آپ کی شہرہ پر یہ اتنا اگڑنی ہے۔" سمیہ بے حد ناراض تھیں۔ عبداللہ نے نیلوفر کی زبانی صاف صاف کہلوادیا تھا کہ اگر حوریہ اس رشتے پر راضی نہیں تو وہ کبھی بھی زبردستی یہ شادی نہیں کرے گا۔ سمیہ کا غصہ اور ناراضگی بجاتی تھی۔

"کیا تم کسی اور....." سمیہ نے یکفخت کسی خیال کے تحت پوچھا۔

"انسپاٹ ای جی..... بس چپ ہو جائیں میں کسی اور میں انٹرنیشنل نہیں ہوں۔" اس کی حیثیت اتنی شہرہ ہو چکی تھیں کہ ماں کی بات درمیان ہی میں اچک لی تھی۔

"آپ جاننا چاہتی ہیں ماں کہ میں اس رشتے پر کیوں راضی نہیں ہوں تو اس کی وجہ آپ ہیں۔" وہ گویا پھٹ پڑی۔ "میں..... میں کس طرح؟" سمیہ شاکدہ سی اس کی شکل دیکھ رہی تھیں۔

"آپ نے ہی بچپن سے میرے دماغ میں ڈالا اور وظیفہ کی طرح پھر دہرائی ہی رہیں کہ عبداللہ تمہارا بھائی ہے۔ میرے ذہن نے انہیں صرف ای روپ..... ای رشتے کے حوالے سے قبول کیا آپ کہتیں کہ عبداللہ میرا بھائی ہے نا؟" ماں نے پاپا چچی کہ میری فرزند تو وہ سب کہتیں کہ عبداللہ میرا بھائی نہیں ہے صرف خالہ زاد بھائی ہے۔ میں بھائی اور خالہ زاد بھائی کی چکل میں پستی گئی۔

مجھے بھی یہ سمجھ ہی نہیں آیا کہ بھائی اور خالہ زاد بھائی میں کیا فرق ہے، بس اسی وجہ سے میرا ذہن انہیں اس رشتے اس حیثیت سے قبول نہیں کر پا رہا۔" وہ جیسے پھٹ پڑی تھی۔ آنسوؤں سے تر چہرے کے ساتھ وہ بولتی ہی چلی گئی۔

"آپ لوگوں کی دو ٹوٹی اور ریڈی کی ماری ہوئی سوچ کی بھینٹ میں چڑھ گئی ای جی..... میں کسی بھی مرزا کسی بھی لڑکے میں انٹرنیشنل ہو بھی جیسے کتنی بھی میں میں تو....." مزید اس سے نہ بولا گیا۔ وہ روٹی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ لاؤنج

میں موجود نفوس پر گویا جمود طاری ہو گیا تھا۔ سب ایک

”منہ تو دھولو۔“ اس کو اٹھتے دیکھ کر وہ بولا تو حور نے
کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا۔

”اچھا اچھا..... سمجھ گیا شیر منہ نہیں دھوتے چلو ایسے
ہی.....“ اور وہ اسے صوفی ہوئی باہر نکل گئی۔ عبداللہ نے
اس کے پسندیدہ ریستوران کے پاس کار روک کر اس کا
من پسند کھانا آرڈر کیا۔

”پہلے کھا لو تاکہ لڑنے کی طاقت پیدا ہو۔ خالی پیٹ
لڑائی کا مزہ نہیں آتا۔“ اسے منہ کھولتے ہوئے دیکھ کر وہ فوراً
بولا۔ وہ آرڈر دے چکا تھا۔ عبداللہ نے کن اکھیوں سے اس
کے پڑیس ہاتھ کی تیسری انگلی دیکھی۔ ڈاکٹر کی انگوٹھی ہنوز
موجودگی اس نے بات شروع کی۔

”تو پھر..... انکار کی وہی وجہ ہے جو تم نے حالہ کو
بتائی یا کوئی اور بھی بات ہے؟“ اس نے گہری نظر
ڈالتے ہوئے پوچھا۔

”اور کیا بات ہو سکتی ہے؟“ حور نے نظر چرائی۔
”حور! میں تم کو آج ایک ماز کی بات بتانا چاہتا ہوں۔“
اس نے آہستہ آہستہ کہنا شروع کیا۔

”جب میں نے تمہیں بچپن میں دیکھا تھا تو تم مجھے ام
مریم کی طرح لگی تھیں۔“ اس نے بات کا آغاز کیا۔
”ام مریم..... ہوا؟“ وہ بے ساختہ پوچھ بیٹھی۔

”میرا منی! جس سے انتہائی گناک اور خوف ناک
یاوین جڑی ہیں۔“ اس نے گہری سانس لی۔ حور پوری
طرح اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

”ام مریم میری دوست تھی وہاں لندن میں..... اس
دن جب میں نے تمہیں دوسری مرتبہ دیکھا تھا تو تم مجھے ام
مریم کی طرح لگی تھیں۔ لندن میں ہمارا بہت بڑا بنگلہ تھا۔

جس کے دو حصے تھے ایک حصے میں مام اور ڈیڈ رہتے
تھے اور دوسرے پورٹن کو ہم نے کرائے پر دے رکھا تھا
کیونکہ مام سے اتنا بڑا گھرا کیلئے نہیں سنبھالا جاتا تھا اور وہ

اکیلے ذرتی بھی تھیں۔ وہ مصری تھیں مگر عربی ام مریم
ایک بیٹی ام مریم ہنوز مصری تھے اور وائف عربی ام مریم
میری ماما ام عمرگی مگر بے چاری ذہنی طور پر ڈس ایبل تھی

دوسرے سے نظریں چراتے تھے جو پھر حور بیان کو مار کر گئی
تھی اس کی چوٹ دل تک پہنچی تھی اس کے کرب اور ذہنی
تکلیف کا اندازہ اب سب کر سکتے تھے جو بات ان سب
کے لپیٹا سان تھی وہ اس کے لیے پل صراط پاز کرنے کے
مترادف تھی۔

اس دن کسی نے اسے کچھ نہ کہا اس کا کھانا بھی ماریہ
نے اسے کمرے میں ہی پہنچا دیا تھا کیونکہ وہ باہر آنے پر
راضی نہ تھی۔ مگر اس نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا۔

دن سے رات ہو گئی اور اس نے پانی کا ایک گھونٹ تک نہ
پیا..... بس روٹی ہی رہی تھی۔ ہاری ہاری سب گھرا لے
اسے منانے آرہے تھے اور تھک کر چلے جاتے رات کے

وقت اس کے کمرے کے دروازے پر ایک ہار پھر دستک
ہوئی وہ دروازہ کھول کر دیکھا حال ہو چکی تھی۔ اس نے دروازے کی
سمت دیکھا مگر پھر اندھا نے والے دروازے کو دیکھ کر منہ موڑ لیا۔

”بھئی کھانے سے کیسی ناراضگی۔ اب تک تو پیٹ
میں ہاتھی اور چوہے کی ریس شروع ہو کر ختم ہو چکی ہوگی۔
ماریہ نے بتایا کہ تم آج بھوک ہزٹال پر ہو۔“ عبداللہ اس

کے قریب آتے ہوئے لہجے میں بشاشت پیدا کرتے
ہوئے بولا۔
”جائیں یہاں سے مجھے کسی سے بات نہیں کرنی۔“ وہ

ایک دم پھر رو پڑی۔
عبداللہ اس کے پاس بیٹھ گیا مسلسل رونے اور بھوکا
رہنے کی وجہ سے چند گھنٹوں میں ہی اس کا پھول سا چہرہ

کملا گیا تھا۔ آنکھیں سوجی ہوئی اور متورم تھیں۔ ناک
سرخ ہو رہی تھی۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ عبداللہ کو اسے
اس طرح بے ترتیب دیکھ کر بہت دکھ ہوا تھا۔

”چلو ڈرائیو پر چلتے ہیں میں نے نئی کار لی ہے اور تم
نے مجھے مبارک باد تک نہیں دی۔“ عبداللہ نے اصرار کیا۔
”نہیں جانا ہے مجھے۔“ وہ ہاتھ چھڑائی ہوئی بولی۔

”میں نے فیضی انکل سے اجازت لے لی ہے پلینز
کچھ دیر کے لیے چلو میرے ساتھ۔“ اس نے پتلی لہجے میں
کہا۔ عبداللہ کے سامنے وہ ہلکی کزور پڑ جاتی تھی۔

آج تو لیر زوے ہے تاں.....؟
 بھئی سے اسختے سیاہ دھوئیں میں
 ان بچوں کی
 ڈھیروں ڈھیروں خواہشیں جلتی ہوں گی
 ہمارے گھر کی اک اک اینٹ میں جن کے
 ننھے ہاتھوں کی محنت ہے
 تم صبری وہ چھت پر بیٹھی
 سیاہ دھوئیں کو دیکھ رہی تھی
 سوچ رہی تھی
 بچوں کو جب پیار سے اس نے
 سچ جگایا
 تو انہوں نے یاد دلایا
 بھول گئیں ناں.....
 آج اسکول میں چھٹی ہے ماں
 آج تو لیر زوے ہے تاں.....!

دعا ہے سحر..... فیصل آباد

بھی ان لوگوں کو ڈنر پر انویٹ نہیں کیا تھا۔ وہ پتہ نہیں
 کیوں ڈرتی تھیں ڈیڈ کوڈنر کے بعد ڈرنک کرنے کی عادت
 تھی اور ڈرنک کے بعد وہ اکثر آپے سے باہر ہو جاتے
 تھے دوسری بری عادت ڈیڈ کی بیگنی کہ وہ کینہ پرور تھے دل
 میں جس کے لیے جو ٹھکان لیتے وہ بوردی کر کے دم لیتے
 مجھے ٹھیک سے یاد تو نہیں کہ ہوا کیا تھا مگر اتنا یاد ہے کہ اس
 رات ہم انکل عبدالسلام اور فہمیدہ آئی کی یہاں ڈنر پر مدعو
 تھے میں اور ام مریم لاؤنج میں کھیل رہے تھے تمام اور آئی
 بچن میں کھانا کا دیکھ رہی تھیں جب ڈیڈ اور انکل کے
 جھگڑنے کی آوازیں آئیں۔ مام اور آئی بھاگ کر لاؤنج
 میں آئی تھیں اور ڈیڈ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔
 انکل اور ڈیڈ ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے تھے۔
 "حرام زاوے....." انکل عبدالسلام کے منہ سے نکلنے
 والی گالی بڑی تھاپے سے باہر ہو گئی۔
 "میں تمہیں حرام زاوے کا مطلب عملاً سمجھاؤں گا۔"
 ڈیڈ نے جاتے جاتے انہیں دھمکی دی تھی۔ ماہر مشکل انہیں

پاکل نہیں تھی صرف اس کا ڈنر چار پانچ سال کے بچے کا
 ڈنر تھا۔ فہمیدہ آئی بہت پریمی تھیں اور بے حد نیک اور
 باحیا خاتون تھیں۔ وہ لاٹک ڈرنکس نما کچھ ہسنی تھیں اور سر
 پر ہمیشہ حجاب لیے رہتی تھیں میں نے بھی انہیں گھر کے
 اندر بھی بغیر حجاب کے نہیں دیکھا تھا۔ میں ان کے پاس
 قرآن اور نماز سیکھنے جاتا تھا۔ ام مریم سے میری دوستی وہیں
 ہوئی۔ وہ بے حد خوب صورت بچی تھی فرشتوں کی طرح
 معصوم۔ انکل عبدالسلام ڈاکٹر تھے فہمیدہ آئی ہاوس
 وانف تھیں۔ مجھے یہ فیملی بہت پسند تھی۔ میں فری آورز
 میں ان کے پورشن میں کھیلنے چلا جاتا تھا۔ کبھی کبھی اسے
 میں اپنے گھر بھی لے آتا تھا۔ ہم اکثر اپنے بیٹنگلو کے
 گارڈن میں کھینچتے تھے ہمارا لان بہت بڑا اور بے حد حسین
 تھا۔ وہاں پر درخت بھی تھے۔ ویٹر کے آجانے کی وجہ
 سے وہ کھلم کے لیے چپ ہوا۔

"کھاؤ....." اس نے اشارہ کیا حور یہ نوڈلز کھانے لگی
 اور وہ ملک ٹیک پینے لگا۔

"ویڈ بہت کامیاب اور امیر آدمی تھے بظاہر وہ بہت
 ہنس لکتے تھے مجھ سے بہت محبت کرتے تھے عمران کی
 ایک بہت خراب عادت تھی کہ وہ ڈرنک بہت کرتے تھے
 اور جب وہ ڈرنک کرتے تو آؤٹ آف کنٹرول ہو جاتے
 تھے آئی فہمیدہ سے سنا تھا کسی حدیث کی تفسیر بتاتے
 ہوئے انہوں نے سمجھا یا تھا کہ شراب نوشی کرنے والے پر
 شیطان حاوی ہو جاتا ہے اور یہ تمام نشوں میں سب سے
 زیادہ خطرناک نشہ ہے۔ وہ مجھے دین سے متعلق کافی باتیں
 سمجھاتی تھیں۔ وہ بائبل آج بھی میرے لیے مشکل راہنی
 ہوئی ہیں۔" وہ کہتے کہتے رکا۔ حور یہ کھانے کے دوران
 پوری توجہ سے اسے سن اور دیکھ رہی تھی۔ عبدالنہ کے
 چہرے پر ناقابل فہم تاثرات تھے۔ آئی فہمیدہ کی فیملی سے
 پہلے بھی ہمارے اس پورشن میں کچھ فہمیز آ کر ٹھہرتی تھیں
 مگر یہ فیملی مجھے بہت زیادہ پسند تھی۔ کبھی کبھار مام ان
 لوگوں کو اپنی طرف انویٹ کر لیتی تھیں کبھی لٹج بھی
 بریک فاسٹ پر کبھی وہ ہمیں انویٹ کر لیتے تھے تمام نے

دیکھا۔ وہاں ماسورہ بھی تھیں، ان کی طرف بھاگا مگر بستر پر صرف کپڑا تھا، مام نہیں تھیں..... نہ ہی ڈیڈ تھے۔ میں بدحواس ہو گیا تھا تو میں نوڈس سال کا بچہ ہی..... میرے اعصاب چیخ سے گئے۔ اتنے میں دل خراش چیخ نے مجھے بھر ہلا دیا۔ میں تیزی سے فہمیدہ آئی کے پورشن کی طرف بھاگا۔ میں ننگے پاؤں تھا..... میں ابھی فہمیدہ آئی کے گھر سے کچھ ہی قدم کے فاصلے پر تھا کہ میں نے ان کے گھر کا دروازہ کھٹکتے اور اس کے اندر سے ایک شخص کو نکلتے دیکھا۔ میں خوف زدہ ہو کر وہیں ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا تھا۔ وہ مرد مبہوم رہا تھا اور ڈور لائٹ کے نیچے کمرے اس مرد کو دیکھ کر میں جیسے سکتے میں گیا تھا وہ اور کوئی نہیں..... ڈیڈ تھے۔ وہ شراب کے نشے میں مبہوم رہے تھے۔ ان کی شرٹ کے تمام بٹن کھلے تھے اور ان کے چہرے پر وحشت چھائی تھی۔ وہ مجھے آدی نہیں خون آشام درندہ نظر آ رہے تھے۔ وہ ہمارے پورشن کی طرف بڑھ گئے تھے۔ میں اندھیرے میں اور درخت کی ادٹ لینے کی وجہ سے ان کو نظر نہیں آیا تھا۔ ڈیڈ گھر کے اندر جا چکے تھے۔ میں لڑتے کانپتے وجود کے ساتھ وحشت زدہ سا یہ سوچتا ہوا فہمیدہ آئی کے گھر کی طرف بڑھنے لگا کہ وہ جینیں کس کی تھیں اور ڈیڈ اتنی رات کو یہاں کیا کرنے آئے تھے۔ دروازہ ہٹ کھلا ہوا تھا مگر میرے اندر وہلیز عبور کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ اندر کا منظر اتنا خوف زدہ کر دینے والا تھا کہ میرے پیروں سے جان ہی نکل گئی تھی۔ اس روز میں نے خوف کے حاصل معنی جانے تھے۔ مام مریم بے لباس کارپٹ پر بے سدھ پڑی تھی، پتہ نہیں اس کا لباس کہاں تھا؟ وہ زندہ تھی یا نہیں؟ اس سے کچھ قاصلے پر فہمیدہ آئی نیم جان حالت میں گری ہوئی تھیں، ان کے سر پر حجاب نہیں تھا، ان کا لباس بھی غائب تھا..... ان کی داڑھیوں کلائیوں اور جیر رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ وہ نیم بے ہوشی میں تھیں۔ میری آنکھوں سے وہ منظر نہیں جاتا ہے حور یہ..... میں نے اس باپردہ اور باحیا عورت کو جس حالت میں دیکھا تھا میرا جی چہ رہا تھا کہ میں ڈیڈ کا مرڈر کروں اللہ نے اس رات اس

لے کر باہر نکلی تھیں اور میں اور مام مریم بہت خوف زدہ تھے۔ میرے پوچھنے پر بھی مام نے مجھے کچھ نہ بتایا تھا۔ اگلے روز ڈیڈ کے چلے جانے کے بعد مام نے فہمیدہ آئی کو فون کیا تھا تاکہ معاملے کا پتہ چلا سکیں۔ میں ان کے پاس ہی کھڑا تھا۔ مام کے چہرے کے تاثرات آج بھی مجھے یاد ہیں حور یہ..... میری ماں نے میرے باپ جیسے آدی کے ساتھ اپنی زندگی کے بدترین دن گزارے تھے۔ وہ کہتے کہتے رکا حور یہ کھانا کھانا بھولی چکی تھی۔ "مجھے وہ بھیا نیک رات آج بھی یاد ہے۔ مام نے اس رات زندگی میں پہلی بار خود سے ڈیڈ سے لڑائی کی تھی۔ بات کا پتہ نہیں مگر موضوع وہی تھا اس رات ان کا عبدالسلام انکل سے ٹھنڈا مام غصے میں روٹی ہوئی کار کی چابی لے کر باہر نکل گئیں تھیں۔ ڈیڈ نے مجھے ڈانٹ کر کمرے میں بھگا دیا تھا خود ڈنک کرنے لگے تھے اور میں روتے روتے سو گیا تھا۔ رات کا جانے کون سا پہر تھا جب میری آنکھ کسی آواز سے کھلی تھی۔ پتہ نہیں کون سا پہر تھا رات کا میں گھبرا کر اٹھا۔ لندن کی سردی جھاوینے والی ہوئی ہے میں نے صرف ایک گرم سوئے شرپہنا ہوا تھا اور ننگے پیر میں کمرے سے نکل کر باہر آ گیا۔ رات کے مہیب سائے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھے۔ اتنا سناٹا اور اس قدر جمود سا سوس ہو رہا تھا فضا میں کہ میں لچی مھر کو خشک سا گیا۔ مجھے بچپن سے ہی ایسی نرسنگ ملی تھی کہ میں کسی چیز سے نہیں ڈرتا تھا مگر اس رات اس سنانے میں ایک چیخ نے مجھے ہلا دیا تھا۔ میں نے غور کیا تو چیخ کی آواز فہمیدہ آئی کے گھر سے آئی تھی۔ میں ٹیرز میں کھڑا تھا۔ ان لوگوں کے گھر کا دروازہ بند نہیں تھا اتنے اندھیرے میں گھر کے اندر کی روشنی اس دروازے کی جھری سے باہر آرہی تھی۔ میں نے چیخ کی آواز پھر سنی..... مگر اس بار ایک ننھی سی چیخ بھی اس چیخ میں مدغم تھی۔ میں سمجھا کہ ان کے گھر کوئی ڈاکو صیا یا ہے۔ چوری کی وارداتیں اس علاقے میں بہت کم ہوتی تھیں مگر ہوا کرتی تھیں۔ میں ڈیڈ کے روم کی طرف بھاگا ڈیڈ کے کمرے کا دروازہ پت کھلا ہوا تھا۔ میں نے کمرے کی ہلکی نیلی روشنی میں بید کی طرف

کبار خاندانہ

کبار خاندانہ میں
رنگ برنگی ایشیا
دھول میں ائی ہوئیں
جو بھی کسی وقت
بڑی آن بان سے
توجہ کا مرکز ہوا کرتی تھیں
عہد مہشتہ کی مانند
بے حس و بہ رنگ
اوپر تلے یوں بڑی تھیں
پہلے.....

کسی تباہ حال نبیے کا ذخیر
عرون جزو وال کی زندہ مثال

سمیرا بتول مفتش..... شاہ کوٹ

نہ چھپا سکا۔ میں نے انہیں آنکھوں دیکھا سا حال بیان
کر دیا۔ نام نے اس وقت خود کو کیسے سنبھالا تھا مجھے یاد
نہیں.... جمروہ لن بہار اس گھر میں آخری دن تھا۔ نام اور
میں گھر چھوڑ کر نام کی ایک فریڈ کے خالی اپارٹمنٹ میں
آگئے تھے جو کہ ان دنوں شہر سے باہر تھیں نام نے ڈیل سے
ڈائیرس مانگی تھیں۔ وہ اب ان کے ساتھ نہیں رہ سکتی تھیں
ڈیل نے پانچ زند گیوں کا خون کیا تھا تین جسم قبر کی منی میں
اترے تھے اور دو چلتی پھرتی لائیں۔ مجھے اس شخص سے
کھن آنی ہے جیسے میں اپنا باپ کہنے پر مجبور ہوں۔ اس
رات میں نے جانا تھا کہ جب آدی شیطانیت پر اترتا ہے
تو پھر شیطان بھی اس سے چننا نکلنے لگتا ہے۔ شاید
فرشتوں نے اسی خوف کے سبب خدا سے پوچھا تھا کہ تو
انسان کو پیدا کرے گا تو وہ زمین پر فساد برپا کرے گا۔ خون
وانتشار پھیلانے گا۔ نام اور میرے درمیان ایک خاموش
معاہدہ ہو گیا تھا کہ اس واقعے کا ذکر ہم اپنے آپ سے بھی
نہیں کریں گے پھر ہم نے لیوں کوئی لیا۔ بہت سارے
الزام اپنے اوپر برداشت کیے کہ سبھی جو بھی اس حادثے کی
"اصل" سے ناواقف تھے وہ مام کو ڈیل کی موت کا ذمہ دار

نکے کو ایک بڑے مرد نشئی طاقت اور حوصلہ یا تھا۔ میں نے
آگے بڑھ کر ام مریم پر وہی حجاب کھول کر ڈالا جو اس کی ماں
اپنے سر کے بالوں کو ڈھنپنے کے لیے استعمال کرتی
تھیں۔ پھر میں نے آنٹی فہمیدہ کے ہاتھوں کی رسیاں
کھولنے کی کوشش کی مگر مجھ سے نہ عمل نہیں۔ مجھے خیال
آیا کہ پہلے فہمیدہ آنٹی پر چادر ڈالنی چاہیے میں نے ادھر
ادھر سے ڈھونڈ کر چادر نما پٹا ان پر ڈالا اور ان کے ہاتھوں
اور پیروں کی رسیوں کو چھری کی مدد سے کاٹا۔ فہمیدہ آنٹی
نے ادھر کھلی آنکھوں سے مجھے دیکھا تھا۔ میں ان آنکھوں
کا تاثر آج بھی یاد رکھے ہوئے ہوں..... میں رورہا تھا۔
فہمیدہ آنٹی ہاتھوں کے آزاد ہوتے ہی اپنے چہرے کو
ذہان پر کر رہے تھیں۔ ان کی چیخوں سے دل کر میں
الئے قدموں داپس باہر بھاگا اور پھر سیدھا اپنے بیڈروم
میں بستر پر ہی آ کر ٹرا تھا۔ اس رات خوف و ہشت سے
پیری تھیں اندر ہی صحت گئی تھیں مجھے نہیں پتہ تھا کہ نام
کہاں چلی گئی تھیں.... اس میری آنکھیں بند ہوتی گئی
اور میں نام کو جی جی کر پکارتا چاہتا تھا مگر میری آواز گھٹ کر
رہ گئی تھی۔ مجھے جب ہوش آیا تھا تو میں ہسپتال کے کمرے
میں تھا۔ مجھے شدید دردس ہر ایک ڈاکٹر ہوا تھا۔ میں تقریباً
ایک ماہ تک ہسپتال میں رہا جہاں میرا ذہنی اور نفسیاتی
دوڑوں علاج چل رہے تھے۔ وہ کچھ لمحے نمبر اور خود یہ نے
زندگی میں پہلی بار اس کی آنکھیں میں نہ کھلی تھیں۔

"وہ حادثہ میری زندگی کا بدترین حادثہ تھا۔ نام کی زبانی
پتہ چلا تھا کہ اس رات کسی نے ام مریم اور اس کی ماما کا مرزور
کر دیا تھا اور یہ صرف میں جانتا تھا کہ انہوں نے خودکشی کی
اور ام مریم کی جان لی گئی۔ اس ذلت کو وہ برداشت بھی
کیسے کر سکتی تھیں۔ انکل عبدالسلام اس رات ہسپتال میں
ٹائٹ ڈیوٹی پر تھے انہیں پتہ چلا تو انہیں برین ہمبرج
ہو گیا۔ وہ تین لائیں ایک ہی گھر سے نکلی تھیں..... ماما اس
رات ڈسٹرب تھیں اور اپنی ایک فریڈ کے گھر چلی گئی تھیں۔
صبح جب وہ آئی تو ڈیل مجھے ہسپتال لے جا چکے تھے۔ نام کو
کچھ باتوں پر شک تھا انہوں نے مجھ سے پوچھا تو میں کچھ

زنگ کھائے ہوئے لاجوردی سوچ رکھنے والے مکمل انسان..... ہم رب کے اشارے ہوئے احکامات سے ہٹ کر اپنی لاجب پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ بھائی اور بہن وہی ہوتے ہیں جن کی تصدیق قرآن پاک میں وضاحت کے ساتھ کر دی گئی ہے۔ ہم اس حکم اور علم کے اندر تسلیم کر کے اپنے تئیں اور تامل علم کو درمیان میں لے آتے ہیں۔ بگاڑو ہیں سے پیدا ہوتا ہے جہاں سے ہم اپنے اصل کو چھوڑ کر دوسری سمتوں میں دوڑنے لگتے ہیں اصل کیا ہے؟ وہی تو ہے..... صراطِ مستقیم کا راستہ..... حکم تو گویا ہے وضاحت کے ساتھ۔ قرآن کی واضح تشریح حدیث کی صورت..... پھر بھی ہم جان بوجھ کر راستہ بھٹکانا چاہتے ہیں۔ "وہ کرب سے کہہ رہا تھا۔"

"وہ ذیئہ فہمیدہ آنٹی کو" بہن" کہتے تھے..... اس رشتے کے تقدس کا انہیں احساس تک نہیں تھا۔ مقامِ فہم سے حور اتم بھی راہِ بھنگ رہی تھیں، حالانکہ میں نے بے شمار مرتبہ تمہیں باور کرایا۔" وہ لہجہ بھر کو چپ ہوا۔

"تو کیا آپ کے ذہن میں.....؟" اس نے جملہ ادھورا چھوڑا۔

"نہیں..... تمہارے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں نے تم سے دو دوانی محبت نہیں کی تھی۔ میں نے تم سے صرف محبت کی ہے اور اسے کوئی نام دینے کی کوشش نہیں جبکہ تم نے اپنی محبت کو نام دینے کی کوشش میں ہر کی شکل میں بدل ڈالی۔ ایک بار خود سے بچ بولو..... سوچو اور جان جاؤ گی کہ تم کیا چاہتی ہو کسی کی سوچ کے ذباؤ سے اپنے آپ کا زاؤ کر کے فیصلہ کرو۔" عبداللہ نے نرمی سے کہا۔ "اور یقین رکھو کہ میں تمہارے ہر فیصلے کا احترام کروں گا۔" عبداللہ نے نرمی سے کہا اور وہ ٹر کوٹل ادا کرنے لگا۔ خود یہ کو فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگی تھی۔ عبداللہ اس کی کشتی کا ایسا جنا کش صلاح تھا جو اس کی نیا پار لگانے کی اہلیت رکھتا تھا۔ حور یہ نے مطمئن ہو کر عبداللہ کے مضبوط ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

بچہ

کھتے تھے۔ جس روز ہم نے پاکستان کے لیے فلائی کرنا تھا ما مڈیڈ سے ٹی ٹی نہیں اور انہیں بتایا تھا کہ ان کے بیٹے نے ان کی وحشت و درندگی کا تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ پھر ہم پاکستان آ گئے بانی کے حالات تمہارے سامنے ہیں..... میں نے تمہاری آنکھوں میں مردوں کے لیے وہ خوف دیکھ لیا تھا جتنا نئی فہمیدہ کی ان نیم وا آنکھوں میں تھا..... جب ذیئہ تمہیں گود میں لینے گئے تھے تب تمہارے چہرے پر وہی خوف تھا مگر تب مجھے اس کا مطلب معلوم نہیں تھا پھر جب ہم ہمیشہ کے لیے پاکستان آ گئے تب مجھے تمہارے اندر کے خوف کے مطلب و معنی اچھی طرح معلوم ہو گئے تھے جو حادثہ ام مریم کے ساتھ ہوا تھا وہی حادثہ تمہارے ساتھ ہوا تھا۔" عبداللہ نے اس کی طرف دیکھا وہ سخت جھٹکے میں تھی عبداللہ کی بات پر وہ جیسے رکتی ہوئی سانس کے ساتھ اس کو دیکھتی چلی گئی۔ "جب تمہاری ای جی اور ماہا باتیں کر رہی تھیں اس رات میں سویا ہوا نہیں تھا صرف لینا ہوا تھا" آنکھیں بند کر کے دونوں بہنیں ایک دوسرے کی سامنے دل کا بوجھ بٹکا کر رہی تھیں۔ میں اس رات سے ان کے اس راز میں شریک بن گیا تھا۔ یہ بات آج صرف تمہیں بتا رہا ہوں....." عبداللہ نے اس کی بھی آنکھوں کو دیکھا اور اس کا ننھا سا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں لے لیا۔

"حالات میں فرق سہی مگر ایک جیسے کرب سے گزر رہے ہیں ہم دونوں۔ شکلیں مختلف سہی مگر جیسے کہ آگ کے دوریا کو ہم دونوں نے ہی پار کیا ہے۔ نوعیت الگ الگ سہی..... مگر تکلیف کی کیفیت ایک ہی تھی۔ میں تمہاری نفسیات اس لیے سمجھتا تھا اور ہوں کہ میں نے وہ مذاہب خود پر جھیلا ہے جس مذاہب نے تمہاری زندگی میں تہذیبیاں پیدا کیں ہم دونوں ایک دوسرے کے کیا لگتے ہیں..... ہمارا رشتہ کیا ہے؟ دنیا کو پہنانے دو معنی جو انہیں لگتا ہے لگنے دو۔ میں اور تم جانتے ہیں کہ ہم ایک ہیں دو نہیں ہمارا تعلق کسی لفظ کسی وضاحت کا محتاج نہیں۔ بھائی اور گزن کیا ہوتے ہیں؟ رشتے جو اللہ نے بنا کر اتارے وہی ہوتے ہیں۔ ہم



سیاس گل

محبت دل کا سجده

Created By Amir



جس کو معلوم نہیں منزل مقصود اپنی
کتنا بے کار ہے اس شخص کا چنتے رہنا
ہم نئے خواب بنیں گے نئے منظر لے کر
نئے سورج سے کہو روز نکلتے رہنا

فلائٹ لیتے ہیں۔ نوشین پارٹی کی وجہ سے راتیل کو علی کے کمرے میں سوسنے بھیج دیتی ہیں۔ علی فون پر ان کو اپنی واہسی کا بتا چکا ہوتا ہے مگر نوشین بیگم راتیل کو بدنام کرنا چاہتی ہیں۔ اس لیے علی کی آمد کی بات چھپا جاتی ہیں۔ علی جب واپس آتا ہے تو اپنے کمرے میں راتیل کو دیکھ کر ششدر رہ جاتا ہے۔ نوشین بیگم علی کے کمرے میں راتیل کی موجودگی پر داؤ پلا مچا دیتی ہیں مگر وہاب احمد ان کا یقین نہیں کرتے۔ وہاب احمد کو معلوم ہے کہ نوشین بیگم اس طرح کی حرکت ضرور کریں گی۔ اس لیے وہاب احمد علی سے مشورہ کر کے راتیل اور علی کا نکاح کر دیتے ہیں۔ ذوالنون گھر جانے کی تیاری کر رہا ہوتا ہے اس نے نکلیں اور نونہل کے ساتھ راتیل کے لیے بھی گفٹ خریدے ہوتے ہیں۔ وہاب لاج میں بہت عرصے بعد اتنی پر رونق اور خوش گوار عید منائی جا رہی تھی۔

(لاب آگے پڑھیے)



”ہاں! ہاں میں عشق! ساری خطا میں میری
مجھے بھانے والو! تم تو سب فرشتے ہو“
کرن کا بھجا ہوا شعر پڑھ کر وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔
ذوالنون نے بھی جواب میں شعر ناپ کیا۔
ذرا آنکھوں سے لوبھل ہوا اے عشق!
مجھے کچھ دیر سونا ہے.....!!
کرن نے ایس ایم ایس پڑھا اور سیل آف کر کے

(حصہ دوم کا خلاصہ)

راتیل نکلیں کے ساتھ یونیورسٹی جاتی ہے جہاں نکلیں کی دوست زریں راتیل کو جاوید کی حقیقت سننے آگاہ کرنی ہے۔ ساتھ ہی راتیل اور زریں جاوید کو اس کے انجام تک پہنچانے کا منصوبہ بھی بنتی ہیں۔ وہاب احمد نکلیں کو یونیورسٹی جانے سے منع کرتے ہوئے اس پر جاوید کی حقیقت بھی آشکار کرتے ہیں جسے سن کر وہ ششدر رہ جاتی ہے۔ نونہل راتیل سے اپنے گستاخانہ رویہ کی معافی مانگتا ہے۔ راتیل کی بدولت اس کی زندگی بدل جاتی ہے۔ کرن ذوالنون کے محتاط رویے کو دیکھ کر اپنی چاہت پر بند باندھ لیتی ہے اور ذوالنون کے اپنی طرف لوٹ آنے کی منتظر رہتی ہے۔ نکلیں اس دن کے بعد سے اپنے کمرے میں بند ہو کر رہ جاتی ہے اسے وہ رہ کر اپنی کم عقلی پر غصہ آ رہا ہوتا ہے ایک فلرٹ شخص کے لیے اپنے جذبات اس شخص پر آشکار کیے اور اپنے گھر والوں کی عزت داؤ پر لگانے کا احساس اسے ندامت میں مبتلا کرتا ہے۔ علی چند دن کے لیے اپنے گھر جاتا ہے راتیل اس کے جانے سے آواں ہو گئی ہے کیونکہ ”وہاب لاج“ میں ایک علی ہے جس سے وہ بات کرتی ہے۔ وہاب احمد ایک دن کے لیے کراچی جاتے ہیں۔ ان کی غیر موجودگی میں نوشین بیگم گھر میں پارٹی رکھتی ہیں جس میں مرد و خواتین دونوں شامل ہوتے ہیں۔ وہاب احمد کی آمد رات میں کسی وقت متوقع ہے اور نوشین احمد کو اندازہ ہے کہ وہاب احمد عموماً رات کے سفر کو ملتوی کر کے اگلی صبح کی

تکے میں منہ چھپا کر رونے لگی۔

ذوالنون نہیں چاہتا تھا کہ کرن یا خود اس کے ہاں باپ کو ان کی طرف سے کوئی ایسی سیدھی خبر ملے وہ گھر سے دور تعلیم حاصل کر کے اپنا مستقبل بنانے سنوانے گیا تھا نہ کہ عشق کے چکروں میں پڑنے کے لیے۔ ذوالنون کو جذبات سے زیادہ حالات اور دوسروں کے خیالات کو د نظر رکھتے ہوئے ہر قدم بہت سوچ سمجھ کر اٹھانے کی عادت تھی۔

ادھر علی بھی بے گلی اور بے قراری کے عالم میں اپنے بیٹے روم میں ٹہل رہا تھا۔ عید کا پہلا دن گزر گیا تھا شب دھیرے دھیرے بیت رہی تھی۔ مگر وہ ابھی تک جاگ رہا تھا اس کی عید کچھ اچھی نہیں گزری تھی کیونکہ ایک تو اینے نے علی کو راتیل سے نکاح کے معاملے میں بہت کچھ سنایا تھا اور اسے صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ فوراً اسے طلاق دے ورنہ وہ ساری زندگی اس کی شکل نہیں دیکھیں گی۔ ٹوشین نے جانے کس انداز میں اینے کو راتیل کے خلاف گردیا تھا کہ وہ علی کی کوئی بات سننے کو ہی آمادہ نہیں تھیں۔ علی کے والد عثمان عزیز نے صرف اتنا کہا تھا کہ.....

”مجھے علی پر مکمل بھروسہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ علی جو بھی فیصلہ کرے گا بہت سوچ سمجھ کر اور دل سے کرے گا میرا بیٹا کبھی کچھ غلط کر ہی نہیں سکتا۔“

اور اینے کو شوہر کی اس بات پر خاموش ہونے ہی بڑا تھا مگر علی کے لیے ایک بہت بڑی مشکل کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کی ماں اب اتنی آسانی سے راتیل کو قبول نہیں کریں گی۔

راتیل صرف اس کی منکوحہ نہیں تھی بلکہ اب اس کی محبت بھی تھی پہلی بار دل کے دورے پہ پیار کی دستک کو پیار کی خوشبو کو اس نے روح کی گہرائیوں تک محسوس کیا تھا وہ اس الوکھے لورڈ کٹشیس احساس سے واقف ہوا تو زندگی ایک دم سے ہی اسے بہت حسین لگنے لگی تھی۔ وہ کیسے اپنے ہاتھوں سے اپنی محبت کو اپنی زندگی سے بدل کر دیتا؟ اس نے اپنی زائری کھولی تو اس میں رکھا ہوا سفید گلاب علی کی توجہ مگر کزین گیا اسے وہ حسین صبح یا آگئی جب وہ راتیل

سے پہلی بار ملتا تھا اور اس نے تازہ سفید گلاب اسے تحفتاً دیا تھا اور وہ اس ہی لمحے میں قید ہو کر رہ گیا تھا۔ جاسنہ کیسا طلسم تھا ان لمحوں میں کہ راتیل کی مصمصیت اور خوب صورتی نے علی کا دل موہ لیا تھا۔ ایک بھکی ہی کو نڈی تھی دل کے ایوانوں میں ایک رنگ سا اترتا تھا روح کے گلستانوں میں ایک جلتے رنگ سانچ اٹھاتا تھا اس کے وجود کے رنگستانوں میں ہر طرف پھول ہی پھول کھل اٹھے اس لمحے اور وہ اس شب صورت احساس کو اس سے خود سے سب سے چھپائے ہوئے تھا اب تک اور تقدیر نے اس کی محبت خود خود اس کے ہاتھ میں تھما دی تھی۔ اب محبت بھری نعمت کی حیثیت اور قدر تو اسی کو کرتا تھی جو اسے اتنی آسانی سے مل گئی تھی وہ اسے اگر جان جو کھوں میں ڈال کر بھی بھائی بڑے تو وہ درخت نہیں کرے گا۔ وہ اسے کسی قیمت پر نہیں گنوا سکتا یا اس نے سوچ لیا تھا اور خود سے عہد بھی کر لیا تھا۔ یہ جانتا بھی اس کے لیے بہت ضروری اور بے حد اہم تھا۔

عید کا دوسرا دن بھی مصروف رہا وہ چاہ کر بھی راتیل سے فون پر بات نہ کر سکا اس کا سلی بھر بھی اس کے پاس نہیں تھا۔ دن بھر سوچتا رہا تھا کہ موضع ملے ہی وہ اب لاج کال کرے گا راتیل سے بات کرے گا مگر.....!

دن بھر سوچا کہ

عید مبارک کہنا ہے

ذیونئی کرتے عید گزرتی

”عید مبارک“

وہی روایتی انداز

وہی روایتی کا جملہ

دن بھر اپنے آپ سے اکتارتا ہا

نہ الفاظ ملے کو رنہ پھر سوچوں سے

عید کے لیے کوئی جملہ تراش پایا

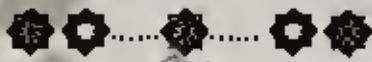
یہاں تک کہ رات نے دھرتی پر

اپنے تینو تان لیے.....!

ظلی سوکھے ہوئے سفید گلاب کو دیکھتا رہا سوگھتا رہا اس میں راتیل کی خوشبو کو محسوس کرتا رہا اور عید کی شب کا

کہا تو وہ ہنسی چلی گئی۔ وہاب احمد کو ذوالنون پر بے تماشہ
پیارا یا جو راتیل کو بھی اتنی ہی محبت اور اہمیت دے رہا تھا
اس کے لیے بھی اتنا ہی فخر مند تھا جتنا کہ گلین کے لیے
فخر مند تھا۔

عید کے تیسرے دن وہ سب زاہد اور عابد ماموں کے
گھر ماجد ہاؤس گئے واپسی شام تک ہوئی تھی ان سب کی
اور رات کو ذوالنون خوش گوار یادوں کے ساتھ کوچ میں سوار
ہو گیا تھا اس کی چھٹی بس تین دن کی ہی تھی اسے واپس
اسلام آباد پہنچنا تھا۔



علی صبح فلاہیٹ سے لاہور پہنچ گیا تھا۔ وہاب لارج میں
خاموشی چھائی تھی۔ اس کی نگاہیں راتیل کو ڈھونڈ رہی
تھیں۔ بواجی کی زبانی معلوم ہوا کہ راتیل گلین کے ساتھ
اس کی سہیلی ذرین کے گھر عید ملن پارٹی میں گئی ہے۔ نونوں
کانچ میں تھا۔ نوٹسین اپنے کمرے میں سو رہی تھیں۔ وہاب
احمد فیکٹری گئے تھے وہ اپنا سامان گیسٹ روم میں رکھنے
کے بعد باہر لان میں آ بیٹھا۔ وہ کافی پریشان اور بے چین
تھا۔ آئے وقت اینڈنگ میں اسے راتیل کو طلاق دینے کا
حکم دیا تھا۔ وہ بھی نوٹسین کی زبان پر یقین کر کے انہی کی
زبان بول رہی تھیں۔

"علی تم نے جس خاموشی سے راتیل سے نکاح کیا
تھا اسی خاموشی سے اسے طلاق دے کر یہ رشتہ ختم کر دینا
درند میں تمہیں اپنا دو وہ نہیں بخشوں گی اور میری حکم عدولی
کر کے تم مجھے اپنی شکل مت دکھانا۔" ایند کے کہے ہوئے
الفاظ کسی لادے کی طرح اس کی روح میں سرایت کر گئے
تھے اور بار بار ان الفاظ کی بازگشت اسے آنکھوں پر چھینٹ
رہی تھی۔ وہ بے چینی کے عالم میں کبھی بیٹھ جاتا اور کبھی پھر
سے اٹھ کر ٹیبلنگٹا۔ اس کا جو آگ کی طرح دکھ رہا تھا۔
علی نے خود کو کبھی اتنا بے بس اور مجبور محسوس نہیں کیا تھا۔ جتنا
بے بس اور مجبور وہ آج محسوس کر رہا تھا۔ ایک طرف اس
کے دل کی خوشی اس کی محبت اس کی راتیل تھی۔

اور دوسری طرف اس کی ماں تھی جس کے قدموں تلے

ذوالنون کو نونوں کی زبانی گھر کے تمام حالات واقعات
کا نظم ہو چکا تھا نوٹسین کی زیادتیوں پر وہ بہت شرمندہ تھا
راتیل سے اور گلین کی بے وقوفی نے بھی اسے ہلاک کر دیا
تھا۔ علی سے راتیل کے نکاح کا جو ضرور برا لگا تھا سرد
خوش کہ راتیل کا نکاح علی جیسے نفیس اور سلیمے ہوئے
شخص سے ہوا ہے اور اب اس کی شدید خواہش تھی کہ گلین
کی شادی بھی جلد از جلد ہو جائے وہ سب لادے میں جینے
کے سبب کر رہے تھے۔

"گلین اب تم امور خانہ داری میں دلچسپی لو کو کو تک
سکھ لو تا کہ یونیورسٹی سے فارغ ہوتے ہی تمہاری شادی
کر دی جائے۔" ذوالنون نے گلین کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"مجھے فی الحال شادی نہیں کرنی۔" گلین نے کافی کا
گک اٹھاتے ہوئے انسر دی سے کہا۔

"ڈونٹ وری اللہ نے تمہارے لیے بہت اچھا راسٹ
مین منتخب کر رکھا ہو گا وہ ضرور تمہیں نئے گا گزری غلطیاں
بھلا کر آنے والی زندگی کو خوش گوار گزارنے کے لیے خود کو
تیار کرنا پڑے گی نہ ہونا ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے
گا۔" ذوالنون نے اس کا ہاتھ تمام کر مسکراتے ہوئے کہا۔
"راتیل بھائی ایم سو پٹی فار یو ٹی بھائی بہت ٹائرس آ دی
ہیں کسی کی بات پر کان مت دھرنا انہیں اپنا پتا کے ہی رکھنا
مجھیں۔" ذوالنون نے راتیل سے راز دارانہ لہجے میں کہا
تو وہ ہنس کر بولی۔

"علی کی مرضی کے بنا تو نہیں نا۔"
"علی بھائی سے مجھے کسی بے وقوفی کی توقع تو نہیں
ہے پھر بھی اگر وہ ماہ کی باتوں میں آ کر یہ نکاح ختم کرنے
کی بات کریں تو مجھے بتانا میں انہیں سمجھاؤں گا کہ میری
بہن کوئی معمولی لڑکی نہیں ہے اگر اسے آپ نے گنوا دیا تو
ساری زندگی پچھتاؤ گے اور اگر میری بہن کو کوئی دکھ دیا تو
میرے ہاتھوں سے بچ کر کہاں جاؤ گے؟" ذوالنون نے
برادرانہ شفقت و محبت سے پر لہجے میں بڑے اسٹائل سے

”مجھے آپ کی بات کی پروا ہے خالد کی نہیں آپ کی رائے میرے لیے اہمیت رکھتی ہے آپ کیا چاہتے ہیں؟ کیا آپ چھوڑ دیں گے مجھے..... یہ نکاح ختم کر دیں گے؟ خود سے جدا کر دیں گے مجھے..... یہ رشتہ ختم کر دیں گے؟ کیا؟ آپ خلاق دہے دیں گے مجھے؟“ راتیل نے بے چینی سے اسے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

”نہیں راتیل! یہ لفظ سوچ کر میری روح کانپ اٹھتی ہے تم بیوی ہو میری بے شک یہ رشتہ جیسے بھی حالات میں ہوا ہے میں اس رشتے کو رسوا نہیں ہونے دوں گا دیکھتا ہوں کون تمہیں مجھ سے جدا کر کے لے جاتا ہے۔“ وہ بولتے بولتے حزا ہو گیا۔

”میں آپ کو چھوڑ کے کہیں نہیں جاؤں گی۔“ اس نے خوشی اور محبت سے سمجھتے لہجے میں کہا۔

راتیل بھی اس سے پیار کرتی ہے اور اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہے اس رشتے کو قائم رکھنا چاہتی ہے یہ احساس علی کے لیے بہت مسرور کن اور اطمینان بخش تھا اب وہ اپنے اور راتیل کے لیے اپنی محبت کے لیے پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ حالات اور مخالفتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھا۔



”آگے ہو خیر سے چھتیاں گزار کے“ کرن نے ذوالنون کو صبح کالج میں دیکھتے ہی مسکاکے کہا۔
 ”جی الحمد للہ۔“ اس کے انداز میں بے پروائی تھی۔
 ”میری چاہت نے تمہیں خالص بنایا ہے ورنہ تم میں تو کوئی بات نہیں۔“ کرن نے بھی اس کی بے پروائی اور بے نیازی کا منہ توڑ جواب دیا۔

”نہیں یہی تو میں چاہتا ہوں کہ تم ایسا ہی سوچو اور پرہیزگار بنو۔“ وہ اس عشق و محبت کے لیے تو عمر بڑی ہے۔
 ”میں تمہیں ذائقہ بننے کے دکھاؤں گی دیکھ لینا تم۔“
 ”دیکھ تو رہا ہوں۔“ وہ گہری شوخ نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔ تو وہ تیزی سے اپنی کلاس کی طرف بڑھ گئی۔

اس کی جنت تھی وہ ماں کا ایسا حلقم کیسے مان سکتا تھا جو اس کے دل کی دنیا اور ایک لڑکی کی زندگی تباہ کر دے۔ وہ دونوں میں سے کسی کو بھی نہیں کھونا چاہتا تھا اور نہ ہی وہ ان دونوں میں سے کسی کو دکھ پہنچانا چاہتا تھا۔ اسے اپنے اللہ پر بھروسہ تھا کہ وہ ضرور ان کا دل راتیل کی طرف سے صاف کر دے گا اور ممانی کو ہدایت کی راہ دکھائے گا ان شاء اللہ۔
 راتیل اور نکلین جلد ہی آگئی تھیں۔ راتیل نے علی کو دور سے ہی دیکھ لیا تھا اس کے دل کی دھڑکنیں ایک دم تیز ہو گئی تھیں۔ علی اسے بہت نرم زدہ دکھائی دے رہا تھا۔ بولتی نے اسے بتایا کہ وہ جب ستا یا ہے اسی طرح تم صم لور پریشن سا بیٹنا ہے۔ راتیل بے قرار ہو کر لان کی طرف چلی آئی۔ وہ ٹھوڑی کوتاہی سے پکڑے کسی سوچ میں بیٹھا تھا۔

”نہیں آپ اندر چلیں۔“ وہ تیزی سے بولی اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

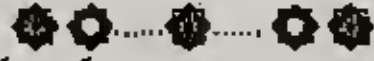
”کوئی دیکھ لے گا تو کیا کہے گا کہ اتنے بڑے مرد ہو کر آپ رور ہے ہیں۔“
 ”مجھے کیا چھوڑ دو راتیل۔“

”ہرگز نہیں میں آپ کو کبھی بھی اکیلا نہیں چھوڑوں گی۔“ راتیل اس کے قریب ہی کرسی پر بیٹھ گئی اس نے ابھی تک علی کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا اور اس پر اب گرفت اور مضبوط کر لی تھی۔

”کیا کرو گی میرے ساتھ رہنے کے لیے؟“
 ”میں آپ سے محبت کرتی ہوں اور آپ کو اتنا پیار ہوں گی کہ آپ مجھے کبھی نہیں گے ہی نہیں کہ مجھے اکیلا چھوڑ دو اور آپ مجھے کبھی بھی خود سے جدا کر ہی نہیں پائیں گے بولیں کریں گے مجھے خود سے الگ؟“ وہ اپنی سادگی اور معصومیت میں اپنے پیار کا اظہار کرتی ماں بھرے انداز میں اس سے پوچھتی اسے بے خود کر رہی تھی لیکن وہ بے ہوش تھی۔

”تمہیں پتا ہے تمہاری خالد نے یہ رشتہ کس طرح ہونے دیا اور کب تک وہ اس رشتے کو برقرار رکھنے کے حق میں ہیں؟“
 ”سب پتا ہے۔“ وہ اس کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے بولی۔

ذوالنون نے خود بھی اپنی کلاس روم کی جانب قدم بڑھائیے۔



صبح کے نو بج رہے تھے۔ راتیل تیار ہو کر لے کر سے باہر نکلی تو عمیر نوٹس، مسز ہدانی، مسز بیگ، گود کچھ کر حیران رہ گئی۔ یہ لوگ اتنی صبح کیسے آ گئے۔ ان کی تو صبح ہی دس بجے ہوتی تھیں۔

”السلام علیکم! راتیل نے ان سب کو دیکھتے ہوئے سلام کیا۔“

”وعلیکم السلام! کیسی ہو راتیل؟“ مسز بیگ نے اسے دیکھتے ہوئے مسکرا کر پوچھا تو اس نے اخلاقیات بھاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”جی میں ٹھیک ہوں آپ سب کیسے ہیں؟“

”ہم بھی ٹھیک ہیں آپ کے آنے سے اور بھی ٹھیک ہو گئے ہیں۔ آپ تو ہماری کونہی سے دور بھاگتی ہیں نور ہم آپ کو اپنی کونہی کا حصہ بنانا چاہتے ہیں۔“ عمیر نے اٹھ کر اس کے پاس کھڑے ہو کر اس کے دلکش سراپے کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ ایک دم سے اس سے دو قدم دور ہٹ گئی۔

”راتیل مجھے تو تم بہت پسند آئی ہو میں نے نوشی سے کہا ہے کہ وہ تمہیں لے کر آئے میرے گھر میرے بیٹے سے بھی تم مل لینا۔ بھئی اگر تم میرے بیٹے کو پسند آ گئیں تو میں تمہیں اپنی بہو بناؤں گی۔“ مسز بیگ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو نوٹس نے کینگی سے کہا۔

”ہائے مسز بیگ! پھر ہمارا کیا بنے گا ہم تو نہیں دیکھتے ہی رہ جائیں گے بس۔“

”تم کھڑی کیوں ہو ڈارلنگ! آؤ ہمارے پاس بیٹھو۔“ عمیر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بھانے کی کوشش کی تو اس نے غصے سے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔

”ڈونٹ سی۔“ وہ غصے سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

”اے اے کھو ذرا لندن پلٹ لڑکی کا یہ حال ہے یہاں تو

ہر لڑکی آسانی سے کسی بھی سرو کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ تھما دیتی ہے اور یہ ٹیکہ پروین نے کا ڈرامہ کر ہی ہے۔“ عمیر نے ہنستے ہوئے کہا تو راتیل بہت مضطرب کرتے ہوئے بولی۔

”آپ ہر لڑکی کو برا اور بکاؤ مل سمجھنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ لڑکیاں اپنی عزت کروانا جانتی ہیں آپ بھانے آج تک کن لڑکیوں سے ملے رہے ہیں میں راتیل تمہیں اور حسن ہوں کوئی نشوونما نہیں ہوں کہ جسے آپ استعمال کر کے پھینک دیں۔“ راتیل غصے سے کہتی لیکن میں چلی آئی۔

”بوا جی! یہ مہمان آج اتنی صبح کیسے آ گئے؟“

”بیٹا! یہ عید ملن پارٹی کا ہی حصہ سمجھو یہ لوگ ناشتے کی دعوت پر آئے ہیں۔“

”یہ ویسے تو اتنے ماڈرن بنتے ہیں اور اب اتنے ہی سہی ناشتے کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں۔“ سنجیدگی سے کہتے وہ علی کے روم میں آ گئی۔

علی دوش روم میں تیار ہوا تھا راتیل کو پانی گرنے کی آواز سے اندازہ ہو گیا تھا وہ کچھ دیر تو بیٹھی ان تینوں کی باتوں پر سکتی رہی پھر خود کو ٹھنڈا کیا اور اٹھ کر علی کی چیزیں دیکھنے لگی۔ دوش روم کا دروازہ کھلنے اور علی کے باہر آنے کی آہٹ پا کر راتیل نے پلٹ کر دیکھا تو مادے شرمندگی کے فوراً ہی رخ پھیر لیا علی نے شرم نہیں پہنی تھی۔ وہ تو لیے سے ہال خشک کرتا اسے اپنے کمرے میں اس وقت دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

”کیوں میں یہاں نہیں آ سکتی کیا؟“ راتیل نے اس کی طرف دیکھے بنا اس کی آنٹی پیز کو اٹھا کر دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

”ہوں آ سکتی ہو تم مانگ ہو اس گھر کی تمہارا جہاں دل چاہے تم آ جا سکتی ہو۔“ وہ تو لیے کو اپنے بالوں میں رگڑتے ہوئے نرمی سے بولا۔

”آپ کو برا لگا کیا میں آپ کے کمرے میں آئی؟“ اس نے ذرا سی نگاہ اٹھا کر پوچھا تو وہ اس کے قریب آتے ہوئے بولا۔

”اے نہیں مجھے کیوں برا لگے گا بھلا؟ مجھے تو بہت

سے اس سے الگ ہوئی غلی نے ناگہی سے اسے دیکھا۔
 "سورنی....." وہ نظریں جھکا کر اپنی اس حرکت پر
 معذرت کر رہی تھی وہ ہنس کر اسے اپنی ہانہوں کے حصار
 میں لیتے ہوئے بولا۔
 "سورنی تو کسی غیر سے کی جاتی ہے ہسبند سے
 تو نہیں۔"

"آپ بہت اچھے ہیں۔" وہ غلی کے گلے میں چلتا
 لاکٹ جس پر غلی کے نام کا اسے کندہ تھا ہاتھ میں پکڑ کر
 دیکھنے لگی۔ جب کہ وہ بس اسے دیکھ رہا تھا محسوس کر رہا تھا
 اس کے مسکتے وجود کی نرمی اور نرمی اسے مدہوش بنا رہی تھی۔
 "اچھا لگ رہا ہے یہ لاکٹ۔" غلی نے اس
 سے پوچھا۔

"ہوں....." وہ شرماتے ہوئے بولی۔
 "تو تمہیں پہتا دوں۔"
 "نہیں۔ بس آپ نے پہنا ہوا ہے تب ہی تو بہت
 اچھا لگ رہا ہے۔"

"تم پہنو گی تو اور زیادہ اچھا لگے گا تمہاری خوب صورت
 گردن میں تو سج جائے گا۔" غلی نے مسکراتے ہوئے کہا
 اور اسے گلے سے لاکٹ اتار لیا۔

"مگر....." رائیل جھجک رہی تھی اور غلی نے اپنا لاکٹ
 اس کی گردن میں پہنا دیا۔ رائیل چھوٹی موٹی کی طرح
 سست گئی۔ چہرے پر حیا کے مسرت و اجسام کے سارے
 رنگ اتر آئے تھے۔ نظریں جھکی جھکی ہی گال دیکھتے ہوئے
 ہاتھوں میں کپنپامٹ اور کول وجود کی سندرتا خوب صورتی
 اور حسن معصومیت اور سادگی میں بھی قیامت کا نظارہ پیش
 کر رہی تھی وہ..... غلی کو سبے خود کردی تھی غلی کو اس پر اسپنے
 حق کا احساس دلایا رہی تھی۔

"غلی....." لب خود بخود اس کا نام لے لٹھے۔
 "جان غلی بتاؤ کیا بات ہے جو تمہیں پریشان کر رہی
 ہے..... کسی سے خوف زدہ ہو تم..... بتاؤ مجھے میں ہوں نا
 اب تمہارا محرم تمہارا محافظ۔" غلی نے اس کے سامنے
 کھڑے ہو کر نرمی سے پوچھا تو اس نے عمیر لوہی اور سز

اچھا لگ رہا ہے کہ تم میرے کمرے میں آئی ہو میرے تو
 بھاگ جاؤ گئے آج۔"

"واٹ بھاگ؟" رائیل نے نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔
 "بھاگ مطلب نصیب قسمت۔" وہ ہنس کر
 ڈرینگ ٹیبل کی طرف جاتے ہوئے مطلب سمجھا رہا تھا۔
 "اوہ اچھا!" رائیل نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس
 کے سیل فون نوچیک کرنے لگی وہ بالوں میں ہریش پھیرتے
 ہوئے اسٹوریٹنگ ٹیبل کے کینے میں واضح دیکھ رہا تھا۔
 "کیا سوچ رہی ہو؟"

"کچھ نہیں۔" رائیل نے اس کے چہرے کو دیکھتے
 ہوئے کہا۔
 "کسی نے کچھ کہا ہے؟" غلی بغور اس کے چہرے کو
 دیکھ رہا تھا۔

"کچھ نہیں۔" وہ فی جواب تھا اس کا۔
 "میں تمہارا کیا لگتا ہوں؟" سوال بہت تیزی سے کیا
 تھا اور جواب بھی اسی روانی سے آیا تھا۔
 "کچھ نہیں..... مگر..... سب کچھ۔"

"تو وہ سب کچھ بتاؤ مجھے جو تمہیں پریشان اور خوف
 زدہ کیے ہوئے سب۔"

"کیا مجھے سب کچھ غلی کو بتا دینا چاہیے اگر انہیں غصہ
 آ گیا تو؟" چنانچہ یہ میری بات کا یقین کریں گے بھی کہ
 نہیں..... اگر غصے میں آ کر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا تو؟"
 "نہیں....." یہ نہیں اس کی زبان سے با آواز
 پھسلا تھا۔

"نہیں چھوڑوں گا تمہیں کبھی نہیں چھوڑوں گا اور تم پہ
 کبھی غصہ بھی نہیں کروں گا اور یقین رکھو مجھے سب کے بعد
 اگر کسی پر یقین ہے تو وہ تم ہو رائیل صرف تم۔" غلی نے اس
 کے چہرے سے اس کی پریشانی اس کے دل کا خوف
 پڑھتے ہوئے بہت محبت سے کہا تو فرط مسرت و شکر سے
 وہ اس کے گلے سے لگ گئی۔ اس کے یہ معصوم اور بے
 ساختہ انداز ہی تو غلی کو بل بل میں اس کا اسیر کر رہے تھے۔
 یکا یک رائیل کو اپنی اس حرکت کا احساس ہوا تو ایک دم

بیک کی تمام باتیں اس کے گوش گزار کر دیں۔

”بس اسی لیے میں آپ کے کمرے میں چلی آئی کہ وہ یہاں تو نہیں آئیں گے۔“ وہ سنجیدگی سے بولی۔

”اچھا کیا جو یہاں چلی آئیں تمہاری جگہ ادھر ہی ہے میرے کمرے میں۔“ علی نے سنجیدگی سے کہا لوہیں اور عمیر کی بے ہاکی پروہ سلگنا تھا تھا۔

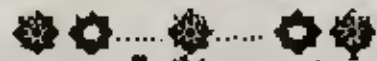
”اور اوہیں اور عمیر کو تو میں دیکھ لوں گا ان کی جرأت کیسے ہوئی تمہارے ساتھ بد تمیزئی کرنے کی۔“

”تم اب یہاں اکیلی نہیں ہوئیں ہوں تمہارے ساتھ۔ تمہارا شوہر۔“ علی نے اس کے شانوں کو تھام کر اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”آپ میرے شوہر ہیں مگر میرے ساتھ نہیں ہیں ساتھ ہوتے تو میرے ساتھ یہ سب نہ ہو رہا ہوتا۔“

”ہوں..... میں کچھ نہ ہوں تمہاری بات۔ جب تک سب کے سامنے بھاری شادی کیلئے نہیں ہو جاتی ایسا کچھ تو ہوگا..... یہ رشتہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔“ علی نے اٹل سبجے میں کہا۔

”کھیل سمجھا ہے انہوں نے نکاح کو بھاری زندگی کو جب ان کا دل چاہا ایک ڈرامہ چاکر ہمارا نکاح کروا دیا اور جب چاہیں گی ختم کرادیں گی۔“ رائیٹل اس کا احساس اس کی سوچ اور وہ یہ ہی جاننا چاہتی تھی اپنے حوالے سے اس رشتے کے حوالے سے سواں کی باتیں سن کر مطمئن ہو گئی تھی اور سکون سے بیٹھ گئی۔



جاوید کو پھانسی کی سزا سنائی گئی تھی۔ یہ خبر اخبار کے ذریعے تک نہیں پہنچی تو ایک بار پھر اسے اپنی سگین غلطی اور بے ذہنی پر رونا آ گیا۔ وہ اپنے آپ پر شدید برہم تھی۔ آخر وہ کیوں اس بے ایمان آدمی کی چکنی چیزیں باتوں میں آ گئی تھی اور رائیٹل نے کب کیسے جاوید کی حقیقت کو سمجھا اور اسے بے نقاب کر دیا۔ اسے گریٹار کروا دیا اس کی وجہ سے وہ اپنے انجام کو پہنچ گیا اور خود نہیں ایک اندھے کنویں میں گرنے سے بچ گئی۔ وہ تہ دل سے رائیٹل کی

شکر گزار تھی اور اب تو وہ نماز بھی پا قاعدگی سے پڑھنے لگی تھی۔ رائیٹل نے نکمین کو افسر وہ دیکھا تو کہنے لگی۔

”گئی آپنی! اللہ کا شکر ادا کریں کہ اس نے آپ کو اپنی رحمت کے سائے میں رکھا اور محفوظ رکھا۔ برے کام کا انجام تو برا ہی ہوتا ہے نا کتنی لڑکیوں کی زندگی خراب ہونے سے بچ گئی۔“

”ہاں ٹھیک کہا تم نے اس کی منگیتر کے گھر والوں نے اسے معاف نہیں کیا اور وہ اپنے انجام کو پہنچ جائے گا چند روز تک۔“

”وہ کیا کہتے ہیں خس کم جہاں پاک۔“

”آپ کو پتا ہے ماما پاپا ایک ہفتے تک واپس آ جائیں گے۔“ رائیٹل نے فوراً ہی موضوع بدل دیا۔

”رائیٹل! پھر تو بہت جڑا آئے گا کتنے برسوں بعد ہم سب ملیں گے ان سے ساتھ کتنے دن بتائیں گے کب شپ کریں گے۔“ نکمین نے بھی خوشی سے پر جوش سبجے میں کہا۔

”آنے دو ذرا اپنے ماما پاپا کو بہت خوش خوش آ رہے ہوں گے تاج کی سعادت حاصل کر لی اور اب انہوں سے اپنے وطن میں مننے کی دوہری خوشی کا احساس انہیں ہواؤں میں اڑا رہا ہوگا ان کی خوشی کے غبارے سے تو میں ایسی ہوا نکالوں گی کہ ساری زندگی یاد کریں گے مجھے۔“ نکمین کے کان میں رائیٹل کی بات جو پڑی تھی تو غصے سے دل میں سوچا۔ نجانے وہ اب کیا کرنے والی تھی۔

رائیٹل کو کبھی سرف نوشین کے عزائم سے خطرہ تھا وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ اس کے ماما پاپا کو غلی سے اس کے نکاح کی کیا کہانی سنائیں گی۔ وہ باب احمد اور غلی کی اسے سننے سے اور ان کے ساتھ سے کافی ڈھرس ہوئی تھی گمروں کے کسی کونے میں ایک بے غلی سی اب بھی موجود تھی۔

”رائیٹل۔“ علی نے اسے لان میں پھولوں پودوں کو پانی دیتے دیکھ کر آواز دی۔ تو اس کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔

”ہی.....“ اس نے پانی کا پائپ کیا رُو میں چھوڑتے ہوئے کہا۔

رائیل اسے کسی صورت ناراض نہیں کر سکتی تھی۔ سو وہ بھی ان سب کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو گئی۔ آج اس نے تمین کی پسند کا ذریعہ پہنا تھا بلکہ سرمئی رنگ کے چوڑی دار پا جاے پر بڑا سا کھدار فرائڈ جس پر سلور کلر کا بہترین کام کیا گیا تھا اور سلور گرے کلر کے ہی ہائل وائی جوتی پہنی تھی۔ کانوں میں ڈائمنڈ کے ٹاپس اور کلاری میں برسلیٹ پہنے بالوں کا خوب صورت اسٹائل بنائے خوشبوؤں سے مہلتی رائیل اپنے بے پناہ حسن کے ساتھ نگاہوں کو خیرہ کر رہی تھی چاہتے ہوئے تو رائیل نے خود کو بڑی سی چادر میں ڈھانپ لیا مگر جونہی وہ گلشن علی میں داخل ہونے کے بعد گاڑی سے باہر نکلے اپنی چادر اتار کر تہ لگانے لگی تو ٹوشین کو اس کی تیاری دیکھ کر پشیمے لگ گئے۔ اسے خون خوار نظروں سے دیکھتے ہوئے تیز لہجے میں بولی۔

"علی نے ہمیں گھانے کی دعوت دی ہے شادی پر نہیں بلایا تھا۔ تم اتنی جوج دجج کے یہاں آئی ہو۔"

"تو کیا ہوا ہم! شادی کے بعد پہلی بار دلہن اپنے دلہا کے گھر آئی ہے تو جوج دجج سے ہی آنا چاہیے تھا۔" تمین نے رائیل کے شانوں کے گرد اپنا بازو جمائے کر کے مسکراتے ہوئے کہا تو رائیل شرم سے آب آب ہو گئی جب کہ ٹوشین کو مزید آگ لگ گئی۔

"السلام علیکم خوش آمدید"

علی نے رائیل کو دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے پیار بھرا سلام کیا کتنا مسرور تھا وہ رائیل کے آنے سے اس کے چہرے پر بکھری تازگی اور شہی سے ظاہر ہو رہا تھا اس کے نظریہ زبعت اور علی کے اپنے لیے خاص جذبات کا ادراک رائیل کو شرمانے پر عمل کیے ہوئے تھا۔

"علی سے تو ایسے شرماتی ہے جیسے نئی نویل دلہن ہو۔"

ٹوشین نے طنز یہ لہجے میں کہا تو رائیل کی بجائے تمین نے فٹ سے جواب دیا۔

"اس میں کیا شک ہے نئی نویل دلہن تو بے سی بلڈ نو زائیدہ دلہن کیونکہ ابھی تو صرف نکاح ہوا ہے ان شاء اللہ جلد ہی رائیل رخصت ہو کر دلہن بن کر اس گھر میں

"میں کل یہاں سے اپنے نئے بنگلے میں شفٹ ہو رہا ہوں۔" وہ اس کے قریب پہنچ کر بولا۔

"آپ کو بہت بہت مبارک ہو۔"

"شکریہ ہی نہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم بھی میرے ساتھ چلو۔"

"مگر میں ایسے کیسے آپ کے ساتھ جا سکتی ہوں؟"

"میری بیوی کی حیثیت سے اور کیسے؟"

"لیکن فی الحال یہ مناسب نہیں ہوگا کیونکہ ماما پاپا کو ہمارے ریلیشن شپ کے بارے میں کچھ نہیں معلوم اور آپ کے ماما بابا بھی پتا نہیں کیا سمجھیں کیا چاہیں؟ بنان سب کی مرضی کے میں آپ کے ساتھ آپ کے گھر نہیں جا سکتی آئی ہو آپ سمجھ رہے ہیں کہ میں کیا کہہ رہی ہوں؟" رائیل نے سنجیدگی سے کہا۔

"سمجھ رہا ہوں میری سمجھدار منگولہ میں بھی ایسا ہی چاہتا ہوں کہ تم سب کی خوشی اور دعاؤں میں رخصت ہو کر میرے گھر آؤ۔ مجھے فخر ہے کہ تم میری شریک زندگی ہو۔ میں تو صرف یہ چاہ رہا تھا کہ تم میرے ساتھ میرے نئے گھر کو دیکھنے چلو جہاں ان شاء اللہ توفیق تم بہت جلد رخصت ہو کر آؤ گی۔ میری خواہش ہے کہ اس گھر میں پہلا قدم تم رکھو۔" علی نے مسکراتے ہوئے سنجیدہ مگر نرم لہجے میں کہا۔

"آپ کی خواہش میرا آنکھوں پر مگر میرا جواب اب بھی وہی ہے میں ٹوشین آئی کو کوئی موقع نہیں دینا چاہتی کہ وہ میرے بارے میں پھر سے کوئی نئی کہانی گھڑیں پولیز بلسنڈ مت کیجیگا۔" رائیل نے فخر مند اور محتاط لہجے میں کہا۔

"ڈونٹ وری ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا کچھ بھی ہو جائے یہ یقین رکھنا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

علی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر زخموں دل سے کہا۔

انگلے دن علی اپنے نئے بنگلے میں شفٹ ہو گیا۔ آپ نے ان سب کو بھی اپنے نئے گھر کی خوشی میں دعوت دی تھی۔ رائیل کو نہ من طوطے سے بہا تھا کہ وہ ان سب کے ساتھ اس کے گھر ضرور آئے نہیں تو وہ اس سے ناراض ہو جائے گا اور

آجائے گی۔“

”نہیں میں تمہیں دیکھنے یا ہوں۔“ خرم نے اس کے

دلکش چہرے پر نگاہیں مرکوز رکھتے ہوئے جواب دیا۔

”م... مجھے کیا ہوا ہے؟ اچھی بھلی تو ہوں۔“ وہ

گھبرائی۔

”اسی لیے تو دیکھنے یا ہوں کہ تم اچھی بھلی تو ہو اور کیا

چاہیے؟“ وہ معنی خیز بات اور سب سے کئی روز گزر رہا تھا۔

”کے کیا چاہیے؟“

”مجھے ایک لڑکی پسند آگئی ہے جس سے شادی کرنا

چاہتا ہوں۔ تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا میں اس قابل

ہوں کہ کوئی تم جیسی پیداری لڑکی مجھے اپنا جیون ساتھی بنانے

کے لیے ہاں کر دے۔“ خرم نے اس کے چہرے کو دیکھتے

ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا تو وہ دیر سے سے ہنس کر

پوچھنے لگی۔

”آپ کو اپنی قابلیت پر شک کیوں ہے؟“

”شک تو نہیں ہے پھر بھی تم ایک لڑکی ہو لڑکوں کے

ساتھ پڑھتی بھی ہو تمہیں زیادہ پتا ہوگا نا کہ ایک لڑکی کیسے

لڑکے کو پسند کرتی ہے۔ کیا خوبیاں ہونی چاہیں ایک لڑکے

میں کہ اسے کوئی لڑکی اپنا جیون ساتھی جنم لے؟“

”ہوں تو یہ بات ہے۔“ گلین ہنس پڑی۔

”ہاں بتاؤ نا میں کیسا ہوں؟“ گلین نے اس کا سر سے

باؤں تک جائزہ لیا گندی رنگت اور سب لہذا قبضہ کش مین

تقلش کا مالک تھا خرم موٹھوں کے ساتھ تو اس کی شخصیت

خاصی ہو اور ہر بار غیب دکھتی تھی۔

”آپ خاصے ہنڈسم اور گڈ لکنگ ہیں بظاہر تو آپ کو

رجسٹر کر کے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی ہاں اگر بات

خوبیوں کی ہو تو ایک مرد میں شوہر میں اتنی جرأت خاقت

ہونی چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو تحفظ دے سکے کسی دوسری

لڑکی کی طرف آنکھ اٹھانے کے بھی نہ دیکھے ورنہ...“ وہ کہتے

کہتے رک گئی خرم جو اسے بڑی محبت سے دیکھ اور سن رہا تھا

اس کے خاموش ہونے پر چونک کر بولا۔

”ورنہ کیا؟“

”اگر میرا شوہر ایسی حرکت کرے گا تو میں تو اس کی

”گلی... پاگل ہوئی ہو تم ادھر آؤ۔“ نوشین اس کی

بات پر غصے سے اس کا بازو پھڑکرایک طرف لے گئی۔

”کیا ہوا ماہ؟“

”تم پاگل تو نہیں ہو گئیں میں غلی کے ساتھ تمہاری

شادی کی پلاننگ کر رہی ہوں اور تم ان دونوں کی شادی کی

باتیں کر رہی ہو۔ تم غلی کو اپنی طرف متوجہ کرو۔“

”ماہ پلیز مجھ سے یہ سب نہیں ہوگا میں نے تو پ کہہ کر لی

ہے مزید حماقتوں حسد اور بغض سے آپ بھی کر لیجئے اور

جینے دیں رائیل اور غلی کو ایک دوسرے کے ساتھ پلیز۔“

گلین نے نہایت سنجیدگی سے اس کی بات کاٹ کر کہا اور

اندر چلی گئی۔

”بے خوف سمجھی میری لٹیا بونے پر کمر بستہ ہیں دیکھ

لوں گی میں سب کو ہوا دہی جو میں چاہتی ہوں اٹھیں اور

تیرور حسن کی جینی غلی کے دل اور اس کے گھر پر راج کرے

ایسا تو میں ہونے نہیں دوں گی۔“ نوشین نے تہج و تاب

کھاتے ہوئے دل ہی دل میں کہا اور غلی کے ساتھ ہولی وہ

سب کو اپنا گھر دکھا رہا تھا سب بہت خوش تھے۔ رائیل تو

بہت زیادہ حیران بھی تھی کہ ایسا گھر تو اس نے سپنوں میں

بھی دیکھا تھا اور آج وہ گھر سپنوں کا محل اس کے سامنے تھا

اس خوب صورت محل میں وہ کھڑی بھی شہزادہ کی ہمراہی

میں اس محل کا جائزہ لے رہی تھی۔

”پہلوگی۔“ زاہدہ صوں کے بیٹے خرم نے جین کولان

میں ٹھہرتے دیکھا تو وہیں چلا آیا۔ اسے غلی نے ہی فون

کر کے بلایا تھا۔ غلی سے اس کی دوستی اور بے تکلفی تھی خرم

مٹی نیشنل کمپنی میں جا رہا تھا۔

”ارے خرم بھائی آپ یہاں آپ کو بھی غلی بھائی نے

انویٹ کیا ہے؟“ گلین نے اسے دیکھتے ہی مسکراتے

ہوئے بہا۔

”ہاں انہوں نے مجھے فون کیا تھا کہ آپ لوگ آگئے

ہیں تو میں بھی چلا آیا ویسے میں دعوت کھانے نہیں آیا۔“

”تو گھر دیکھتا ہے؟“

آ نکھیں پھوڑ دوں گی۔“ تلخین نے تیزی سے جواب دیا۔
 ”اور اگر تمہارا شوہر صرف تمہاری طرف ہی دیکھتا ہے
 تو پھر۔“

”پھر تو میں اللہ کا شکر ادا کروں گی کہ اس نے مجھے اتنا
 لوگ سہبتہ دیا۔ آپ بتائیں کون ہے وہ لڑکی کیسی ہے؟
 کیا میں اسے جانتی ہوں؟“ تلخین نے مسکراتے ہوئے
 پوچھا وہ دونوں چلتے ہوئے اندر کوریڈور میں آ گئے تھے۔
 ”ہاں تم اسے جانتی بھی ہو پہچانتی بھی ہو اور وہ لڑکی
 بہت اچھی ہے مجھے تو بہت خوب صورت لگتی ہے۔“

”لگتی ہے کیا مطلب؟ وہ خوب صورت ہے نہیں مگر
 چونکہ آپ اس لڑکی کو پسند کرتے ہیں اس سے محبت کرتے
 ہیں اس لیے وہ آپ کو خوب صورت لگتی ہے؟“ تلخین نے
 اسی تیزی سے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ وہ اب کوریڈور کے انٹرنس
 پر گنگدال مرر کے سامنے کھڑے تھے۔

”نہیں وہ خوب صورت ہے میرا انتخاب کوئی ایسا ویسا
 تو نہیں ہو سکتا۔“ وہ اتراتے ہوئے بولا تو تلخین ہنسی ہوئی۔
 ”اوہو..... تو اتنا اعتماد ہے اپنے انتخاب پر تو ہمیں بھی
 دکھائیں ناں ہم بھی تو دیکھیں وہ کون سی حور پری ہے جس
 نے آپ کا دل چڑایا ہے۔“

”تلخین جانتا تو ہوں پھر بھی چاہتا ہوں کہ.....
 تم آئینہ دیکھ کے بتاؤ میرا انتخاب کیسا ہے؟“
 خرم نے اسے دیکھتے ہوئے آئینے کی طرف اس کا رخ
 کر کے یہ شعر پڑھا تو اس پر جیسے حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ
 پڑے خدا آئینے میں کبھی اپنی صورت دیکھ رہی تھی اور کبھی خرم
 کی شکل کو دیکھ رہی تھی۔ کیا کوئی شخص اسے یوں بھی چاہ سکتا
 ہے؟ کیا وہ اس قابل بھی کہ اسے یوں چاہا جاتا ا ستامان دیا
 جاتا؟ وہ سوچوں میں مگمگی جب ہی خرم نے دوبارہ پوچھا۔
 ”بتاؤ میرا انتخاب کیسا ہے؟“

”لا جواب..... زبردست..... خوب صورت ہے آپ
 کا انتخاب۔“ راتیل اور نول کی آواز ایک ساتھ ان دونوں
 کے کانوں میں بڑی تو وہ دونوں ہی شہنشاہ گئے تھے۔
 ”اف..... ٹھہر جاؤ تم دونوں ڈرا کے رکھ دیا مجھے۔“

تلخین نے انہیں جھانکا دیکھ کر کہا خرم تو تلخین کے ڈرنے اور
 دل تھام کر اس طرح انہیں ڈپٹنے پر ہنسی آ گئی۔ وہ دونوں
 بھی ہنس دیئے۔

”بتاؤ نا کئی پلیز ٹرسٹی میں تمہیں کبھی دھوکہ نہیں
 دوں گا کسی دوسری لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں
 دیکھوں گا۔ جب بھی دیکھوں گا تمہاری اجازت سے
 دیکھوں گا پراس۔“ خرم نے پھر سے اسے دیکھتے ہوئے
 ہنسی اور محبت بھرے لہجے میں کہا تو تلخین کا دل اس کی باتوں
 پر یقین کر لینے کو چاہا اس کے آخری جملے پر تو وہ بے ساختہ
 ہنس پڑی۔

”تو پھر میں تمہاری طرف سے ہاں سمجھوں۔“
 ”کس سلسلے میں؟“ تلخین نے ہنسی روکتے ہوئے
 اسے دیکھا۔

”میں تمہارے ساتھ اپنی ساری زندگی بسر کرنا چاہتا
 ہوں۔ مجھ سے شادی کر دو گی؟“

”اس کا فیصلہ ڈیڈی کریں گے آپ ان سے بات
 کریں۔“ تلخین نے مشرقی لڑکیوں کی طرح نظریں جھکا
 کر کہا۔

”نان سے تو ای ابو بات کریں گے ہی میں تمہاری
 مرضی جانتا چاہتا ہوں۔“ خرم نے سنجیدگی سے کہا۔
 ”میری مرضی وہی ہوگی جو میرے ڈیڈی کی مرضی
 ہوگی۔“ تلخین نے بہت صاف گوئی اور سنجیدگی سے اسے
 جواب دیا اور راتیل کی طرف بڑھ گئی۔

”فیصلہ تو کئی جی میں کر چکا ہوں شادی ہوگی اور تم ہی
 سے ہوگی۔“ خرم نے اسے جانے دیکھ کر دل میں کہا۔ اسے
 تلخین کا یہ انداز بہت اچھا لگا تھا کہ اس نے اپنے ڈیڈی
 سے بات کرنے کا کہہ کر اپنی مشرقیت کا ثبوت دیا تھا۔ وہ
 وہاب احمد سے مل کر واپس چلا گیا۔

”ہمارے گھر میں ہم سے ہی پردہ اس ناٹ فیمر ناکی
 ڈیزیز۔“ علی نے راتیل کو اسٹڈی روم میں اکیلے دیکھتے ہی
 گلہ کیا۔

”وہ میں آپ کا گھر دیکھ رہی تھی نا شاء اللہ بہت پیارا

ہے۔" رائیل نے اسے دیکھتے ہوئے قدرے سہکتے اور
شرمیلے بچے میں کہا۔

"یہ گھر میرا نہیں تھا، اب میں نے اس گھر کے پیرز
تیار کروالیے ہیں یہ گھر قانونی طور پر تمہارے نام کر دیا ہے
دیکھ آئے والا ہے تم پیرز پر سائن کر دینا۔" علی نے اسے
تفصیل بتائی تو وہ اتنی محبت پزیرائی مان اور احترام و اہمیت
ملنے پر لب کے حضور شکر بولائی۔

"میرے نام کیوں کیا؟"

"تمہیں اپنا بنا لیا ہے اپنے نام کر لیا ہے شرعا و قانوناً تو
اپنا سب کچھ تمہارے نام کیوں نہ کروں؟ رائیل جان! میرا
جو کچھ بھی ہے اب تمہارا ہے۔" وہ محبت سے بولا۔

"علی....." رائیل نے بے اختیار آگے بڑھ کر اس
کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے ہالے میں لیا اور پھر اس کے
تھکے میں بائیں زائل کر اس کے کشادہ اور محبت بھرے
سینے پر رکھ کر خوشی سے رو دی۔

"تمہارا یہ بے اختیارانہ معصوم اور پیار بھرا انداز مجھے
پاگل اور بے خود کر دیتا ہے رائیل! لو یو سوچ..... سوویت
ہارٹ۔"

"آپ اجتنے اچھے کیوں ہیں! مجھ سے اتنا پیار کیوں
کرتے ہیں؟ مجھ پر اتنا اعتبار کیوں کرتے ہیں؟"

"اچھا اس لیے ہوں کہ تم سے پیار کرتا ہوں! تم پر اعتبار
کرتا ہوں! یہ جو تمہارا خوب صورت پیارا سا چہرہ ہے، یہ اس
میں بلا کی معصومیت ہے یہ خود بخود انسان کو اپنی طرف کھینچ
لیتی ہے۔ اس چہرے کی پاکیزگی اور معصومیت میں جو
کشش ہے یہ آپ ہی آپ تمہارا اعتبار قائم کر سکتی
ہے۔ تمہاری آنکھوں میں جب بھی دیکھتا ہوں ڈوبنے لگتا
ہوں۔" علی نے اس کی آنکھوں کو چوم لیا رائیل کے روم
روم میں آگ سی سرایت کر رہی تھی۔ دل پورے بدن میں
دھڑکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"اف.....! آپ تو بہت رومینٹک ہیں۔ میں تو سمجھتی
تھی کہ آپ بہت غصے والے اور خشک مزاج ان رومینٹک
پر سن ہیں مگر آپ تو....." وہ شرماتے ہوئے بات اچھوری

چھوڑ کر خس دی وہ بھی خس دیا۔

"مجھ پر بھی یہ انکشاف تم سے مل کر ہی ہوا ہے کہ میرے
اندرا اتنا پیار بھرا ہے اور میں اتنا رومینٹک بھی ہو سکتا ہوں! یہ تو
مجھے خود کو بھی نہیں معلوم تھا تمہارے ساتھ ہوتا ہوں تو میں
ساری دنیا کو بھول جاتا ہوں۔" وہ اس کے چہرے کو نرمی
سے چھوتے ہوئے شہما گئیں لہجے میں بولا۔

"مجھے ذرا لگ رہا ہے۔ میرا دل کہہ رہا ہے کہ کچھ برا
ہونے والا ہے۔" وہ ایک دم سانس فرود ہو کر بولی۔

"میرا کس کے ساتھ؟"

"شاید میرے ساتھ۔" رائیل نے کھوئے کھوئے
لہجے میں کہا تو علی نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسے اپنے
وجود میں سمولیا جیسے وہ اسے ہر آفت سے بچانا چاہتا ہو
طوفان سے محفوظ رکھنے کی کوشش کر رہا ہو شاید..... مگر وہ
نہیں جانتا تھا کہ جو طوفان آتا ہو آسکے رہتا ہے پھر کوئی بند
کوئی آرزو کوئی رکاوٹ اس طوفان کا راستہ نہیں روک سکتی۔



"افشین اور تیمور حسن آ رہے ہیں بہتر ہے کہ علی اور
رائیل کی جواز بردستی کی سپر میرج ہوئی تھی وہ ختم کر دی
جائے۔" نوشین نے وہاب احمد کو لاؤنج میں اکیلے بیٹھے
دیکھ کر بات شروع کی۔ لوفل! نکس اور رائیل لان میں
بیڈیشن کھیل رہے تھے۔

"یہ شادی ختم نہیں ہوگی۔" وہاب احمد نے نی دی پھیل
پر ننوڑ دیتے ہوئے جواب دیا ان کا اطمینان بڑا کا تھا۔

"کیا مطلب ختم نہیں ہوگی؟" وہ شادی وہ نکاح وقت
اور عارضی تھا۔ زبردستی اس رائیل کو آپ نے علی کے سر
منڈھ دیا تھا اور مجبوراً علی نے یہ نکاح کر لیا تھا آپ کی
عزت کے لیے۔" نوشین نے تیز اور سپاٹ لہجے میں کہا تو
وہ اسی اطمینان سے بولے۔

"علی اور رائیل یہ رشتہ ختم کرنا نہیں چاہتے۔ علی کو
رائیل سے علیحدگی نہیں چاہیے میں نے دیکھا ہے وہ
رائیل کے ساتھ بہت خوش رہتا ہے۔"

"علی بے چارہ تو مردوت میں مارا گیا وہ رائیل کے

ساتھ خوش نہیں رہ سکتا وہ اسے اچھی طرح جانتا ہے۔"

"جی تو اوہ راتیل کو اچھی طرح جانتا ہے اسی لیے وہ اسے کبھی نہیں چھوڑے گا۔" وہاب احمد نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیسے نہیں چھوڑے گا؟ میری شروع سے ہی خواہش تھی کہ علی میرا داماد بنے میری جی اس کی دلہن بنے۔"

"علی تمہارا داماد بن گیا ہے مگر بھوتور راتیل بھی تمہاری ہی بیٹی ہے اور جی کے لیے ایک دو بہت اچھے رشتے ہیں میری نظر میں اس کی تم فکر مت کرو۔"

"کیسے فکر نہ کروں؟" نوشین نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اور راتیل میری بیٹی نہیں ہے میں کیوں سمجھوں ہاں بہو ضرور بنالوں گی علی اسے طلاق دے گا تو اپنے بیٹے ذوالنون سے بیاہ لاول کی اسے اور اس پر تو نوشین اور تہور کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"سنو! مام ڈیڈی راتیل کی بات کر رہے ہیں۔" نونل اندر پانی پینے آ رہا تھا ان کی گفتگوسن کر راتیل اور نگین کو بھی چپکے سے بلانا یا۔ راتیل کا تول گھبرا ہوا تھا یہ سوچ کر کہ اس کے بارے میں نوشین جی کیا کرنے کا پلان بنا رہی ہیں؟

"مگر مجھے اعتراض ہے۔" وہاب احمد نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"اور یہ توئی اور عارضی شادی کیا ہوتی ہے؟ یہ کوئی گزریا گئے کا تھیل نہیں ہے کہ آج گزریا کسی ایک آدمی کے ہاتھ میں تھمادی تو کل کسی اور کے ہاتھ میں دیدی جائے۔ شرعاً اور قانوناً راتیل اور علی آپس میں میاں بیوی ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ماشاء اللہ بہت خوش ہیں۔"

"مگر میں خوش نہیں ہوں اور مجھے یہ شادی یہ نکاح ہر صورت ختم کرانا ہے۔" نوشین نے سپاٹ اور تیز لہجے میں کہا۔ راتیل کا دل کانپ گیا نگین نے اس کا ہاتھ پز کر اسے حوصلہ دیا۔

"یہ نکاح تم نے ہی زبردستی کروایا تھا ایک ڈرامہ ایک تماشائی کری ایٹ کر کے یاد ہے۔" وہاب احمد نے اسے یاد دلایا۔

"مجھے سب یاد ہے۔"

"تو بس یہ بات اب یہیں ختم کر دو علی راتیل کو طلاق کبھی نہیں دے گا۔" وہاب احمد نے فیصلہ سنا دیا۔

"خدا نخواستہ اگر ایسا ہوا بھی تو بھی تم ذوالنون سے راتیل کی شادی نہیں کر سکو گی میں ایسا نہیں کرنے دوں گا کہہ میں۔"

"مجھے آپ کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ چننا کر لائیں۔

"نوشین بیگم! بات میری اجازت کی نہیں ہے مذہب کی اجازت کی ہے اور ہمارا مذہب ایک بھائی کی شادی اس کی بہن سے کر دینے کی اجازت ہرگز نہیں دیتا۔" وہاب احمد کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ نونل، نگین اور راتیل کے سر پر ایسے بھم کی طرح پھٹے تھے تینوں ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے جبکہ نوشین مزید تاؤ کھا رہی تھیں۔

"کیا..... کیا کہا آپ نے؟ راتیل اور ذوالنون بہن بھائی....."

"ہاں بہن بھائی۔" وہاب احمد نے ٹی وی ریسیور کنٹرول سے آف کر دیا۔

"وہ کزن ہیں خال زاد بہن بھائی ہیں سگے بہن بھائی نہیں ہیں آپ کے دل میں تو راتیل کی محبت شروع سے ہی رہی ہے اور ہوگی بھی کیوں نہیں؟ آخر کو وہ اس نوشین کی اولاد ہے جس کا آپ اپنی بیوی بنانے کی خواہش پوری نہ کر سکے۔" نوشین نے بہت سچ اور طنزیہ لہجے میں کہا تو وہاب احمد اپنا غصہ کنٹرول کرتے ہوئے کھڑے ہو گئے اور نوشین کے غصے سے تپے چہرے کو دیکھتے ہوئے سنجیدہ اور سپاٹ لہجے میں بولے۔

"نوشین بیگم! آپ میں سننے کی تاب ہو تو کچھ عرض کروں؟" جواب میں نوشین کچھ بولی نہیں بلکہ انھیں آمیز اور استغناء مہ نظروں سے ان کا چہرہ دیکھنے لگی چند لمحے وہ چہمت کو دیکھتے رہے جیسے خود کو کپڑے کر رہے ہوں۔ وہ ماضی کی کتاب کھول کر سچھ اور افاق پڑھ کر نوشین کو سنانا چاہتے تھے۔ انہوں نے گہرا اور طویل سانس لیوں سے خارج کیا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✦ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✦ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✦ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✦ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو ایبل لنک
- ✦ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✦ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✦ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریج
- ✦ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✦ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✦ پیریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✦ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریج
- ✦ ایڈ فری لنکس، لنکس کو ایسے کمانے کے لئے شرک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

✦ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

✦ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

معاہدے کی نراکت اور سنگینی کو سمجھ گئے اور انہوں نے اپنا بیٹا جو اسکی دین پیدا ہوا تھا یا بسے تا ایک ہی دن تم دونوں بہنوں نے بچوں کو جنم دیا تھا۔ انکسینا نے اپنا بیٹا تمہاری جھولی میں ڈال دیا اور ہانہرنی بنی کو انہوں نے اپنی آغوش محبت میں سمولیا۔ وہ راتیں جسے تم نفرت سے دیکھتی ہو جسے تم ذلیل کرنے اور دکھ پہنچانے کے منصوبے بناتی ہو وہ معصوم راتیں تمہاری سگی بنی ہے۔ اسے تم نے جنم دیا تھا۔ نوشین بیگم تمہارا معصوم بچی کی سگی ماں۔“

”یہ سب جھوٹ ہے بکواس ہے میں نہیں مانتی ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟“ نوشین کے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے تھے اور ساتھ ہی ساتھ ان کے بیروں تلے سے زمین بھی کھٹک گئی تھی۔ وہ بپ احمد کے اس انکشاف کو سن کر اس کی بازیابی پر کیسے پلٹ سکتی تھی۔ یہ وہاں سے کوئی تار نہیں تھی۔

”بھئی سچ ہے تیمور اور انکسینا آئیں گے تو بے شک ان سے پوچھ لیتا چاہو تو راتیں کا اور اپنا ڈی این اسے ٹیسٹ بھی کروالیتا اور بھی ثبوت ہیں ہمارے پاس جو اس حقیقت کی سچائی پر مہر تصدیق ثبت کر سکتے ہیں۔“

”نہیں..... میں اپنی ہمتا کی بنی ہوں۔“ راتیں پر توان انکشاف بنے صد مات کے پہاڑ توڑے تھے وہ بے دم ہی ہو کر گرنے لگی تھی۔ نازل اور گلین اسے پکڑ کر وہیں لے آئے۔ وہ بپ احمد انکسینا دیکھ کر سمجھ گئے کہ وہ ساری باتیں سن چکے ہیں۔ انہوں نے دُعا سے راتیں کو دیکھا اور گلین سے کہا۔

”بھئی کو سننا لور راتیں ہیتہ جاؤ۔“ گلین اور نازل نے راتیں کو صوفے پر بٹھا دیا۔ نوشین اس کے لیے پانی لے آئے۔ راتیں نے بمشکل دو گھونٹ پیے وہ دونوں بھی اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔

”نوشین بیگم! تم سننے سے حسد اور بے نیازی کی انتہا کر دئی تھیں اتنے برسوں میں کبھی یہ خیال بھی نہیں آیا کہ تم نے اپنی بچی کو کسی غیر کی جھولی میں ڈالنے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ کتنا غلط تھا۔ یا وہ بچی جو تمہارا وجود کا حصہ تھی کہاں ہے..... کس حال میں ہے..... کبھی بھی خیال نہیں آیا

پہرے پر ایک رنگا رہا تھا اور ایک درنگ جا رہا تھا۔“

”تم نے اپنے گھنڈے نے ٹھیل کے لیے ہاسپٹل کی ایک نرس کو اعتماد میں لیا اور اسے پچاس ہزار روپے دینے کا لکچر دے کر یہ طے کیا کہ جب تمہارے ہاں بنی پیدا ہو تو وہ بڑی ہوشیار اور نورا ز داری سے تمہاری بنی کو سنی کے نو مانو دینے سے بدل دے۔“

”یہ کیا بکواس کر رہے ہو تم؟“ نوشین غصے اور خوف سے چلا میں۔

”یہ بکواس نہیں ہے نوشین بیگم! یہ وہ حقیقت ہے جو پچھلے انیس سال سے میں نے سب سے چھپا رکھی تھی۔ تم اپنی بہن سے حسد میں اس حد تک چلی گئیں کہ تمہیں اس پر بھی غصہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بننے سے کیوں نواز دیا؟ ہو تم اتنی بے حس اور پتھر دل ہو گئیں کہ تمہیں یہ احساس ہی نہیں ہوا کہ تم نے اپنی جنم دی ہوئی بچی جسے تم نے نو ماہ تک ذہنی کوکھ میں رکھا تکلیف پہنچا کر اسے پیدا کیا اسے تمہارا دیکھے کسی غیر کی جھولی میں ڈالنے جا رہی ہو وہ بھی ہمیشہ کے لیے۔“

”اوہ ماں گا.....؟“ گلین نے سر پکڑ لیا۔

”ہا ہزار ویری کرؤں۔“ نازل نے صدمے سے کہا۔

”وہ بچی کون ہے؟“ راتیں کی زبان سے پھسلا۔

”وہ تو قدرت کی مہربانی تھی کہ میں نے تمہاری باتیں سن لیں تمہارے ارادے بھانپ گیا تھا اور میں نے اس نرس سے بھی سارا سچ انکشاف کیا اور نرس کو تمہاری بات ماننے سے باز رکھا تھا پولیس کی ذمہ داری پر وہ ایسا کچھ نہیں کر سکتی تھی۔“

”اس کا مطلب ہے ذوالنون میرا بیٹا ہے اسے میں نے جنم دیا تھا۔“ نوشین کو اپنی ساری پلاننگ یاد تھی اور اب یہ انکشاف اسے عجیب سی خوشی بھی دے رہا تھا کہ اس نے ہی ذوالنون کو جنم دیا ہوگا۔

”ہرگز نہیں۔“ وہ بپ احمد نے اس کی بات کی نفی کرتے ہوئے مزید حیرت انگیز انکشافات کیا۔

”تمہاری اس بے حسد کے پیش نظر میں نے انکسینا اور تیمور بھائی سے عدویٰ خدا کا شکر ہوا کہ وہ دونوں ہی

تیزی سے بھاگتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف گئی۔

”رائیل!“ ٹھنک اور نوحہ بھی اس کے پیچھے دوڑے۔
 ”فسوس! تمہاری بے حسی کی وجہ سے آج مجھے اپنی بیٹی کو کبھی کنا پڑا۔ اسے کتنا شاک لگا ہوگا یہ جان کر کہ اس کی سگی ماں نے اسے انتقام کا نشانہ بنایا اس کے کردار کو انداز کرنے کی کوشش کی میری بیٹی کے لیے یہ دکھ کم نہیں ہوگا۔ تمہاری خود غرضی اور بے حسی کی وجہ سے مجھے آج یہ سب کچھ تانا پڑا تا کہ تم بہن بھائی کی شادی کا شوشہ چھوڑ دو ڈوانٹون کے دل میں ایسا کوئی خیال ڈال کر گناہ کا ارتکاب نہ کرنا تھا اور جس بیٹے پر تمہیں فخر ہے ناز ہے وہ تمہاری اس بہن کی اولاد ہے جسے تم حسد نفرت اور غصے کی نگاہ سے دیکھتی ہو۔ جس کے لیے تمہارے دل میں خونخوار کا حسد بغض اور انتقام بھرا ہے۔ کبھی سوچا ہے تم نے کہ یہ سب کر کے تمہیں کیا ملے گا؟“ وہاب احمد نے تاسف اور دکھ سے اسے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ وہ غصے میں ساڑھی کا پلو پلو تھم پر لپیٹ رہی تھیں۔

”تاؤ نوشین بیگم! کون سے تمنے اور میڈل سجا ہے تم نے اپنے سنے پر؟ کامیابی کے کون سے جھنڈے گاڑھے ہیں تم نے؟ خود ساختہ انا ہے جا حسد اور اندھے انتقام کی اس جنگ میں کہاں فتح نصیب ہوئی ہے تمہیں..... کیسی جنگ تھی یہ تمہاری کہ جس میں دوسرے فریق کو خبر ہی نہیں ہے کہ وہ تمہارا مقابلہ کرنے کی تیاری کرے کیونکہ تم اسے اپنا حریف اور دشمن سمجھتی ہو؟ کس کے ساتھ لڑتی رہیں تم؟ اپنی ہی بہن سے وہ بہن جو تمہارے لیے اپنے دل میں محبت اور خصوص کے خزانے رکھتی ہے اور اس شخص کو تہ پانے کا غصہ نکالتی رہیں تم! ہم سب پر جو کبھی تمہارا تھا ہی نہیں جس نے بھی تمہاری طرف دیکھا ہی نہیں تھا وہ جسے چاہتا تھا جس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا تھا وہ تو ماشاء اللہ آج تک اس کے ساتھ خوش ہے اس کی بھراہی میں ایک خوش گوار اور پرسکون کامیاب ازدواجی زندگی گزار رہا ہے۔ تمہاری دشمنی تو ایک طرف تھی نوشین بیگم! انہوں نے تو تمہیں کبھی اپنا دشمن سمجھا ہی نہیں سوچو! جو محبت میں تمہاری

تمہیں؟ احساس کا کوئی بل نہیں گزار تمہاری زندگی کے ان انیس برسوں میں؟ ممتا کا لمس نہیں جاگا کبھی اس معصوم بچی کے لیے تمہارے دل میں؟ تم نے تو کبھی یہ جاننے کی کوشش بھی نہیں کی کہ وہ معصوم بچی کیسی زندگی گزار رہی ہوگی؟ وہ زندہ بھی ہوگی یا..... فسوس صد فسوس! تم اچھی بیوی بن سکیں اور نہ ہی اچھی ماں ثابت ہوئیں۔ تم تو محبت کہلائے جانے کے لائق بھی نہیں ہو۔ تمہاری بے پروائی، غیر ذمہ داری اور عدم دلچسپی اور فضول ایکٹوٹیز کی وجہ سے ٹھنک اور نوحہ بھی بگڑ گئے۔ غلط راستے پر چل لکھے جس پر انہوں نے اپنی ماں کو چلتے دیکھا تھا۔ تم نے اپنی بہن سے حسد میں ایک معمولی سی بات کے پیچھے اپنی ہی زندگی بے سکون کر لی؟ اپنی ہی اولاد کو آوارہ اور گمراہ کروایا۔ اپنا ہی گھر خراب کر لیا۔ شکر ہے اللہ کا کہ اس بچی رائیل کی بدولت ہی آج تمہارے گھر کی عزت بچ گئی ہوئی ہے۔ آج تمہاری بیٹی اور چنانہ راہ راست پر آ گئے ہیں۔ صحیح غلط کافروں سمجھ گئے ہیں۔ اپنی غلطیوں پر شرمسار ہیں اور اب صحیح سمت چل پڑے ہیں اور شکر اللہ کے ڈوانٹون تمہارے نقش قدم پر نہیں چھا شاید اس لیے کہ وہ بچپن سے ہی اٹھین اور تیمور کے زیر سایہ رہا۔ اس پر ان کی تربیت کا محبت و شفقت کا اثر ہے ورنہ اگر وہ بگڑ جاتا تو میں اٹھین اور تیمور بھائی سے کبھی نظر نہ ملتا پاتا اور یہ بھی شکر ہے کہ میں نے رائیل کو اٹھین کی گود میں دے دیا تھا۔ آج ماشاء اللہ یہ ایک سچھی ہوئی سمجھدار اور نیک سیرت بچی کے روپ میں دخل آ رہا ہے۔

”ادہ اب کبھی کتاب نے رائیل کو اتنا سر پ کیوں چڑھایا؟ اور یہ آپ کو ڈیڈی کیوں کہتی ہے ہمیشہ سے؟“ نوشین نے حیرت صد سے اور شرم سے چوری پکڑے جانے کے کما حقہ سے غصے سے کانپتی آواز میں کہا۔
 ”ہاں میں نہیں چاہتا تھا کہ مری بیٹی مجھے اٹکل کہے۔“ وہاب احمد نے رائیل کے سر پر دست شفقت رکھ کر جواب دیا۔ رائیل کا ضبط اور حوصلہ جواب دے گیا تھا۔ وہ ان سب کے سامنے رونا نہیں چاہتی تھی سو وہاں سے اٹھی اور

حسی صاف نظر آجائے گی، معافی مانگ لو رب سے تو شین
 ہنجر اور یہ حقیقت مان لو کہ رشتے آسمانوں پر بنتے ہیں اللہ
 کی مرضی بھی کوئی چیز ہے اور اللہ کی رضا اور عطا پر راضی رہنا
 اس کی چاہ پر اپنا سر جھکا دینا ہی ایک انسان کی اللہ سے
 محبت اور فرماں برداری کا تقاضا ہے۔ وہاں احمد نے بہت
 سنجیدہ اور تھکے تھکے لہجے میں آج آخری بار اسے سمجھایا تھا
 اور اذان کی پکار سن کر نماز کی ادائیگی کے لیے اٹھ گئے تھے۔

میری عمر بھری جو خطا میں تھی
 میرے سامنے ہی آئیں
 قدم قدم پہ جو سازشوں کے
 میں نے جاں بنے تھے وہی جاں
 اب....!

میرے جسم و جاں سے لپٹ گئے
 میری روح کیا میرا جسم کیا
 میرے قلب و نظر میرے بال و پر
 گناہ کی گرد میں اٹ گئے
 میں خود پسندی کے خول میں
 انا کے جھوٹے ڈول میں

بدگمانی کی راہ پر
 سرکھی پہ یوں اتر گیا
 کے میرے پاس کچھ بھی نہیں رہا
 میں گنوا کے اپنی بھیتیں
 میں لٹا کہ اپنی چاہتیں
 تہی و اماں اب ہوں کھڑا ہوا
 وہی نظر تیں وہ حسد کی ساری بدنیاں
 جو میں نے اپنے ہی آسمان پہ تان دی تھیں
 وہی آج مجھ پہ برس پڑیں
 میں اپنی جلالی آگ میں
 خود ہی جل گیا
 میرے ہاتھ کچھ بھی نہا سکا
 بس ایک عمر رایتیگاں کا مائل ہے
 میں کس قدر خود غرض تھا بے رحم تھا

بھی کو اپنی جی بنا کر رکھ سکتے ہیں اسے ہم سے زیادہ محبت اور
 اچھی تربیت دے سکتے ہیں سو چو ذرا کہ اگر وہ دشمنی نبھانے
 پڑا جائے گا تو کیا کریں گے؟ رائیل کے ساتھ یہاں کیا
 ہوا انہیں یہاں آ کر سب پتا چل جائے گا پھر ان کا رد عمل
 دیکھنا تم اور اپنے اعمال دیکھنا۔ تمہارے ہاتھ کچھ نہیں آیا
 تو شین بیگم تمہارے ہاتھ آج بھی خالی ہیں اس سارے
 کھیل میں تمہارے ہاتھ کچھ نہیں آیا سوائے اکیلے پن اور
 پچھتاوے کے..... تم نے خود ہی یہ کھیل شروع کیا اور پھر
 خود ہی یہ کھیل تم ہار بھی گئیں اور اکیلے رہ بھی گئیں۔ اوپر
 والے کی پلاننگ نے تمہاری پلاننگ کو کیسا ناکام کیا ہے
 دیکھ لیا تم نے۔ تمہاری ناشکری اور حسد کی عادت نے ہمیں
 کیا دن دکھائے مجھے بزنس میں نقصان ہوا گھر بیٹا پڑ گیا
 اللہ نے تو تمہیں خبردار کیا تھا کہ حسد اور غرور سے باز آ جاؤ
 مگر تم نہیں مانیں تمہیں سمجھ نہیں آئی جس سے دشمنی اور
 نفرت سے تمہیں بچھیننے دعائی برس سے تم اسی کے گھر میں
 مہارانی بن کر رہ رہی ہو پتہ جو پیش ہو رہے ہیں یہاں افسین
 اور یہ پور کی محبت اور مہربانی ہے کہ انہوں نے نہ صرف ہمیں
 اپنا گھر رہنے کو دیا بلکہ مجھے بزنس میں بھی سہارا دیا اور ایک
 پیسہ بھی واپس نہیں مانگا۔ تو شین بیگم وہ تمہارے دشمن نہیں
 ہیں تمہارے دشمن ہیں تم تو مر کے بھی ان کا قرض نہیں چکا
 سکتیں تم تو اتنی بد نصیب بنا ہو کہ اپنی بیٹیوں کو اپنے
 دودھ کا واسطہ بھی نہیں دے سکتیں یہ قرض بھی افسین نے لیا
 کر دیا تھا اسی افسین نے جسے تم نے کبھی خوش دیکھنے کی تمنا
 نہیں کی ہوگی ایک سراب کے پیچھے تم نے اپنی اہم سب کی
 زندگی خراب کر دی اور اب تم عذاب بھی لوگی پچھتاؤں کے
 عذاب پہ پچھتاؤں کے اس عذاب سے اگر تم بچنا چاہتی ہو تو
 اللہ سے معافی مانگ لو پہلے تو تم نے کبھی کچھ سمجھنے کی کوشش
 ہی نہیں کی تھی۔ میرا خیال ہے کہ اب تو تمہیں سمجھا جانی
 چاہیے۔ اس سے پہلے کہ معافی اور توبہ کا وقت بھی گزر
 جائے تمہیں اپنا احتساب کر لینا چاہیے مگر اس وقت کی
 کہانی اور موجود حالات کو مد نظر رکھو اپنا احتساب اور تجزیہ
 ایمان داری سے کرو گی تو تمہیں اپنا تصور اپنی غلطی اور بے

تجارت ہے جو اس وقت وہ اپنی ہی ہستی کو کم مائیگی کا خیال ہے! میں اپنے سارے گناہ لے کر.....

کہاں پہ جاؤں؟

میں کیسے جان بچھتاؤں کے نہ ہر بیٹے ساہنوں سے

نجات پاؤں؟

میرے خدا یا.....!

تیرا ہی در ہے جہاں سے

بچھٹیں سے سب کوٹھی

میری خطا میں میری جنائیں

میرے عیب سارے معاف کر دے

میری ساریاں میری غزنیوں

میرے جھوٹے جہنم کے خدایا سارے

معاف کر دے

تیرے در پہ آ کر میں آ گیا ہوں

مجھے گناہوں سے ناکت کر دے

میرے سارے گناہوں کو بھول کر لے

مجھ ہی کا بھی تو معاف کرنا

تیرے تو اختیار میں ہے

کیا مجھ پہ نظر کر م نہ ہوگی؟

تیری رحمتوں سے سوال ہے؟

ماضی کا ہر پل فلم کی طرح چل رہا تھا۔ وہ اس وقت

ہارے ہوئے جواری کی طرح بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔ جس

کے پاس ہارنے لگانے کو مزید کچھ بھی نہیں بچا تھا آنسو

آنکھوں کے سوکھے چشموں کو سیراب کر رہے تھے وہ دل

ہی دل میں رب کے حضور سجدہ ریز تھیں۔ وہ رہی تھیں

گر گزار رہی تھیں اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہی تھیں وہ

ایک اچھی ماں نہیں بن سکی تھیں ماں کا رشتہ تو ہر رشتے کی

جدائی اور دکھ بھلا دیتا ہے۔ ماں تو اپنے بچے کے دکھوں کو اپنی

آغوش کی نرمی اور نرمی دے کر روانہ چڑھتی ہے ماں تو ہر

دکھ ہر پریشانی سے موسم کے سرو گرم سے اپنے بچوں کو بچا

کر اپنی ممتا کی آغوش میں رکھتی ہے..... میں خود کیسی ماں

تھی؟ اپنے وجود کے حصے تو اپنے ہی خون کو خود سے الگ

کر دیا تھا کسی انجان اور غیر آدمی کی گود میں ڈالنے کی منصوبہ

بندی کر لی تھی اور اسے سوا کر بھی بھیگی دل میں یہ خیال نہیں

ابھرا تھا کہ وہ معلوم تو کرے کہ اس کی بیٹی کہاں ہے ...

کس کے پاس ہے..... کس حال میں ہے؟ وہ بہت بے

حسن اور خود پسند خود غرض عورت تھی جس نے اپنی ماں کے

لیے اپنی خود ساختہ آستان کے لیے اپنی ہی بیٹی قربان کر دی تھی

اور قدرت کیسے اسے اسی کے گھر میں اس کے سامنے نے

آئی تھی اور وہ اس پر یہ سوچ کر قلم کھینچ رہی کہ وہ اس کی بہن

کی بیٹی ہے جس نے اس کی پسند اس کا بیٹا تیرا تیرا حسن اس

سے چھین لیا تھا قدرت کے فیصلے کو اس نے افسوس کی

جاننا کی اور خود غرضی کچھ لیا اور اسے اپنا دشمن نول بن لیا۔ کھنڈ

افسوس کو اپنی بہن کو اس کے شوہر کو دکھ پہنچانے اور پریشان

کرنے کے لیے ان کی بیٹی کو اپنے انتقام کا نشانہ بنالی رہی

وہ بیٹی جو در حقیقت اس کی بیٹی تھی اور ماں اس کا مشافہ پر

وہ خود ہی اپنی نظروں میں گر گئی تھی۔

وہ خود اب اس سے بھی نظریں ملانے کے قابل نہیں

رہی تھی۔ خاص طور پر رائیل سے تو وہ خود کو بات کرنے کے

قابل بھی نہیں پارہی تھیں۔ وہ جانتی تھیں کہ رائیل معصوم

ہے اور وہ اسے اپنے انتقام کی خاطر بے کردار ثابت کرنے

پر تلی ہوئی تھیں رائیل کا صبر اور حوصلہ اسے شرم سے زمین

میں گا زھر رہا تھا۔

"نوشین بیگم! تم کسی رشتے سے قابل نہیں ہو نہ اچھی

بیٹی بن سکیں نہ تم اچھی بہن ثابت ہو سکیں نہ اچھی بیوی

ہونے کا حق ادا کیا اور نہ ہی تم نے ایک اچھی ماں ہونے کا

فرض ادا کیا۔ وہ ماں جس کے بیروں تلے جنت ہوتی ہے

اور تم کیسی ماں ہو کہ تم اپنی ہی بیٹی کی زندگی جہنم بنا کے رکھ

دینا چاہتی ہو وہ بیٹی جس نے تمہارے گزے بیٹے کو سچا راہ

دکھائی تم تو رائیل کے احسانات سے اتنی دلی ہوئی ہو کہ

اس کی ساری زندگی بھی شکر گزار رہو مجھ میں پھنساؤ کر رہو

تب بھی اس کا حق ادا نہ کر پاؤ گی۔"

نوشین کے دل و دماغ اسے ہر طرح سے آئینہ دکھنا

رہے تھے سب کی نظروں میں رسوا ہونے اور ان کی

آنکھوں میں اپنے لیے متوقع نفرت کے خیال سے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ نوافل نے نوشین کو اس طرح دوتے دیکھا تو بہت مضطرب سے بولا۔

”نام! ہم وہی بنے جو آپ نے ہمیں سکھایا بتایا اب آپ وہ نہیں جو آپ کیا ہیں نے آپ کو سکھایا تھا جس کی تربیت آپ کی ماں نے آپ کو دی تھی وہ نہیں جو آپ بن گئیں بدل لیں خود کو نام اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے خود کو بدل لیں..... جیسے میں نے اور گئی آپ نے اپنی غلطیوں کو مانتے ہوئے خود کو بدل لیا ہے نور ہمیں خوشی ہے کہ ایسا کرنے میں ہمیں ہماری اپنی بہن راتیل نے مدد دی۔ اس نے ہمیں بے راہ روی کے اندھے کنویں اور بنائی کے اندھیرے غار میں گرنے سے بچایا ہے۔ ہمیں اپنی بہن پر فخر ہے ہم بہت کئی ہیں کہ راتیل ہماری اپنی ہے۔ ہم راتیل کے بھائی بہن ہیں اس پر ہمیں فخر ہے۔ پتا ہے نام! گھپ اندھیرے اور شدید تاریکی میں روشنی کی ایک کرن بھی بہت ہوتی ہے جو ہمیں راستہ دکھاتی ہے اور منزل کی طرف لے جانے میں رہنما کا کام کرتی ہے۔ راتیل بھی ہمارے لیے روشنی کی وہ کرن ہے جس نے ہمیں ہماری اصل منزل کا راستہ دکھایا اور ہمیں اندھیروں میں بھٹکنے سے بچایا ہے۔ ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیے نام۔“

”نوافل ٹھیک کہہ رہا ہے نام۔“ نوشین بھی اس کے ساتھ ہی کھڑی تھی نوافل کی بات کھل ہونے پر کہنے لگی۔

”دن تو نہیں چاہتا آپ کو نام کہنے کو کیونکہ آپ ماں کبھی بنی ہی نہیں ہیں آپ تو ہمیں جنم دینے کی خطاوار چیز شرم آ رہی ہے ہمیں یہ سوچ کر کہ ہم آپ کی اولاد ہیں۔ آپ نے ایسا کیسے کر لیا نام؟ کیسا دل تھا آپ کے سینے میں کہ اپنی معصوم بیٹی تک کوچ دیا۔ خدا کا سنا دیکھ لیا پھر آپ نے۔ راتیل نے ہی ہمیں معاف کرنا نصبر اور درگزر کرنا سکھایا ہے اس لیے مزید کچھ نہیں بہنا آپ سے ہاں اگر آج کے بعد راتیل کو کوئی نقصان پہنچا اور اس کی وجہ آپ جو ہیں تو آپ اپنی اس بیٹی سے بھی ہاتھ دھو نہ لیں گی۔ ہم آپ کو بھی معاف نہیں کریں گے۔“ نوشین نوشین پر ایک

شعور کی دنیا

ابھی تو مجھے شعور کی دنیا میں آتا ہے
ابھی تو مجھے دنیا کا زمانا ہے
ایک سنگ تراش بوز صوفیانا ہے جو میرے اندر کے
دلوں کو حب الوطنی کو صحیح سمت لگائے
ابھی تو منزل لیں طے کرنی ہیں
ابھی کسی بندھن میں نہیں بندھنا
طائر لاہوتی کی طرح آزاد انصافوں میں رہنا ہے
اپنے ملک سے وابستہ ہر برائی کو جڑ سے اکھاڑنا ہے
ابھی تو علم کے دریا سے پیاس بجھانی ہے
ہمساترہ سے مل کر قائد کا پاکستان بنانا ہے
ہاں قائد کا پاکستان بنانا ہے
ابھی تو بہت دور جانا ہے بہت دور.....

ایضاً ارشد..... جہلم

تاسف بھری نگاہ ڈال کر چلی گئی اور نوشین دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔



علی بہت مسرور تھا اس خیال سے کہ وہ راتیل کو بہت جلد اپنی دلہن کے روپ میں اپنے فیشن علی میں دیکھے گا اس کے ساتھ رہے گا آج وہ مارکیٹ گیا تھا خاص طور پر راتیل کے لیے کچھ تحائف خریدنے لائیڈز شاپنگ کا کوئی تجربہ نہیں تھا پھر بھی اس نے راتیل کے لیے کافی چیزیں خریدی تھیں۔ جن میں ایک ڈائمنڈ رنگ گولڈ کا ایک لائٹ سیٹ پریٹو مزوورائی میڈ ڈر۔ سزا اور مچنگ چوڑیاں ایک لائیڈز پریٹو اور شولڈر بیگ بھی خریدی اور جب گھر آ کر اس نے ہماری شاپنگ دکھی تو اپنی بے خودی اور محبت پر خود ہی جس پر اس کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ راتیل کو ابھی اپنے پاس لگائے۔

علی کا سین فون بجا تو وہ راتیل کے خیالوں سے باہر آیا اور کال انینڈ کی سائٹ کا فون تھا۔

”السلام علیکم کہا می کسی ہیں آپ؟“

”وعلیکم السلام میں ٹھیک ہوں بیٹا تم سیٹ ہو گئے اپنے

کھریں۔“

بتاؤں گی۔“ علی نے بے بسی سے سوال کو دیکھا۔

”یا اللہ! میری ماں اور ممانی کو غلطی کی ہدایت دے۔“
علی نے پکارا دعا مانگی امینہ کی بات اسے پریشانی میں مبتلا
کر رہی تھی۔ اس نے وہب احمد سے بات کرنے کا
فیصلہ کیا۔



راتیل اس جاں نسل انکشاف پر صدمے سے ڈھے
کی گئی تھی۔ درود کریم بھی تھک چکی تھی۔ تلخ اور نونہل بھی اسے
چپ کراتے ہوئے روتے رہے تھے۔ انہیں کتنا شاک لگا
تھا اپنی ماں کی حقیقت جان کر اتنی بھیانک تصویر سامنے
آئی تھی ان کی ماں کی اس بران کی ماں کا راتیل پر ظلم و شرم وہ
تو شرمندہ اور بے بس محسوس کر رہے تھے خود کو۔ راتیل کے
ذکا کا انہیں بخوبی احساس تھا تب سے راتیل نے کچھ نہیں
کھایا تھا بواجی کو نوشین کے مزاج کا تو علم تھا راتیل پر
زیادتیوں سے بھی بخوبی واقف تھی مگر اس نے انکشاف
پر تو وہ بھی اندر سے مل سکے وہ گئی تھی۔

”میں نوشین تھی کی بیٹی نہیں ہوں میں اپنے ماما پاپا کی
بیٹی ہوں۔ نیل بھائی کی بہن ہوں مجھے یہاں نہیں رہنا
مجھے واپس جانا ہے ڈیڑی سے کہتا میری کٹ بک
کراؤں۔ مجھے لندن واپس جانا ہے۔“ بہت دیر بعد راتیل
بولی تو یہ سن کر تلخ نونہل اور بواجی پریشانی سے ایک
دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔

”میری بیٹی کہیں نہیں جائے گی اپنے ڈیڑی کے پاس
رہے گی۔“ وہب احمد کی آواز سن کر چاروں نے دروازے
کی سمت دیکھا۔ وہ نجانے کب آ گئے تھے راتیل کی بات
سن کر زمی سے کہا۔

”مجھے لندن جانا ہے ماما پاپا کے ساتھ رہنا ہے۔“
راتیل نے دل گیر لہجے میں کہا تو وہب احمد اس کے پاس
بیٹھ گئے۔

”میں بھی تو آپ کا ڈیڑی ہوں بیٹی آپ اپنے ڈیڑی
کے ساتھ نہیں رہو گی۔ میں جانتا ہوں آپ کے لیے یہ
بہت بڑا صدمہ ہے آپ کو بہت دکھ پہنچا ہے لیکن بیٹی میں

”جی امی! ہو گیا سیت ایک خانساں رکھ لیا ہے خازم
ہے جو گھر کے اندر باہر کے کام کر لیتا ہے۔ بس ایک
خاتون خانہ کی کمی ہے۔“ علی نے مسکراتے ہوئے بتایا تو وہ
کہنے لگیں۔

”خاتون خانہ بھی آ جائے گی میں نے بہت اچھی
بہت ہی پیاری لڑکی پسند کی ہے تمہارے لیے۔“

”میرے لیے لڑکی امی میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ میں
راتیل ہی کے ساتھ اپنی زندگی گزارنا چاہتا ہوں وہ بہت
اچھی اور نیک سیرت لڑکی ہے ممانی نے آپ کو اس کے
بارے میں جو بھی بتایا ہے سب غلط ہے جھوٹ ہے ممانی
کو تو اس سے خدا واسطے کا پیر ہے نا حق اس کی کردار کشی پر
اتری ہوئی ہیں۔ وہ بہت اچھی بچہ کی مالک ہے امی۔“ علی
نے سنجیدگی سے کہا تو وہ ناراض لہجے میں بولیں۔

”چنانچہ کیا جادو کر دیا ہے اس جادو گر نے تم پر
لیکن میں کہہ دے رہی ہوں علی میں اس کے جادو میں
آنے والی نہیں ہوں۔“

”امی! آپ ایک بار اس سے مل تو میں آپ خود بخود
اس کی امیر ہو جائیں گی وہ ہے ہی اتنی پیاری۔“

”خاک پیاری ہے جس نے تم جیسے مرد والو بنا لیا وہ
بہت شاطر اور چالاک لڑکی ہی ہو سکتی ہے۔“ امینہ نے غصے
سے کہا تو علی کو ان کا راتیل کے لیے شاطر اور چالاک جیسے
لفظ استعمال کرنا بہت برا محسوس ہوا۔

”ای پلیز راتیل کے لیے ایسے الفاظ استعمال مت
کریں! کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ آپ بھی ممانی کی بی زبان
بولنے لگیں! خدا کا واسطہ ہے رحم کریں اس معصوم لڑکی پر وہ
کیا سوچتی ہو گی کہ برسوں بعد اپنوں میں لڑکی تو اپنوں نے
غیروں سے بھی بدتر سلوک کیا اس کے ساتھ۔“ علی نے
ٹوٹ کر کہا۔

”وہ اسی سلوک کی مستحق ہے اسی برتاؤ کے قابل ہے
اور تم کان کھول کر سن لو علی تمہیں راتیل سے رشتہ ختم کرنا
ہو گا میں ایسی بے باک اور بد کردار لڑکی کو اپنی بہو ہرگز نہیں

نے تو آپ کو کبھی بھی دکھ نہیں دیا۔ کیونکہ میں اپنی گڑبگڑ کو
 کھونا نہیں چاہتا تھا، بچانا چاہتا تھا، اچھا ماحول اور تربیت دینا
 چاہتا تھا اسی لیے افسوس اور تیرور کی گود میں دے دیا تھا
 آپ کو..... ورنہ تمہیں جنم دینے والی عورت سے تو ایسی کوئی
 توقع نہیں تھی مجھے کہ وہ تمہیں محبت اور ممتا کی آغوش دے
 گی۔ میں نے ہمیشہ آپ سے پیار کیا ہے، بیٹا اس لیے کہ
 آپ میری بیٹی ہو میرے وجود کا حصہ ہو، میں آپ کو کیسے
 کسی غیر کی جھولی میں ڈال دیتا اگر آپ یہاں رہتیں تو
 آپ کو ماں کی ممتا اور محبت سے محروم ہونا پڑتا، میں نے تو
 آپ کی بہتری کی خاطر آپ کو افسوس اور تیرور کی سرپرستی
 میں دے دیا تھا اور میرا یہ فیصلہ غلط نہیں تھا بیٹی۔ انہوں
 نے آپ کو ہم سے زیادہ پیار دیا۔ بہت اعلیٰ تربیت دی ہے۔
 مجھے افسوس ہے بیٹی کہ میں تمہیں تمہاری جنم دینے والی ماں
 کے ظلم سے نہیں بچا سکا میری بیٹی، بسلی بار اپنے ڈیڑی کے
 گھر رہنا اور..... مجھے معاف کر دو بیٹی۔

"مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں ہے ڈیڑی، پنیر آپ
 معافی مست مائیں۔ بس مجھے داکس جانا ہے مجھے داکس بھیج
 دیں۔" رائیل نے ان کی بات سننے کے بعد پریم لہجے میں
 دیکھی آواز میں کہا۔

"نہیں سسٹر اب آپ ہمارے گھر رہو گی، ہم آپ کو
 بہت محبت سے رکھیں گے۔" نونل نے بے کل ہو کر کہا۔
 "ہاں! رائیل! ہم تمہیں کبھی دکھ نہیں دیں گے، براہ کرم تم
 تو ہماری گڑبگڑ ہونے سے تمہارے بغیر اداس ہو جاؤ گے، پنیر
 مت جانا۔" نینن نے اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوص دل سے کہا۔
 "مما بابا اور نینل بھائی بھی تو میرے بغیر اداس
 ہو جائیں گے، میں نے ان کی بیٹی کی حیثیت سے ان کے
 ساتھ اتنی عمر گزاری ہے اور اب ایک دم سے انہیں چھوڑ
 دوں، ہرز نہیں میں انہیں کبھی نہیں کر سکتی، وہ مجھ پر جان
 چھڑکتے ہیں، میرے ماں باپ ہیں وہ..... میں کیسے ان
 سے الگ رہ سکتی ہوں۔" رائیل نے بھگتے لہجے میں کہا تو
 وہ اب احمد نے خوشی سے بھیکتی آنکھوں سے اسے دیکھا اور
 محبت سے اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس کی پیشانی پر نوسہ دیا۔

سنو.....! ناراض ہیں تم سے

سنو! ناراض ہیں تم سے
 بہت ناراض ہیں تم سے
 کہ تم یوں چھوڑ گئے ہو
 یہ دل جو توڑ گئے ہو
 اسے ہم کیسے سمجھا میں
 کہ جو رستوں پر ملتے ہیں
 وہ اکثر چھوڑ جاتے ہیں
 کہ جو ملتے ہیں رستوں پر
 انہیں جانا بھی ہوتا ہے
 سنو! اے جانے والو ہم
 ہمیں اتنا تو تھلا دو
 کہ واپس کس طرف جائیں
 ہمارے سارے سارے تو تمہارے ساتھ جاتے ہیں
 ہماری سانس بھی اب تو تمہارا بنا رہتی ہے
 یہ دل جو پاس ہے میرے تمہارے خواب بناتا ہے
 اسے تم خود ہی سمجھا دو
 کہ جو رستوں پر ملتے ہیں
 وہ اکثر چھوڑ جاتے ہیں
 کنول شاہ..... گوجرانوالہ

"جیستی رہو جی! اللہ تم جیسی بیٹی برماں باپ کو دے سے تم
 نے دل خوش کر دیا یہ بات کہہ کر کہہ کر افسوس اور تیرور کی
 محبتوں کا اثر ہے کہ تم انہیں اپنا ماں باپ سمجھتی ہو انہیں کبھی
 نہیں دیکھ سکتیں، اچھی اولاد ماں باپ کا فخر ہوتی ہے سہ آئی
 ایم پراؤڈ آف یو ماں چاکنڈ۔ وہ اب احمد نے سسٹراتے
 ہوئے بھگتے لہجے میں کہا تو خوشی سے اس کی آنکھیں ایک
 بار پھر اشک بار ہو گئیں۔

علی نے کئی بار رائیل کا ہنسنائی کیا تھا مگر ہر بار اس کا
 سناٹا مل رہا تھا وہ نونل یا نینن سے بھی فون کر کے اس
 کی خبر مت معلوم نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ رائیل کے لیے
 اپنی بے قراری و بے تابی ان پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا اور
 دوسرا وہ بزرگوں طبیعت کا مالک تھا یہ ان سب کو معلوم تھا اور

وہ اپنا ساج قائم رکھنا چاہتا تھا۔

”اے! پار یہ گلے میں پہننا ہوتی زنجیر بھی تمہیں ان کے بدلے نہیں باندھ سکی کیا؟“ تلمین نے اپنا سر پیٹ کر کہا اس کا اشارہ علی کے لاکٹ کی طرف تھا۔ جو اب رائیل کی گردن میں چمک رہا تھا۔

”اچھا! یہ.....“ رائیل نے گلے میں پہنی زنجیر کو پکڑ کر دیکھا اور ہنس دی۔

”ہنسی اور پھنسی۔“ نوزل شوخی سے بولا۔

”یہ تو تمہوں نے ویسے ہی پہنا دی تھی۔“

”اوہو..... پہنا دی تھی یعنی اپنے مبارک ہاتھوں سے پہنائی تھی تو پھر ویسے ہی تو نہ ہوتی نہ پیار سے پہنائی ہوگی۔ علی بھائی بھی جیسے رستم ہیں آخر کو ان کی چوری پکڑی گئی نا۔“ تلمین نے شوخ دھری لہجے میں کہا تو وہ ہنس پڑی اور وہ دونوں تو اسے ہنستے دیکھ کر ہی خوش ہو گئے۔

”تو کیا خیال ہے فون کر دوں علی بھائی کو؟“ نوزل نے پوچھا۔

”ہاں فون کر دو مگر علی کو نہیں خرم بھائی کو کیونکہ وہ بھی ہماری ہی آپلی کو پیار سے اٹکھتی پہنانا چاہتے ہیں۔“ رائیل نے بھی تو پوں کا رخ تلمین کی طرف کرتے ہوئے کہا تو وہ بوکھلا گئی۔

”تمہیں کیسے چاہ؟“ تلمین نے اسے گھورا۔

”بس ہتا ہے میری اپنی ہی آئی ڈی ہے اور چاہے ڈیڈی کو بھی خرم بھائی پسند ہیں بس توشین آئی سے بات کرنا باقی ہے۔ آئی ہاں جائیں گی نا ان کے تو بھائی.....“ رائیل بولتے بولتے ایک دم سے چپ ہو گئی وہ دونوں اسی کو دیکھ رہے تھے وہ توشین کو اب بھی آئی کہہ رہی تھی اور اس باربت کا احساس خود رائیل کو بھی ہو گیا تھا جسبھی دل میں ایک نرس سی اٹھی تھی اور وہ خاموش ہو گئی تھی۔

”تو اب چلیں۔“ نوزل نے دھیان بنایا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ)



توشین نے تو خود کو کمرے میں بند کر لیا تھا تلمین اور نوزل نے آج کالج اور یونیورسٹی سے چھٹی کر لی تھی ان کی حالت بھی ایسی نہیں تھی کہ وہ پڑھائی پڑھیں دے سکتے ذہنی اور قلبی طور پر وہ دونوں بھی بہت ہرٹ ہوئے تھے۔ بہت ڈسٹرب تھے وہ اب احمد بھی آج فیکلٹی نہیں گئے تھے۔ رائیل نے صبح بمشکل ناشتہ کیا تھا۔ نوزل اور تلمین کے اصرار پر اور اسب مشاورت سے لڑائی ہوئی۔

”رائیل! جنڈی سے تیار ہو کر باہر آ جاؤ ہم تمہیں آج آڈٹنگ پر جا رہے ہیں خوب مزا کریں گے۔“ تلمین نے اس کے کمرے میں آ کر کہا تو وہ سنجیدگی سے بولی۔

”سو رہی تھی آپلی! میرا دل نہیں چاہ رہا کہیں جانے کو۔“

”الویہ کیا بات ہوئی؟ ہم نے تو آپ کی وجہ سے آج کالج بنک گیا ہے چلیں ناں اس سیشن سے تو باہر نکلیں! کچھ دل بہل جائے گا دھیان بت جائے گا۔“ نوزل بھی آن لکھا تو وہ دھیرے سے مسکرائی۔

”اور کیوں نہ علی بھائی کو بھی بلا لیں۔“ تلمین نے شوخ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا سیاہ ٹراؤزر پہنے اور مہرون کا ہار شرت میں وہ بے حد کٹنگ لہنگہ پہنی تھی۔

”علی کو کیوں؟“ رائیل نے ناگہی کے عالم میں اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تو دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس پڑے۔

”لو اور سنو! ادھر وہ جان دینے کو تیار ہیں بیٹھے ہیں! ادھر کسی کو خبر ہی نہیں۔“ نوزل نے معنی خیز جملہ کہا رائیل کا ذہن اس وقت کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھا کیونکہ نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔ رات سوچتے دماغ اور دل دونوں ہی تھک چکے تھے بنکان ہو چکے تھے۔ اس کے اندر خوشی کی ہلکی سی بھی رمت ہاتی نہیں رہی تھی۔ صرف دکھ اور درد بھرا تھا اس وقت۔

”وہ کیوں اپنا کام چھوڑ کر آنے لگی؟“

”تم کہو گی تو آ بھی جائیں گے۔“

”مگر میں کیوں کہوں گی؟“



بند محبتوں کے گراؤ

حیات بخاری

ویران راہ گزر کو دیکھ کر میں گئے ہم
 آسے گی تیری یاد تو رویا کرتی گے ہم
 وہ دن جو تیرے ساتھ گزارے تھے پیار میں
 کتنے حسین خواب تھے سوچا کرتی گے ہم

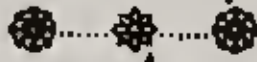
سراہنے لگی بڑی سی سفید چادر۔ لے کر اس نے اچھی طرح خود کو ڈھانپ لیا تھا۔ تیزی سے سائیڈ ٹیبل کھول کر وہ تمام مازک سی گولڈ جیولری نکال لی جو اس کے باپا اور بھائی نے ہر سال گھر پر محبت سے اس کو پہنائی تھی اور پہنا کر بھول گئے نہ جانے کیوں ہاتھ ڈرا سے کاٹے۔

”محببتوں کی تو شروع دن سے ملکہ رہی ہوں میں بچپن سے لے کر آج تک میں نے صرف محبت ہی تو دیکھی ہے اور اب محبتیں ہی میرا مستقبل ہوں گی۔ محبتوں نے یوں میرے جیون کو نگہارا اور سنوارا ہے کہ میں محبت کے لیے کچھ بھی کر گزرنے سے نہیں رکوں گی۔“ وہ مسلسل سوچ رہی تھی مسکرا رہی تھی۔ ہاتھ مسلسل حرکت میں تھے وہ چھوٹا موٹا سامان سمیٹ رہی تھی۔ صرف وہ سامان جو محبتوں نے اسے دان کیا تھا مگر اس مختصر وقت میں وہ کیا کچھ سمیٹتی۔ یہ تو چند لمحے تھے اور محبتیں تو زمانوں پر محیط تھیں۔ ایک چھوٹا سا بیگ بھرتے ہوئے بھی اسے جیسے زمانے لگتے تھے۔ وہ جیسے منوں وزنی بوجھ اٹھا رہی تھی بھی باپنے لگی تھی اس کے ہاتھ اور

رات بے حد تاریک تھی اس سیاہ رات میں نہ جانے کس کس کی قسمت میں خوشی کی روشنی یا دکھ کی سیاہی لکھی جانی تھی مگر اسے یقین تھا کہ اس کی قسمت میں تو محبتوں اور مسرتوں کے دیئے جھنگانے والے تھے۔ آج نیند آنکھوں سے کبوں دور تھی۔ ہر پڑھتے لمحے کے ساتھ دل کی دھڑکنیں بھی تیز ہوتی جا رہی تھیں۔

رات جس قدر تاریک تھی اسی قدر ہولناک حد تک خاموش بھی تھی۔ سائیڈ ٹیبل پر دھری ننھی سی الارم کلاک کی ٹنگ ٹنگ سونیاں اسے حوالہ کو مزید ہیبت ناک بنا رہی تھیں۔ اس نے سیدھے لیٹے ہوئے دائیں طرف ڈرا سارٹ پھیر کر گھڑی دیکھی۔ بارہ سے اوپر کا وقت ہو رہا تھا بھی دائیں طرف والی بڑی سی کھڑکی پر روشنی کا لپکا سا ہوا اور اس کے دل نے ایک بیٹ سس کی بھی ویسا ہی لپکا ڈرا سے لکھوں کے وقفے کے بعد وہ ہارہ ہوا۔ شاید کوئی نارنج جلا بجھا رہا تھا وہ مسکرا دی تھی سب ہی خواب مسکرا دیئے تھے۔ وہ تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی اس نے ہیروں میں پہلے سے اسپورٹس شووز پہن رکھے تھے لپک کر

چین چینی کر کسی کے پاؤں پکڑے تھے۔ کسی کے سامنے ہاتھ جوڑے تھے لکڑی کے بڑے سے دروازے کی کڑی گری تھی۔ طوفان گزر گیا تھا اور پیچھے موت کی سی خاموشی اور سیاہی چھوڑ گیا تھا دروازہ آہستہ سے بند کر کے وہ چوکھٹ پار کر گئی۔



”اماں! الوداعی پارٹی ہے ہر ادارے میں ہوتی ہے جب لوگ رخصت ہوتے ہیں۔ یہ تو پھر یونیورسٹی ہے پھر یہ سب کچھ ملیں نہ ملیں پھر یہ سارے بچے اپنی اپنی عملی زندگی میں لگن ہو جائیں گے پھر کہاں یہ شرارتیں! کہاں یہ موجِ مستی۔“ عبداللہ نے ناشتا کرتے ہوئے ماں کو سمجھایا۔

میں اس سے سات سال چھوٹی تھی تبھی اسے جبہ عزیزی ملی۔ اماں بابا کے ہوتے ہوئے بھی عبداللہ نے ماں باپ کی طرح شفقت سے پالا تھا صبیحہ نواس کی ہر خواہش پتھر پر لیکر ہو جایا کرتی۔ ان کا خاندان عورتوں کے معاملات میں سب سے حد سخت تھا مگر صبیحہ کے لیے اس کے بھائی کی وجہ سے ہی اس قدر آزادی تھی کہ وہ نہ صرف یونیورسٹی تک تعلیم حاصل کر پاتی تھی بلکہ آزادی سے ہر تقریب میں بھی چلی جاتی۔

آج ان کے ذیہارٹمنٹ میں الوداعی پارٹی منعقد کی جا رہی تھی ان کا رزلٹ آچکا تھا۔ اب بس ڈگری ملنا باقی تھی سو دوسرے تمام طالب علموں کی طرح وہ بھی اس دن کو خوب انجوائے کرنا چاہتی تھی اور بابا اور اماں مان کر نہیں دے رہے تھے سو ہمیشہ کی طرح یہ فریضہ عبداللہ انجام دے رہا تھا۔

”تمہاری انہی باتوں کی وجہ سے ہم ہمیشہ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں عبداللہ! مگر اب ہم واقعی چاہتے ہیں کہ عزت سے یہ اپنے گھر کی ہو جائے۔“ بابا کی بات پر جوں جوں صبیحہ کو اچھو لگ گیا۔

”اترے کب انکار کیا ہے بابا! مگر اس کا مطلب یہ تو نہیں نہ کہ ہم شادی سے پہلے ہی اسے گھر کی ذمہ

کندھے شل ہونے لگے تھے۔

مطمئن سے انداز میں کمرے سے نکل کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے وہ لاؤنج کے پچھلے دروازے سے باہر آئی تھی۔ گھر کے باقی سبھی نفوس گہری نیند میں تھے اس نے کل کا سارا دن ان کے ساتھ گزارا تھا۔ وہ یہاں سے بے حد اچھی یادیں لے کر جا رہی تھی کچھلی طرف کا دروازہ لکڑی کا تھا اور برسوں سے اسے تالا لگا تھا۔ جو کل رات ہی اس نے کھول دیا تھا سب سے نظر بچا کر بھلا کسی نے چیک کرنا تھا۔

لاؤنج سے بڑے دروازے تک کا سفر جیسے میلوں پر محیط تھا اس کے پاؤں وزنی ہو رہے تھے۔ وہ چل نہیں پاری تھی۔ باہر گلی میں پھر روشنی چمکی تھی اس بار کسی نے تیزی سے نارنج جلائی بجھائی وہ شاید بے زار آ گیا تھا اترتار سے۔

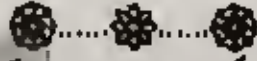
مگر صبیحہ..... اسے لگا اس کے خالی پیروں سے ٹھکرو بندھ گئے تھے جو مسلسل چینی رہے تھے۔ سونے ہاتھوں میں ان دیکھی چوڑیاں شور مچانے لگی تھیں۔ اس نے محض تیس خود کو دوڑتے دیکھا تھا یہ اس کا بچپن تھا۔ ماں اس کے پیچھے کھانے کی پلیٹ لیے دوڑ رہی تھیں۔ وہ نظر بچا کے آگے بڑھ گئی برگہ کے بڑے سے درخت کے نیچے بچھے تخت پر بابا بیٹھنے دعا مانگ رہے تھے۔ وہ جانتی تھی کہ ان کی دعاؤں کا گورا اس کی ذات ہے مگر پھر بھی وہ مطمئن نہ ہو سکی دل میں کسک کی لہر جاگ اٹھی۔ قدم مزید بھاری ہوئے وہ دروازے کے قریب پہنچ چکی تھی۔

”صبا! کہاں جا رہی ہو میری نظروں کے سامنے ربا کرو یا ر!“ بھائی نے اسے پکارا تو اسے دور سے اپنی شرارت بھری کھٹکھٹاہٹ سنائی دی۔

”میں آپ کو بہت مس کروں گی مگر میں اپنی پوری زندگی آپ سب کی محبتوں کی نذر نہیں کر سکتی۔“ اس نے پینٹ کر ایک نظر ان نفوس کے خیالی خاکوں پر ڈالی تھی معذرت کی تھی۔ ہوا چل پڑی تھی برگہ نوہ کنال ہوا تھا رات چلائی گئی۔ ہوانے واویلا کیا تھا گزری یادوں نے

ہوتا بیٹا جی، ازمانہ کی ہوا بہت جلدی اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے اللہ تم دونوں کو اپنی پناہ میں رکھے۔" انہاں نے محبت سے ان دونوں پر دم کیا۔

"تو پھر جائیں نہ بابا جانی!" صبیحہ نے بے تابی سے پوچھا۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے سر ہلا کر اجازت دی وہ تو اچھل ہی پڑی۔ صرف کچھ ہی دیر بعد وہ گاڑی میں بیٹھی بھائی کے ہمراہ پونڈوٹی کی طرف رواں دواں تھی۔



"سکندر! بھائی مجھ پر بے حد اعتماد کرتے ہیں، میں ان کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچا سکتی۔" سمندر کی اٹھی لہروں میں اس قدر شور نہ تھا جتنا اس کے سن آنگن میں بیٹے درد کے ٹھانٹھیں مارتے سمندر میں تھا۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو صبیحہ!" وہ اس کے سامنے آ کر غصہ کیا، صبیحہ نے بغور اس کی آنکھوں میں جھانکا وہاں مایوسی چھائی تھی۔

"میں نے کل بہت سوچا۔" وہ اداس ہوئی۔

داریوں میں الجھا کے رکھ دیں۔ صبیحہ بہت کچھ دار ہے اسے اپنے خاندان کی عزت اور روایات کا بخوبی اندازہ ہے بابا جانی! ہمیں اپنی بیٹی پر مان اور اعتبار ہونا چاہیے۔ یقین کریں یہی چیز ہے جو ہماری بچیوں کو بہکانے میں زہر قاتل کا کام کرتی ہے۔ ہم لوگ گھر کا ماحول اس قدر تنگ کر دیتے ہیں کہ بچیاں غیر لوگوں جھوٹے مگر بیٹھے لب و لہجہ میں پناہ ڈھونڈنا شروع کر دیتی ہیں۔ میں صوبو کو یہ اعتماد دینا چاہتا ہوں کہ وہ لڑکی ہے مگر رازاں نہیں میں اسے اپنی ذات اور محبت کا مان دینا چاہتا ہوں بابا!" وہ پختہ لہجہ میں بولا تو صبیحہ نے تشکر بھری نگاہ بھائی پر ڈالی تھی۔

"اور میں آپ کو کبھی یقین دلاتا ہوں کہ میں اور صبیحہ جتنا بھی بڑھ نکلے جائیں اپنے خاندان اور اس کی روایات سے دغا نہیں کریں گے۔ ہم وہیں شادی کریں گے جہاں آپ چاہیں گے۔" صبیحہ کا دل ڈوب کر اجمرا۔

"تم پر تو مجھے پورا یقین ہے بس زمانے پر یقین نہیں

آپ بیمار یوں سے پریشان کیوں؟

انصاب غار مہینے کی سالہا سال سے زہدہ ادویات ایک بار ضرور استعمال کریں

مقوی دماغ 180/- قوت کیلئے	بلڈ ریگور 230/- پیدائش کیلئے	پاور پلس گولڈ 330/- میں اضافہ کیلئے
مسلز ٹانک 180/- مضبوط صحت منہ جسم بنانے کیلئے	مقوی جسم 280/- جسمانی قوتیں بنانے کیلئے	قوت خاص 330/- جنسی قوت کا خزانہ
مقوی جگر 180/- معدہ و جگر کی قوت کیلئے	مقوی بصر 280/- تقویت نظر اور عینک سے بچاؤ کیلئے	سدا بہار 330/- بے پناہ قوت شہوانی کیلئے
مقوی قلب 230/- امراض دل سے بچاؤ کیلئے	مقوی صحت 280/- حفاظت صحت و قیام شباب کیلئے	مقوی جسم 390/- بہترین جسمانی نشوونما کیلئے
پاپائٹس B اور C 950/- 16 دن میں ختم	جائینڈس (چیلیرقان) 550/- 15 دن میں ختم	قسم موٹاپا سے نجات کیلئے 580/-

خواتین و حضرات کے پوشیدہ امراض کا کامیاب علاج موجود ہے 350/-

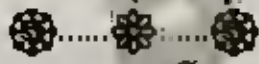
سنجھال لیتا مگر اب... "وہ دہی تھا" صبح دور سمندر کی لہروں کو دیکھنے لگی۔

"پلیز اب مجھ سے میری حیات نہ چھینو پھر میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ تم بھاگ کر مجھ سے شادی کر لو۔ تمہیں گھر سے ایک پائی بھی لینے کی ضرورت نہیں بس صرف ہمارا نکاح ہو جائے گھر والے خوشی خوشی ہماری شادی کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ میں وعدہ کرتا ہوں نکاح کے بعد میں خود بحفاظت تمہیں گھر چھوڑ آؤں گا۔" وہ اسے محبتوں کے یقین دلانے لگا تھا مگر پتا نہیں کیوں دل مان کے ہی نہیں دے رہا تھا کئی محبتوں کے یقین شور مچا رہے تھے۔

"لیکن..." وہ تذبذب کا شکار تھی۔

"میری بات مان لو صبحی! تم کسی سے بھی ہمارے تعلق کے بارے میں بات کرنے سے پہلے ضرور سوچ لینا کیونکہ اس کے بعد پھر ہمارے لیے کاشے ہی کاشے ہوں گے یوں بنا بھی ہمیں پھر شاید کبھی نصیب نہ ہو۔" وہ بے چین تھا اور یہ بے چینی اس کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی۔

"میں آج سوچ کر کل تمہیں جواب دوں گی۔" وہ ہارنے لگی تھی۔ مقدر اور انسان میں ایک مرتبہ پھر جنگ چھڑنے والی تھی ایک انسان پھر سوچنے لگا تھا کہ اپنا مقدر خود بخود لے یا پھر اپنے مقدر پر شا کر ہو جائے۔



آج شام سے تو بیٹھے بادل چھائے ہوئے تھے دن میں بھی اس قدر تاریکی تھی کہ رات کا سماں معلوم ہوتا تھا۔ عجیب سی ہولن کی چھائی ہوئی تھی کبھی کبھی دور چمکتی بجلی روشنی نر دیتی مگر اس کے بعد تاریکی میں مزید اضافہ ہی محسوس ہوتا۔

اس نے آج کا سارا دن گھر والوں کے ساتھ گزارا تھا اماں کی سرپرستی کی مالش کی مٹی پھر ان کا سرد ہو دیا ان کے پاؤں صاف کیے۔ باپا کے ساتھ کئی ہی مدت کے بعد کیرم کھینتی رہی۔ فرمائش کر کے بھائی کو میر پر

"اب سوچا اتنی دیر کر جہاں بس دو ہی راستے بچے ہیں زندگی یا موت..... زندگی کا راستہ بند کر دوں میرے لیے تو بتاؤ ن سارا راستہ بچے گا۔" وہ تڑپا۔

"میں اپنے لیے بھی تو وہی راستہ چن رہی ہوں سکندر! اس نے نظریں چرائیں۔

"لیکن میرے لیے یہ فیصلہ کرنے کا اختیار تمہیں نہیں۔" وہ غصے میں آیا۔

"میں نے کہا نہ سکندر کہ میں نے بہت سوچ سمجھ کے یہ فیصلہ لیا ہے۔ بھائی! مجھ پر اتنا رعبے مگر پھر بھی میں ایک بار ضرور ان سے بات کروں گی۔ انہوں نے آج تک میری کوئی بات نہیں مانی مجھے پورا یقین ہے کہ یہ بات بھی نہیں مانیں گے وہ منالیں گے باپا اور ان کو مجھے یقین ہے۔ وہ ضرور میری پسند کا خیال رکھیں گے۔" وہ اُمید تھی۔

"وہم ہے تمہارا تم صرف اور صرف اپنی اور میری زندگی جہنم بنا دو گی اور بس۔" وہ نب کاشے لگا تھا اور یہ بات سچ بھی تھی زندگی کی سب خواہشات ایک طرف وہ صرف اس کی ذات اس کے بھائی اس کے گھر تک محدود ہوتی تھیں مگر اب جو خواہش کرنے وہ جاری تھی۔ اس سے اس کے پورے خاندان کی روایات اور عزت جڑی تھی اور اس بار اسے بھی کوئی خاص امید تھی کہ وہ اپنی خواہش منوا پائی۔ عبداللہ بھائی نے اسے اعتماد دیا تھا اسے یقین تھا کہ عبداللہ اس معاملے میں بھی سوچیں گے ضرور مگر اب کی بار یا اماں سے اسے کسی قسم کی نرمی کی کوئی امید نہ تھی۔

"صبحی.....!" دروازہ قامت چوڑے شانوں والا وہ مرد اس کے قریب ہوا اس نے دھیرے سے صبحی کا ہاتھ تھاما اور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے دھیمے لہجے میں پکارا۔ صبحی کی کھنی پلکیں اٹھیں اور مقابل کی آنکھوں میں جھانکنے لگیں سکندر اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"دیکھو میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا تم نے اگر پہلے ہی قدم پر مجھے روک دیا ہوتا تو مشکل نہ تھا۔ میں خود کو

زنگارِ گنہگار
 AANCHALPK.COM
 تازہ شماره شائع ہو گیا ہے



قلندرات

میں ایک اور عالم ہے
 وہاں قندیل

ویدبان

میں ایک اور عالم ہے
 وہاں قندیل

جگت سنگھ

بلخ کے پہاڑوں میں
 دکن کے پہاڑوں میں

AANCHALNOVEL.COM

میں ایک اور عالم ہے
 وہاں قندیل

خوشبو سخن، منتخب غزلیں، نظمیں۔ ذوقِ آہی اقتباسات
 اقوالِ زرین، احادیث وغیرہ معروف و نئی اس کا حافظہ
 شبیر احمد سے اپنے دنیاوی مسائل کا حل جانے

021-3562077/1/2

لے کر گئی اور کئی گھنٹوں تک وہ باہر گھومتے رہے تھے
 اسے یہ وقت یادگار بنانا تھا۔ سنہری یادوں کی طرح
 کیونکہ وہ فیصلہ کر چکی تھی۔

مقدر بے شک رتبہ بنا تا ہے مگر انسان کو عقل و شعور
 جیسی نعمت دے کر اس نے بلاشبہ انسان کو بھی کسی حد تک
 اپنا مقدر خود بنانے کا اختیار دے رکھا ہے اور کئی بار یہ موقع
 اسے ملتا ہے زندگی میں مگر انسان ہمیشہ اپنی نادانی سے
 اسے گھورتا ہے نہ اعتبار کرتا ہے نہ اعتبار کے قابل رہتا
 ہے۔ یہی سوز آج صیہون کی زندگی میں آیا تھا۔ ایک طرف
 وہ تجھتیں تھیں جن کی ساری زندگی صرف اس کی خوشی اور
 رضا کے گرد گھومی تھی اور ایک وہ محبت کہ جو صیہون کے خیال
 میں اس کی ساری زندگی تھی۔ یہ تجھتیں ازلی تھیں اسے
 قدرت نے وان کی تھیں اور دوسری محبت کو بھی وہ قدرت
 کا تحفہ سمجھ کر ٹھکراتا نہیں چاہتی تھی۔

رات تاریک تھی سو ہر لمحہ ورق سیاہ کی مانند ہی رہا۔
 عزتیں مگر ڈالیں تجھتیں تزیین اور اعتبار کے لاشے پر ماتم
 ہوا مگر صیہون کی زندگی کے سینے سجائے سب کی صورتوں پر
 پاؤں رکھ کے گھر کی وہ بلیز پار کر گئی۔

☆☆☆.....

”آج تو گھلا بی رنگ میں بے حد کھری ہو۔“ شہر
 سے دور غیر گنجان آباد علاقے میں واقع بوسیدہ اپارٹمنٹ
 کے کمرے میں۔ نگے سو واٹ کے پیلے بلب کی عجیب سی
 روشنی میں بھی اس کا پاکیزہ اور باہر وہ سارو پلو سے رہا
 تھا۔ وہ عزت و وار گھرانے کی جی تھی شروع سے ہی
 پردے میں رہی تھی اور حجاب تو ہمیشہ ہی لڑکیوں کو دل کشی
 بخشتا ہے۔ ان میں ایسی کشش پیدا کر دیتا ہے کہ موٹی
 تک شرمناہاتے ہیں۔ صیہون نے ڈرتے ڈرتے نگاہ اونچی
 کی اسقدر کی نظریں مسلسل اس کا جائزہ لے رہی تھیں
 لیکن نہ جانے کیوں آج اسے اس کے دیکھنے کا انداز
 مختلف لگ رہا تھا۔ اس کا دل دھڑکنے لگا وہ اٹھ کر ذرا
 فاصلے پر ہو کر بیٹھ گئی۔

”تم اب جاؤ میں ذرا آرام کروں گی صبح آس

وقت آئیں گے تمہارے دوست۔“ اس نے بمشکل بات بنائی۔

”بائیں..... اتنی بھی کیا جلدی اور تم مجھ سے اتنا دور کیوں جا رہی ہو؟“ وہ روٹتے ہوئے بولا اور دوبارہ سے اس کے ساتھ ہو کر بیٹھ گیا صبح کے ہاتھ پاؤں بھیکنے لگے۔

”پلیز سکندرا بھی تم جاؤ۔“ وہ پزل ہونے لگی۔

”اتنے قریب آگئی ہو اب کیسی شرم سیسی جیا..... بنو مت پنیر پھر کل کو تو ہمیں ایک ہو ہی جاتا ہے۔“ اس نے جھٹکا دیا تھا حیران سی صبح اس کے لیے ہرگز تیار نہ تھی بھی اس کی آہنی پناہوں میں گرتی چلی گئی تھی۔

عورت اور مرد کے درمیان تیسرا شیطان ہی ہوتا ہے شیطان نے ایک کوال کار بنایا تھا اور آل کار مضبوط تھا جبکہ شکار گزور۔ چڑیا پھڑپھڑانی مگر عقاب کے نیچے اس کے نازک سے چروں سے کہیں زیادہ مضبوط تھے۔ جب انسان پر ہوس ہوار ہو جائے تو اسے نشے کی ضرورت نہیں پڑتی وہ ہوش و حواس میں لگتی اپنی ساری حدود بھلا دیتا ہے۔ سکندر پر ہوس طاری تھی اور شکار خود چل کر اس کے پاس آیا تھا اس نے چڑیا کی بوٹی بوٹی نوج ڈالی تھی وہ چنچن رہی ہاتھ جوڑتی رہی مگر شکاری کو ترس نہ آیا۔ اسے نوپتے کھسوٹے لوٹے پانل کرتے وہ پاتال کی گہرائیوں سے بھی نیچے جا کر تھا۔

بھوک مٹی تو ہوس بھی ختم ہوگئی چڑیا کے بے جان ہوتے وجود کو اس نے زمین پر پھینک دیا اور خود وہیں بیٹھ پالنے منہ گر کر اوٹھنے لگا تھا۔ حوا کی بیٹی لینی بھی مگر ابن آدم کو یہ موقع خود اس نے دیا تھا۔ وہ خود اس کا آلہ کار بنی تھا اس کے ساتھ نہ ہر سستی ہوئی تھی مردہ اسے پیاروں کو پھوڑ کر اس درندے کے پاس خود چل آئی تھی۔ وہ گناہ گار تھی سبھی اسے سزا دی تھی نفارے بچے تھے اور یہ نقارے نہ ہی کسی سلطان جنگ کے تھے نہ کسی خوشی کے بلکہ اسیر ہوں کے ہاتھوں کی حوا کی بیٹی کی پامالی کے جس کا چارہ وہ خوہنی تھی۔

اسے لگا اس کی روح فنا ہو چکی تھی وہ سانس لے رہی تھی مگر زندگی کے منظر پر پاتال کی تار کی غالب آ چکی تھی اس کی آنکھوں میں خوف مٹ چکا تھا۔ درد ہی درد م تھا اس کے ہاتھ پاؤں نل تھے جیسے کسی نے اسے برف میں ڈین کر دیا ہو بیٹھے لیٹے ہی اس کی نگاہ بیڈ کے نیچے پڑی تھی۔ زندگی اور محبتوں سے ٹھیلنے سے کھلوتا بنایا تھا اب اس کے لیے کوئی راستہ نہ ہی تھا۔ سکندر عفریت تھا اور وہ خود..... وہ خود زندگی کا ڈھیر جس پر شاید وہ خود بھی تھوکتا پسند نہ کرتی۔

وہیں پڑے پڑے بے جان لاش بنے وجود نے ایک مرتبہ پھر رہت کی قدرت کو پکارا اور اپنے مقدر کا فیصلہ اپنے ہاتھوں میں لیا تھا بینڈ کے نیچے پڑی چوہے مار دوئی کو اس کے بے جان وجود نے بڑی مشکل سے حاصل کی تھی۔

وہ جانتی تھی یہ پارٹنٹ سکندر کا ذاتی تھا وہ اس سے کچھ تو انتقام لے ہی سکتی تھی۔ اس نے خود میں ہمت پیدا کی اور اپنا سارا گناہ ایک پیغام کی صورت میں موبائل پر بھائی کو بھیجنے کے بعد چپ چاپ وہ دوئی پٹی لی تھی اور ساتھ میں سکندر کا گناہ لکھنا بھی نہ بھولی تھی۔

روح کی چڑیا کے پز پھڑ پھڑانے لگی پرواز اس بار موت کی بھی مرعزت کے مرتے وقت جو دکھ جو کرب اس کے وجود نے سہا تھا یہ درد بہت کم تھا اس کے مقابلے میں۔

ایک آوارہ آنسو پکوں کا بند ہوتی پکوں کا بند توڑ کر باہر نکلا تھا۔ اس نے محبتوں کے بند توڑے تھے اعتبار اور حیا کی زنجیریں جو اس کی سپرے دار تھیں خود ہٹائی تھیں تو ہوس اور نفسیاتی خواہشات کے تیز رفتار سمندر اس کا سب کچھ بہا کر لے گیا تھا۔ پہلے رشتے پھر محبتیں پھر عزت اور آخر میں زندگی محبتوں کے بند ٹوٹتے ہی تباہی ہوئی تھی کچھ بھی باقی نہیں بچا تھا کچھ بھی.....





زندگی پھولوں کی راہ
فرح طاہر

Scanned By Amir

تیری جستجو کا کرم دیکھتے ہیں
ستاروں کو زیر قدم دیکھتے ہیں

ہمارا شعور محبت تو دیکھو
تمہیں بھی محبت سے کم دیکھتے ہیں

میں کسی کو بھی اطلاع نہ دے سکی وہ سر جھکائے بیٹھی تھی جبکہ
اسماعیل چچا تم و افسوس بھرے انداز میں ہاتھوں کو پچھو اس
طرح مسل رہے تھے کہ جیسے ان کی کوئی بہت قیمتی شے ان
کے ہاتھوں سے کوئی چھین کر لے گیا ہو۔

”بھانڈے ہمیں ایسے کیسے چھوڑ کر جاسکتا ہے؟ معمولی سا
ورد اس کی جان کیسے لے سکتا ہے؟ وہ تو اتنا بہادر تھا کسی
کسی تکلیف کو کتنی میں نہیں لاتا تھا۔“ وہ ان کی بات کا کیا
جواب دیتی وہ تو خود کب سے ایسے ہی بہت سے سوالوں
میں الجھی ہوئی تھی اسماعیل چچا اور پاپا کی دوستی تب سے تھی
جب سے انہوں نے ہوش سنبھالا تھا۔ دونوں نے اسٹڈی
لائف ساتھ گزاری پلاننگ تو دونوں کی بھی تھی کہ ہمیشہ
ساتھ رہیں گے مگر نصیب میں ان کا ساتھ نہیں لکھا تھا اس
لیے جب دونوں نے پریکٹس لائف میں قدم رکھتے
ہوئے کاروبار کی طرف توجہ دی تو پاپا نے دادو کے بزنس کو
آگے بڑھانے کا فیصلہ کیا مگر اسماعیل چچا کو بزنس سے
زیادہ جاب کرنے کا شوق تھا۔ اس لیے جب ان کی
جاب ہوئی تو کچھ عرصے بعد ٹرانسفر کی وجہ سے ان کو پاپا
کے ساتھ ساتھ وہ شہر تک چھوڑ کر کراچی جانا پڑا۔ شروع
میں وہ دونوں مسلسل رابطے میں رہے پھر بعد میں زندگی
کی مصروفیات نے رابطے کو ذرا کم کر دیا مگر ڈھیروں
مصروفیات کے باوجود جب بھی انہیں محسوس ہوتا کہ ان کو
ملاقات کیسے بہت ٹائم گزر گیا ہے تو سب مصروفیات کو
پس پشت ڈال کر یا تو پاپا کراچی پہنچ جاتے یا اسماعیل چچا
خود تشریف لے آتے مگر جب سے ماما کی ڈیوٹی ہوئی تھی

اسماعیل چچا کی آمد اس وقت ہوئی جب پاپا کو گزرے
ایک ماہ ہو چکا تھا اس ایک ماہ میں دو روز ویک کے تمام
رہنے دار تعزیت کمرے کے اپنے گھروں کو لوٹ سچکے تھے۔
شریں کے اکیلے پن کا خیال کمرے کی اگال پاپا کی دور
پرے کی ایک بولا بھی تک اس کے ساتھ رہے رہیں تھیں
ان کے جانے کے بعد کا وہ کیا اور کیسے کا سوچتی؟ وہ تو خود
ابھی تک یہ یقین کرنے میں ناکام رہی تھی کہ پاپا یوں اس
طرح اچانک مجھے چھوڑ کر کیسے جاسکتے ہیں؟ ہاں کسی بیماری
ہاں کسی تکلیف کے وہ اس طرح اچانک کیسے جاسکتے ہیں؟
بس معمولی سا ٹھنڈے والا اچانک دل کا درد ان کی جان کیسے
لے سکتا تھا؟ پاپا نے کہا تھا کہ یہ پاپا کے نصیب میں لکھا ہوا
تھا مگر پاپا ہمیشہ کہا کرتے تھے۔

”انسان اپنا نصیب خود بناتا ہے۔“ پھر پاپا اپنے
نصیب میں مجھے کیسا چھوڑ جانے کا کیسے لکھ سکتے ہیں؟ وہ
اپنے سوالوں میں الجھی بکھری خود کو بہلانے اور
سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی جب اسماعیل چچا اس کے
سامنے آ گئے۔

اسماعیل چچا پاپا کے جگری دوست.....! وہ جو کسی طرح
خود کو کچھ سنبھالے ہوئے تھی ان کو سامنے دیکھ کر ایک بار
پھر بکھر کر رہ گئی خود اسماعیل چچا پاپا کے گزر جانے کی خبر سن
کر مجھ سے کہیں زیادہ بکھرے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔
وہ ان سے شرمندہ تھی کہ ان کو پاپا کی وفات کی اطلاع نہ
دے سکی مگر وہ کیا کرتی؟ اس وقت تم اتنا بڑا اور اچانک ملا تھا
کہ سوچنے سمجھنے کی ہر حس ہی کام کرنا چھوڑ چکی تھی۔ ایسے

میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ ہمارے ساتھ رہو گی۔“ اس بار انہوں نے قدرے تفصیل سے بتایا۔ وہ بنا کچھ کہے پہلے سے کہیں زیادہ حیرت بھری نظروں سے ان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ وہ واقعی پاپا کے بہترین دوست تھے جسے اس کے لیے فکر مند ہو کر اس کے متعلق سوچ رہے تھے ورنہ پاپا کی ڈیڑھ کے بعد سے جس طرح سب نے اس سے منہ موڑا تھا وہ شدید ہرٹ ہوئی تھی۔

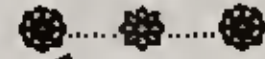
”کیا ہوا شیریں..... اس قدر چپ کیوں ہو پتا کچھ تو یوں؟“ اسے مسلسل خاموش پاپا کو دہرایا۔ ”میں کیا بولوں چچا! وہ الٹا انہی سے سوالیہ ہوئی تھی۔“ کچھ بھی..... میں بہت اچھا سامع ہوں! آپ جو بھی بولو گی میں چپ کر کے سنوں گا۔“ وہ شاید اس کا موڈ بھال کرنے کی لیے ذرا مزاحیہ انداز میں بولے۔ ”تجھے مزہ تو مسکرا بھی نہ کی تو وہ گہری سانس بھر کر دوبارہ کہنے لگے۔“ میں نے آپ سے پوچھے بتائی آپ کو ساتھ لے جانے کا فیصلہ کر لیا آپ کو میرے اس فیصلے پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟“ وہ استفہامیہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے چند لمحات خاموشی کے بعد وہ قدرے دھیمے بولی۔

”نہیں چچا! اعتراض اس وقت اٹتا ہے جب کوئی دوسرا آٹشن ہو اور میرے پاس تو کوئی آپشن ہی نہیں ہے پھر اعتراض کرنے کا کیا مقصد۔“ اس نے بڑے سنجیدہ انداز میں حقیقت بیان کی تھی۔ وقت بہت ہی ظالم ہوتا ہے ایک ہی وار میں زندگی کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتا ہے اس ایک ماہ کے مختصر وقت نے اسے اپنے اور غیر کی خوب پہچان کرا دی تھی۔

”ایسا مت کہو بیٹا! اگر آپ کو اعتراض ہے بھی تو مجھے بتاؤ ہم کوئی دوسرا حل تلاش کر لیں گے۔“ انہوں نے بہت اپنائیت سے اسے بولنے کا موقع دیا مگر اس نے تو جیسے اپنے ہر اعتراض کا گلا گھونٹ دیا تھا اس لیے غلطی انداز میں بولی۔

”نہیں چچا! میں نے کہا تھا مجھے کسی بھی طرح کا کوئی اعتراض نہیں۔“

پاپا سے اکیلا چھوڑ کر اسماعیل چچا سے ملنے نہیں جایا کرتے تھے بلکہ اسماعیل چچا خود آ جایا کرتے تھے۔ شریں سے انہیں ہمیشہ ایک ہی شکوہ رہتا تھا کہ میں کبھی ان کے گھر نہیں آتی مگر وہ کیا کرتی جب بھی ان کی طرف جانے کا پروگرام بنتا ہر بار کوئی ضروری کام یا پھر زکاوت بن جاتے اس لیے ان کا شکوہ بجا تھا اس لیے وہ جب بھی شکوہ کرتے وہ مسکرا کر چپ چاپ ان کے سامنے سے ہٹ جاتا کرتی تھی۔



اسماعیل چچا دونوں سے ہمیں تھے مگر وہ کب تک یہاں رہ سکتے تھے آج نہیں تو کل ان کو بھی چلے ہی جانا تھا اور پھر اس کے بعد..... میں کچھ بھی سوچنا نہیں چاہتی مگر بری بری سوچیں مجھے ہر وقت دہلائے رکھتی تھیں۔ ابھی بھی میں محن میں بیٹھی انہی پریشان کن سوچوں کے گھیرے میں گھری مگر جھکائے بیٹھی تھی جب اسماعیل چچا بہت خاموشی سے میرے سامنے رکھی کرسی پر آ کر بیٹھ گئے۔

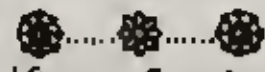
”کن سوچوں میں کم ہے ہماری بیٹی!“ انہوں نے ہمیشہ جیسے اپنی سگی بیٹی کی طرح پکارا تھا آج بھی ان کے انداز میں میرے لیے پیار ہی پیار تھا۔ میرے دل کو ایک دھچکا لگا پاپا کی یاد نے شدت سے سراٹھایا تو آنکھوں میں واضح نمی اتر آئی جسے میں نے چھپانے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی اسماعیل چچا کھانچا آنکھوں کی نمی نے اپنے سوال کا جواب دے دیا تھا۔ اس لیے ہل بھر کو خاموش ہو گئے پھر کچھ دیر کی خاموشی کے بعد گہرا سانس بھرتے ہوئے وہ دوبارہ گویا ہوئے۔

”اپنا ضروری سامان پیک کر لو بیٹا! ہمیں کل یہاں سے لکھنا ہے۔“ وہ جو سر جھکائے بیٹھی تھی ان کی بات کے اختتام پر بے ساختگی حیرت بھرے انداز میں ان کی طرف دیکھنے لگی۔ یوں جیسے ان کی بات کا مطلب سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو وہ اس کی نظروں کا ملبوم سمجھ کر وضاحت کرتے ہوئے بولے۔

”آپ اب یہاں اکیلے کیسے رہو گی بیٹا! اس لیے

”ہونہہ..... تو پھر آپ اپنی پیکنگ کر لیں باقی میں دیکھتا ہوں میں نے کیا کرنا ہے۔“ یہ کہہ کر وہاں سے اٹھ گئے تھے۔

وہ مزید کچھ دیر وہیں بیٹھی رہی پھر گہری سانس بھرتی اٹھ کر اندر کی طرف بڑھ گئی۔

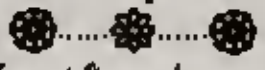


پاپا کے تمام رشتے دار جمع تھے اسماعیل چچا نے انہیں شیریں کو اپنے ساتھ لے جانے کی خبر سنائی تو وہاں موجود تمام افراد نے گہری سانس بھری جیسے اس کی طرف سے جو تھوڑی بہت فکر نے انہیں پلینٹ میں لے رکھا تھا اس سے بھی انہیں چھٹکارا مل گیا ہوا ان میں سے کسی ایک نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

اسماعیل چچا کو قدرے حیرت ہوئی وہ شیریں کے گئے تھے انہیں اس کو لے جانے پر کوئی تو اعتراض کرنا چاہیے تھا مگر شاید وقت نے انہیں یہ بھولا دیا تھا کہ وہ بے شک ان کی سگی مگی خوب صورتی کے ساتھ اچھے خاصے بینک بینکنگ کی مالکہ بھی تھی مگر ان سب کے ساتھ وہ ایسی عورت کی اولاد تھی جس سے مجاہد نے سب کی مخالفت کے باوجود شادی کر کے انہیں خود سے الگ کر دیا تھا جس عورت کی وجہ سے انہوں نے اپنا بھائی پینا کھویا تھا اس عورت کو انہوں نے کبھی بھی پسند نہیں کیا تھا۔ اسی بدولت وہ شیریں میں بھی کوئی دلچسپی نہیں رکھتے تھے اسی لیے وہ اس خوب صورت اور مہنگی آسامی کو خود اپنے ہاتھوں سے سوئپ رہے تھے۔ ان کی طرف سے کوئی اعتراض نہ پا کر اسماعیل چچا مزید بولے۔

”بچہ اور میرے درمیان شروع سے یہی کشمکش تھی کہ شیریں کو میں اپنی بیٹی بنا کر لے جاؤں گا۔ کاش مجاہد کے ہوتے یہ سب ہوتا مگر شاید قدرت کو یہ سب اسی طرح منظور تھا۔ میں شیریں کو ابھی لے تو جا رہا ہوں مگر بہت جلد اس کے نکاح کی تقریب کا دعوت ناما آپ سب کو بھیجوں گا۔“ انہوں نے اپنی بات مکمل کی تو بھی اس بار کسی نے کوئی اعتراض نہیں اٹھایا تھا۔

ایک طرف کھڑی شیریں بڑے محسوس انداز میں وہاں سے نکلی جبکہ باقی افراد بھی اپنے گھروں کو لوٹ گئے تھے۔



اپنا ضروری سامان لیے وہ اسماعیل چچا کے سامنے کھڑی تھی آستے دیکھ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

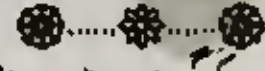
”چلیں بیٹا؟“ اس نے اقرار میں سر ہلایا تو انہوں نے جھک کر اپنی چادھاٹھائی۔

”چچا جان! آپ مجھ سے جھگ تو نہیں ہوں گے؟“ اس کا سوال شاید اپنی جگہ بالکل بجاتا تھا انہوں نے قدرے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں رونے کی چغلی کھا رہی تھیں وہ دو قدم چل کر اس کے قریب آئے اور ہاتھ اس کے سر پر رکھتے ہوئے بڑی شفقت سے بولے۔

”کوئی باپ اپنی بیٹی سے کبھی جھگ ہوا ہے کیا؟“ اس قدر ہمارے دینا ہوا انداز تھا ان کا اس کے بے چسمن دل کو کچھ سکون نصیب ہوا تھا۔

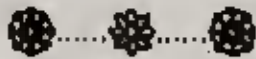
”اب چلیں؟“ اس کو مطمئن ہونا دیکھ کر انہوں نے ایک بار پھر سوال کیا۔

اس بار اس نے اقرار میں سر ہلایا تو انہوں نے آگے کی طرف قدم بڑھائے خود اس نے بڑے مدد کھول کے ساتھ آخری الوداعی نظرا پنے گھر کو دیکھا اور ان کے پیچھے ایک نئی منزل کی طرف قدم بڑھا دیئے۔



ہرگز رتا پہل اس کی گھبراہٹ میں اضافہ کیے جا رہا تھا آگے کیا ہوگا کا سوال تھوڑی طرح اس کے سامنے لٹک رہا تھا وہ اسماعیل چچا کے ساتھ ان کے گھر جا رہی تھی جہاں ان کے بیٹے کے ساتھ اس کی شادی ہو جانی تھی۔ شادی ایک ایسا رشتہ جس کے متعلق سوچتے ہوئے ہمیشہ دل میں ایک میٹھی سی لہر دوڑ جایا کرتی تھی مگر اس وقت وہ یہ سچ جان کر پریشان تھی کہ اب زندگی کا باقی کا سفر جس کے ساتھ گزارنا تھا نجانے وہ کیسا ہوگا کس فطرت کا کا مالک ہوگا۔ وہ شدید پریشانی اور گھبراہٹ کا شکار تھی مگر اپنی

اطہر اس کی ناگواری محسوس کرتا فوراً سیدھا ہو بیٹھا تھا۔



رات کی چائے کے بعد وہ سونے کے لیے اٹھ گئے اس نے انوشے اور نمیبے کے ساتھ ان کا کمرہ شیئر کیا تھا نئی جگہ نئے بستر کی بدولت اسے نیند آنے میں دشواری ہو رہی تھی۔ فجر کی اذان تک کمرہ میں بدلتی وہ نیند کا انتظار کرتی رہی تھی پھر نجانے کس پہر نیند کی ویوی اس پر مہربان ہوئی اور وہ سو گئی۔ اس کی نیند پوری ہوئی تو وہ آنکھیں مسلتی اٹھی اور فریش ہو کر کمرے سے باہر نکلے۔ اخراؤ خانہ کی تلاش میں اندازہ لگاتی وہ ڈرائنگ روم میں آئی مگر وہاں کسی کو موجود پایا کر اس نے کچھ سوچ کر جھپکتے ہوئے کچن کی طرف قدم بڑھائیے۔ نسبتاً بھی تک اکیڑی سے نہیں آئی تھی جبکہ تانیہ چچی اور انوشے کچن میں ڈنر کی تیاری میں مصروف تھیں۔

دونوں ماں بیٹی کو باتوں میں مصروف دیکھ کر ان کے درمیان دخل دینا مناسب نہ لگا تو وہ وہیں رک گئی مگر اسی پل فریج سے کچھ نکالنے کی نیت سے ٹپٹی انوشے کی نظر اس پر پڑی تو وہ ایک دم مسکرا کر اس سے مخاطب ہوئی۔
 ”شیریں آئی! آپ باہر کیوں کھڑی ہیں اندھا جائیں ناں۔“ وہ اندر چلی آئی۔ انوشے کی پکار پر تانیہ چچی نے بھی پلٹ کر اس کی طرف دیکھا اور مسکرا کر پوچھا۔
 ”شیریں بیٹا! ناشتہ میں کیا لوگی جلدی سے بتاؤ میں بنا دوں گی۔“ ان کے پوچھنے پر اسے ایک دم شدید بھوک کا احساس ہوا تھا مگر یوں اس طرح فرمائش کر دینے میں اسے شرم محسوس ہوئی اس لیے بھوک کے باوجود وہ چپ ہی رہی تب انہوں نے دوبارہ پوچھا۔

”بیٹا تو شیریں! ناشتہ میں کیا لوگی؟“ اپنا کام ادا ہوا چھوڑے مکمل طور پر انہیں اپنی طرف متوجہ دیکھ کر اس نے سر جھکا کر بڑی ہلکی آواز میں انہیں جواب میں کہا۔
 ”آپ کچھ بھی بنا دیں چچی! میں کھالوں گی۔“ اس کے تاثرات بڑے معصومانہ سے تھے۔ انہوں نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور پلٹ میں اس کی شرم و جھجک کو

پریشانی کو وہ کسی دوسرے پر خاہر کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اسی لیے خود کو سمجھاتے بجاتے سفر تمام ہوا اور وہ اسماعیل چچا کے ہمراہ ان کے کمرہ پہنچ گئی جہاں کمرے کے افراد اس کے استقبال کے لیے پہننے سے تیار کھڑے تھے۔ تانیہ چچی ہر بار کی طرح اس بار بھی شفقت و محبت کے ساتھ اس سے ملی تھیں جبکہ انوشے اور نمیبے کو وہ اب مل رہی تھی۔ وہ دونوں ہی اس سے چھوٹی تھیں اور دونوں گرم جوشی سے ملیں مگر وہ بدلے میں ان کو کوئی گرم جوشی نہ دکھا سکی تھی۔ اس کی نظر اس شخص کی تلاش میں تھی جس کو سوچ کر وہ پریشان ہوتی رہی تھی انوشے کی بات کو سنتی وہ آگے بڑھ رہی تھی تب ہی ایک کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آتا شخص اسماعیل چچا کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

”السلام علیکم پاپا!“ اس کی نظر نے اس سمت کا سفر کیا مگر وہ شخص اس کی طرف پیٹھ کیے کھڑا تھا وہ چاہ کر بھی نہ دیکھ سکی۔

”وعلیکم السلام! کہاں رہ گئے تھے بیٹا؟“ انہوں نے اسے گلے لگا کر سوال کیا۔

”کمپیوٹر پر بڑی تھا پاپا!“ باتیں کرتے وہ اب ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئے تھے۔
 ”آپ سب بیٹھیں میں ڈنر کا انتظام کرتی ہوں۔“ تانیہ چچی نے کہا۔ سب اپنی نشستیں سنبھال چکے تو اسماعیل چچا کو اس کا تعارف کرانے کا خیال آیا۔

”اطہر! یہ شیریں ہے تمہارے مجاہد انکل کی بیٹی!“ اس کے بعد وہ اس سے مخاطب ہوئے تھے۔ ”شیریں! یہ اطہر ہے میرا بیٹا۔“ انہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں تھی وہ پہلے ہی اندازہ لگا چکی تھی مگر ان کے مخاطب کرنے کا فائدہ یہ ہوا کہ اسے نظر اٹھا کر اس شخص کو دیکھنے کا موقع مل گیا جو پہلے ہی جا چکی پر حتمی نظروں سے اس کی طرف متوجہ تھا۔
 پوسٹ مارٹم کرنی اس کی نگاہوں سے اسے ایک دم ناگواری محسوس ہونے لگی جو اس کے چہرے پر فوراً جھجکی تھی چھوٹی سی ناک کو سیکیز کر دل میں اسے کچھ بھروسے انسان کے خطاب سے نوازنی وہ ذرا سا رخ موڑ کر تینھی تو

سمجھ کر مسکراتی ہوئی اس کے قریب آئی پھر ہاتھ بڑھا کر انہوں نے اسے اپنے ساتھ لگایا اور بہت پیار سے کہا۔
 ”یہ تمہارا اپنا گھر ہے شیریں! کسی بھی طرح کی شرم کرنے کی ضرورت نہیں..... جو بھی تمہارا دل کرے تم وہ کھاؤ۔ تم ہمیں انوشے اور نمبہ ہی کی طرح عزیز ہو بیٹا! ہمیں خوشی ہوگی اگر تم بنا کسی شرم و تکلف کے ہمارے ساتھ رہو۔“ اپنائیت کا احساس و لاتے ہوئے انہوں نے مزید کہا۔

”اگر تم خود سے کچھ بنا کر کھانا چاہتی ہو تو بھی ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا بلکہ خوشی ہوگی۔“ ان کی اس قدر اپنائیت پر خوش ہوتی وہ غور سے ان کی باتیں سن رہی تھی مگر ان کی آخری بات پر وہ ایک دم بوکھلا گئی۔

”نہیں نہیں چچی! آپ مجھے جو بھی بنا دیں گی میں کھا لوں گی۔“ ایک دم تیزی سے اس نے ان کی پیشکش کو رد کیا تھا آخر ان کی پیشکش کو وہ قبول کرتی بھی تو کیسے اسے خود سے تو کچھ بناانا آتا ہی نہیں تھا۔ پہلے لاڈ میں پایا اسے کوئی کام کرنے ہی نہیں دیتے تھے اور پھر بعد میں اسے کام کرنے کی عادت ہی نہیں رہی تھی۔ تانیہ چچی اس کے لیے ناشتا بنانے کے لیے پلٹ گئیں تھی۔

”شیریں! میں جان بوجھ کر ہلکا پھلکا ناشتا بنایا ہے کیونکہ اگر زیادہ ہوئی تو تم کھانا گول کر جاتیں۔“ کہہ تو وہ ٹھیک رہی تھیں اس نے مسکرا کر اقرار میں سر ہنسا دیا۔

انوشے آنا گوندھ چکی تھی اسی لیے دونوں ڈرائنگ روم میں آگئیں۔ انوشے نے ٹی وی آن کیا اور اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔ باتوں کے ساتھ ساتھ اس کی توجہ ٹی وی کی طرف بھی گئی جبکہ وہ ناشتے کے ساتھ انصاف کرنے میں مصروف تھی۔ انوشے بس ذرا دیر ہی اس کے ساتھ بیٹھ سکی پھر چچی کی پکار پر اٹھ کر چلی گئی تو وہ وہاں اکیلی بیٹھی رہ گئی۔ نمبہ اکیڈمی سے لوٹی تو فریٹش ہو کر اس کو پہنی دینے وہاں چلی آئی تھی۔ اسماعیل چچا اور اطہر شاید گھر پر نہیں تھے اس لیے وہ اسے کہیں دکھائی نہیں دیئے تھے۔ عشاء کی نماز کے بعد ان کی آمد ہوئی تو تانیہ

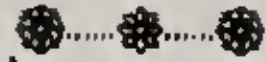
چچی نے فوراً کھانا لگا دیا تھا۔ وہ بھی نمبہ کے ساتھ ڈرائنگ ٹیبل پر پہنچی جہاں اسماعیل چچا کو اپنی ہی طرف متوجہ پا کر اس نے فوراً سلام کیا۔

”السلام علیکم چچا!“
 ”وعلیکم السلام! کیسی ہے ہماری بیٹی اور دن کیسا گزرا۔“

”میں بالکل ٹھیک ہوں چچا اور دن بھی اچھا رہا۔“
 آپستما آواز میں اس نے ان کے سوال کا جواب دیا جبکہ باقی کھانا کھانے میں مصروف ضرور تھے مگر ان کی مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ وہ ان کی طرف بھی متوجہ تھے۔ اس کی نظر سب کے چہروں سے ہوتی اطہر کی طرف آ کر رک گئی تھی۔ وہ شاید ان کی طرف متوجہ ہی نہیں تھا اس لیے بنا کسی مسکراہٹ بنا کسی تاثر کے صرف کھانے میں مصروف تھے۔

”مجھے خوشی ہوئی یہ جان کر کہ آپ کا دن اچھا رہا امید کرتا ہوں ہمیشہ آپ کا ہر دن یہاں ہمارے ساتھ اچھا ہی گزرے گا۔“ ذرا توقف کے بعد وہ دوبارہ گویا ہوئے تھے۔ ”شیریں بیٹا! اگر کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو بنا کسی جھجک کے آپ ہمیں بتا دینا۔“

”ہی۔“ مختصر سا جواب دیتے وہ کھانے کی طرف متوجہ ہوئی مگر کھانے کے دوران وقتاً فوقتاً اس کی نظر نے دھیان اور بے دھیانی میں اطہر کی سمت سفر کیا تھا مگر ہر بار اس کی نظر نے اسے اپنی طرف سے انجان بنا بیٹھا پایا تھا وہ قدرے الجھ گئی۔ وہاں آنے کے بعد سے اب تک یہ دوسری بار ان کا سامنا ہوا تھا اسے الجھن کا شکار کیا تھا۔ پہلی بار کی ملاقات میں اسے مسٹر چیمورا کا خطاب دیا تھا مگر اب دوسری بار اس کا دل اسے مسٹر اکڑو ہونے کے خطاب سے نواز رہا تھا۔ اسے عجیب سا لگتا ہونے لگا تھا کہ جس شخص کے ساتھ اس کی زندگی جوڑنے کے لیے سوچا جا رہا تھا اس نے ایک بار بھی اس سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی وہ پونجی الجھن کا شکار ہوتی تھوڑا سا کھانا کھا کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔



کھانے کے بعد ان سب کا رخ نی وی لاؤنج کی طرف ہوا تو وہ بھی خاموشی سے ان کے پیچھے لی وی لاؤنج میں آگئی۔ اس بار تانیہ چچی کی ہیلپ کی خاطر نیہ ان کے ساتھ رکھی تھی۔ اسماعیل چچا اور اطہر نی وی کھولے نیوز کی طرف متوجہ تھے جبکہ وہ انوشے کے ساتھ بیٹھی ہوں ہاں میں اس کی باتوں کا جواب دے رہی تھی۔ ذرا دیر بعد تانیہ چچی کے صبر نہ نبھ پائے کی ٹرے لیے اندر داخل ہوئی اس نے سب کو چائے پیش کی اور خود اپنا کپ لے کر ان دونوں کی پاس آئی تھی جبکہ تانیہ چچی ان کے برابر میں رکھے دوسرے صوفے پر بیٹھی بڑے شوق سے نیوز کی طرف متوجہ تھیں شاید وہ بھی نیوز میں دلچسپی رکھتی تھیں۔

چائے بہت اچھی بنی تھی جسے پی کر تھکاوٹ کا احساس کم ہونے لگا تھا ذہن ریٹیکس ہوا تو وہ خود بھی ریٹیکس ہوتی پاؤں اوپر چڑھائی سیدھی ہوئی تھی۔ خالی کپ ایک طرف رکھتے ہوئے اس کی نظر بے دھیانی میں اطہر کی طرف اٹھی اور اس کی نظروں سے دو چار ہو گئیں۔ وہ بہت غور سے دیکھتا اس کی طرف متوجہ تھا وہ تیزی سے نظر گھما گئی۔ پھر چٹختی دیر وہاں بیٹھی رہی وقفے وقفے سے اطہر کی جانچتی تو لیتی نظروں کو نظر انداز کرتی رہی جو پہلی بار سامنے پر نظر انداز کی تھی اس کی مسلسل گھورتی نظروں سے وہ ایک دم جھنجھلا گئی تھی۔ نجائے کیا تھا اس شخص کو کبھی ایسی نظروں سے متوجہ ہوتا تھا کہ تو تہا پر کھتا نظروں ہی نظروں میں کھا جائے گا اور کبھی اس طرح انجان بن جاتا کہ جیسے اس کی موجودگی ہی سے بے خبر ہو۔ وہ اس شخص کے متعلق بالکل کوئی اندازہ نہیں لگا پارہی تھی مگر یہ ضرور تھا کہ وہ اسے جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر رہا تھا اس تیسری بار کے ٹکراؤ نے اسے مستراژو کے خطاب سے نوازا تھا۔

بات چیت کے خاموشی سے ایک دوسرے کو نظر انداز کرتے وہ ایک دوسرے کو خطابات سے نوازا رہے تھی مگر وہ ٹھیک طرح نہیں جانتے تھے کہ کون کیسی فطرت کا مالک ہے یہ جاننے کے لیے انہیں شاید وقت کی ضرورت تھی۔ اس لیے اب یہ وقت نے طے کرنا تھا کہ اب ان کی زندگی میں مزید کیا ہوتا ہے۔



اسماعیل چچا نے آج شاید آفس سے چھٹی کی تھی اسی لیے وہ گھر پر دکھائی دے رہے تھے۔ اس کی آنکھ آج بھی لیت ہی کھلی فریش ہو کر جب وہ باہر آئی تو دس بج رہے تھے۔ انوشے اور نیہ دونوں کالج جا چکی تھیں جب وہ ڈرائنگ روم میں آئی وہاں اسماعیل چچا اور چچی دونوں کاغذ پین ہاتھ میں لیے نجائے کون سی لٹیں بنانے میں بڑی تھے اسے اندر داخل ہوتے دیکھ کر وہ مسکرائے تھے۔

”شیریں بیٹا! آپ اگر شادی میں کسی کو بلانا چاہتی ہو تو نام بکھرا دو۔“

”ہاں اور جو جو چیزیں آپ کو چاہیے وہ بھی نوٹ کروا دو۔“ تانیہ چچی نے کہا۔

”لوہ تو اب وہ شادی کی تیاری کرنے لگے تھے۔“ اس نے ایک دم گہری سانس لے کر سر جھکا یا وہ دونوں ہی اس کے بولنے کے منتظر تھے مگر وہ کیا بولتی اسے نہ تو کسی کو بلانے کی چاہ تھی اور نہ ہی کسی سامان کی ضرورت تھی۔ اس کی مسلسل خاموشی انہیں محسوس ہونے لگی تو انہوں نے بڑے پیار سے کہا۔

”اس طرح چپ کیوں ہوگئی ہو بیٹا؟“

”ویسے ہی چچی۔“ اس نے ہلکے سے لب کھل کر آہستہ آواز میں جواب دیا تھا۔ ”مجھے نہ تو کسی کو بلانا ہے اور نہ ہی مجھے کسی چیز کی ضرورت ہے۔“

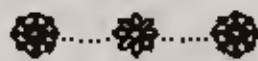
”کیوں بھئی ایسے کیوں کہہ رہی ہوں آپ؟ آپ کی فرینڈز کزنز وغیرہ.....؟“ تانیہ چچی کی بات سہل نہیں ہوئی تھی جب ایک دم چچا اور ممان میں بولے تھے۔

”میں بیچ تو رہا ہوں سب کی طرف دعوت نامہ اس

اطہر ان تمام خطابات سے انجان تھا مگر اس بار دلچسپ بات یہ ہوئی کہ شیریں کو خالی کپ ایک طرف رکھتے ہوئے پاؤں اوپر چڑھا کر بیٹھتے دیکھ کر اطہر نے بھی اسے تک چڑھی حسینہ کے خطاب سے نوازا دیا تھا۔ بنا کسی

بات کو چھوڑ دو۔ شیریں بیٹا! ہم پندرہ دن بعد کی تاریخ طے کرنا چاہ رہے ہیں کیا یہ ٹھیک رہے گی؟" انہوں نے اس طرح بولی کہ شاید انجانے میں اس کی مشکل کا آسان کر دیا تھا اس نے سکون کا سانس لیا۔

"آپ کو جو بہتر گئے وہی تاریخ رکھ لیں۔" اسے شاید شرم آنے لگی تھی اس لیے ان پر سب چھوڑ کر جان چھڑائی وہ۔ سے اٹھ گئی۔



شادی کے لیے پندرہ دن بعد ہی کی تاریخ طے کی گئی تھی دن کم تھا اور کام بہت زیادہ اس لیے گھر میں ایک دم سب کی مصروفیت بڑھ گئی تھی۔ انوشے اور نبیہ بھی کالج سے چھٹی کیے بھائی کی شادی کی تیاریوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی تھیں۔ ایک کے بعد ایک دن تیزی سے گزرتے جا رہے تھے مگر تیاریاں تھیں کہ کسی بھی طرح مکمل ہونے میں نہیں آ رہی تھیں۔ مقررہ تاریخ میں اب بس سات روز باقی تھے دیئے تو وہ نہ تو گھر سے باہر جاتی تھی اور نہ ہی گھر کے افراد کے علاوہ کسی کے سامنے آتی تھی اور تو اور ایک ہی گھر میں رہنے کے باوجود جس سے سامنے کا ڈر تھا اس نے شروع دن سے اب تک اس سے بات کرنے کی کوشش تک تو کی نہیں تھی پھر مذاقات کی کوئی امید کیسے کی جاسکتی تھی مگر اس کے باوجود رسم کی خاطر اسے مایوں بٹھا دیا گیا تھا۔

مایوں کے پہلے جوڑے کے ساتھ ہاتھ بھر بھر کر ہری پائی چوڑیاں پہنے سادہ سے روپ میں وہ بہت حسین دکھائی دے رہی تھی۔ تانیہ چچی ابھی شاپنگ سے لوٹی تھیں ان کی تھکن کا سوچ کر نبیہ ان کے ساتھ باقی سب کے لیے بھی چائے لے آئی تھی اس لیے چچی کی شاپنگ پر تبصرے کے ساتھ ریٹینکس موڈ میں بیٹھے وہ چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے جب بالکل اچانک ہی غیر متوقع طور پر اظہر ڈرائنگ روم میں داخل ہوا سب سے پہلے شیریں کی نظر نے اس کو دیکھا تھا وہ ایک دم سیدھی ہوئی تھی۔ انوشے اور نبیہ یوں اچانک بھائی کو سامنے دیکھ کر

خوشی سے چمکی تھیں۔ اظہر بالکل اس کے سامنے بیٹھی چچی کے برابر میں بیٹھا اس کے مقابل ہوا تھا۔ وہ چاہنے کے باوجود بھی وہاں سے اٹھ کر نہ جا سکی تو سمجھتے ہوئے ذرا سا رخ موز گئی۔ اس کی نظر جھکی تھی وہ نہیں جانتی تھی کہ اظہر نے اس کی طرف نظر کی تھی یا نہیں مگر اس کی سماعتوں سے انوشے کی آواز ضرور گرائی گی۔

"بھیندو! بھینس می بھالی کے لیے کتنے خوب صورت ڈریسز لائی ہیں۔" اس نے ایک بلیک ڈریس جس کے گلے دامن اور آستین پر وائٹ ٹیکنوں کا جڑاؤ کام تھا اس کی طرف بڑھا لیا۔ اظہر نے ہاتھ بڑھا کر ڈریس اس کے ہاتھ سے لیا اور ذرا دیر کو دیکھ کر واپس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے تعریفی انداز میں کہا۔

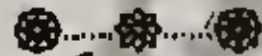
"اچھا ہے مگر می ریڈ کلر..." "ابھی اس کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی چچی نے ہاتھ اٹھا کر درمیان میں اسے ٹوک دیا۔

"جانتی ہوں تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ تمہیں ریڈ کلر پسند ہے اس لیے دو سوٹوں کے ساتھ ساتھ میں نے شادی کے جوڑے کے لیے بھی ریڈ کلر کا ہی آرڈر کیا ہے۔" اس کو مطمئن کرنے کے ساتھ انہوں نے اس کے پسندیدہ کمر کے دونوں ریڈ ڈریس اس کی طرف بڑھائے اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ ان دونوں ڈریسز کو دیکھا تھا ایک طرف کوئلی بیٹھی شیریں بہت حیرت سے یہ سب ملاحظہ کر رہی تھی۔

کہاں تو وہ تمام ہنگامے سے بے نیاز دکھائی دے رہا تھا اور اب اکیلے مزے سے بیٹھا اپنی پسند سے فرمائش کر رہا تھا۔ بے چینی کی سی کیفیت میں چیرت بھری نظروں سے وہ یک تک اسی کی سمت دیکھ رہی تھی جب اظہر نے بالکل اچانک اس کی طرف دیکھا۔ پہلے تو وہ سمجھ نہ سکی مگر جب احساس ہوا تو ایک دم گڑبڑا کر اس نے فوراً نظر جھکانی تھی مگر دوسری طرف اظہر فوراً اس پر سے نظر نہیں ہٹا سکا تھا۔

سادہ سے روپ میں بے چینی کی سی کیفیت لیے بیٹھی

شیریں اس کی دھڑکنوں میں ہلکا سا ارتعاش پیدا کر گئی تھی باقی سب کا دھیان تو ویسے بھی ڈرہ سڑکی طرف تھا اس لیے نہ تو کسی کا دھیان اس کی طرف گیا اور نہ ہی کسی نے اطہر کی نظروں کو محسوس کیا اس لیے وہ فرصت سے اسی پر نظریں نکائے بیٹھا رہا۔ اس کی مسلسل گھورتی نظروں کی چہین اپنے چہرے پر محسوس کر کے شیریں نے کب سے جھکی نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو اسے ہنوز پہلی کی سی کیفیت میں خود کو گھورتے پایا تو جھجلا کر اس نے ناک چڑھاتے ہوئے ایک بار پھر دل میں اسے مسرتاڑو کا خطاب دیا تھا اس کی سمجھ سے یہ بالکل باہر تھا کتنا آخر اس شخص کے ساتھ مسئلہ کیا تھا جو وہ اس طرح برتاؤ کر رہا تھا کہ جب سوز ہوتا تو اس طرح گھوریاں ڈالتا اور جب دل نہ کرتا تو اس سے بالکل انجان بن جاتا۔ وہ اب مزید وہاں بیٹھے رہنا نہیں چاہتی تھی اس لیے مزید کچھ سوچے وہ اٹھی اور وہاں سے نکل گئی۔ کسی اور نے اس کے جانے کو محسوس نہیں کیا تھا مگر مکمل توجہ کے ساتھ اس کی طرف متوجہ اطہر نے زیر لب مسکراتے ہوئے بہت شدت سے اس کے اس طرح اٹھ جانے کو محسوس کیا تھا۔



ہر ایک اپنی ہی مصروفیت میں گم تھا ایک بس وہی تھی جسے نہ تو کوئی مصروفیت تھی نہ کوئی کام..... صبح سے لی وی دیکھ کر اب وہ بالکل پور ہونے لگی تھی۔ اس لیے لی وی بند کرتی وہ لان میں چلی آئی جنوری کی سروی کی لہر اس کے بدن میں دوڑی مگر وہ اس پلٹنے کی بجائے شال کو اٹھی طرح اپنے گرد لپیٹتے ہوئے قدم بڑھاتی وہ لان میں آ گئی۔ یونگی بے مقصد چہل قدمی کرتے ہوئے اس کی نظر گلاب نور چٹیلی کے پودوں پر پڑی کتنے ہی پھول شاخوں سے نوٹ کر اور گرد بکھرے پڑے تھے وہ آہستہ قدموں سے چلتی ہوئی قریب ہوئی اور جھک کر سارے بکھرے پھولوں کو چمن لیا۔

پھولوں کی نرمابھت اور خوش بو سے سوز ہوتی وہ اندر آ رہی تھی جب تیزی سے باہر آتے اطہر کے ساتھ وہ زور

سے نگرانی تھی اس اچانک ہونے والے تصادم کی بدولت دوپٹے کا پکڑا پلو ہاتھ سے چھوٹ جانے کی وجہ سے سارے پھول ایک بار پھر زمین پر بکھر گئے تھے۔ نگر اس قدر اچانک اور زور وار تھی کہ وہ گرنے کو ہی سمجھی کہ اطہر نے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اسے تھام لیا تب ہی وہ اس کے بہت قریب ہو گئی تھی۔

اتنا قریب کہ..... اس کے دل نے اس کے سین چہرے کو چھونے کی خواہش کر دی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی خواہش کو حقیقت کا روپ دیتا تاکہ چڑھا کر رخ موڑتی شیریں کا تصور ہم سے اس کے ذہن میں ابھرتا تو وہ بے ساختہ الٹنی مسکراہٹ کو شرارت میں چھپا کر پہلی بار اس سے مخاطب ہوا تھا۔

”ملاقات کا یہ اچھا طریقہ ڈھونڈ آپ نے..... مجھے اچھا لگا۔“ شیریں جو اس اچانک پیش آنے والی افتاد پر بالکل ہی بدحواس ہو گئی تھی اور خالی نظر خلی ذہن کے ساتھ اس کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ بہت قریب اس کی آواز سن کر سنبھل کر ایک جھٹکے سے اس سے دور ہو گئی۔

”کیا مطلب ہے آپ کا؟“ باقی بچ جانے والے پھولوں کو ذہنیک طرف اچھا لگی لڑاکا سوز میں اس کی طرف بٹھی۔

”کیوں آپ نہیں جانتی کیا؟“ وہ خواہواہ اسے غصہ دلائے جا رہا تھا اور وہ سمجھی کہ اس کے لفظوں پر مسلسل بھڑکے جا رہی تھی۔

”میں جانتی ہوں یا نہیں اس کی فکر چھوڑیں آپ مجھے اپنی بات کا مطلب واضح کریں۔“ وہ بالکل ویسی ہی تھی جیسا وہ سنتا رہتا تھا۔ لبوں کی تراش میں مسکراہٹ دبائے وہ بے خود ساس کی طرف بڑھا اور بالکل اس کے قریب آن کر گا کر اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی شرارت کرنا اطہر کی کزن ان کو اس طرح کھڑے دیکھ کر مصنوعی کھاستی ان کے قریب آئی تھی۔

”بھئی یہ فلمی سین کسی بند کمرے میں بھی تو ہو سکتا تھا یوں سرعام کری بیٹ کر کے دوسروں کو شرم دلانے پر مجبور

خود عین وقت پر سن کر پریشان ہوئی تھی کہ ڈریس کی ڈیوری سے ایک دن پہلے دوبارہ سے پنک کھر کا آرڈر کیسے کروں مگر وہ تو قسمت اچھی تھی جو اس کے مسائل میں ہمیں پنک کھر لگ گیا تو ہم نے یہی لے لیا۔ انہوں نے خاص تفصیل سے آگاہ کیا۔

”مگر می میں نے آپ کو ریڈ کھر کا کہا تھا۔“ اس کی پیشانی پر ہلکا سا نل نمایاں ہوا تھا۔

”اطہر یا گل ہوئے ہو کیا بیڈریس تم نے نہیں پہننا یہ شیریں نے پہننا ہے اس لیے میں نے اسی کی پسند کو بے نظر رکھا۔“

”مجھے پہننا نہیں تھا مگر دیکھنا تو مجھے ہی تھا ناں!“ آخر میں اس کی آواز ہانکل بگلی ہوئی تھی۔ اس لیے تانیہ اس کی بات پوری طرح سن نہ سکی تھی۔

”کچھ کہا تم نے؟“ انہوں نے استغماہیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

”کچھ نہیں می۔“ اس نے انکار میں سر ہلایا اور ڈریس کو ڈبے میں پیک کر کے ڈبے پر سے دکان کا ایڈریس نوٹ کرنا ڈبا اٹھا کر بنا کچھ بتائے کمرے سے نکل گیا۔ تانیہ اسے پکارتی اس کے پیچھے آئی تھیں مگر وہ تیز قدم اٹھاتا ان سے دور جا چکا تھا۔

اپنے فوریٹ کھر کا ڈریس لے کر واپس آنے پر سب سے پہلے اس نے شیریں سے بات کرنے کی خاطر اسے تلاش کرنے کی کوشش کی مگر لاکھ کوشش کے باوجود وہ کامیاب نہ ہو سکا تو کچھ سوچ کر واپس پست آیا۔ مہندی کا فنکشن خریدت سے گزرا آج بارات تھی۔ ہر طرف خوشی بھری گہما گہما ہی طاری تھی۔ اس نے آج بھی شیریں سے ملنے کی کوشش کی تھی مگر جب اسے پتا چلا کہ وہ سب سے ہی پار رہ جا چکی ہے تو وہ گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ شادی کا جو زادیکہ کر شیریں کا ریڈ لگ گیا ہونے والا تھا مگر انوشے اس کے ساتھ لگی تھی اسے تسلی تھی کہ وہ حالات کو قابو کر لے گی۔ تصور کے پردے پر ناک چڑھانی

کیوں کیا جا رہا ہے؟“ وہ اطہر سے عمر میں بڑی تھی اس لیے اسے بڑے ہونے کا فائدہ اٹھاتی ان سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگی تھی۔ شیریں جو غصے میں کھڑی تھی تیزی سے اس سے فاصلے پر ہوئی تھی اطہر بھی کچھ حینپ کر فاصلے پر ہو گیا تھا۔

”جب آپ نے دور سے یہ حسین منظر دیکھ ہی لیا تھا تو اتنا پاس آنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟“ وہ شاید آج بہت اچھے موڈ میں تھا اس لیے بنا جھجکے انہی کے انداز میں جواب دے رہا تھا۔

شیریں نے غصے بھری حیرت سے اس کی طرف دیکھا ان کے درمیان ایسا کوئی فلمی سین نہیں ہوا تھا مگر وہ حنا کی بات کی تردید کیے بنا ذہنی سے مسکرا رہا تھا۔ غصے میں اپنی سیدھی سوچوں میں گھرتی ہی شیخ کردہ انہیں وہیں چھوڑے تاکہ بڑھ گئی تھی۔

شادی کی تیاریاں تقریباً مکمل ہو چکی تھیں اب بس تین روز ہی باقی تھے اور رشتے داروں کی آمد نے ان کی مصروفیت کو مزید بڑھا دیا تھا۔ شیریں کا دل اطہر کی طرف سے بڑی طرح خراب ہو چکا تھا اس لیے وہ کوئی بھی دلچسپی ظاہر کیے بنا زیادہ وقت اپنے کمرے میں گزار رہی تھی اس کی شادی کا جوڑا اور زیورات تیار ہو کر آئے تو تانیہ بھی نے اسے جوڑا اور زیورات دیکھنے کے لیے بلایا مگر اس نے سرود کا بہانہ کر کے آنے سے معذرت کر لی۔ شام میں اطہر کی آمد ہوئی تو چچی نے شیریں کے لیے خرید ا ہوا زیور اور جوڑا اس کے رکھ دیا۔ زیور تو سب ٹھیک تھا مگر لہنگے کا رنگ دیکھ کر وہ حیران سا اپنی ماں کی طرف پلٹا تھا۔

”می آپ نے تو کہا تھا آپ نے ریڈ کھر کے ڈریس کا آرڈر کیا ہے۔ ریڈ تو نہیں یہ تو پنک کھر ہے۔“ وہ جو زیورات کو دوبارہ ڈیوں میں سیٹ کر رہی تھیں اس کے سوال پر جوابا بولیں۔

”میں نے ریڈ کھر ہی آرڈر کیا تھا مگر شیریں نے کل پنک کھر کی فرمائش کر دی اسے ریڈ کھر پسند نہیں ہے۔ میں تو

”ہاں تم لوگوں کو تو جیسے بہت شرم آ رہی ہے اس طرح دوست پر وار کرتے ہوئے۔“ اس نے سنبھل کر جوابی وار کیا تو وہ سب کھٹکھٹا کر ہنس دیئے تھے۔

شیریں کی طرف سے صرف اس کے تباہ شادی میں شریک ہوئے تھے مگر خھستی کے بعد بجائے ان کے ساتھ آنے کے وہ وہیں سے واپس لوٹ گئے تھے۔



مختلف رسومات کی ادائیگی کے بعد شیریں کو اطہر کے کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا جبکہ اس کے کزنز اور دوست اسے گھیرے میں لیے بیٹھے تھے۔ کتنی ہی ہار اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر ہر بار کوئی نہ کوئی شرارت میں کچھ بولتا تو وہ ضبط کرنے کے دوبارہ مسکراتا ہوا ان کے درمیان بیٹھ جاتا۔ گھڑی ہمارے بننے کا اعلان کر رہی تھی مگر مجال بھی جوان میں سے کسی ایک کو بھی خیندا آ رہی ہو۔ سب کی سب شرارت بھری نظریں سے اس کے ضبط کا امتحان لے رہے تھے اور جانے وہ کب تک اس کی درگت بنانے کے موڈ میں تھے وہ تو بھلا ہوا تانیہ چچی کا جو سونے سے پہلے سب کو دیکھنے کی نیت سے اُدھر آ نکلی اور انہیں اطہر کو اپنے نرغے میں لیے دیکھ کر فوراً اس کی مدد کرتا تھا۔

”آدمی رات ہونے کو ہے اور تم لوگ ابھی تک جاگ رہے ہو؟ تم سب اب آرام کرو باقی کی باتیں کل کر لینا اور اطہر! تم کس لیے اب تک یہاں بیٹھے ہو وہاں شیریں بے چاری تمہارے انتظار میں ہوگی چلو فوراً نکلو یہاں سے۔“ انہوں نے کہتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے وہاں سے نکالا تو وہ سکون کا سانس لیتا تیزی سے قدم ہاتھاتا اپنے کمرے کے باہر آ کر کا۔

جس قدر جلدی اسے شیریں سے ملنے کی تھی اسی قدر اسے انتظار کا سامنا کرنا بڑا تھا مگر اب انتظار کی گھڑیاں ختم ہونے کو تھیں۔ شیروانی کی مادیدہ شکن کو دور کرنے کے بعد اس نے انگلیوں کی مدد سے بالوں کو سنوارا اور پٹکے سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کر کے وہ بیڈ کے قریب آیا مگر شیریں وہاں موجود نہیں تھی اسے وہاں

شیریں کا عکس لہرایا تو وہ بے ساختہ مسکرایا۔

”میری تک چڑھی حینا آج دیکھ لوں گا آپ کو بھی۔“ تصور میں لہراتے اس کے عکس سے سرگوشی کرتے ہوئے خوب صورت خیالوں کے ہم راہ وہ خود بھی تیار ہونے چل دیا۔

نکاح کی رسم کی ادائیگی کے بعد شیریں کو اس کے برابر لاکر بٹھایا گیا تو ارد گرد کھڑے لوگوں کے ہجوم کی بدولت وہ بس ہلکی سی جھٹک ہی دیکھ سکا۔ اسی پہلے انوشے اس کی طرف بڑھی تھی۔

”بھیا! آپ ریڈ کھڑے تو آئے مگر بھالی اس قدر خفا ہو رہی تھیں اتنی مشکل سے انہیں پہننے پر راضی کیا۔“ اس کے چہرے پر بھی واضح جھنجھٹا ہٹ اس بات کا ثبوت تھی کہ اسے واقعی کافی محنت کرنا پڑی تھی۔

”تو بہنا اپنی بھالی کو بتانا تھا آج کے دن ان کو اپنی پسند کی تیاری کے بجائے اپنے سر تاج کی پسند کو مد نظر رکھ کر بچنا سنو رہا ہے۔“ اس نے شیریں کی طرف جھک کر اسے سناتے ہوئے انوشے کو جواب دیا تھا۔ انوشے اس کا جواب سننے بغیر مٹی کی پکار پر اسٹیج سے اتر گئی تھی۔

”یہی لگ رہی ہے آج میری گلاب جامن؟“

سب کو اپنے آپ میں گن دیکھ کر وہ شوخی بھرے موڈ میں اس کے قریب ہوا تو وہ اپنی جگہ پر جریز ہو کر رہ گئی۔

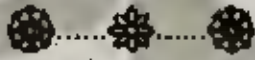
”دیکھیں تو ذرا کیسا ظلم ہے یہ میری دلہن جو میرے لیے تیار ہوئی اسے ابھی تک بس میں نے نہیں دیکھا باقی تو ساری دنیا اسے دیکھ رہی ہے۔“ اس کی طرف جھکا وہ سرگوشیاں کرنے میں مصروف تھا جب اس کے دوستوں کی نظر اس پر پڑی تو وہ اس سے کہیں زیادہ شرارتی موڈ میں اس کی طرف بڑھے۔

”اس قدر بے صبرے کیوں ہوئے جا رہے ہو اطہر! اب تو ساری عمر بڑی ہے کرتے رہنا جتنی باتیں کرنا چاہو مگر ابھی کے لیے تمہوڑا سا خیال کرو۔ سارے لوگوں کی نظریں تم پر جمی ہیں۔“ ظلمیہ نے شوخی سے اس پر چوٹ کی تو وہ جھینپ کر ایک دم سیدھا ہو گیا۔

لا تعلق، ظاہر کر کے لپٹ چکی تھی۔ وہ چاہتا تو پھلتے دل کو راحت پہنچا سکتا تھا مگر..... اس نے بہت گہری سانس لے کر اٹھتے دماغ کو ریلیکس کرنے کی کوشش کرتا بیڈ کی طرف چلا آیا۔

بنا بیچ کیسے وہ اسی حالت میں بیڈ پر پاؤں لٹکا کر بیٹھا شیریں کے رویے پر غور کرتا رہا، وجہ تلاش کرنے کی کوشش کرنے لگا کیونکہ یہ تو وہ جانتا تھا کہ شیریں حد سے زیادہ ضدی لڑکی ہے مگر وہ یہ بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کی ضد کے پیچھے ہمیشہ کوئی وجہ ہوا کرتی ہے بنا کسی وجہ کے وہ کبھی ضد نہیں کرتی تھی۔ اسی لیے اس وقت وہ اس وجہ کو تلاش کرنے کی سعی کر رہا تھا جس کی بنا پر شیریں نے یہ سب کیا تھا مگر بہت غور و غوض کے بعد بھی وہ کوئی بھی وجہ تلاش کرنے میں ناکام رہا تو لمبی سانس بھرتا بیچ کھینچ کرنے کے لیے انھیں کھڑا ہوا۔ واش روم کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے ایک بار پھر اس کی طرف دیکھا اور سوچا۔

”اے نام سے کس قدر الٹ مزاج ہے اس لڑکی کا، کڑوا کیسیا..... نجانے انکل نے کیا سوچ کر شیریں نام رکھا تھا مگر یہ تو طے تھا کہ وہ اسے بالکل بھی اس کے حال پر چھوڑنے والا نہ تھا۔ وہ سر جھٹک کر واش روم کی طرف بڑھ گیا۔



ویسے کی تقریب کے بعد روٹین کو معمول پر آنے میں چند دن گئے اب پھر سے اسی پرانے ڈگر پر زندگی لوٹ آئی تھی۔ دعوتوں کا سلسلہ شروع ہونے سے پہلے ہی شیریں نے یہ کہہ کر شتم کر دیا کہ وہ ابھی کسی بھی دعوت میں شرکت نہیں کر سکتی۔ اس لیے پھر کسی طرف سے کوئی دعوت نامہ موصول نہیں ہوا تھا۔

انوشے اور نیوے دونوں کالج چھٹی ہوئی تھیں، اسماعیل چچا آفس گئے تھے جبکہ اطہر آفس کے کام کے سلسلے میں شہر سے باہر تھا۔ سردی کی بدولت تانیہ چچی اپنی کمرے میں آرام کر رہی تھیں ایسے میں پورے گھر میں وہ اکیلی بولائی بولائی پھر رہی تھی۔

موجودہ پا کر اسے حیرت ہوئی۔ اس سے پہلے کہ وہ حریہ کچھ سوچتا شیریں واش روم کا دروازہ کھول کر ساوہ سا روپ لیے باہر آئی دکھائی دی وہ حیرت زدہ سا پورے کا پورا اس کی طرف مڑا تھا۔

”آپ نے بیچ کیوں کر لیا؟“ وہ اس کے قریب آیا۔ شیریں نے نظر اٹھا کر بہت خاموشی سے اس کی طرف دیکھا وہ جواب کا مختصر تھا۔

”مجھے فریش ہونا تھا اس لیے بیچ کر لیا۔“ بڑا اسی بے نیاز جواب موصول ہوا تھا اس کی پیشانی پر حیرت و غصے کے طے جلتے اثرات بھری سلوٹس نمودار ہو گئی تھیں۔

”زادیر انتظار کیا ہوتا مجھے آپ کو دیکھنا تھا۔“ اس بار اس نے صاف لفظوں میں کہہ کر اسے کچھ احساس دلانے کی کوشش کی تھی مگر دوسری طرف وہ تو جیسے اب کچھ بھی سوچنے سمجھنے کی زحمت سے خود کھانا زاد کر چکی تھی اس لیے اسی انداز میں دوبارہ جوابا ہوئی۔

”مگر مجھے آپ کو نہیں دکھانا تھا تو پھر کیوں انتظار کرتی؟“ بنا اس کی طرف دیکھے وہ اس کے پاس سے گزرتی آگے بڑھ کر بیڈ سے ٹکیہ اٹھاتی صوفے پر جا بیٹھی۔ اس کے قدموں کی حرکت کے ساتھ مڑتے اطہر نے اس کی اس حرکت کو دیکھا تو زبردی طرح بھنا گیا اس لیے تیزی سے اس کے قریب آیا۔

”یہ سب کیا ہے شیریں؟“

”کہاں کیا ہے.....؟“ اطہر کا اشارہ جس طرح تھا وہ سمجھ تو رہی تھی مگر پھر بھی جان کر انجان بنی تھی۔ اطہر ویسے تو ٹھنڈے دماغ کا مالک تھا شاید وہ غصہ میں نظر آتا تھا مگر اس وقت شیریں کے رویے نے اس کے دماغ کو زبردی طرح کھولا کر رکھ دیا تھا۔ اسے بالکل سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ اس طرح پیش کیوں آ رہی تھی۔ اس نے غصیلی نگاہ اس کی طرف کی وہ بنا کسی خوف کے صوفے پر دراز ہوتی بازو پیشانی پر دراز کر چکی تھی۔ اطہر نے غصے کی شدت سے اپنے لبوں کو بھینچا اور نظر اسی پر گاڑے رکھی جو اس کے تمام حقوق ضبط کیے اس سے

رات سے کیبل کے کنکشن میں کوئی مسئلہ چل رہا تھا اس لیے اس وقت فی وی بھی بے کار پڑا تھا۔ لان کے کئی چکر لگانے کے بعد جب وہ تھک کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ کچھ دیر یونہی بیٹھے رہنے کے بعد وہ نیرس پر چلی آئی ابھی اسے وہاں کفرے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی جب ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اس کی نظر ساتھ والے گھر کے نیرس پر پڑی جہاں ایک لڑکی ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جب اس نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے مسکرا کر اسے ہینو کہا تو جو اب اس نے بھی ہلکے سے تبسم کے ساتھ ہینو کہا۔

نوشینہ ابھی لڑکی تھی اس لیے ذرا دیر کی گفتگو کے بعد وہ بے تکلف اسپیلوں کی طرح ایک دوسرے سے باتیں کر رہی تھیں۔ نیرس نے اپنے پورے ہونے کا بتایا تو نوشینہ نے تھوڑا سوچے ہوئے دو تین رسالے اس کی طرف اشارہ کیے۔

”میں نے کبھی رسالے نہیں پڑھے۔“ رسالے شاہر سے نکال کر ہاتھ میں لیتے ہوئے اس نے کہا۔

”کبھی نہیں پڑھے ہاں تو اب پڑھ کر دیکھیں کیا آچل رسالہ اتنا زبردست ہے اس کو پڑھتے ہوئے ناتوا آپ کو بوریات کا احساس ہوگا اور آپ کا دل بھی اچھا گزر جائے گا۔“

”مگر یہ اتنا سونا بالکل کیسٹری کی کتاب کی طرح... اتنے سارے صفحات میں کیسے پڑھوں گی؟“ آچل ہلکا سا موزے انگوٹھے کی مدد سے صفحات کو تیزی سے الٹی وہ لکر مند ہوئی تھی اس کی بات کو سنتی نوشینہ زور سے ہنسی مچی۔

”ارے کہا ناں، فکرت کریں یہ جتنے زیادہ صفحات آپ کو ننگ رہے ہیں ناں جب آہٹا پڑھنے بیٹھیں گی تو یہ صغیر بھی آپ کو کم لگنے لگیں گے۔ آچل میں بہت اچھی اسٹوری کے ساتھ ساتھ بہت اچھے سلیبل بھی ہوتے ہیں۔ ہر طرح سے آپ کو انٹرنین کرے گا آچل! آپ بس ایک بار پڑھ کر دیکھیں پھر بتانا مجھے۔“ آچل کی تعریف میں اسے اس قدر رطب اللسان دیکھ کر وہ آچل پڑھنے کے لیے رضامند ہوئی۔

نوشینہ اس سے مزید بات کر سنے کے موڈ میں تھی مگر نیچے شاید اس کی ممال سے آواز دے رہی تھیں اس لیے وہ ہاتھ ہلائی پھر بات کرنے کی تاکید کے ساتھ پٹت گئی تو وہ بھی آچل ڈائجسٹ ہاتھ میں لیے اندر آ گئی۔

آچل کو سائیز ٹیبل پر رکھ کر وہ صوفے پر آ بیٹھی پھر کچھ سوچ کر اٹھی اور سائیز ٹیبل پر رکھے آچل رسالوں میں سے ایک رسالہ اٹھائے دوبارہ صوفے پر آ بیٹھی۔ کچھ دیر تو وہ یونہی ورق گردانی کرتی رہی اس دوران ایک صفحے کو پڑھتے ہوئے اسے اس کہانی میں دلچسپی محسوس ہوئی تو وہ ایک ساتھ کئی صفحے پٹتی ہوئی اس کہانی کے اشارت پر آئی اور پاؤں سمیٹ کر نیکون سے بیٹھتے ہوئے اس نے کہانی پر مبنی شروع کر دی جیسے جیسے وہ کہانی پڑھتی جا رہی تھی اس کی دلچسپی بڑھتی جا رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ کہانی میں پوری طرح گم نہ تو وقت کا احساس ہوا اور نہ ہی بھوک پیاس جیسے کسی احساس نے اس کی مصروفیت میں دخل ڈالنے کی کوشش کی مگر وہ پڑھتی رہی گو کہ کہانی ختم ہوئی مگر وہ اتنی ہی دیر نہ اس کی ہی کیفیت میں خود کو کہانی کے کرداروں میں محسوس کرتی رہی تھی۔

”نوشینہ نے ٹھیک کہا تھا آچل کے ساتھ وقت گزرنے کا احساس تک نہیں ہوا تھا۔“ دل ہی دل میں اس کی بات پر ایمان لاتی آچل کہانی پڑھنے کی نیت سے اس کا اشارت صفحہ نکال کر آچل صوفے پر ایک طرف الٹ کر رکھتے ہوئے وہ اٹھی اور پیٹ پوجا کی نیت سے میز چیاں اترتی کچن میں چلی آئی۔ جہاں تانہ پچی دوپہر کے کھانے کی تیاریوں میں اکیلی ہی مصروف تھیں اسے آتے دیکھ کر انہوں نے مسکرا کر اس سے پوچھا۔

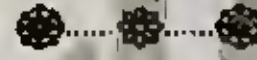
”آج تو میری بہو بہت زیادہ بوری ہوئی ہوگی۔“ ایک ماں کی طرح انہیں اس کا خیال تھا مگر وہ اس وقت ذرا جلدی میں تھی بات کو زیادہ حوصلہ دینے کے موڈ میں نہیں تھی اس لیے ہلکے سے انداز میں انہیں جواب دیتی ہوئی۔

”نہیں تو آنتی.....؟“ پھر وہ مزید بولی۔ ”آنتی مجھے بھوک لگی ہے کیا میں سیب لے لوں؟“ اجازت

طلب نظروں سے وہ ان کی ہاں کی منتظر تھی تانیہ چچی حیران ہوئیں۔

”شیریں! پوچھ کیوں رہی ہو بیٹا! یہ تمہارا گھر ہے اس پر جتنا حق ہمارا ہے اب اتنا ہی حق تمہارا بھی ہے۔ تمہیں بھوک لگی ہے تو جو تمہارا دل کرتا ہے تم وہ کھاؤ اگر خود سے کچھ بنا کر کھانا چاہتی ہو تو بھی تمہیں مکمل اجازت ہے بیٹا!“ کس قدر حیرانگی نمایاں تھی ان کے انداز میں۔

”نہیں آئی مجھے بس یہ سبب چاہیے۔“ اس نے آگے بڑھ کر ایک فریش سائیب اٹھایا اور چھری پلیٹ لے کر کچن سے نکل گئی۔ تیز تیز قدم اٹھاتی وہ دوبارہ اپنے کمرے میں آئی اور اپنی چھوڑی جگہ دوبارہ سنبھالتی سبب کاٹ کر کھاتے ہوئے اس نے ایک بار پھر آٹھل اٹھالیا اس بار وہ پہلے سے ہمیں زیادہ دلچسپی کے ساتھ اگلی کہانی پڑھنے کے لیے تیار تھی کہانی کے کرداروں کے ساتھ کئی اداس تو کبھی خوش ہوتے ہوئے اسے وقت گزرنے کا ذرا بھی احساس نہ ہوا اور وہ اب ایک کے بعد ایک کہانی پڑھتی چلی گئی۔ سب کھانے کی وجہ سے مزید کچھ کھانے کا اس کا موڈ نہیں تھا اس لیے جب نیا اسے لچ کے لیے بلانے آئی تو اس نے سہولت سے انکار کر دیا۔ نیاہ واپس پلٹ گئی تو وہ دوبارہ سناپنے کام میں مصروف ہو گئی۔



اگلے دن ناشتے کے فوراً بعد وہ ایک بار پھر سے دوسرا آٹھل پڑھنے بیٹھ گئی تھی۔ بہت گمن سے انداز میں اس کی نظریں لفظوں پر پھسلتی جا رہی تھیں جب اچانک اس کی نظریں ایک جگہ جم گئی۔

”ایک لڑکی کے لیے اس کا اصل گھر وہ ہوتا ہے جہاں وہ شادی کر کے جاتی ہے۔ کہنے کو تو وہ ایک گھر ہی ہوتا ہے مگر حقیقت میں وہ ایک ایسا جہاں ہوتا ہے جو کبھی مٹھی کی طرح اس کے سامنے ہوتا ہے۔ جسے اس نے سمیٹ کر ایک بند مٹھی کی شکل دینا ہوتی ہے۔ بیٹھنے اور سمیٹنے کے اس مراحل میں اسے ایک بڑی آزمائش کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کے بعد یا تو وہ اس جہاں کو

سمیٹ کر اپنا گھر بنا لیتی ہے یا پھر خود کچھ کر مکان کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔“ نظروں کے ساتھ اس کا ذہن بھی بری طرح ان لفظوں میں الجھا تھا۔ گھر اور مکان کے فرق کو کتنے خوب صورت طریقے سے واضح کیا گیا تھا وہ بے ساختہ سوچنے پر مجبور ہو گئی تھی۔

شادی کے بعد خدانے اسے ایک ایسے گھر سے نوازا تھا جہاں کے لوگوں نے اسے سمیٹنے کی کوشش کی تھی اپنی بند مٹھی میں خود بخود ہی وہ اسے شامل کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ مگر اسے کب عادت تھی کسی کے ساتھ ملنے کی شروع سے کیلی ہی تو رہی تھی وہ پھر جب اتنے لوگوں کا ساتھ ملا تو وہ سمجھ ہی نہ پائی کہ وہ کیا رسی ایکٹ کرے مگر سمجھنے سے کہیں زیادہ وہ موڈی ثابت ہوئی تھی اس لیے جب موڈ ہوتا تو ان سب کے پاس پہنچتی ان کی باتوں میں ان کا ساتھ دینے کی کوشش کرتی اگر موڈ نہ ہوتا تو ان کے درمیان ہو کر بھی چپ چاپ بیٹھی رہتی۔ تو پھر کیا وہ اپنے موڈ کے تابع ہو کر انجام دینے میں اس گھر کو مکان کرنے کی کوشش کر رہی ہے..... اس کی سوچ ایک نقطے پر آ کر مٹتی تو وہ ایک دم سیدھی ہوئی..... وہ لوگ بہت اچھے تھے وہ ان کو بایوں کر کے پھر سے کسی مکان کا حصہ بنانا نہیں چاہتی تھی اس لیے کچھ سوچ کر رسالے کے اس صفحے کو وہیں سے فولڈ کر کے رسالہ ایک طرف رکھتی وہ اٹھی اور کچن میں چلی آئی جہاں معمول کے مطابق تانیہ چچی اکیلی لچ کی تیار ہوں میں جتی ہوئی تھیں۔ اسے دیکھ کر وہ ہمیشہ کی طرح مسکرا کر بولیں۔

”بھوک لگی ہے بیٹا؟“

اب سے پہلے تک اس کی آمد کچن میں اسی وقت ہوتی جب اسے بھوک کا احساس ستانے لگتا تھا۔ اس لیے اب اسے سامنے دیکھ کر تانیہ چچی نے اگر ایسا سوال کیا تھا تو بھی غلط نہیں تھا مگر وہ جی بھر کر شرمندہ ہوئی اور اپنی کوتاہیوں کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب ہم خود احساس کرنا چاہتے ہوں اس نے بھی اب محسوس کیا تو جانا کہ وہ ان لوگوں کے سامنے اس کا ایچ کس قدر غلط بن گیا

تھا۔ افسوس میں گھری وہ بالکل چپ تھی۔ اس کی مسلسل خاموشی محسوس کر کے چچی نے اس کی طرف دیکھا۔

”کیا ہوا بیٹا آپ نے بتایا ہی نہیں کھانے میں کیا لوگی؟“

”مجھے بھوک نہیں لگی آئی۔“ دو چار قدم اٹھا کر وہ ان کے قریب آ کر کھڑی ہوئی۔

”تو پھر؟“ انہوں نے استہناسیہ نظروں سے اس کی سمت دیکھا۔

”میں آپ کی ہینپ کے لیے آئی ہوں۔“ انگلیاں مروڑتے ہوئے نظر جھکا کر اس نے اپنے آنے کی وجہ بیان کی تھی جسے سن کر پہلے تو وہ حیران سے دیکھنے لگی پھر

ایک دم ہنس دی۔

”کیا ہینپ کراؤ گی آپ میری؟“ اپنی ہنسی کو دبائے انہوں نے کئیویڈ گھڑی شیریں سے سوال کیا۔

”کچھ بھی جو بھی کام آپ کہیں گی میں اسے کرنے کی کوشش کروں گی۔“ اس نے تیزی سے جواب دیا پھر فوراً

عی دوبارہ سے بولی۔

”دراصل آئی! پہلے کبھی گھر کا کوئی کام نہیں کیا تو اس لیے مجھے کوئی آئیڈیا بھی نہیں ہے مگر میں کوشش کروں گی۔“ وہ ان کو قائل کرنے کے عزم کر رہی تھی جبکہ چچی

اب مسلسل ہنس رہی تھیں۔

”پہلے کبھی کام نہیں کیا تو اب اتنا اچانک کام کرنے کا شوق کیوں کر ہو گیا آپ کو؟“ وہ لب اس پھولیشن کو انجام دے کرنے لگی تھیں۔

”میں اب اس گھر کی بہو ہوں نا آئی تو مجھے اب اپنی ذمہ داری کو بھی تو سمجھنا ہو گا ویسے بھی آپ اکیلی کام میں

لگی ہوئی ہیں میرا فرض ہے کہ میں آپ کی ہینپ کیا کروں۔“ شاید یہ کچھ دیر پہلے بڑھے لفظوں کا اثر تھا جو وہ

ایک دم سے سمجھ داری والی باتیں کرنے لگی تھی۔ تانیہ چچی کو اس وقت وہ بہت سادہ اور معصوم لگی اور ساتھ ہی ٹھوڑی

ابھی اور پریشان بھی محسوس ہوتی تھی اس لیے آج کچھ کم کرتی وہ اس کی طرف بڑھی اور اسے ساتھ لگا لگا کر ڈرائنگ روم

میں آ گئی۔ پھر انہوں نے اسے اپنے برابر بیٹھا کر اس کا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے پوچھا۔

”تیا آپ سے کس نے کہا کہ آپ اب اس گھر کی بہو ہو؟ آپ کو اب گھر کے کام کرنے ہیں۔“

”کہا تو کسی نے بھی نہیں۔“ گود میں ہاتھ دھرے اس نے انکار میں سر ہلا دیا۔

”تو پھر؟“ وہ کچھ نہیں بولی تو انہوں نے مزید کہا۔

”یہ لازمی تو نہیں ہے بیٹا کہ بہو بننے کے بعد آپ کام بھی کرو اور پھر ابھی آپ کی شادی کو دن ہی کتنے

ہوئے ہیں ابھی تو ساری عمر بڑی ہے کرنی رہنا کام دام ابھی تو انجوائے منٹ کے دن ہیں آپ میری لائف کو

انجوائے کرو۔“ وہ بڑے پیار سے اسے سمجھا رہی تھیں۔ مگر اس کی ہونٹ ابھی تک کام ہی ہرا گئی ہوئی تھی۔

”مگر مجھے آپ کی ہینپ بھی تو کرنی چاہیے نا۔“

”اوکے.....!“ لفظوں کو کھینچ کر اورا کرتے ہوئے انہوں نے پوچھا۔ ”آپ کو اس طرح فکر کرتے دیکھ کر

مجھے اچھا لگتا مگر میں یہ جانتا جا رہی ہوں کہ یہ خیال آپ کو کیسے آیا؟“ وہ جاننے کو تلمی تھی کہ آخر جس لڑکی نے کبھی

کسی کام میں دلچسپی نہ لی ہو وہ ایک دم سے اس قدر دلچسپی ظاہر کیے تاؤ لی کیوں ہوئے جا رہی تھی۔

”میں نے ڈائجسٹ میں پڑھا۔“ اس نے بڑی دھیمی آواز میں بتایا تھا مگر اس کے اس نامکمل جواب سے وہ کچھ

کچھ نہیں تھی۔

”کیا مطلب میں کچھ سمجھی نہیں۔“ ان کی نظروں کا مفہوم سمجھ کر اس نے نوشینہ سے ملاقات کے ساتھ ساتھ

آنچل کے متعلق بھی انہیں بتایا ساتھ ہی اس نے آنچل میں پڑھی کہانیوں کی قسم کو بلکا سا اپنے لفظوں میں بیان

کیا تو تانیہ چچی ایک بار پھر مسکرائی۔

”یہ تو بہت اچھی بات ہے بیٹا کہ آپ نے آنچل کی کہانیوں سے اتنا اچھا سبق لیا میں کل ہی ہا کر سے کہوں گی آپ کو ہر بندہ آنچل دے جایا کرے تا کہ آپ آنچل پڑھ کر مزید اچھی باتیں سیکھ سکیں۔“ انہوں نے

مسکراتے ہوئے اس کی سوچ کو سراہا تو وہ جو تھوڑی ذہنی
دہلی بیٹھی تھی خود بھی مسکرا کر سیدھی ہو گئی۔

”آپ بہت اچھی ہیں چچی۔“ اس نے بے ساختہ
ان کی تعریف کی۔

”اور آپ مجھ سے کہیں زیادہ اچھی ہو بہو رانی۔“
انہوں نے ماں کی سی ممتا کے جذبات سے مغلوب ہو کر
اسے لینا کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

آنکھیں بند کیے اس نے چند بل ان کی شفقت
بھرے جذبات کو محسوس کیا پھر آنکھیں کھولتی ان سے
مخاطب ہوئی۔

”اب چلیں؟“ اس کا اشارہ جس طرف تھا فوراً سمجھی
تھیں اس لیے انکار میں سر ہلاتی اٹھی اور یولی۔

”آج نہیں کل بیٹھے کی کوئی ڈش بنا کر آپ اپنا شوق
پورا کرنا آج تو ویسے بھی کھانا تقریباً پک چکا ہے۔“

انہوں نے بہت سہولت سے اسے سمجھانا چاہا اور وہ فوراً
سمجھ بھی گئی اس لیے ان سے انگیری کرتی دوبارہ اپنے
کمرے میں چلی آئی اچھی بسو بننے کے لیے اچھی اسے

اور بھی بہت کچھ سکھانا تھا اس لیے دوبارہ سے اپنی نشست
سنجھانے وہ آنچل ہاتھ میں پکڑ چکی تھی۔ دوپہر کا کھانا
گول کرنے کی وجہ سے ڈزرتیک بھوک اپنے گردن پر تھی

اس لیے مجبوراً وہ کہانی ادھوری چھوڑنے سب کے درمیان
ڈزرتیک کے لیے موجود تھی۔ ڈزرتیک کے بعد اس نے انوشے کے
ساتھ مل کر ٹیبل سے سارے برتن اٹھا کر بچن تک

پہنچائے جہاں نیبہ پہلے سے برتنوں سے نبرد آزما ہونے
میں مگن تھی۔ ایک اچھی بھانڈی کی طرف اس نے اسے

ہیلپ کی آفر کی تھی۔ جس کو نیبہ نے بڑے پیار سے نال
دیا تو وہ ذرا دیر اسماعیل چچا کے پاس بیٹھ کر اپنے کمرے

میں چلی آئی اظہر کی واپسی آج بھی ممکن نہیں تھی اس لیے
کیسینی ہی خوشی محسوس کرتے ہوئے اس نے بیڈ پر قبضہ کیا
اور سکون کے ساتھ نیم دراز ہو کر آنچل پڑھنے لگی۔ دس

بجے تک وہ تمام کہانیاں پڑھ چکی تھی اب پڑھنے کو مزید
کوئی آنچل اس کے پاس بچا نہیں تھا۔ نہ تو سونے کا موڑ

تھا اور نہ ہی نیوی دیکھنے کا اس لیے وقت گزارنے کے لیے
آنچل کے باقی سلسلے پڑھنے لگی روحانی مسائل کا حل،

بیاض دل، بیوی گائیڈ، غزلیں نغمیں، یادگار لمحے آئینہ،
ہم سے پوچھے اور آپ کی صحت زبردست سلسلے پڑھ کر

اس کی معلومات میں بہت زیادہ اضافہ ہوا تھا مگر ”دوست
کا پیغام آئے“ والا سلسلہ اس کو سب سے زیادہ پسند آیا

آنچل واپسی اچھا رسالہ تھا جو اپنے پڑھنے والوں کو ہر طرح
سے انریکٹ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو اچھائی برائی میں
فرق کے ساتھ ان کی معلومات میں اضافہ کرتا ہی تھا مگر

دوست کا پیغام بیسے سلسلے کو پڑھ کر اسے بہت اچھا لگا تھا
اس سلسلے کی بدولت ریڈرز سنی آسانی کے ساتھ ایک

دوسرے سے دوستی کا رشتہ جوڑ کر اپنے جذبات کا اظہار کیا
کرتے تھے۔ اس کے دل نے اس وقت بہت چپکے سے

انہونی سی خواہش کی جسے اس نے بڑی بے نیازی کے
ساتھ جھٹک کر اگلا صفحہ پلٹ دیا۔ ڈش مقابلیے میں
چاکلیٹ کیک کی ریسیپی دیکھ کر اسے ایک دم تانیہ چچی کی

بات یاد آئی جنہوں نے اسے صبح بیٹھے میں کچھ بنانے کو کہا
تھا اس لیے اس نے صبح چاکلیٹ کیک بنانے کا تہیہ کیا اور
سونے کے لیے لیٹ گئی۔

اظہر کو ویسے تو کل ہی آنا تھا مگر ایک دن پہلے کام ختم
ہو جانے کی وجہ سے سر پرائز کے چکر میں وہ ایک دن
پہلے ہی گھر کے لیے روانہ ہو گیا مگر راستے میں گاڑی

خراب ہونے کی وجہ سے وہ لیٹ ہو گیا پھر جس وقت وہ
گھر میں داخل ہوا رات کے دو بج رہے تھے گھر کے سب
ہی افراد سو رہے تھے کسی کو بھی ڈسٹرب کیے بنا کوٹ بازو

پر لٹکائے کمرے میں داخل ہوا تھا کمر پوری طرح تاریکی
میں ڈوبا ہوا تھا روشنی کی نیت سے ایک طرف کو بیڑھ کر اس
نے سوچ بورد سے لائٹ آن کی کمرہ روشنی سے جگمگا یا تو وہ

بیڈ کی طرف بڑھا مگر دوسرے ہی پہلا وہ ساکت رہ گیا۔
شیریں بہت سکون کے ساتھ بیڈ پر چھو ستراحت گئی۔
چند قدم مزید چل کر وہ قریب آیا اور گہری نیند کے باعث

اس کا دوپٹہ سرک کر نیچے دب گیا تھا۔ وہ بے خود سا آگے

سے وہ اس روم میں محسوس گئی فریض ہو کر وہ کمرے میں رکے
بخیر فوراً نیچے چلی آئی۔

اتوار ہونے کی وجہ سے انوشے اور نسیہ کے ساتھ
اسما عیال چچا بھی گھر پر موجود تھے۔ ان کو سلام کرتی اطہر کی
واپسی کا بتائے بنا وہ کچن میں مصروف تانیہ چچی اور انوشے
کے پاس چلی آئی انوشے ایک اچھی لڑکی تھی اسے چیب
بھی موقع ملتا وہ کام میں اپنی ماں کا ہاتھ ضرور بٹایا کرتی تھی
نسیہ چھوٹی ہونے کی وجہ سے لاڈلی تو تھی مگر وہ بھی انوشے
کی کانپی بیٹنے کی کوشش کیا کرتی تھی مگر چھٹی ہونے کی وجہ
سے وہ ابھی تک سو کر اپنی نیند پوری نہ رہی تھی۔ اسما عیال
چچا ناشتے کے بعد اخبار لیے سرما کی دھوپ کا حیرانہ کے
نئے لان میں آگئے تھے اب کچن میں وہ، انوشے اور تانیہ
چچی تھیں۔ ناشتے کے فوراً بعد اس نے چچی سے ایک
بنانے کی اجازت طلب کی تھی جس پر انہوں نے ایسے
اجازت دینے کے ساتھ مسکرا کر بیسٹ وشنو بھی دی تھی
چونکہ وہ کچن کے کسی بھی کام کے متعلق کچھ نہیں جانتی تھی
اس لیے انوشے نے اس کو ہیلپ کی آفر کی مگر وہ اس قدر
پر جوش تھی کہ فوراً اس کی آفر کو رد کر دیا۔

”میں خود سے کر کے دیکھنا چاہتی ہوں تاکہ مجھے پتا
لگے میں کچھ کر سکتی ہوں کہ نہیں۔“ اس کی بات میں وزن
تھا۔ انوشے نے اتفاق کرتے ہوئے ایک کام سنا مان
اس کے سامنے رکھا اور اسے بیسٹ آف لک بول کر کچن
سے نکل آئی۔

اب کچن میں وہ اکیلی تھی آچھل کے سلسلے ڈش
مقابلے میں سے ایک کی رہی کو سامنے رکھ کر اس نے
اللہ کا نام لے کر ایک بنانے کا آغاز کر دیا۔ رہی کے
مطابق سارے کام کرنے کے بعد اس باؤل میں تیار
آئیزے کو ڈالا اور اون میں باؤل رکھتے ہوئے ہاتھ لگا
کر خود بھی باہر چلی آئی۔

تانیہ چچی تخت پر بیٹھی سبزی بنانے میں مصروف تھی
جبکہ انوشے بڑی سی رات میں چاولوں کا ڈھیر لیے اس
میں سے نگر چن رہی تھی وہ اس کے پاس آ بیٹھی۔

بڑھا اور اس کے قریب آ گیا۔ سوئی ہوئی شیریں نے اس
وقت اس کے دل کے تاروں کو برقی طرح چھیڑا تھا۔ پہلے
وہ ترپا اور پھر برقی طرح مچلا۔ اس کے دل نے اس کے
چہرے پر بکھری آوارہ نٹوں کو سنوارنے کی بڑی بے ساختہ
ضد کی تھی۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ جذبات کی رو میں بہک
کر دل کی فرمائش کو پوری کرنا اپنے ضبط کو آزما تا ایک دم
سیدھا ہوا اس کی طرف سے رخ موز کر پلٹ گیا۔

وہ اس کی بیوی تھی وہ جانتا تو آگے بڑھ کر اپنی خواہش
کو پورا کر سکتا تھا مگر اس کی فطرت اسے اس بات کی
اجازت نہیں دیتی تھی وہ اس کی رضا سے اسے حاصل کرنا
چاہتا تھا۔ وہ تو پہلے ہی بنا کچھ کہے سے اس سے ردھی
ہوئی تھی ایسے میں زبردستی کر کے وہ اسے مزید خفا کرنا
نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے اپنے شوریدہ جذبات کو چھپا
دیتے ہوئے وہ چپ چاپ لیٹ گیا۔ بھر پور نیند لینے
کے بعد اگلی صبح وہ معمول سے دو گھنٹے مہلے جاگنے کے بعد
جب بیڈ سے نیچے اترنے لگی تو اس کی نظر صوفے پر
سکڑے سنے سوتے اطہر پر پڑی اس نے ایک دم تیزی
سے سر ہانے پڑے دوپٹے کو اٹھا کر گلے میں ڈالا اور فوراً
بیڈ سے اتر آئی۔ بیڈ پر سونے کی اپنی چوری پکڑے جانے
پر وہ کچھ شرمندہ ہو کر آگے بڑھی مگر اس کچھ دیر کی شرمندگی
کو اس نے زیادہ دیر خود پر حاوی ہونے نہیں دیا تھا۔ اس
لیے شرمندگی کے احساس دلاتے جذبات کو بھٹک کر وہ
بڑبڑاتی تھی۔

جب اگلے دن آنے کا کہا تھا تو پھر کس نے کہا تھا
ایک دن پہلے آ جاؤ وہ بھی بنا بتائے ویسے بھی بہت اچھی
بات ہے جو مو صوف کو بھی صوفے پر سونے کا موقع ملا
انہیں بھی تو ہوتا چلے کہ میں کس قدر بیٹا رانی میں صوفے
پر رات گزارتی ہوں۔ بڑی عجیب تھی وہ بھی اس کے تصور
کو جھٹلا کر احساس دلانے کے چکر میں بڑبڑاتے ہوئے
وہ یہ بات بھول گئی تھی کہ اطہر سے الگ ہوتی وہ صوفے پر
سراسر اپنی مرضی سے جا کر سوئی تھی۔

سر جھٹک کر ناک چڑھائی وہ فریض ہونے کی نیت

"سب ٹھیک سے ہونا بیٹا کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا؟"

جواب دیا تھا۔

"تھینک یو بھابی۔" تشکر بھرے جذبات کے ساتھ وہ آگے بڑھی مگر دو چار قدم چل کر رکتی وہ ذرا سا اس کی طرف ہلٹی۔

"بھابی آپ ایک چیک کر لیں مجھے لگتا ہے ٹائم ہو گیا ہے۔" وہ تو بھول ہی گئی تھی اس کے یاد دلانے پر وہ ایک دم ہڑبڑا کر اٹھتی لیکن اس کی طرف بھاگی تھی۔ اطہر نے حیرت سے اس کو تیزی سے جاتے دیکھا تھا۔

"آج شیریں خود ایک بنا رہی ہے اطہر۔" چچی نے بتا کر اس کی حیرت دور کی تھی وہ مزید خوش ہوا خوشی کے ان پلوں میں اسے ایک دم شرارت سونھی۔ ہاتھ بڑھا کر اس نے چاولوں سے الگ کر کے رکھے کنگراٹھا کر دو بارہ چاولوں پر بھیر دیے۔ شیریں جو پانچ منٹ رہی تھی وہ کچھ سر پلٹ رہی تھی نے بہت واضح نظروں سے اطہر کی اس حرکت کو دیکھا تھا۔

"مٹی آپ کی بہو بالکل بھی صحیح چاول صاف نہیں کر رہی ہے اتنے کنگرا تو ایسے ہی پڑے نظر آ رہے ہیں یہ دیکھیں۔" اس نے اوپر پڑے دو چار کنگراٹھا کر ان کو دکھائے۔ شیریں جو ابھی تک حیرت میں گھری اس کی اس حرکت کو دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی اوپر سے اس کے الفاظ سن کر تو وہ بری طرح ہنس گئی۔ اس وقت اس پر اسٹار پلس کی چال باز ساں کا گمان ہوا تھا اس لیے تو اس نے منٹ میں اس کی عنایت پر پانی بھیرا تھا اسے ایک دم ہی ڈیجر سارے غصے نے اپنی لپیٹ میں لیا تو وہ تل کھاتی تیزی سے اس کے قریب آئی تھی۔

"بہت اسمارٹ سمجھتے ہیں آپ خود کو مگر میں بتاؤں آپ ذرا سے بھی اسمارٹ نہیں ہیں اس لیے خواجھاؤں کی اور اسمارٹنس مت دکھانا کریں۔ سارے الگ کیے کنگراٹھا کر آپ نے چاولوں میں ڈالے اور الزام مجھ لگا دیا کہ میں ٹھیک صاف نہیں کر رہی۔" وہ اچھی خاصی تپتی ہوئی تھی اس لیے چچی کا لحاظ کیے بنا اس سے الجھ پڑی۔

تانیہ خود بھی اطہر کی شرارت سے واقف تھی اس لیے

چچی نے پوچھا۔
"نہیں چچی کوئی بھی مسئلہ نہیں ہوا رہی سانسے رکھے میں اسی ترکیب سے کرتی رہی۔ جو اس میں درج تھی۔" اس نے خوشی سے بھرے بچے میں انہیں بتایا۔

"ای بھابی نے اتنے دل سے ایک بنایا ہے دیکھنا بہت اچھا بنے گا۔" انوشے نے بھی اس کا حوصلہ بڑھایا تو وہ مزید خوش ہو گئی مگر اس سے پہلے جو ابادہ کچھ کہتی باواز بلند سلام کرتے اطہر نے ان کی توجہ اپنی طرف متوجہ کر لی۔ وہ دونوں اسے اس طرح اچانک سا سامنے دیکھ کر خوش گوار حیرت میں گھرنی لگتی تھیں۔

"ارے اطہر بیٹا تم کب آئے؟"
"بھیا آپ نے تو کل آنا تھا؟" وہ ان کی حیرت و خوشی محسوس کر کے مسکراتا ہوا آگے بڑھا اور پیار لینے مان کے سامنے جھک گیا۔ انہوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو سیدھا ہوتا پلٹا اور اس کے سامنے پڑی چیز پر بیٹھتا ہوا بولا۔

"آتا تو مجھے کل ہی تھا مگر کام جلدی تھا ہوا تو میں ایک دن پہلے چھا آیا۔" اس نے ایک ساتھ ان دونوں سے سوانوں کا جواب دیا جبکہ وہ پوری طرح سے نظر انداز کیے سر جھکا کے انوشے کے ساتھ چچی چاولوں پر فوکس کیے ہوئے تھی۔ انہر نے اسے اس طرح مصروف دیکھا تو بہت خوش ہوا تھا۔ وہ اس کے گھر کو نظر انداز نہیں کر رہی تھی۔

"بھیا آپ کے لیے ناشتہ لٹاؤں؟" انوشے نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کر کر اس کی سوچ کے طائرے کو مزید پرواز سے روکا تھا۔
"نہیں مجھے ابھی بھوک نہیں ہے۔" اس نے انکار کر دیا۔

"اچھا، پھر جب بھوک ہو تو بتا دیجیے گا۔" وہ اپنی جد سے مٹی اسے اظہار دیتی شیریں سے مخاطب ہوئی۔

"بھابی آپ یہ چاول صاف کر لیں گی؟"
"ہاں بالکل۔" اس نے سر جھکائے اسے

ناراض کرو یا اب جا کر مناؤ اسے۔“ انہوں نے اس کے کان کھینچے۔

”مجھے کیا پتا تھا می وہ اس قدر سیریس ہو جائے گی۔“ کانوں کو سہلانا وہ اپنی صفائی خوشی کی۔

”اب تو ہو گئی ناب چناؤ اور فوراً سے مناؤ۔“

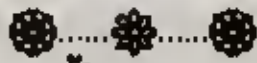
”میں تو خود منانا چاہتا ہوں گی مگر وہ مانتی کہاں ہے اور کمرے میں جا کر تو بہت ہی زیادہ کٹھور اور انجان بن جاتی ہے ظالم۔“ وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا تھا۔

”کچھ کہا تم نے؟“

”نہیں کچھ بھی تو نہیں کہا می۔“ اس نے اذکار میں سر ہلایا۔

اطہر کمرے میں جانے کے بجائے چیمڑکی بیک سے کمر نکالے مزید بڑبڑایا۔

”جتنا محترمہ کو چل کرنے کی کوشش کرتا ہوں اس قدر ہی کام بگڑ جاتا ہے۔ خدا جانے میری یہ دنیا کب کہاں اور کیسے پار لگے گی؟“



شیریں اس سے اس قدر خفا تھی کہ وہ کسی بھی طرح اسے خود سے بات کرنے کا موقع نہیں دے رہی تھی۔ صبح اس کے اٹھنے سے پہلے وہ کمرے سے نکل جاتی اور رات جس وقت وہ کمرے میں آتا وہ اسے سوتی ہوئی ملتی۔ روٹی محبوب کو منانے کے موقع تلاش تے بہت سے بے کیف دن گزر گئے تھے ایک دن قدرت نے اسے ایک موقع فراہم کر ہی دیا۔ انوشے کی فرینڈ کی برتھ ڈے تھی اسے ش کرنے کے لیے اس کے گھر جانے کا پلان کرتی اس نے شیریں کو بھی اپنے ساتھ چلنے پر راضی کر لیا تھا ابھی وجہ تھی کہ شیریں اس کے ساتھ جانے کے لیے تیاری میں مصروف تھی۔ جب شدید سردی کی بدولت جلدی گھرانے والا اطہر آرام کی نیت سے کمرے میں داخل ہوا تو شیریں کو ڈریسنگ کے سامنے بیٹھے پایا کچھ ہل کے لیے وہ دوازے پر رکھا مگر شیریں جو پوری طرح تیار ہوئے بہت توجہ کے ساتھ اپنے نیل کو پینٹ کر رہی تھی اس کی آد کو

ان کے درمیان میں بولے بنا انہیں اگھتا چھوڑ کر وہ مسکراتی ہوئی مگن کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اطہر کے لیے اب میدان صاف تھا اس لیے شرارت بھری نظروں کے ساتھ وہ سیدھا ہوا۔

”شش..... آہستہ بولو نیگم ابھی بیویاں اپنے شوہروں سے ہمیشہ بیخودم میں جھگڑتی ہیں تاکہ شوہر بے چارے کا قصور ہو بھی تو شوہر بے چارے کو کیسے میں پیار و محبت سے اپنی بیوی کو منانے کا موقع مل سکے۔“ شرارتی مسکان لہیوں پر سجائے اس نے بڑی ذوق منی بات کہی تھی۔

اس کا چہرہ ہلکا میں سرخ ہوا تھا مگر وہ ابھی طرح جانتا تھا یہ سرفی شرم و حیا کی سرفی ہرگز نہیں تھی۔ سرخ و سپید چہرے پر پھیلی پیلائی اس کے خضکی اگھتا کا واضح ثبوت تھا۔

”آپ.....؟“ انگلی اٹھائے وہ کوئی سخت بات کہنے کو تھی جب مگن سے چچی کی آواز بلند ہوئی تھی۔

”شیریں بیٹا یہ ایک تو جل گیا۔“

”اوہ.....“ اس جھڑپ میں وہ کیک کو تو بھول ہی گئی تھی مگر اب.....

اس نے غصے کو ادھار کھاتے میں ڈبل کر ایک گھورتی نگاہ اس کے حوالے لگی اور تیزی سے مگن کی طرف بڑھی جہاں چچی کیک بیٹھے رکھے افسوس بھری نظروں سے اسے چیک کر رہی تھی۔ وہ آگے بڑھ کر ان کے برابر آئی۔ اتنی محنت اور شوق سے بنایا کیک بالکل اس کے دل کی طرح طرح جل کر راکھ ہو چکا تھا۔ ساری محنت ہی اکارت گئی۔ اس نے نسا سو بھری نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا اور بیٹا کچھ بولے جس تیزی سے آئی تھی اسی تیزی کے ساتھ مگن سے نکل کر دوڑتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔ اس کے نسا سو دیکھ کر پریشان ہوئی چچی اس کے پیچھے اسے پکارتی باہر آئی تھی مگر وہ بیٹا کچھ سے جا چکی تھی۔ وہ اطہر کے قریب آئی اسے ڈپٹنے کے سے اعجاز میں بولی تھی۔

”اتنے شوق سے کیک بنا رہی تھی وہ تمہاری وجہ سے سارا جل گیا اطہر کیوں خود بخود اگھک کرتے ہو چچی کو لے کر

محسوس نہ کر سکی تھی۔ اطہر تھوڑا سا کونٹیس ہوا بنا کھٹکا کیے دروازہ بند کرنا دے پاؤں آگے بڑھا اور عین اس کے پیچھے آن کھڑا ہوا وہ بہت کم سن ہی اسے کام میں مصروف تھی۔

اس نے نظر اٹھا کر ڈریسنگ مرمر میں جھلملاتے اس کے تنکس کو دیکھا تھا چارجٹ کے لائٹ پر ہل ڈریس جس پر ٹی شیڈ میں رشیم کانٹیس کام بہت خوب صورت لگ رہا تھا پہننے، ہلکا سیک اپ کیسے وہ بہت حسین دکھائی دے رہی تھی۔ بانوں کی آوارہ تئیں بھی چہرے کا طواف کرتی اس کی خوب صورتی میں مزید اضافہ کر رہی تھی۔ کچھ دیر پہلے والا سرد در تو جانے کہاں جا سویا تھا۔ اب تو بس اس کا دل ایک ہار پھر بے ایرانی پر اترا ہوا تھا۔

جس قدر توجہ کے ساتھ وہ اپنے نیلو کو جارہی تھی اسے ایک دم جلیسی قیل ہونے لگی اس نے ڈراما سا جھک کر اس کی توجہ کا مرکز بنے ہاتھ کی طرف دیکھا تھا۔ اس نے نرم گرم جذبات سے مغلوب ہو کر اس کے سر پر ہلکے سے ہاتھ مارتے ہوئے بہت بیٹھے انداز میں کہا تھا۔

”کاش میں تیرے خوب صورت نعلو پر لگنے والی کوئی کیونکس ہوتا۔“ وہ جو کم سن ہی بیٹھی تھی اس کے اس اچانک کرنے والے حملے پر چونک کر سیدھی ہوتی مڑی تو دوسرے ہاتھ میں پکڑے کیوس برش نے انگلی پر نقش و نگار بنا ڈالے۔ جنہیں دیکھ کر وہ حسب معمول ناک چڑھاتی جھنجھلائی تھی۔

”آپ انتہائی بد تمیز انسان ہیں۔“ اس کے سامنے دروازے ہوتے اس نے اطلاع بیم پہنچائی تھی۔

”اب تو آپ کا ہوں آپ تمیز سیکھا دو ناں مجھے۔“ بچے سڑک چھاپ عاشقوں کے سے انداز میں کہتے ہوئے اس نے دیوار سے ٹیک لگائی تھی۔

”کونہ.....“ وہ ڈراما بھی متاثر ہوئے بنا سر جھٹک کر نسل رہیموراٹھا کر انگلی پر بن جانے والے نقش کو صاف کرتی آگے بڑھی تب ہی اطہر تیزی سے اس کے سامنے گیا۔

”کیوں اس قدر خفا ہو مجھ سے حالانکہ باقی سب کے ساتھ آپ کے اچھے تعلقات ہیں پھر صرف مجھ سے اس

قدر ہمارا سکی کیوں، گلاب جاہن؟“ بہت سنجیدگی سے استفسار کرتا وہ آخر میں پھر پٹری سے اترا۔

”ایسکو زمی میرا نام شیریں ہے، گلاب جاہن نہیں۔“ برا سامنے بنا کر ملتے ہوئے وہ جواب میں بولی۔ اطہر نے اپنی بے سزا ذہنی مسکراہٹ کو لبوں میں دبایا تھا۔

وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر چڑھا کر جاتا کرتی تھی اس لیے تو اسی اس کو چڑانے میں مزا آیا کرتا تھا مگر اس وقت وہ اسے چڑا کر مزید کام خراب کرنا نہیں چاہتا تھا اس لیے بڑے صلح جو انداز میں اس سے مخاطب ہوا۔

”مجھے معلوم ہے آپ کا نام شیریں ہے مگر کیا آپ کو معلوم ہے شیریں کے کہتے ہیں؟“ اس نے چند سیکنڈ رک کر اس کے جواب کا انتظار کیا مگر وہ اس کے سوال کا مقصد ہی نہیں سمجھی تھی اس لیے جواب میں بولتی بھی نہ کیا۔ وہ خود ہی دوبارہ سے گویا ہوا۔

”شیریں بیٹھے کو کہتے ہیں اور بیٹھے میں مجھے گلاب جاہن بہت پسند ہے۔“ نظروں کو اس کی موہنی صورت پر نوکس کیسے اس نے بہت معنی خیزی سے اپنی پسند اس کے گوش گزار کی تھی مگر وہ کب اس طرح کی ذوق معنی باتوں کو سمجھتی تھی اس لیے چھوٹی سی ناک کو چڑھا کر مزید چھوٹا کرتی سر جھٹک کر واپسی کے لیے چلی۔

”میں اس وقت بہت اچھے موڈ میں ہوں، اس لیے آپ کے ساتھ بات کر کے میں ہرگز بھی اپنا موڈ خراب کرنا نہیں چاہتی۔“ آج واقعی وہ اچھے موڈ میں تھی اس لیے تو ہمیشگی طرح اس سے الجھنے کے بعد وہ غصہ نہیں ہوتی تھی۔

”خدا کا شکر ہے جو آپ آج اتنے اچھے موڈ میں ہیں ورنہ نجانے اب ہات کہاں تک بگڑتی۔“ اس نے ڈرنے کی ہلکی سی ایکٹنگ کی۔

وہ اس کی باتوں کو بالکل نظر انداز کیے شو زریک میں رکھے سوٹ کے ساتھ میچنگ شو ز نکال کر پہنتے ہوئے سیدھی ہوئی تھی جب اطہر بالکل اس کے مقابلے آ کھڑا ہوا تھا۔

”شیریں..... بہت اچھی لگ رہی ہو۔“ اس بار اس کے دلچسپی سے لہجے میں کچھ تو ایسا تھا جسے محسوس کرتے ہوئے پہلی بار اس کی ہارٹ بیٹ میں ہونٹی گھبرا کر اس نے ایک دم نظر اٹھا کر اس کی نظروں میں دیکھا۔ جن میں اس بار شرارت کی بجائے اسے کچھ نیا محسوس ہوا تھا۔

”پلیز اب ناراضگی ختم کرو ناں یار۔“ ایک طرف بے بسی سی بے بسی تھی جبکہ دوسری طرف حیرانگی پریشانی اور پتہ نہیں کیا کچھ تھا۔ وہ کچھ بول ہی نہیں پار ہی تھی۔

اطہر واقعی اس کی ناراضگی ختم کرنے کے لیے اسے گھیرے کھڑا تھا۔ وہ بہت کچھ کہتا چاہتا تھا اسے سننا چاہتا تھا مگر انہی کہاب میں بڑی بڑی اسی پل دروازہ کھولتی اندر داخل ہوئی تھی اپنی ہی جھوک میں آگے بڑھتے ہوئے وہ کچھ بھی محسوس کیے جان کی طرف بڑھی تھی۔

”بھائی کیا آپ ریڈی ہیں؟“

”آں..... ہاں..... ہاں میں ریڈی ہوں۔“ کچھ دیر پہلے والی کیفیت سے نکلنے ہوئے اس نے خود کو سنبھال کر جواب دیا۔

”اوکے۔“ اس کی تیاری کو دیکھتے ہوئے وہ اب اطہر سے مخاطب ہوئی۔

”بھیا کیا آپ ہمیں فریڈ کی طرف ڈراپ کر سکتے ہیں؟“ اطہر کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا اسی لیے اس نے فوراً قرآن میں سر ہلا دیا۔

”تو پھر چلیں۔“ اس کی رضا مندی پا کر وہ شیریں کو ساتھ لیے آگے بڑھی جبکہ اطہر کی جین اٹھائے ان کے پیچھے چل دیا۔ فرنیٹ بیٹ کو نظر انداز کیے وہ جان بوجھ کر بیک بیٹ پر بیٹھی تھی مگر وہ ابھی پوری طرح اطہر کو جانتی نہیں تھی اس لیے اسے احساس نہیں تھا کہ اس کے مقابل کون ہے اطہر نے بڑے سکون کے ساتھ بیک مر اس پر بیٹ کیا اور پھر پورا راستہ اس پر نظر جمائے اسے بے چین کرتا رہا۔

مگر اس وقت وہ مجبور تھی کچھ نہیں بول سکتی تھی۔ اس لیے نظر انداز کیے چہا بیٹھی رہی۔ انہیں ڈراپ کر کے

جب وہ گھر میں داخل ہوا تو ٹی وی لائونج میں چلا آیا۔ جہاں تانیہ چچی آٹھل ہاتھ میں لیے مطالعے میں مصروف تھیں۔ وہ حیران سماں کے سامنے آ کر بولا۔

”ممی آپ کب سے یہ فارغ لوگوں والے کام کرنے لگیں؟“

”کیا مطلب؟“ رسالے میں انگلی سے نشانی لگاتے ہوئے وہ اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

”یہ سونے سونے فرضی کہانیوں سے بھرے رسالے پڑھنے والا فارغ کام۔“ اس نے اپنے لفظوں کی وضاحت کی۔

”پہلے تم میرے ایک سوال کا جواب دو پھر میں تمہیں تمہارے سوال کا جواب دیتی ہوں۔“ انہوں نے بہت سجاؤ کے ساتھ سوال پر سوال کیا تھا۔

”جی پوچھئے۔“ اس نے استفہامیہ نظروں سے تان کی سمت دیکھا۔

”فرضی کہانیوں پر بنی سوویز کو لوگ کس طرح تین گھنٹے سرافٹا کر دیکھ لیتے ہیں؟“ ان کا سوال بڑا گھڑا تھا

اطہر کو جواب میں کچھ نہ سوجھا مگر اس نے پھر بھی کہا۔

”وہ سوویز ہوتی ہیں کی اور ویسے بھی سووی انجوائے منٹ اور فریش ہونے کے لیے دیکھ لی جاتی ہے اس کو سر پر سوار نہیں کیا جاتا۔ جبکہ ان ڈائجسٹوں میں تو انتہائی سببھی کہانیاں لکھی ہوتی ہیں۔ حد درجہ روٹینس، اخلاقیات کے دائرے سے نکلے ہوئے جملے اور بھی نجانے کیا کچھ.....!“ اس نے نجانے کب کہاں کون سا رسالہ پڑھ لیا تھا جو اس قدر رحمت ہمارا ہوا تھا۔ تانیہ چچی نے سکون سے اس کی بات سنی جب وہ بول چکا تو انہوں نے کہا۔

”میں تمہاری اس بات سے سائیکری کرتی ہوں کہ سووی انجوائے منٹ کے لیے دیکھی جاتی ہے تو جیٹا انجوائے منٹ کی خاطر رسالہ پڑھ لینے میں کیا حرج ہے؟“ انہوں نے سوالیہ نظروں سے کچھ بل اس کی طرف دیکھا۔

”روٹینس اور اخلاقیات سے گھرے جملے تو سوویز میں بھی دکھائی اور سنائی دیتے ہیں بلکہ میرا خیال ہے سوویز

میں کہانیوں کی نسبت زیادہ کھل کر ہر چیز کو نمایاں کیا جاتا ہے۔ ویسے بھی ہر چیز کے ساتھ اس کا نقصان اور فائدہ جڑا ہوتا ہے یہ تو ہم انسانوں پر ہے کہ ہم کس طرح کا اثر قبول کرتے ہیں رسالوں کی کہانیوں میں بھی اگر کچھ ہوتا ہے تو یہ ریڈرز کے ذہن پر ہے وہ کس طرح کہانی کو خود پر طاری کرتا ہے اور میرے خیال میں اگر ریڈر اس قابل ہو گیا ہے کہ وہ رسالہ پڑھ رہا ہے تو پھر اس کو اچھائی اور برائی میں فرق کا بھی علم ہوگا اس کے باوجود ہم فٹ سے رسالے پر اتنی اٹھا کر خود بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے بہت تفصیل کے ساتھ مسلسل بولتے ہوئے اس کی سوچ کو درست کرنے کی کوشش کی تھی۔

”تم نے دیکھا ہوگا آج سے پہلے میں نے کبھی رسالہ نہیں پڑھا مگر شیریں کو دیکھ کر میں خود آج رسالہ پڑھنے پر مجبور ہو گئی ہوں۔“ بات کو ادھورا چھوڑتے انہوں نے بالکل چپ بیٹھے اطہر کی طرف دیکھا۔

”جاننے ہونا شیریں پہلے نہ تو ہم میں تھکتی رہتی تھی نہ گھر میں کوئی دلچسپی لیتی تھی مگر جب سے اس نے آجکل پڑھنا شروع کیا ہے وہ بہت بدل گئی ہے۔ فرق خود تم نے بھی محسوس کیا ہوگا البتہ وہ ہم سے بڑی ہے ہمارے پاس بیٹھتی ہے اور گھر کے کاموں میں بھی دلچسپی لیتی ہے..... یہ سب آجکل کی بدولت ہوا ہے کہ وہ اس قدر مثبت انداز میں ہر اسٹوری سے کچھ نہ کچھ سیکھتی ہے۔“

یہ بات تو محی ٹھیک کہہ رہی تھیں اس نے خود بھی شیریں کے مزاج اور رویے میں بہت فرق محسوس کیا تھا اور اب فرق آنے کی وجہ جانی تو خود اسے رسالوں کے متعلق اپنی سوچ کو بدلنا پڑا تھا۔ اس کے چہرے پر بے تاثرات ہو دیکھ کر اتنی ہی مسکرا دی تھیں۔ انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ رسالوں کے متعلق اس کی رائے کو تبدیل کرنے میں کامیاب ہو گئی ہیں۔ وہ مزید کچھ دیر مگی کے ساتھ بیٹھا رہا پھر آرام کرنے کا کہہ کر اپنے کمرے میں چلا آیا۔

”شیریں کے بغیر اسے کمرہ اداسی کی لپیٹ میں محسوس ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ آگے بڑھ کر اسی صوفے

پر بیٹھ گیا جس پر شیریں رات گزارا کرتی تھی۔ صوفے کے برابر مگی سائید ٹیبل پر کچھ بکس اور رسالے رکھے تھے۔ اس نے اوپر پڑا ایک رسالہ اٹھایا اور مطالعے کی نیت سے کھولنے لگا جب ایک سفید تہہ کیا ہوا صفحہ پھسل کر اس کی گود میں پان گرا۔

نجانے اس میں کیا درج تھا۔ کچھ سوچ کر اس نے رسالہ واپس اس کی جگہ پر رکھا اور گود میں پڑے صفحے کو اٹھا کر الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے اسے کھول کر اپنی نظروں کے سامنے کیا۔ اس کی نظر اس صفحے کی سطروں پر لکھے لفظوں پر تیزی سے دوڑنے لگی تھی۔

”مجھے دوست کا پیغام آئے یہ سلسلہ اس قدر پسند آیا کہ میں خود اس میں شامل ہونے کے لیے مجبور ہو گئی یہ جاننے کے باوجود بھی کہ جس کے لیے میں لکھ رہی ہوں وہ بھی یہ بات نہ تو جان سکے گا نہ میرے پیغام کو پڑھ سکے گا مگر میں پھر بھی اس کے لیے لکھنا چاہتی ہوں۔ کیونکہ وہ مجھے اچھا لگتا ہے اطہر میرا شوہر جس کے لیے میں نے جو کچھ سوچا وہ اس کے بالکل برعکس ثابت ہوا اسے مگی بھی میری پروا نہیں رہی مگر میں چاہتی ہوں وہ میری پروا کرے چونکہ آجکل کی اور میری سال گزرا ایک ہی ماہ میں آتی ہے تو میرا دل کرتا ہے اس بار ہم دونوں کی سال گزرا اطہر کے ساتھ پیلیجیٹ کر دوں مگر ہر خواہش پوری ہونے کے لیے تو نہیں ہوتی نا۔“

کاش کہ وہ کبھی جان سکے میرے پیغام کو پڑھ سکے۔“ کچھ لفظ اپنی ادا لگی کے ساتھ ہی قبولیت کی سرحد پار کر جاتے ہیں۔ وہ اس کے کاش کو یقین میں بدلے اس کے پیغام کو پڑھ رہا تھا۔ پیغام میں بہت سی جگہوں پر اسے بے درنگی محسوس ہوئی یوں جیسے وہ لکھنا چاہتا اور چاہ رہی ہو مگر لکھ نہ پا رہی ہو۔ اطہر بہت دیر تک اس صفحے کو ہاتھ میں لیے بیٹھا بہت کچھ سوچتا رہا تھا۔

یہ تو وہ جان چکا تھا کہ وہ اس کو ناپسند نہیں کرتی ہے مگر وہ یہ بالکل سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ پسندیدگی کے باوجود وہ اس سے خفا کیوں ہے؟ بہت دیر سوچنے کے بعد جب اسے

دعا
 ہر موڑ پر خوشیاں تیری بھونٹی سنا نہیں
 اتنی ہوں خوشیاں کہ تم سے کہیں نہ جائیں
 دعا ہے میری خدا سے
 علم تیری مقدر پر کیا
 تیرے تصور میں بھی بنائیں
 نوشین عرفان..... شمالی محلہ، جہلم

مسی افسوس کرتے رہے تھے مزید وقت گزرا انوشے اور نبیہ
 جمائیاں لینے لگیں خود سے بھی اب نیندا نے گئی تھی۔
 "رات کافی ہوئی ہے اب ہمیں سونا چاہیے تم دونوں کو تو
 ویسے بھی صبح کالج کی وجہ سے جلدی اٹھنا ہوگا اس لیے فوراً
 سو جاؤ۔" مسکرا کر انہیں سونے کی تلقین کرتی انہیں شہب خیر
 کہہ کر وہ لان کے کمرے سے نکل آئی پھر وہ بے پائوں آہستہ
 آہستہ چلتی وہ اور اپنے کمرے تک آئی اور بتا آواز کیے
 آہستہ آہستہ سے دروازہ کھولتی وہ اندھا نکل ہوئی تھی۔ کمرے میں
 نامت بلب کی روشنی کی بدولت پوری طرح اندھیرا نہیں تھا وہ
 آگے بڑھی۔ صوفے تک جاتے ہوئے اس کی نظر رائٹنگ
 ٹیبل پر پڑی تو وہ حیران ہوئی اپنی جگہ نہ گئی۔ وہاں ٹیبل پر
 بہت سی کینڈلز روشن تھیں۔ وہ اسی حیران ہی کیفیت میں اس
 طرف آگے بڑھی تھی جب ٹیبل کے قریب آئی تو اس نے
 جانا کینڈلز کا وہ روشن بنڈل ایک پر سجا ہوا تھا۔ ایک کے سرد
 گلاب کی ذبیروں پتیاں بھری دیوہ گرائل نے بہت شدت
 سے اس کی خوش بو کو محسوس کیا تھا حیران و ناگہمی کی کیفیت
 لیے وہ ٹیبل پر جھکی اس کی ہٹ سرو پورٹی طرح روشنیوں سے بھر
 گیا۔ اس کی نظر سوچ پورڈ کے قریب تھڑے اطہر پر پڑی
 اگلے ہی لمحوں وہ ساکت رہی تھی۔

وہ سوچا نہیں تھا اور یہ سب.....؟ اس کی حیرت نے
 کس حد تک پہنچی تھی۔ اس لیے تو وہ بالکل ساکت ٹھری
 تھر تھرا سے دیکھے جا رہی تھی۔

اس کے چہرے پر سب سے بڑی تاثرات سے محفوظ ہوا اطہر
 اپنی جگہ چھوڑ کر بہت نپے تلے قدم اٹھا کر اس کے قریب
 آتا گیا ہوا۔

جو اب نہ سوچتا تو گہری سانس لیتے ہوئے اس نے
 احتیاط کے ساتھ اس صوفے کو ویسے ہی تہہ کر کے دوبارہ اسی
 کی جگہ پر رکھا اور کچھ سوچتا اٹھا اور کمرے سے نکل گیا۔
 انوشے اور شیریں کی واپسی اسماعیل چچا کے ہمراہ
 مغرب کے بعد ہوئی تھی اطہر ضروری کام کا کہہ کر گیا تو
 ابھی تک واپس نہیں آیا تھا وہ سب ڈرائنگ روم میں جمع
 تھے انوشے اور شیریں بھی ان کے درمیان بیٹھی دن بھر کی
 روداد ان کے گوش گزار کر رہی تھی۔

اتنے دنوں بعد کچھ ناگہم اس طرح کسی پارٹی میں گزار
 کر شیریں بہت خوش دکھائی دے رہی تھی۔ اس لیے
 مسکرائی ہوئی وہ انوشے کو بولتے سن رہی تھی کچھ وقت
 حزیل انہوں نے اسی طرح خوش گپیوں میں گزارا پھر جب
 ڈنر کا وقت ہونے لگا تو وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے کھانے
 کے نام تک اطہر بھی واپس آچکا تھا پھر جب کھانا شروع
 ہوا تو دو چار نکتے لے کر سب سے پہلے اطہر اٹھا تھا اس سے
 اتنا تم کھانا دیکھ کر سب سے پہلے تانیہ چچی نے لڑکا تھا۔

"اطہر جینا اٹھ کیوں گئے ہو تمہاری پسند کا کھانا پکایا
 ہے سکون سے چن کر ٹھیک سے کھاؤ۔"

"کھانا بہت اچھا پکایا ہے مگر وہ چہرے میں بیوی بیٹی
 کی وجہ سے اس وقت بالکل بھی بھوک نہیں، جب بھوک
 محسوس ہوگی تو ضرور کھاؤں گا۔" ان سب سے اس کی سنو زکرتا
 چیتر کھسکا کر وہ اسے کمرے کی طرف بڑھا دینا آج وہ بازی
 ناز کر شیریں سے پہلے کمرے میں موجود تھا اس لیے شیریں
 نے اس کے سونے کے بعد کمرے میں جانے کا ارادہ
 کر کے انوشے اور نبیہ کے ساتھ وقت گزارنے کا فیصلہ کیا
 اور فراغت کے بعد ان کے ساتھ ان کے کمرے میں چلی
 آئی تب نبیہ نے حیرت سے اس سے پوچھا۔

"بھالی آپ اب وقت یہاں ہمارے ساتھ؟"
 "ہاں مجھے نیند نہیں آ رہی تو سوچ مزید کچھ وقت تم
 لوگوں کے ساتھ گزار لوں۔" اس نے مسکرا کر کہا تو نبیہ
 خوش ہوئی۔

پھر کافی دیر تک ایک بستر میں گھسے وہ ادھر ادھر کی بے

”ایسی نظروں سے مست دیکھو گلاب جا سن، ورنہ ابھی کہ ابھی آپ بیوہ ہو جاؤ گی۔“ اس ایک ہل میں وہ شرارتی ہوا تو دوسرے ہی ہل ایک بہت لوونگ ہسپتال کی طرح اس کے قریب آ کر اس کی آوارہ لٹوں کو اپنی انگلیوں میں دبا کر اس کے کانوں کے پیچھے ازسا جن کو پتھر اوکھ کر وہ ہر بار انہیں سوار نے کو بے چین ہو جایا کرتا تھا اب بنا کسی ڈر کے جب اس نے انہیں سوارا تو سکون کا سانس اپنے اندر اتارا اور پتھر بنی شیریں کو بھنویں اچکا کر ہوش میں آنے کا اشارہ کیا اس کے کس کو محسوس کر کے وہ ایک دم ہوش میں آتی کرٹ کھا کر پیچھے ہٹی تھی۔

”یہ کیا بد تمیزی ہے۔“

”اسے بد تمیزی نہیں پیار کہتے ہیں پاگل۔“ وہ ایک بار پھر اس کے قریب ہونے لگا تو وہ چند قدم مزید پیچھے ہٹی مگر وہ لگا نہیں اسی طرح آگے بڑھتا رہا اور وہ پیچھے ہٹی ہتی دیوار سے جا لگی تھی اس کے اطراف میں دیوار کے ساتھ بازو لگائے جیسے اس نے اس کے لیے فرار کا راستہ بند کر دیا تھا۔

”کیوں کر رہے ہیں آپ یہ سب۔“ وہ رو ہانسی ہوئی جبکہ دل اس کی ان مسلسل جساتوں پر اس قدر زور سے دھڑک رہا تھا کہ وہ اس کی آواز اپنے کانوں میں محسوس کر رہی تھی۔

”کیونکہ میں آپ کا شوہر ہوں اور آپ میری بیوی۔“ اس کے لفظوں میں کچھ تو تھا جسے محسوس کر کے اس نے ایک دم نظر اٹھا کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔

”میں تو بس آپ کی رضا چاہتا ہوں شیریں۔“ کس قدر پیار نمایاں تھا اس کے انداز سے اس کے لفظوں سے، ضبط کے باوجود بھی اس کی آنکھیں چٹک پڑی تھی۔ اس کے ہتے آنسو دکھ کر اظہر ایک دم ہی بوکھلا گیا۔

”اے..... شش..... روؤ مت۔“ اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے ہتے موتیوں کو چتا تو اس ہار اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی۔

”مجھے بس اتنا بتا دو مجھ سے خفا کیوں ہو؟“ بہت نرمی کے ساتھ اس نے سوال کیا۔ وہ جواب دینے کے بجائے

مزید شدت سے رونے لگی تو وہ ایک دم سیدھا ہوا نظر اسی پر جھی ہوئی تھی۔ آنسوؤں کے موتی مسلسل اس کے رخساروں سے پھسل رہے تھے۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے حصار میں لیا اور ساتھ لیے آگے بڑھ کر اسے صوفے پر بٹھائے اس کے برابر بیٹھ گیا۔

”شیریں..... اس نے پیار سے پکارا۔“

”مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔“ خود کو سنبھالتے ہاتھوں کی پشت سے رخسار رگڑتے اس نے ایک ایک کر بول کر اپنی بات مکمل کی۔

”مگر مجھے تو آپ سے بات کرنی ہے نا۔“ اس کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔ اس نے آنسو بھری نگاہیں اٹھا کر بس ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور دوبارہ سے نظر جھکا لی۔

”ہاں آپ کی مرضی ہوگی تو آپ بات کریں گے اور جب مرضی نہیں ہوگی تو آپ ایک نظر تک نہیں ڈالیں گے۔“ اس کی توجہ پا کر دل میں دبے شکوے کو وہ زبان پر لائے جسے سن کر اظہر جی بھر کر حیران ہوا۔

”یہ آپ سے کس نے کہا؟“ حیرت سے پوچھا۔

”کسی نے کیا کہا، جب سے میں اس گھر میں آئی ہوں سب دیکھ اور سن رہی ہوں۔ آپ نے بھی مجھ سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی اور پھر جب بھی بات کی بس میرا دل ہی جلایا مجھے ہر بار اتنا ستا یا اور اس روز میرے بالکل اچانک کھرا جانے پر آپ نے کس قدر میری بے عزتی کی تھی.....“ سارے شکوے شکایتیں اس کے گوش گزار کرئی وہ ذرا دیر کو رکھی پھر اس کے برابر سے اٹھتی ذرا فاصلے پر ہوئی دوبارہ بولی۔

”اگر میں آپ کو پسند نہیں تھی تو آپ پہلے بتا دیتے۔ زبردستی کی یہ شادی کرنے کی کیا ضرورت تھی؟“

”اُف.....“ وہ کس قدر غلط فہمیوں کا شکار تھی اظہر تو ایک دم ہی چمرا کر رہ گیا تھا۔ مگر اب اسے اس کی ساری غلط فہمیوں کو دور کرنا تھا اس لیے وہ فوراً اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

”آپ شدید غلط فہمی کا شکار ہو شیریں ایسا کچھ بھی

آنجل کے نام

میری تمہا نیوں کے ایک ایک پل کا شمار تیرے سنگ ہے
میرا پیار تیرے سنگ ہے میرے یار تیرے سنگ ہے
دھنک رنگوں کے جیسا آسمان پر بکھرا
میرا خود پر کیا ہر سنگھار تیرا ہے
میرے ہونٹوں میں چھپی مسکراہٹ کا منم
ہر راز تیرے سنگ ہے ہر دہار تیرے سنگ ہے
تمہیں جیسے بتاؤں میں اسے میں دلبر آنجل
میری بہار تیرے سنگ ہے میرا اقرار تیرے سنگ ہے
مونا شاہ قریشی... کبیر وال

سے پاؤں پہنتی آپ میرے دل پر جس قدر قیامت
ذہانی اس کے متعلق تو میں آپ کو بتا ہی نہیں سکتا۔
گزرتے پلوں کو سوچ کر ایک بار پھر شرارت کے بہت
سے جگنو اس کی آنکھوں میں جھلکائے تھے پھر کچھ یاد
آنے پر وہ ایک دم دوبارہ اس سے مخاطب ہوا۔
”اور ابھی آپ کیا کہہ رہی تھیں میں آپ کی طرف
دیکھتا نہیں تھا تو پھر آپ ہر بار میرے سیدھے دیکھنے پر ناک چڑھا
کر میرے سامنے سے کیوں ہٹ چیا کرتی تھیں۔“ اس
بار اس نے استغما میرے نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔
”وہ آپ دیکھتے تھے..... نہیں نہیں بلکہ وہ تو آپ
کرائے کے غنڈے کی طرح مجھے تازے تھے۔“ تمام
شکوے شکایتیں دور ہوئیں تو اس کا دل آہستہ آہستہ اس کی
محبت پر یقین کرنے لگا۔ اسی لیے تو اس بار اس نے ہلکا سا
مسکرا کر جواب دیا تھا۔

”ارے..... پاپا۔“ اظہر کا بے ساختہ تہقہ بلند ہوا۔
”بڑی ہی نالائق ہیں آپ اگر اس وقت میرے
تازے کا مقصد سمجھ جاتی تو آج مجھے کرائے کا غنڈہ نہ کہہ
رہی ہوتی۔“ اس نے ایک آنکھ دبا کر اسے چھیڑا وہ پل
میں سرخ ہوئی تھی۔ اسے شرماتے دیکھ کر وہ آگے بڑھا اور
بہت نرمی سے اسے اپنے حصار میں لے لیا۔
”آئندہ کبھی بھی اتنا خفا مت ہونا۔“ اس نے کہا تو وہ

نہیں ہے۔“ اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو لونچا
کیا مگر اس نے فوراً اس کا ہاتھ جھنک دیا۔
”مجھے آپ کی کسی بھی بات کا یقین نہیں ہے۔“
”یقین کرو گی تو یقین ہو گا نا۔“ وہ فوراً بولا۔

”مجھے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ میری ذرا سی
شرارت آپ کو اس حد تک غلط فہمیوں کا شکار اور بدگمان
کردے گا۔“ اس نے بنا کوئی رسپانس دیے ذرا سارخ
موڑا تو وہ ایک بار پھر اس کے سامنے ہوا۔

”میں آپ سے اس وقت سے محبت کرتا ہوں جب
سے پاپا نے آپ کا اور میرا رشتہ طے ہونے کا بتایا تھا۔“
اس بار اس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

”ہاں کچھ کہہ رہا ہوں آپ سے میری محبت ہو جانے
میں پاپا کا بہت ہاتھ ہے وہ آپ کا ذکر ہی اتنا زیادہ کرتے
تھے آؤ مشکل تب جب وہ آپ کی طرف سے ہو کرتے
تھے تب آپ کی چھوٹی چھوٹی باتیں آپ کی شرارتیں سب
تغییر بتایا کرتے تھے۔ ان سے آپ کے متعلق سن کر
مجھے آپ سے محبت محسوس ہوتی تھی۔“ وہ اسے اپنی محبت کا
یقین دلانے کی کوشش کرتا مزید بولا۔

”مجاہد انکل سے بات ہوتی تو بھی موضوع گفتگو
زیادہ تر آپ کی ذات ہوتی۔ مجاہد انکل کی بدولت میں
نے جانا کہ میری ہونے والی دانف کس قدر تک چڑھی
اور ضدی ہے تب میرا بہت دل چاہا کہ میں آپ سے جا
کر ملوں مگر میں آپ کو اسٹرب کرنا نہیں چاہتا تھا اور ویسے
بھی اپنی محبت سے میں شادی کے بعد ایک بار ہی ملنا
چاہتا تھا تا کہ میں عملی شہوت دے کر آپ کو اپنی محبت کا
بتا سکوں۔“ آخر میں وہ کچھ شوخ ہوا تو وہ بس اسے گھور کر
رہ گئی۔ اس کی اس ادا پر مسکراتا وہ مزید بولا۔

”پھر جب آپ سے سامنا ہوا تو مجاہد انکل کے
بتانے کے مطابق آپ کو ضدی اور تک چڑھی حسینہ کی
صورت میں پایا یقین مانیں اپنی تک چڑھی صورت کے
ساتھ آپ مجھے اتنی پیاری لگی تھیں کہ میں نا چاہتے ہوئے
بھی آپ کو تنگ کرنے پر مجبور ہو جایا کرتا تھا اور پھر غصے

اس لیے یہ ایک بے چارہ کب سے اپنے کٹنے کے انتظار میں ہاکی ہوا جا رہا ہے۔" اس کے ہاتھ میں رہن بندھی چھری تھماتے ہوئے اس نے مزید کہا۔

"یہ مہینہ آپ کے آنچل ڈائجسٹ کی سال گرہ کا مہینہ بھی تو ہے اس لیے میں نے پوری ۲۸ کنڈلز اس پر روشن کی ہیں آپ کے برتھ ایئر کی بھی شامل کرتا تو پھر یہ ایک ہی چھوٹا پڑ جاتا تھا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو شیریں نے بہت چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

"اس قدر حیران مت ہو۔"

"آپ کو یہ سب کیسے پتا؟" حیرت بھرے لہجے میں اس نے اٹک اٹک کر پوچھا۔

"میرے لیے آپ کا لکھا ہوا پیغام پڑھا اور پھر آنچل کو پوسٹ بھی کر دیا۔" اس نے مزے سے اپنی کارستانی بیان کی۔

"اوہ..... یو چنر۔" ساری حقیقت جان کر اس نے ہاتھ میں پکڑی ٹائف کو اس کی طرف کیا تھا وہ پیچھے ہونے بددی سے بولا۔

"ڈونٹ سے چنر۔"

"یہ سب تو انجی نے میں میرے سامنے کیا۔"

"ویسے بھی اچھا ہونا اس وجہ سے ہمارے درمیان موجود غلطی بھی دور ہوگئی۔ اپنی طرف بڑھے اس کے ہاتھ کو تھام کر اس نے محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے اس کے ہاتھ میں پکڑی ٹائف کو ٹیک پر چلاتے ہوئے ہنستا کر اسے دس گیا۔

"پہلی برتھ ڈے مائی پرینی ڈائف۔" اس کی ہنستا ہٹ پر مسکراتے ہوئے اس نے ایک کاغذ کا ٹکڑا کر اظہر کے منہ میں رکھا اور دل سے خدا کا شکر بجالائی کہ اس نے اسے ایک ٹھیک ٹھیک گھر کے ساتھ ساتھ محبت کرنے والے جیون ساتھی سے بھی نوازا تھا جس کی سنگت میں زندگی پھولوں کی راؤ نر محسوس ہونے لگی تھی۔



سر ہلائی اس کے کندھے سے سرنگائی۔ سارے شکوے، شکایتیں، دور ہو چکی تھیں۔ زندگی مسکراتے قدم بڑھانے کو گئی۔ جب کچھ یاد آنے پر اظہر ایک دم اسے خود سے الگ کرتا ڈرا دور ہوا۔

"مجھے ابھی یاد آیا میں بھی تو آپ سے خفا ہوں۔" اس پر شیریں نظروں سے دیکھا تو شیریں پریشان ہوئی۔

"مگر میں نے کیا کیا؟"

"ہاں اتنی ہی معصوم ہیں نا آپ۔" ڈرا سا طنز کیا۔

"شادی کی رات میرے آنے سے پہلے ہی پہنچ گئے کیسے مجھ سے لڑنے کو تیار کھڑی تھیں آپ، کتنے چاؤ کے ساتھ میں وہ ڈریس پسند کر کے لیا تھا۔" شکوہ دیر سے سنی مگر بہت تیز آگیا تھا وہ مسکرا دی۔

"ہاں تو جب میں آپ سے خفا تھی تو پھر آپ کا لایا ڈریس پہن کر کیوں آپ کے سامنے آئی۔" محبت کے غرور نے اس کے چہرے کو ٹھیکھا کر دیا تھا۔

"پاکل خواجواہ میں اتنا وقت ناراضگی میں گوا دیا۔" اس کے سر پر چپت لگاتے ہوئے اس نے مسکراتے اپنے حصار میں لیا۔

"اب سے بس یہ یاد رکھنا کہ اظہر اپنی شیریں سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔" محبت کے نشے میں ڈوبا وہ اس کے کانوں میں رس گھولنے لگا۔

"تم زندگی ہو میری۔" اس کی جسامت بڑھنے لگی تو شیریں نے حیرا کر کہا۔

"میرا دن بہت زور سے دھڑک رہا ہے۔" حمد درج معصومیت سے اس نے اپنی حاست کو بیان کیا۔

"ہاں تو دل دھڑکنے کے لیے تو ہوتا ہے، بھڑکنے دو۔" پیار بھری مسکراہٹ کے ساتھ اسے تسلی دیتے اس طرح ساتھ لگے وہ نیپل تک آیا جہاں ایک پرچی کینڈلز جلا رہی تھی۔ بنا کچھ بونے شیریں نے استغناء میں نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کی نظروں کا منہ ہوم سمجھتے ہوئے اس نے کہا۔

"آج پچیس اپریل ہے نا آپ کی سال گرہ کا دن۔"

تیکر کنٹرول میس کے گلاب

سمیرا غزل صدیقی

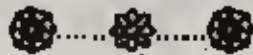
لینا ہے اس کی یاد سے مجھ کو بھی کچھ نہ کچھ
جیسے سارے راہ یونہی چھاننا نہیں

دل کے معاملے میں بھلا کوئی کیا کرے
یہ تو بڑے بڑوں کو بھی گردانتا نہیں

مٹی مگر حد درجہ کچھ دار اور سب سے بڑھ کر اس کی ہمدرد غم
گسار بھی۔

”سزا تو دل چکی سے اب اس سے زیادہ کیا سزا دوں گی؟
میں بھلا خود کو“ علیزہ کی بات پر مڑ کے اس نے دیکھا۔
آنکھوں میں گہری اداسی تھی رونا تو وہ کب کا بھول چکی
تھی۔ دوروں کے اس کی آنکھیں خشک ہو چکی تھیں بس ایک
دشست تھی جو اس کی ویران آنکھوں میں آن ہی تھی۔

”فریح! تمہیں تو خدا کا شکر لانا کرنا چاہیے کہ اس نے
تمہیں بچا لیا مگر تم ہو کہ یوں خود کو ضائع کرنے پر تھی ہو۔ اس
سنے ایک بار پھر اسے سمجھانا چاہا تھا اس سے پہلے کہ وہ مزید
کچھ کہتی فریحہ کھڑکی بند کر کے چادر پیٹ کے لیٹ گئی۔
علیزہ اس کی صلیب زار بنا سف کرتی ہوئی صبر کے گھونٹ بھر
کے رہ گئی تھی اسے اپنی اکلوتی بہن اور اس کی خوشیاں بہت
عزیز تھیں اور وہ اس کے لیے کچھ بھی کر سکتی تھی۔



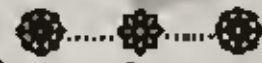
”نکل جاؤ پلیز میرے گھر سے میری زندگی سے۔
فریحہ! کیا کی تھی میرے پیار میں میری چاہت میں کس

پورا آسمان سیاہ ہادلوں سے ڈھکا تیز ہوا کے سنگ
نہایت خوف ناک و بھیما ننگ منظر پیش کر رہا تھا۔ گرمیوں
کی اس بھیما ننگ رات میں ارد گرد کے ماحول سے بے نیاز
وہ اپنے چھونے سے کمرے کی کھڑکی سے ٹپک لگائے ہوا
کے سخت تھپڑوں سے بے پردا اپنے سوو زیاں کے
حساب کتاب میں مصروف تھی۔ دنیا میں حسن و ذہانت
سے بڑی کوئی دولت نہیں ہوتی اور وہ بہت خوش نصیب تھی
کہ خدا نے اسے حسن و ذہانت کی دولت سے مالا مال کیا تھا
مگر حسن و ذہانت سے بڑھ کر بھی ایک دولت ہوتی ہے
محبت..... یہ وہ دولت ہے کہ جس کے پاس نہ ہو وہ دنیا کی
تمام دولتوں کے ہوتے ہوئے بھی اس کی جستجو میں در بدر
بھٹکتا رہتا ہے اور اس سے بڑھ کر بد نصیب وہ شخص ہے کہ
جس کے پاس محبت ہو اور پھر چھن جائے اس نے بھی فقط
محبت کی خاطر اپنا سب کچھ تباہ کر دیا تھا یوں کہ اب نہ
واپسی کا سفر ممکن تھا نہ ان گھوں کو میٹھے کے لیے بھلا پانا۔

”بس بھی کرو فریحہ! کب تک یوں خود کو سزا دینی پلیز
سو جاؤ۔ بہت رات ہو گئی ہے۔“ علیزہ اس کی چھوٹی بہن

چیز کی کمی تھی تمہیں اس گھر میں بولو..... جواب دو آخر کیوں
 کیا تم نے ایسا..... کیا تمہیں مجھ پر میری چاہت پر میرے
 خلوص پر یقین نہ تھا۔ آنکھوں میں حد درجہ وحشت لیے
 اس کا شوہر آزما سے بُری طرح بھینچوڑ رہا تھا اور وہ آنسوؤں
 سے لبریز آنکھیں لیے اس کے لیے کی تھی اس کی آنکھوں
 میں دہائی ندرت سے ہر اس لمحہ تھی۔
 ”آزاد مجھے سمجھنے کی کوشش کریں پلیز..... مجھے معاف
 کریں۔“ بُری طرح دوتے ہوئے اس نے آزاد کے
 سامنے ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔

”فریح! بس کرو کیا سمجھنے کی کوشش کروں میں بولو.....
 آج میں وہاں صبح وقت پر نہیں پہنچتا تو جاتی ہوتی کیا ہوتا
 کس قدر نقصان ہوتا تمہارا اور میرا..... مجھے کچھ نہیں سننا
 ہے تم اس وقت یہاں سے چلی جاؤ اس سے پہلے کہ میں
 اپنے حواس مکمل کھو بیٹھوں اور کچھ غلط بول دوں۔“ نیچے
 رکھے اسٹول کو غصے میں ٹھوکر مارتا ہوا وہ دھاڑے سے دروازہ
 بند کرتے ہوئے باہر نکل گیا تھا۔ اپنی زندگی کا یہ دروازہ اس
 نے فریح کے لیے بند کیا تھا ایک بل کے لیے تو اسے لگا تھا
 کہ اس کی سانس بند ہو جائے گی مگر نہ سانس رکھی تھی نہ
 زندگی بس اس کا جو ڈوٹ کیا تھا۔ سانس چل رہی تھی
 مگر زندگی ساکن ہو گئی تھی اس کا حسن اس کی ذہانت بنا
 آزاد کے کچھ بھی نہیں تھا۔ اس دن وہ حسبِ حاجت آٹو
 بہانی ہوئی اپنی غلطیوں کا بوجھ لادے اپنے گھر آ گئی تھی مگر
 خود کو ہیں چھوڑ آئی تھی۔



آپ کے دیکھے ہوئے جسم سے آج آتی ہے
 دل کو گرنی ہے جذبات کو بھڑکانی ہے
 آپ کے پاس جو آئے گا پھل جائے گا
 اس حرمت سے جو لکھے گا وہ جل جائے گا
 آپ کا حسن وہ شبنم ہے جو شعلوں میں پلے
 گرم خوشبوؤں میں تپتے ہوئے رنگوں میں ڈھلے
 کس کا دل ہے جو سنبھالے سستہ سنبھل جائے گا
 آپ کے پاس جو آئے گا پھل جائے گا

ہونٹ ہیں یا کسی شاعر کی دعاؤں کا خواب
 زلف ہے یا کسی ساوان کے طلب گار کا خواب
 ایسے جلوؤں کو جو دیکھے گا وہ جل جائے گا
 آپ کے پاس جو آئے گا پھل جائے گا
 اس قدر حسن کسی ایک میں دیکھا نہ سنا
 اس کا کیا کہنا جسے آپ نے ہم راز چنا
 اس کی تقدیر کا عنوان پھل جائے گا
 آپ کے پاس جو آئے گا پھل جائے گا
 وجاہت سے بھرپور محبت سے لبریز آواز میں زندگی کی
 اس حسین ترین رات میں وہ دھیرے دھیرے اس کی
 سماعتوں میں امرت گھل رہا تھا۔ اس نے مارے شرم کے
 اپنی سیاہ آنکھیں سختی سے بند کر لی تھیں اس ڈر سے کہ کہیں
 یہ حسین خواب ٹوٹ نہ جائے۔ آج بلا آخر اس نے اپنی
 محبت اپنی متاعِ حیات آزاد کو پالیا تھا۔

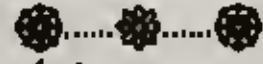
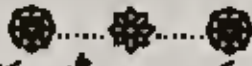
آزاد نے اس کی تعریف میں حسین غزل پڑھ کے اس
 کے حسن کو سراہا تھا پھر ہولے سے اس کا ہاتھ تھام کے کھلی
 ڈیما میں سے ایک نازک سی گلاب کی رنگ نکال کے اس کے
 ہاتھ میں پہنادی تھی۔

”مجھ سے وعدہ کرو فریح! تم ہمیشہ یونہی میرے ہم راہ
 رہو گی۔ زندگی کے ہر قدم پر ہر شیبہ و فراز میں میرا ساتھ
 دو گی۔ تم تو جانتی ہو نہ کہ ابو کے انتقال کے بعد امی نے کن
 حالات کا سامنا کیا ہے کس طرح سے میری اور رشاہ کی
 پرورش کی ہے اور پھر سب سے بڑھ کر میری خوشی کے لیے
 میری محبت کی خاطر انہوں نے غلہ جانی کی ناراضگی مول
 لے کے میرا ہر حرا کارشتہ ختم کیا تاکہ میں خوش رہوں۔
 فریح! چاہے کچھ بھی ہو جائے تم ہمیشہ امی کو خامت کرنا ان
 کی حکم عدولی نہ کرنا ہمیشہ ان کا خیال رکھنا۔ اپنے اخلاق
 سے سب پر واضح کرو دینا کہ تمہیں ہم سفر جن کے میں نے
 کوئی غلطی نہیں کی۔“

شادی کی پہلی رات وہ اسے اپنی ماں کی تابعداری کا حکم
 دے رہا تھا اور وہ بھی جانتی تھی کہ ایسا ہی ہوگا سو اس نے بھی
 مسکراتے ہوئے سر جھکا دیا تھا اس کا اقرار سن کے آزاد بھی

سائنس کی ڈگری مٹی میں زٹی ہوئی عسوں ہوتی تھی۔ سب جو بھی کرنا تھا اسے خود ہی کرنا تھا۔

مطمئن ہو گیا تھا۔ دونوں نے محبتوں کے ہمراہ اپنی ہی زندگی کی شروعات کی تھی اس بات سے بے خبر کے قسمت کچھ اور ہی ملے کیسے تھی ہے۔



آزرد سے فریحہ کی ملاقات سوشل سائنس ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے منعقد کردہ ایک سیمینار میں ہوئی تھی جس کی میزبانی کے فرانسس ٹھریڈ ایئر کی ہونہار اسٹوڈنٹ فریحہ بھی رہی تھی۔ آزر اس وقت فائنل ایئر کا اسٹوڈنٹ تھا گوکہ وہ پہلی نظر کی محبت کا قائل نہ تھا اور نہ اسے فریحہ سے پہلی نظر میں محبت ہوئی تھی مگر وہ اس کی شخصیت سے کافی مرعوب و متاثر ہوا تھا شاید یہی وجہ تھی کہ وہ اگلے ہی دن اس کے روبرو آن پہنچا تھا۔

آنے والے چند ہی دنوں میں فریحہ کو یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ خالدہ بیگم اس کی ساس اسے کس قدر ناپسند کرتی ہیں۔ یہ بات تو اس پر واضح تھی کہ وہ ان کی بھانجی کے بدلے اس گھر میں آئی ہے سوائے طرح طرح کے مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا مگر حالات اس قدر خراب ہوں گے اتنی جلدی اس کی ساس اس کی مخالفت پر اتر آئیں گی یہ اس نے بھی نہیں سوچا تھا اور سوچتی بھی کیسے آزر کی محبتوں نے اسے بھی تنہی سوچنے ہی نہیں دیا تھا۔

آزر نہ صرف اپنی کلاس کا بلکہ پورے ڈیپارٹمنٹ کا سب سے ہونہار و قابل اسٹوڈنٹ گردانا جاتا تھا اس کے علاوہ اس کی سماجی سرگرمیاں بھی عروج پر تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ڈیپارٹمنٹ سے ملحقہ تمام لوگوں کے لیے ایک خاص اہمیت کا حامل تھا فریحہ نے بھی دیگر اساتذہ اور اپنی دوستوں سے اس کے قصے سن کر کچھ متعجب نہ تھی کہ اس کی آزر سے ہاضمہ ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ اس نے بارہا اپنے کچھ پرائیوٹس کے لیے آزر سے مدد لینے کا سوچا تھا مگر ہمت نہیں کر پائی تھی اور آج جب وہ اس کے روبرو تھا اس سے اپنا تعارف کرا رہا تھا گزشتہ روز کی اس کی میزبانی کو روبرو رہا تھا تو وہ مسکرائے بنا شہ پائی تھی۔

آزر اپنی ماں سے بہت محبت کرتا تھا ان کی دی گئی قربانیوں کی بہت قدر کرتا تھا یہاں تک تو سب ٹھیک تھا مگر وہ اپنی ماں کے خلاف ایک لفظ تک نہیں سن سکتا تھا اسے اپنی ماں پر اندھا اعتماد تھا اور یہی بات فریحہ کے لیے پریشانی کا باعث تھی۔ ساس کے دو غلے پن سے وہ سخت پریشان تھی اس پر آئے دن آزر کی خالدہ کی آمد ان کے اور حرا کے نظریہ جملے اس کی روح کو اندر تک چھلنی کر جاتے تھے ایسا ہمیشہ آزر کی غیر حاضری میں ہوا کرتا تھا۔ اس کے سامنے تو اس کی ساس فریحہ کا دم بھرتے نہ ٹھکتی تھیں ان کی چالاک کے آگے سے اپنی ذہانت اور ماسٹرز ان سوشل

پیشہ گوئی کا فن

عملی علم نجوم کے اہم رموز و نکات اور تجزیاتی تکنیک

تحقیق و تدریس: ڈاکٹر سید انور فراز

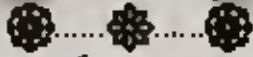
حصول علم کے لیے ایک نصابی کتاب، ایک گرامر قد رتقہ بنیادی قوانین برتقہ چارٹ ریڈنگ کے جدید سائنٹیفک اصول۔ زندگی کی کامیابیوں کا کامیوں اور عرومیوں کی نشان دہی۔ ماضی حال و مستقبل، بارہ برجوں کا تجزیاتی مطالعہ صح مشالی برتقہ چارٹ

Email: alfarazpk@gmail.com Cell # 0300-2107035
73-C, 11th Comm. St. Ph 2, EXT. D.H.A Karachi

صدے کے گنگ تھا۔

”ای! میں فریحہ کے بغیر نہیں رہ سکتا اور آپ کو یہ سب سب سے طے کرنا ہی نہیں چاہیے تھا اور خراسے تو ہرگز نہیں۔ اس طبعی الطر ماڈرن اور بدتمیز لڑکیاں مجھے پسند نہیں۔ آپ پلیز خالدہ کو صاف منع کر دیں میں قطعی وہاں شادی نہیں کروں گا۔ اگر آپ فریحہ سے میری شادی کر سکتی ہیں تو ٹھیک ورنہ میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔“ وہ بھی ان ہی کا بیٹا تھا اپنی بات منوانا جانتا تھا۔ غصے سے کہتا وہ باہر نکل گیا پھر اس کی ضد اور بھوک ہڑتال کے آگے خالدہ بیگم کو نہایت بے بدلی سے ہار ماننا پڑی تھی بیٹے کی نظر میں وہ سرخرو ہوئی تھیں۔ ان کا مقام ان کی محبت آزر کے دل میں کئی گنا بڑھ گئی تھی اس بات سے بے خبر کہ وہ فریحہ کے لیے اپنے دل میں کتنا بغض رکھتی ہیں۔

فریحہ کے والدین کے لیے آزر کا رشتہ پہلے رشتے کی نسبت کافی اچھا تھا یوں گئی وہ اپنی ماں کو اپنا ہمراز بنا چکی تھی یوں سادگی سے وہ فریحہ سلطان سے فریحہ آزر بن گئی تھی۔



وقت یونہی سبک رفتاری سے گزر رہا تھا آزر کو فریحہ سے رواد کئے جانے والے سلوک کے متعلق کچھ علم تھا نہ ہی ایک سال کا کھن عمر گزر جانے کے بعد بھی فریحہ نے کبھی کوشش کی تھی آزر کو کچھ بتانے کی۔ دن بہ دن خالدہ بیگم کا رویہ فریحہ کے ساتھ خراب سے خراب تر ہوتا جا رہا تھا مگر ایک دن وہ گئی کہ اپنے لیون پر جلد خاموشی کا قتل لگائے سب کچھ سہنے کی عادی تھی۔ وہ خالدہ بیگم کی شکایت کر کے آزر کو کھونا نہیں چاہتی تھی آخر اتنے جتن اتنی کوششوں کے بعد ہی دونوں اس حسین بندھن میں بندھے تھے اس کا گناہ شاید آزر کی پسند ہونا ہی تھا۔ اگر وہ خالدہ بیگم کی پسند ہوتی تو شاید وہ اس کے ساتھ اتنا جھگڑا میز نہ بندھتیں۔ سب سے بڑھ کر قسم ظریفی اس کے ساتھ یہ ہوئی تھی کہ آزر کو اب تک کوئی اولاد نہ دے سکی تھی جس کا سب سے زیادہ ناکندہ خالدہ بیگم اٹھارہ تھیں۔

آج بھی دوپہر میں وہ ڈراما آرام کرنے کو لپٹی تھی کہ

دونوں کے مابین تکلف کی دیوار چند ہی علاقوں میں گر گئی تھی پھر اکثر ہی آزر اپنے فارغ اوقات میں فریحہ کو پڑھا دیا کرتا تھا۔ وقت گزرتے وقتوں کو اندازہ ہی نہ ہوا تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے کس قدر لازم و مخروم ہو گئے ہیں۔ آزر نے اپنی پڑھائی ختم ہونے کے بعد بھی فریحہ سے رابطہ رکھا تھا۔ دونوں کی زندگی ایک برسوں ذکر پر چل رہی تھی مگر بے سکونی کا ایک ٹکڑا ان کی زندگی میں آیا اور ٹھہر گیا۔ ہوا کچھ یوں کہ فریحہ کی پڑھائی ختم ہوتے ہی اس کی ایک دور پرے کی خالدہ فریحہ کا رشتہ لے کے آئیں فریحہ کے والد صاحب کا تعلق نئی شہرے سے تھا جہاں ان کی تنخواہ انہیں اس بات کی اجازت نہ دیتی تھی کہ بیٹی کے رشتوں کے لیے خواہ ہوتے پھر میں سوانہوں نے اس رشتے کو غنیمت جانا اور ضروری چھان بین کرنا شروع کر دی یوں بھی فریحہ کے بعد ان کی ایک اور بیٹی علیزہ تھی جو جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکی تھی انہیں اس کا فرض بھی ادا کرنا تھا۔ فریحہ کی ماں جو اس کی فکر میں ہلکان ہوئی جا رہی تھیں اب اس رشتے پر خوشی سے پھولے نہ ہمار ہی تھیں۔ فریحہ کو جب علم ہوا تو اس نے پہلی فرصت میں آزر سے رابطہ کیا ایک دوسرے کے بغیر رہنا انہیں گوارا نہیں تھا۔ آزر کی محبت تھا تھی اس نے یہ سب سنتے ہی پریشان ہو کے اپنی ماں سے فریحہ کے ہاں رشتہ لے کے جانے پر اصرار کا تھا وہ خوب دھما بڑھا لکھا تھا اور سب سے بڑھ کر اس کی جناب بھی اٹھی تھی۔ لے اپنی قابلیت پر پورا یقین تھا کہ لے سے رو نہ کیا جائے گا مگر خالدہ بیگم نے جیسے ہی یہ سب سنا فوراً آگ بگولہ ہوتی تھیں۔

”آخر تم نے یہ سب کہنے کی ہمت بھی کیسے کر لی آزر! کیا تمہیں نہیں پتا کہ میں تمہارے لیے حرام کا سوچ کے بیٹھی ہوں یہ فیصلہ تو تمہارے بابا کی زندگی میں ہی ہم نے طے کر لیا تھا۔ میں خود کچھ ٹوں میں تم سے شادی کی بات کرنے والی تھی بہتر ہوگا کہ اس قصے کو ہمیں ختم کرو۔“ ان کے لہجے سے سفاکیت جھلک رہی تھی۔ آزر کے لیے یہ ساری صورت حال نہایت پریشان کن تھی وہ تو ماں سے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✦ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✦ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✦ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✦ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو ایبل لنک
- ✦ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✦ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✦ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریج
- ✦ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✦ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✦ پیریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✦ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریج
- ✦ ایڈ فری لنکس، لنکس کو ایسے کمانے کے لئے شرک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

← ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

← ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

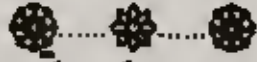
خالدہ بیگم کی بہن ناصرہ اپنی بیٹی حرا کے ساتھ اس کا رہا سہا سکون بھی برہاؤ کرنے لگا بیٹھی تھیں۔

”ارے بہن کب تک یونہی انتظار کرتی رہو گی سب کچھ اللہ کی مرضی پر چھوڑ کے ایک سال تو ہو گیا کیا آزر کبھی باپ نہیں بن سکے گا۔ ہائے میری ہی بچے کے نصیب میں یہ کھونا سکھ لکھا تھا اگر اس کی شادی حرا سے ہی ہو جاتی تو وہ بے چارہ یوں بے اولاد نہ بیٹھا ہوتا۔“ وہ چائے ناشتہ کا انتظام کرنے کو اپنے کمرے سے نکلے گی کہ کانوں میں سیسہ انڈیلنے جملے اس کے منتشر تھے۔ اسے ناصرہ خالدہ سے یہی امید تھی اس نے سختی سے اپنی منٹیاں پتنگی نہیں اتفاق سے رمشاء بھی سلطانی سینئرنگی ہوئی تھی ورنہ دونوں بھینٹیں اور بھانجی اتنی اونچی آواز میں ایسی بات نہ کہتیں۔ رمشاء نسبتاً جذباتی فطرت کی مالک تھی اور اپنی بھالی کی ہمدرد بھی مگر مایاں کے رعب دو بد بے کتا گے وہ بے بس ہو کر رہ جاتی تھی۔ فریحہ نے برداشت سے کام لیتے ہوئے سلام کیا اور اپنے کام میں لگ گئی جو ابانہ صرف خالدہ بنگلہ ناصرہ نے بھی اسے اتنی سخت نظروں سے گھورا تھا کہ اس نے وہاں سے ہنسنے میں ہی طاقت جانی۔

”کمرے میں تو کہتی ہوں کہ کسی بابا وغیرہ سے رابطہ کرو اب تو ان کی دعاؤں سے ہی کچھ ہو سکتا ہے۔“ ناصرہ خالدہ نے خالدہ بیگم کے قریب کھسکتے ہوئے نسبتاً جیسے لہجے میں کہا مگر کچن میں کام کرتی فریحہ کی حساس سماعتوں تک ان کی گفتگو کا ایک ایک لفظ پہنچ رہا تھا۔

”پاگل ہو گئی ہو کیا کیوں دکھاؤں کسی بابا یا عالم کو نہ بابا نہ میرے پاس اتنا دماغ ہے نہ اتنا پیسہ اور اچھا ہی ہے کہ اس کی ابھی تک کوئی اولاد نہیں اب دیکھنا تم میں کیسے سے اور آزر کو الگ کر دانی ہوں۔ اولاد کے لیے ہی سہی اب اسے میری بات مان کے حرا سے ہی شادی کرنی پڑے گی۔“ حرا کو نہایت محبت سے گلے لگاتے ہوئے انہوں نے ہنس کے کہا جی بہن کوئی راہ دکھائی تھی۔ کیوں میں چائے نکالتی حرا کے ہاتھ بہت نرمی طرح کپکپائے تھے اس نے بمشکل اپنے حواسوں کو قابو میں رکھا تھا پھر دھڑکتے دل

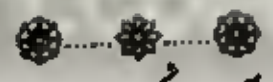
کے ساتھ نرے لے کے باہر آ گئی تھی ایک فیصلہ تھا جو اس کے دل نے ابھی ابھی کیا تھا۔



وہ ہمیشہ سے ہی صابر و دشا کر رہی تھی خالدہ بیگم کا چنگ آ میز رویہ بھی وہ برداشت کر سکتی تھی مگر کب تک ایک نہ ایک دن تو اس کا صبر کا لبریز ہونا ہی تھا۔ وہ بھی آج رت دو جہاں کے آگے شکوہ کنناں بھی اولاد کا طعنہ اس کے حساس دل کو چھلنی کر گیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس میں کوئی خرابی نہیں یہ تو اللہ کی رضا پر منحصر ہے کہ وہ کسے کب اولاد دے۔ وہ تو اس کی رضا میں رضی تھی مگر بات اب آزر کے کھونے تک آن پہنچی تھی اور وہ کسی صورت اسے کھانا نہیں چاہتی تھی۔

بہت سوچ بچار کے بعد اس نے نہایت عجیب فیصلہ کیا تھا جس کا ذکر کسی سے بھی کرنا اس نے مناسب نہ سمجھا تھا۔ ”جب وہ لوگ میرا اور آزر کا رشتہ ختم کرانے کے لیے کسی بابا کا سہارا لے سکتے ہیں تو پھر کیا میں اولاد کے لیے بابا کے پاس نہیں جا سکتی۔ ان کی دعاؤں میں کوئی تو بات ہوگی جو ہزاروں لوگ ان کے پاس آتے ہیں۔ نہیں میں آزر کو نہیں کھو سکتی اولاد ہو جائے گی تو آزر کو مجھ سے کوئی انگ نہیں کر سکتا کوئی بھی نہیں.....“ خود گلڈی میں وہ نجانے کب سے معروف تھی نہایت پریمی لکھی ہوئے بھی وہ کس ڈگر پر چل نکلے تھی۔ اسے خود اندازہ نہیں تھا اپنے فیصلے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس نے اپنی دوست اور پڑوس رضیہ کی مدد لینے کا سوچا تھا وہ جانتی تھی کہ رضیہ کا ان پور فقیروں پر بڑا بھروسہ ہے سو پہلی فرصت میں وہ رضیہ کے پاس آئی تھی۔ رضیہ اس کی بات سن کر بڑی حیران ہوئی تھی۔

”فریحہ بابی! آپ تو اتنی پریمی لکھی ہو مجھے نہیں پتا تھا آپ بھی ان سب پر بھروسہ کرنی ہو۔ آپ کو تو ڈاکٹروں پر بھروسہ ہے خیر جی آپ پریشان نہ ہو میں کل صبح ہی آپ کو بابا کے پاس لے چلوں گی۔“ رضیہ نے اس سے کہا تو فریحہ نے تشکر آمیز نظروں سے اس کی طرف دیکھا پھر جلدی سے چادر سنبھالتی گھر کی جانب آ گئی اسے صبح میں خالدہ بیگم سے بہت ڈر لگنے لگا تھا۔

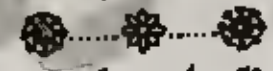


”آزرا مجھے آج پانچ ہزار روپے چاہیے۔“ چائے پیش کرتے ہوئے اس نے انگلیاں مروڑی تھیں۔ آزرا نے حیرانی سے اس کی جانب دیکھا تھا ایسا تو کبھی نہیں ہوا تھا کہ فریحہ نے اس سے کئی اتنے پیسے مانگے ہوں۔

”خیریت، کوئی کام تھا کیا سب ٹھیک تو ہے نہ۔ پیسے تو میں سارے امی کو دے دیتا ہوں تم ان سے جا کے بات کر لو۔“ وہ ہمیشہ سے ہی اپنی تنخواہ ماں کے ہاتھ میں لاتھا تھا تھا وہی اس گھر کے سیاہ سفید کی مالک تھیں۔ اس کا اور فریحہ کا خرچہ بھی وہی دیتی تھیں اس نے اپنی دانست میں اسے صحیح مشورہ دیا تھا۔ خالدہ بیگم سے مانگنے کے خیال سے ہی اس کی روح فنا ہونے لگی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ ہات کی کھال نکالیں گی وہ پیسے کیوں مانگ رہی ہے اس بات کی تو وہ کسی کو بھی خبر نہیں دینا چاہتی تھی۔

وہ بہانہ کر کے رضیہ کے ساتھ بابا کے پاس گئی تھی جنہوں نے فیس کے نام پر اس سے رقم کا تقاضہ کیا تھا۔ ان لیے وہ آزر کے سامنے سراپا سوال تھی وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس بات کی کسی کو خبر ہو۔

”کیا انوار پریشان کیوں ہو؟ امی سے جا کے لے لو۔“ اسے ابھی تک اسی پوزیشن میں گھراؤ دیکھ کے اس نے کہا۔ ”کچھ نہیں میں بات کر لوں گی آپ چائے پیسے۔“ کچھ سوچتے ہوئے اس نے کہا پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئی پیسے کہاں سے لانے ہیں یہ اس نے سوچ لیا تھا۔



خالدہ بیگم نے آج پھر اس کے جانے پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا یہ بات اس کے لیے حیرت کا باعث تھی۔ کہاں تو وہ ہر بات پر اس کو ٹوکتی تھیں اور کہاں اب اکیلے جانے پر اعتراض تک نہیں کیا۔ جو بھی تھا وہ فی الحال خوش تھی کہ انہوں نے کچھ نہیں کہا اس وقت اس کے لیے صرف اپنا کام ہی ضروری تھا۔ قریبی جیولرز کے ہاں جا کے اس نے اپنی سونے کی وہ بالیاں بیچی تھیں جو آزر نے اسے شادی کی سالگرہ پر تحفے میں دی تھیں۔ لحو بھر کو اس کا دل کانپا تھا مگر

تہائی کی طویل رات
اور اک تیرا ساتھ
مجھے جب بھی موسم ڈستے ہیں
تو درد کی نہتی ناؤ میں
تیری یاد کا آچل
مجھ پر سایہ کرتا ہے
کہ سری مایوسیوں کا تریاق بھی
تم ہی تو ہو.....!

مونا شاہ قریشی..... کبیر والہ

پھر آزر کا ساتھ اولاد کی جاہت نے اسے سنبھال لیا تھا۔ آج وہ رضیہ کے ساتھ نہیں گئی تھی وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس نے جس طرح پیسوں کا انتظام کیا ہے یہ بات کسی کو معلوم ہو۔ پیسے پرس میں رکھ کے اس نے سکھ کا سانس لیا تھا پھر رشک کر کے وہ بابا کی جانب آ گئی تھی جہاں وہ اس رقم کی عوض ان سے حصول اولاد کے لیے تعویز لینے والی تھی۔ رضیہ کی باتیں سن کر اسے بابا کی کراہت کا کچھ کچھ یقین ہو چلا تھا بس لب اس کی ایک ہی دعا تھی کہ ان کا دیا تعویز اثر کر جائے اور وہ ماں بن جائے۔ کافی دیر بعد اس کا نمبر آیا تھا کچھ دیر بابا نے اپنے علم کا چرچہ کیا پھر اس سے پانچ ہزار روپے لے کر اسے ایک چھوٹا سا تعویز پکڑا دیا۔ ”بابا یہ اثر تو کرے گا نا؟“ وہ اب بھی شیش دہج میں جتلا تھی۔

”اگر یقین نہیں ہے تو لاؤ دوسے دو واہس اور رکھو پیسے۔“ بابا بھی خورا جلال میں آ گئے تھے۔

”نہیں نہیں ایسی بات نہیں میں نے ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔“ اس نے فوراً نفی میں سر ہلایا مبادا وہ بابا ہمیں صحیح میں اس سے وہ تعویز نہ لے لے میں۔ اس نے جلدی سے وہ تعویز اپنے پرس میں رکھا پھر چادر پیٹ کے باہر آ گئی مگر جیسے ہی اس نے اپنے قدم کمرے سے باہر رکھے تھے سامنے کھڑے آزر کو دیکھ کر اس کی روح فنا ہونے لگی تھی۔ آزر نے نہایت غصے اور وحشت سے اس کی جانب دیکھا پھر

نہایت بے دردی سے اس کا ہاتھ پکڑ کے گاڑی تک لے آیا تھا۔ پورا راستہ اس نے فریج سے کوئی بات نہیں کی تھی اس کی چپ فریج کو مزید ہولارہی تھی۔ گھر پہنچتے ہی وہ اسے اپنے گمرے میں لے آیا تھا۔

”آزر پلیز میری بات تو سنیں.....“ اس نے کمزور لہجے میں اپنی صفائی دینے کی کوشش کی تھی۔

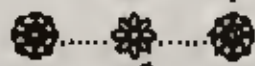
”کیا سنو میں..... بولو کیا..... تم جانتی ہو کہ میں کب سے تمہارا پیچھا کر رہا ہوں جب سے تم اس جیولر کی دکان میں وہ زینیاں بیچنے گئی تھیں دو تو اتفاق سے میری گاڑی خراب ہو گئی تھی تو مجھے وہاں رکنا پڑا اور نہ تمہارا ایڈو پ مجھے کبھی پتا نہیں چلتا۔ میں کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ تم میری دی ہوئی بالیاں یوں بیچ دو گی۔ تمہیں غلط کام کے لیے پیسے چاہیے تھے اس لیے تمہاری ہمت نہیں ہوئی اسی سے پیسے مانگنے کی۔“ اس کی آنکھوں میں شدید وحشت تھی فریج کو اس کے غصے سے خوف آنے لگا تھا۔

”آزر پلیز میں تو صرف وہاں آپ کے لیے گئی تھی تاکہ ہمیں کوئی الگ نہ کر سکتا آپ نہیں جانتے کہ امی ہمیں الگ کرنا چاہتی ہیں۔“ اس کا لہجہ بچی تھا۔

”جسٹ شن اپ فریج! اپنے جال میں امی کو مت گھسیٹو اگر تمہیں میری محبت پر بھروسہ ہوتا تو تم ان تعویذ گنڈوں کا استعمال کبھی نہ کرتیں۔ تم نے تو مجھے ہی جھٹلادیا بہتر ہوگا یہاں سے چلی جاؤ۔ میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا اب۔“ آزر کا ہاتھ اٹھتے اٹھتے رکا تھا پھر اپنی بات کہہ کے وہ وہاں سے چلا گیا تھا اور شاید اس کی زندگی سے بھی۔ وہ نہت بنی کھڑی بنی واماں رو گئی تھی۔ پھر وہ بھی وہاں رہی نہیں اپنا سامان پانڈھ کے میسے چلی آئی تھی ایک عیبزہ ہی تھی جو اس کی ہمدردی امی تو اس سے خفا تھیں ساری سچائی جاننے کے بعد کتا خروہ کیوں چپ رہی اس نے شروع سے ہی آزر کو خاندہ بیگم کی سچائی کیوں نہ بتائی اور آخر اسے ضرورت ہی کیا تھا ان نام نہاد باباؤں پر بھروسہ کرنے کی گمراہی کے لیوں پر صرف خاموشی تھی۔

وصال دہجر میں
یا خواب سے محروم آنکھوں میں
کسی عہد رفاقت میں
کہ تہائی کے جنگل میں
خیال خال و خد کی روشنی کے گہر سے بادل میں
چھتی عوہ میں یا پھر
کسی بجا بر سائے میں
کہیں بارش میں بیٹھے جسم و جاں کے شر پاروں میں
کہیں ہونٹوں پر شعروں کی مہکتی آبشاروں میں
چرخوں سے نئی شاموں میں
یا بے نور دنوں میں
سحر ہو رہا جیسے کہیں باتوں ہی باتوں میں
کوئی اپنا ہوا ہو جس طرح
صندل کی خوشبو میں
کہیں پتلیوں کے رنگ تصویریں بناتے ہوں
کہیں پر جھنڈوں کی منیوں میں روشنی خود کو چھپاتی ہو
کہیں سیاسی منظر ہو
کہیں سیاسی موسم ہو
تیرے سہارے حوالوں کو
تیری ساری مثالوں کو
محبت یاد رکھتی ہے.....!

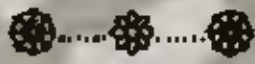
دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے نظم پاپ کر کے آزر کو سینڈ کی تھی آج سناٹا اپریل تھی اس کی سانگہ اسے شدت سے آزر کی یاد آ رہی تھی آج اسے میٹکٹے ایک ماہ ہو گیا تھا اور اس ایک ماہ میں آزر نے پنڈ کے اس کی خبر تک نہ لی تھی۔ وہ اس سے کس قدر خفا ہے وہ اندازہ کر سکتی تھی مگر وہ اس سے اب مزید دور نہیں رہ سکتی تھی اس لیے اس نے خود آزر کو بیچ کیا تھا مگر کافی دیر بعد تک کوئی رہنمائی نہ پائے اس کا دل ڈوبنے لگا تھا اس نے تھک ہار کے آنکھیں موند لی تھیں۔



”اب اور نتہ انتظار کرو، خاندہ اب تو ہمارے پٹان کے مطابق فریج بھی آزر کی زندگی سے جا چکی ہے۔ ایک

ہی جا کر اس سے معافی مانگوں گا۔ آپ نے ایک بار بھی میری خوشیوں کے بارے میں نہیں سوچا۔ آخر آپ کیوں نہیں سمجھ پائیں کہ میرا پیار فریج سے جڑا نہیں۔ اس کے لیے میں غم و غصے کی لہر تھی خالدہ بیگم کو شدت سے اپنی کتابوں کا احساس ہوا کہ اپنی سخاوت میں انہوں نے اپنے بیٹے کو کھو دیا۔

"آزر بیٹا..... پلیز سنو تو....." وہ کمرے سے نکلا تو وہ چیختے ہوئے اس کے پیچھے بھاگی مگر وہ سنی ان سنی کرتے ہوئے کمرے سے نکل گیا تھا۔ ابھی کچھ ہی دیر پہلے تو اسے فریج کا بیج ملا تھا اس کا دل شدت سے اسے یاد کر رہا تھا گنتا بے حس ہو گیا تھا وہ کہا پتی متاع حیات کی سالگرہ بھی بھلا بیٹھا تھا۔ جواب تک نہیں دیا تھا اسے پچھتاوا ہی پچھتاوا تھا۔ اس نے شدت سے ان لمحوں کو کوسا تھا جن میں اس نے فریج کو خود سے دور کیا تھا۔



گردش ماہ و سال میں

جا ہے ہم دے کسی حال میں

تسکین بھول نہ پائے

جدا نہ کر پائے.....

تمہارا وجود خود سے

تمہاری یاد.....

تمہارا ساتھ

اپنے وجدان سے

تو.....

نواے جانِ جاں

ہم بھول کے ساری زعمیں

تمہیں دل سے سالگرہ مبارک کہتے ہیں

کہ تمہاری زندگی کا ہر اک لمبہ.....

ہر اک لمحہ.....

میری زندگی کے ساتھ جڑا ہے

یہ بندھن یونہی ارواں وواں رہے (آمین)

مہم و مخصوص کمیتیں لانا تا لہجہ یقینا اس کے ہم باز و ہم

مہینہ ہو گیا آزر نے اس کی طرف پلٹ کے نہیں دیکھا آخر اب تو تم تراخوا زر کی شادی کی بات طے کر لو۔" ہامرہ خلدان کے قریب بیٹھ کے سرگوشیوں میں مصروف تھیں سان کی آواز دھکی ضرور تھی مگر اتنی دھکی نہیں کہ ان کے کمرے کی طرف آتے آزر کو نہ سنا لی دیتی وہ چونک گیا تھا سو دروازے کی لوٹ میں کھڑے ہو کے تفصیل جتنا ضروری سمجھا۔

"اتنی جلدی بھی کیا ہے ہامرہ! ابھی ذرا آزر کو سمجھنے تو دو ابھی تک وہ کھویا کھویا رہتا ہے تمہاری بات کو مانتے ہوئے جب ہم نے مل کے سب کیا فریج کو یہاں سے نکالا تو کیا شادی نہیں کروں گی وہ تو بھلا ہوتا تھا راجو تم نے مجھے اتنا اچھا ملان بتایا وہ تو بھی ہی سبے وقت ہمارے سے طعنوں میں آئی اور اولاد کے لیے باپ کے پاس گئی۔ لے دے کے رضیہ ہی اس کی دوست تھی محلے میں سوا سے بھی ہم نے اپنے مقصد میں شامل کر لیا ویسے بھی وہ بے چاری غریب تھی چند پیسے دے دیئے کام کر دیا ساری رپورٹ ہمیں دی اور تو اور جب وہ باپ کے ہاں جانے کے لیے نکلے تو میں نے جان بوجھ کر آزر کو کام سے بلا لیا تاکہ وہ راستے میں اسے دیکھ لے اور اس کا دل چھپا کر سے لیں پھر وہ وہی سمجھا جو ہم اسے دکھانا چاہتے تھے رہی سکی کسر میں نے پوری کر دی فریج کے خلاف اس کے کان بھر کے۔" سخاوت سے بھرپور اس کی ماں کا لہجہ اس کے بیروں سے ذہن کھینچنے کے لیے کافی تھا اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ نجانے کیا کچھ کیا ہوگا انہوں نے فریج کے ساتھ اور وہ بے جاری کیلئے ہی سکتی رہی۔ خالدہ بیگم اور بھی کچھ کہ رہی تھی مگر اس سے آگے سننے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔

"بس بہت ہو گیا امی..... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ اس حد تک گرجائیں گی۔" وہ تقریباً چیختے ہوئے اندر داخل ہوا تھا خالدہ تو خالدہ ہامرہ خانہ بھی وحک سے مدد گئی تھیں۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ آزر سب سن چکا ہے۔

"آزر بیٹا! کیا ہو گیا تم غلط سمجھ رہے ہو۔" انہوں نے مکاری سے بات پلٹن چاہی۔

"غلط تو میں نے فریج کو سمجھا تھا مگر اب نہیں میں آج

نشین آزر کا ہی تھا اس نے پٹ سے آنکھیں کھولیں تو اسے یہ سب اپنا دہم ہی لگا؟ خرکوں سے وہ آزر کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی اور کب سے کمرے میں اندھیرا کیے آنکھیں بند کر کے لیٹی ہوئی تھی اپنی یہ سالگرد اب تک کی بدترین سالگرد لگ رہی تھی اسے۔

”اب کیا یونہی دکھتی رہو گی اپنے عزیز ازاں جان شوہر کا استقبال نہیں کرو گی؟“ اسے اب تک یونہی حیران سا لیٹے دیکھ سکتا زر نے محبت سے کہا۔

”آزما آپ..... آپ سچ میں.....“ خوشی کے مارے اس کے منہ سے الفاظ نہیں نکل رہے تھے وہ تو اب تک اسے اپنا دہم ہی سمجھتی تھی۔

”آزما آپ نے مجھے معاف کر دیا نہ.....“ نہ سلام نہ دعا نہ ہی کوئی حال احوال پوچھا بس وہ اسی بات کو لیے بیٹھ گئی۔

”ہاں میری جان معاف تو شاید میں بھی خود کو نہ کر پاؤں کہ تم پر شک کیا تمہیں غلط سمجھا نہ تم وہاں کیا کچھ نہیں برداشت کر رہی تھیں مجھے رشتہ نے سب بتا دیا۔“ اس نے نہایت عقیدت سے اس کا ہاتھ تھاما۔

”کیا..... آپ کو سب پتا چل گیا.....“ فریح کی حیرت بجا تھی۔

”ہاں اور تمہیں پتا ہے تمہیں اس گھر سے نکالنا امی اور خالہ کا پلان تھا انہوں نے جان بوجھ کے بار بار تمہیں اولاد کے طعنے دیئے جانتے بوجھ کر پناہ کا ذکر کیا تا کہ تم وہاں جاؤ اور تو اور وہ رضیہ بھی ان کے ساتھ ہی ہوئی تھی۔ وہ امی اور خالہ کے بتائے گئے پاپا کے پاس تمہیں لے کے گئی امی کو تمہاری سرری اور روت دی اور مجھے جان بوجھ کے وہ سب دکھا کے تم سے الگ کر دیا۔“ اس کے لہجے میں ماں کے لیے تاسف تھا۔ فریح ساری صورت حال سن کے شاک مہ گئی۔

”میں نہیں جانتی تھی آزر کے امی مجھ سے اتنی نفرت کرتی ہیں آپ پلیزان سے ناراض نہ ہوں۔ میری خاطر نہیں معاف کر دیں۔“ وہ اب بھی نہیں چاہتی تھی کہ آزر خالہ بیگم سے خفا رہے، کتا بڑا ظرف تھا اس کا۔

”تمہارے لیے تو سب کچھ کر سکتا ہوں فریح! امی کا

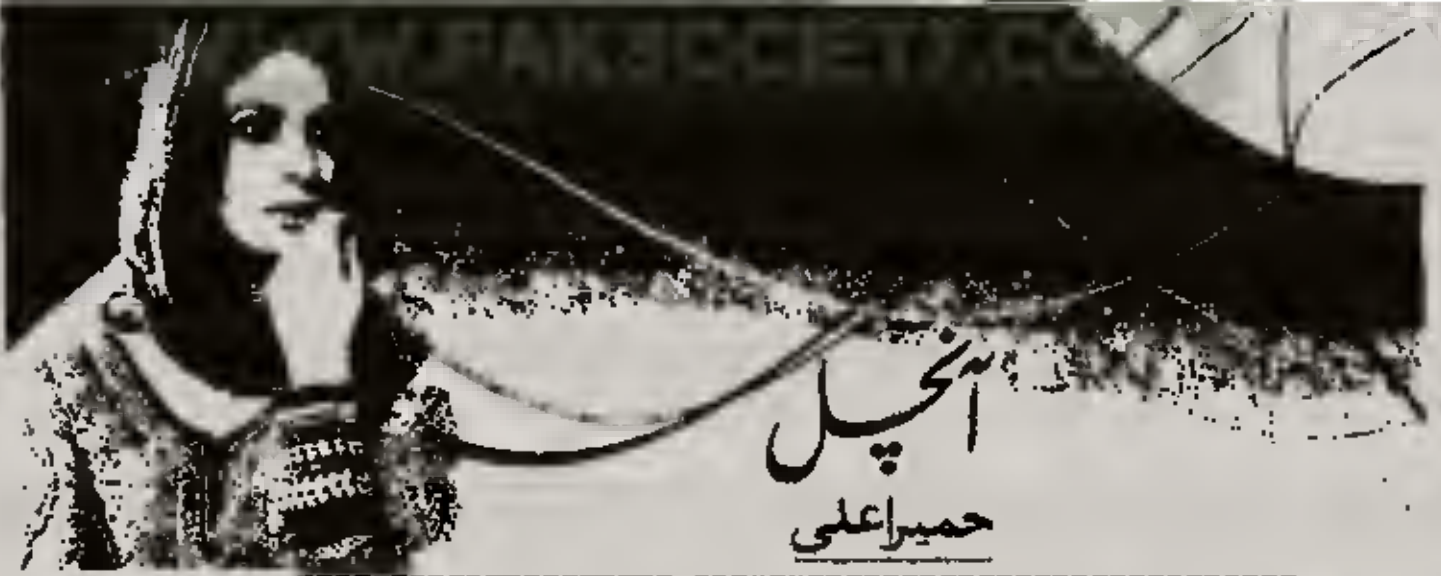
میرے علاوہ کوئی نہیں ہے میں ان کی ذمہ داریاں تو پوری اٹھاؤں گا لیکن دل سے معاف نہیں کر پاؤں گا۔ تم بہت اچھی ہو میری جان لیکن تمہاری غلطی اتنی ہے کہ تم ان کی باتوں میں آنکھیں باگردہ نہیں طے دے رہی تھیں تو تمہیں بتانا چاہیے تھا۔ تمہیں پاپا کے بجائے اللہ پر یقین رکھنا چاہیے تھا کیا تمہیں یقین نہیں تھا کہ میں ہر حال میں تمہارا ساتھ دوں گا اولاد ہونہ ہو یہ تو اللہ کی دین ہے اس میں تمہاری کیا غلطی! بس یہی خطا ہے تمہاری۔“ اس کی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے اس نے بے اختیار کہا۔

”مجھے معاف کر دیں آزر! اس کے کندھے پر سر رکھا کے اس نے اپنی تمام تر توجہیں اسے سوپ دی تھیں۔

”آہم..... آہم..... کیا آج ہی ساری باتیں کر لیں گے کھانا تیار ہو گیا ہے اب بھی جائیں باہر۔“ علیزہ نے اچانک اٹھ کر دس دسکان کھدھاس کا ستیا تاس بندو یا تھا۔

”کیا یاد تم بھی غلط ثابت پڑی ہو۔“ آزر نے شہرت سے کان کھجائے تو علیزہ نے محبت سے اپنے بہنوئی اور بہن کو دیکھا اور شدت سے خدا سے ان کے دانگی ساتھ کی دعا مانگی لی۔ علیزہ کے ساتھ ساتھ آزر اور فریح کی ہنسی بھی بے ساختہ تھی۔ خوشیوں سے بھر پور دذوں نے ایک دوسرے کو محبت سے دیکھا پھر ساتھ ساتھ قدم بڑھا دیئے دذوں کی محبتوں کے کنول اور چاہتوں کے گلاب محبتوں کے جنون میں کھو گئے تھے۔





آنچل

حمیرا علی

اک در بدری ہم کو لاحق ہے مگر ہم
گو نجوں کی طرح شور مچایا نہیں کرتے
اس شہر کے ماحول کو کیا ہو گیا تابش
کچھ دن سے پرندے یہاں آیا نہیں کرتے

”ہے“ آنچل نے صاف گوئی کے پچھلے تمام ریکارڈز توڑ دیئے تھے فریحہ نے خون خوارنگا ہوں سے اسے گھورا۔
”ہاں تم تو ہر وقت عقل کے گھوڑے پر سوار رہتی ہوتی ہو، نگر۔ بھائی کی ہی ہمت ہے جو تم جیسی بے عقل خاتون کو برداشت کر رہے ہیں۔“ فریحہ نے فوراً حساب چتاکا کیا۔
”کیا ہو گیا ہے تمہیں فریحہ! ہم تمہاری اہملائی کے لیے ہی کہہ رہے ہیں اور تم الٹا مجھ سے لڑ رہی ہو۔“ ثاقب بھائی بھانے بھانے ہنی مون ٹرپ کنٹسل کر رہے ہیں چار ماہ ہو گئے ہیں تمہاری شادی کو اور ثاقب بھائی کو کوئی احساس ہی نہیں ہے کہ تمہیں کہیں گھملا نہیں۔ سوئی تو رانیہ کو تمام تر غلط فہمی اور ناراضگی کے باوجود اسلام آباد لے گیا تھا وہ تو رانیہ ہی بیمار ہوئی اور انیس واہس تا نارتھ لیکن یاد رہے وہ سفر کتنا دیرینک تھا۔“ آنچل نے فریحہ کو کچھ اس طرح عفت سحر ظاہر کا ناول یاد دلایا جیسے وہ خود سوئی اور رانیہ کے ہمراہ جو سفر بھی۔ فریحہ بھی اپنی برہمی بھول کر ہمدن گوش ہوئی۔
”ہاں تمہاری بات بجا ہے لیکن وہ سوئی تھا اور یہ ثاقب بھائی ہیں۔“ عروہ نے تنک کردوں کا فرق واضح کیا۔

”معصومیت تو تم پر ختم ہے فریحہ! مجھے یقین نہیں آ رہا تم وہی شادی سے پہلے والی فریحہ ہو۔ کچھ داڑھین اور زریکہ نگاہ..... پہلے کیسے تم صورت حال کو فوراً بھانپ لیا کرتی تھیں ہر معاملے کی تہہ تک پہنچ جینا کرتی تھیں۔ اب کیا ہو گیا ہے تمہیں کہیں گیا وہ تمہارا مشہور و معروف فہم و اوراک..... اور.....“
”افوہ عروہ! تم سیدھی طرح یہ کیوں نہیں کہہ رہی کہ پہلے فریحہ نہایت چالاک اور شاطر دماغ ہوا کرتی تھی اور اب ایک دم ہی اس کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں۔“ عروہ کی تقریر کے درمیان آنچل نے نہایت معصومیت سے مداخلت کی۔ فریحہ عروہ کی تقریر سے متاثر ہو کر رونے ہی والی تھی کہ آنچل کی بات پر بھڑک گئی۔
”کیا مطلب ہے تمہارا میں چالاک ہوں بھائی بن کر تمہارے خیالات ہی بدل گئے۔“
”ارے نہیں میرا مطلب یہ نہیں ہے اصل میں اب تمہارے ذہن پر ہمہ وقت ثاقب بھائی کا خیال قابض رہتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ تمہاری عقل نے کام نہ چھوڑ دیا“

"لیکن ہنی مون پر نہ لے کر جانا کوئی اتنا بڑا ایٹھو تو نہیں۔" فریحہ عروہ کی بات سے ہرگز بھی متفق نہیں تھی وہ جانتی تھی عروہ اب بات کو کہاں پہنچانے والی ہے۔

"یاد یہ اتنا بڑا ایٹھو نہیں ہے لیکن ناقب بھائی کی اسکا بھی کوئی مصروفیت نہیں ہے۔ وہ تھوڑا سا وقت تمہارے لیے بھی نکال سکتے ہیں مجھے تو لگتا ہے ناقب بھائی کو تمہاری فکر ہی نہیں۔" عروہ ہرگز بھی سنجیدہ نہیں تھی۔

"اچھا ہنی مون پر تو آچل پور عکرمہ بھائی بھی نہیں گئے تو کیا عکرمہ بھائی کو بھی آچل کی فکر نہیں..... مصروف تو عکرمہ بھائی بھی رہتے ہیں اور ناقب کی تو جا ب ہے اور عکرمہ بھائی کا تو اپنا کاروبار ہے انہیں تو کسی کے آگے جواب دہ بھی نہیں ہونا پڑتا چلے جائیں ہنی مون پر انہیں کس نے روکا ہے وہ بھی تو نال رے ہے ہیں کیوں ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں آچل۔" فریحہ نے بغیر کوئی اثر لیے اطمینان سے جواب دیا۔

"یہ کیا فضول بحث کر رہی ہیں آپ لوگ..... فی الحال میری بنائی ہوئی گرامر چائے کا لطف اٹھائیے۔" مقدس اور زندگی ہاتھ میں چائے کے کپ اور روفر-شمعٹ سے بھری ٹرے لیے کمرے میں داخل ہوئیں۔

"چلو مقدس کی بنائی ہوئی چائے کے ہمراہ اس بحث کو جاری رکھتے ہیں۔" عروہ فریحہ کو تنگ کرنے کے موذ میں تھی۔

"کوئی فائدہ نہیں ہے مجھے پتا ہے ناقب میری بہت پروا کرتے ہیں۔" فریحہ نے ناک پر سے بھی اڑائی۔

"ذرا ان کے معمولات پر نظر رکھیے دوستانہ مشورہ ہے میرا۔ کیوں آچل ٹھیک کہہ رہی ہوں نا میں؟"

"ممکن ہے یہ گریز کسی طوفانِ بلا خیز کا پیش خیمہ ہے لہذا پیش بندی کے طور پر ناقب بھائی پر کڑی نگاہ رکھیں۔" عروہ بانٹانے کے موذ میں نہیں تھی۔

"اچھا تم مجھے شک جیسے موذی مرض میں مبتلا دیکھنا چاہتی ہو؟" فریحہ نے عروہ کا کان کھینچا وہ اس کی شرارت کچھ کئی تھی۔

"جی نہیں میں چاہتی ہوں آپ ناقب بھائی سے غفلت نہ برتنیں بھلا مرد کا کیا اعتبار اور آچل کو کبھی میں یہی مشورہ دوں گی۔ عکرمہ بھائی میرے بھائی ہیں لیکن ہیں تو وہ بھی ایک مرد اور خاصے پنڈت سم بھی ہیں ناقب بھائی سے بھی زیادہ انہیں تو بے شمار لڑکیاں پسند کرنی ہیں اور اس بات سے آچل بھی واقف ہے لہذا ذرا آچل میرا تو یہی مشورہ ہے کہ محتاط رہو۔" آچل کی مسلسل خاموشی کا مطلب تھا کہ فریحہ کے بجائے وہ عروہ کے مذاق کو سنجیدگی سے لے رہی ہے۔ عروہ نے فریحہ کی تئہی نظروں کو نظر انداز کرتے ہوئے مزید لقمہ دیا۔

"دیسے تو آچل سمجھ دار ہے جانتی ہے کچھ مرد عدنان بھدانی جیسے بھی ہوتے ہیں جنہیں بعد میں مشکل آتی ہے۔ وہ بھی اگر قسمت سے گوری جیسی بیوی مل جائے۔" عروہ نے عکرمہ کے معاملے میں مبالغہ آرائی کی حد کر دی تھی۔

"غلط تو نہیں کہہ رہی عروہ! عکرمہ ہر وقت کام میں ہی لگھے رہتے ہیں۔ دیر تک گھر سے باہر رہنا گھر آ کر کام میں منہمک رہنا اور....."

"اور اب میں ان کے معمولات پر کڑی نگاہ رکھوں گی۔" جب کچھ بھی سمجھ نہیں آیا تو اس نے جھنجھلا کر عروہ کی ہدایت پر عمل کرنے کا سوچا اور مطمئن ہو گئی۔

"آچل عکرمہ کو دیر ہو جائے گی آج تم سو رہی تھیں تو اس کا فون آیا تھا۔" قاطر شاہ اس کی تائی ساس نے اسے جوئی آگاہ کیا وہ مضطرب ہو گئی۔

"آپ مجھے جگا دیتیں میرے سیل پر فون نہیں کیا انہوں نے۔"

"کیا تھا لیکن تمہارا سیل آف جا رہا تھا۔" قاطر شاہ نے عام سے انداز میں جواب دیا۔

"ہاں وہ میرے موبائل کی بیٹری لٹ ہو گئی تھی اور لائٹ بھی نہیں آ رہی تھی اس لیے چارج نہیں کیا۔" اسے فوراً سے خوشتریا نا گیا۔ سہا ہر سے رات تک کا وقت اس نے جیسے تیسے گزارا اتنی ہی دیر میں خوب آسودگی بھائے۔

"تم ابھی تک جاگ رہی ہو۔" عکرمہ نے کمرے میں

قدم رکھتے ہی اسے جاگتا دیکھ کر پوچھا عمو! وہ اس وقت تک سو جاتی تھی۔

”ہوں.....“ اس نے عکرمہ کی طرف دیکھا نہیں بھرائی ہوئی آواز نے عکرمہ پر یہ راز منکشف کر دیا کہ وہ رورہی ہے۔

”کیا ہوا آج کل؟ تم رورہی ہو؟“ وہ پہلے میں اس کے سر پر پہنچ گیا۔

”نہیں.....“ اس نے پھر اسی طرح مختصر سا جواب دیا۔

”کیوں؟“ وہ متشکر تھا۔

”نہیں.....“ وہ دوزانوں بیٹھی ہوئی تھی اس کی گود میں رکھا آج کل پر اس کے آنسو قطار در قطار گر رہے تھے۔

”آج کل پلیز میری طرف دیکھو اور بتاؤ تم کیوں رورہی ہو؟“ عکرمہ نے جھک کر اس کا چہرہ دیکھنا چاہا تھا۔

”بس ویسے ہی..... رونا آ رہا تھا۔“

”تم نے پھر کوئی دکنی اسٹوری پڑھی ہوگی۔“ عکرمہ نے اپنی طرف سے قیاس آرائی کی اور مطمئن ہو گیا۔

”آج کل تو رانا ٹل ہو گیا۔ جیسے اس کا رونا معمول کی بات ہو۔“

”آج کل کے آنسو مزید شدت سے بے قابو ہونے لگے۔“

”بڑھ تو رہی تھی وہ طلعت نظامی کا مکمل ناول“ کوئی پھولوں کی کتاب میں“ کتنے سنگ دل مرد تھے دلوں اریب بھی اور بلند بخت بھی بے چاری معصوم پریشے..... اسے فی الحال کسی انجانے خوف کے زیر اثر بنا دج ہی رونا آ رہا تھا۔

ایک دو دن نہیں پورا ہفتہ گزر گیا تھا آج کل کی اس صورت عکرمہ کے لیے تشویش کا باعث تھی لیکن وہ کچھ بتاتی بھی تو بس خاموش رہ کر عکرمہ شاہ کے روز و شب کی مصروفیت کا جائزہ لے رہی تھی لیکن اب تک کوئی قابل غرت بات نظر نہیں آئی تھی اسے ماسوائے یہ کہ وہ روز ہی ریر سے آتا تھا۔

اس کے پاس کام کی مصروفیت کا کاما مد بہانہ بھی تھا کسی نئی برانچ پر کام کر رہا تھا شک کا جواز اور شکایت کی گنجائش تک نہیں چھوڑی تھی اس نے۔ اسے ”ٹوٹا ہوا سارا“ کی اتا

وہ راحمد شدت سے یا آ رہی تھی ولید نے کس طرح اتا وقار احمد کے منہ پر غصے سے پھنسا رکھا تھا۔

”اگر وہ بھی عکرمہ سے کوئی شکایت کرتی اور آؤنٹ ہو کر.....“ آج کل نے گھبرا کر اپنے رخسار پر ہاتھ رکھا۔

”اے خدا یا وہ کیوں مجھ سے بے اعتنائی برت رہا ہے وہ تو مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔“ اس نے خود کو تسلی دینا چاہی۔

☆ ☆ ☆.....

”آج کل آؤنٹ آج کل تو تمہاری شکل ہی نظر نہیں آتی کیا کوئی نیا افسانہ لکھ رہی ہو۔“ فریحہ ہر دیکھ اپنے پر لازمی آیا کرتی تھی۔

”نہیں تم لوگ بیٹھو۔“ اس کے سنجیدہ لب دلیچ نے فریحہ کو چونکا دیا۔ وہ اس دن کے بعد سے اب آئی تھی اس کے چہرے پر اداسی کی تحریر واضح طور پر پڑھی جا سکتی تھی اور اسے چھپانے کا فن آتا بھی نہیں تھا۔

”تمہیں بتا ہے آج کل؟ فریحہ اور ثاقب بھائی بنی سون پر جا رہے ہیں۔“ عروہ نے چہک کر آگاہ کیا۔

”اچھی بات ہے خوب انجوائے کرنا تم لوگ۔“ اس نے سادگی سے مسکرا کر کہا۔

”چلو ہم سب لان میں چل کر بیٹھتے ہیں۔“ زندگی کے ہاتھ میں آج کل تھا..... اس نے ذرا نظر اٹھا کر سب کو دیکھا اور پھر نظریں ”محبت دل کا بندہ پر“ سایہ نقین کر لیں۔

”لو عکرمہ بھائی بھی آگئے۔ فریحہ نے فون کر کے بلایا ہے۔“ ثاقب بھائی بھی کھانے پر آ رہے ہیں پھر عکرمہ بھائی کا جندی آتا تو بنتا تھا نا۔“ مقدس نے یو ٹی بی برائیں تذکرہ کہا تھا لیکن آج کل کو گا ایک دینی ہر بات سے بے خبر ہے منظر سے غائب انتہائی غیر اہم۔

”تم کہاں تم ہو؟“ عکرمہ نے سلام دعا اور فریحہ کا حال احوال دریافت کرنے کے بعد اسے مخاطب کیا۔

”نہیں نہیں۔“ آج کل نے عکرمہ کی طرف دیکھنے سے گریز برتا۔

”میں کچن میں جا رہی ہوں۔“ عکرمہ کی نظریں خود پر

مرکز دیکھ کر وہ اٹھ گئی۔

”اسے کیا ہوا ہے امی بھی پوچھ رہی تھیں مجھ سے ان کا خیال ہے میں نے کچھ کہا ہے۔“ عکرمہ اس سے اگلوں نے میں ناکام رہا تھا۔ جانتا تھا وہ یونہی ادا نہیں ہے بس وجہ بتانے سے احتراز برت رہی ہے۔

”عروہ نے اسے آپ کے خلاف بھڑکایا ہے آپ پر کام کا لوڈ ہے آج کل اور عروہ نے اسے.....“ عروہ نے فریج کی بات کاٹ دی۔

”میں تو تمہیں ناقب بھائی کے خلاف بھڑکار رہی تھی مجھے کیا پتا تھا آنجل ان سب باتوں کو سنجیدگی سے لے لے گی۔“ عروہ کی آنکھیں اب بھی شرارت سے چمک رہی تھیں۔

”مجھے اندازہ تھا اس کی اداسی کا سبب کچھ اسی طرح کا ہو گا۔“

”بھائی آپ عروہ کو سرزنش تو کریں یہ ہر وقت الٹا سیدھا ہوتی رہتی ہے۔“ زعمی نے جلدی سے عکرمہ کی توجہ عروہ کی جانب مبذول کرائی۔ جانتی تھی عکرمہ کی نرم طبیعت کہ وہ عروہ کو کچھ نہیں کہے گا۔

”ارے بچوں تم سب یہاں بیٹھے ہو یا ہر موسم کتنا اچھا ہو رہا ہے ہم سب لان میں بیٹھ کر جائے نہیں گے۔ کچھ دیر میں ناقب آجائے گا عکرمہ تم پہنچ کر لو شاپاں اور یہ آنجل کہاں ہے؟“ فریدہ شاہ آنجل کی والدہ کی ہدایت پر وہ سب اٹھ گئے اور مگنل برخواست ہو گئی۔

.....

زخ سے اترا نقاب پتھر کا
میں نے دیکھا گلاب پتھر کا
جھیل سی آنکھ ہی قیامت تھی
اس پر بٹکا وہ آب پتھر کا
مجھ کو شعور بخشنے کے لیے
اس نے بھیجا نصاب پتھر کا
پھول سی روح پر میری لوگو
کیسا اترا نقاب پتھر کا

چوٹ کھا کے بھی بے آواز رہا
حوصلہ سے جناب پتھر کا
میں نے خوش بو سا اک سوال کیا
اس نے بھیجا جناب پتھر کا
چاند الفت کا جس کو سمجھا تھا
تھا وہ اک ماہتاب پتھر کا

”اگر تمہیں مجھ سے کوئی شکایت ہے تو کہو اس طرح دل میں بات کہہ کر خاموشی کو طویل دینے سے فاصلے بڑھتے ہیں۔“ آنجل انتہائی اطمینان سے آنجل ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی نازیہ کنول نازیہ کی غزل اپنی ڈائری میں اتار رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک کرب رقم تھا غزل کا ایک ایک لفظ اس کے دل پر اثر کر رہا تھا۔

”مجھے کوئی شکایت نہیں ہے۔“ نگاہیں ہنوز ڈائری پر مرکوز تھیں۔

”واپسی.....؟“ عکرمہ نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔

”واپسی.....“ آنجل کا لہجہ سٹحکم تھا۔

”تو پھر اتنے دنوں سے حراج کیوں برہم نظر آ رہے ہیں۔“

”برہم تو نہیں ہوں میں۔“ اس بار اس نے نظر اٹھا کر عکرمہ کی جانب دیکھا۔

”پھر.....“ وہ بعد تھا جانے پر وہ چاہتا تھا آنجل اسے خود بتائے۔

”پھر کچھ نہیں۔“ آنجل بھی اس تفتیش پر حیران تھی۔

”آنجل تم کب سے مجھ سے رازداری برتنے لگی ہو؟“

عکرمہ کے لہجے میں انوکھی سی آج تھی۔

”میں قطعاً کوئی رازداری نہیں برت رہی۔“

عکرمہ کی نگاہوں کی تپش سے اسے اپنا سکون رخصت ہوتا محسوس ہوا۔

”میں آپ کی بے رخی بے اعتنائی کبھی برداشت نہیں

کر سکتی۔ میرے لیے یہ تصور بھی سوہان روح ہے کہ آپ

مجھے نظر انداز کریں کہا کہ آپ کی بے وفائی.....“

”بے رخی بے اعتنائی بے وفائی..... یہ الزامات ہیں یا

خدا شات اور تمہیں لگتا ہے تم نے مجھے محبت کے علاوہ کچھ اور کرنے کے قابل چھوڑا ہے۔" عکرمہ نے شرارت آمیز شوخی سے دریافت کیا۔

"یہ الزامات نہیں خدا شات اور اندیشے ہیں جو مجھے پریشان کر رہے ہیں۔" اس نے اپنی عروہ اور فریج کی تمام تر گفتگو اس کے ٹوش گزار کر دی۔

"اس دن عروہ نے کہا تو مجھے احساس ہوا آپ واقعی اتنی دیر سے گھر آتے ہیں اور....." عکرمہ کی چمک دار شغلی آنکھیں مسلسل آنچل کو دیکھ رہی تھیں آنچل کی فرمائے بھرتی زبان کو یک دم بریک لگ گئے۔

"اور....." عکرمہ نے متبسم لہجے میں مزید جاننے کی خواہش ظاہر کی۔

"لور..... اور آپ کو میری بالکل فکر نہیں ہے اور عروہ ٹھیک کہہ رہی تھی مجھے آپ پر نظر رکھنی چاہیے۔"

"کیوں.....؟" عکرمہ کے استفسار پر آنچل نے انکار میں گردن ہلائی۔

"وہ نہیں بتا سکتی۔"

"کیوں نہیں بتا سکتی؟ میری ذرا سی تعریف بھی نہیں ہو رہی تم سے کیونکہ میں انتہائی سنجیدہ ہوں..... ہے نا۔"

"یعنی آپ پوری رپورٹ لے چکے ہیں۔" آنچل اب قدرے مطمئن بھی اندیشے خدا شات دوسو سے نو بہم عکرمہ کی محبت پر کچھ بھی حادی نہیں ہونکا تھا۔ محبت ہر شے سے زیادہ زور دتا اور ہوتی ہے۔

"جی ہاں اگر تم مجھ سے غفلت نہیں برت سکتیں تو میں بھی تم سے غافل نہیں رہ سکتا۔ تم بے صدا ہم اور خاص ہو میرے لیے فضول کے دوسے اور اندیشے بال کر خود کو بلکان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میری زندگی کا محور و مرکز تم ہوا آنچل! تمہارے علاوہ کسی اور کا تصور بھی نہیں کیا کبھی اور ایسا ممکن بھی نہیں۔" عکرمہ کے خوب صورت اظہار نے اسے سرشار کر دیا تھا وہ اس کی جانب دیکھنے سے گریزاں تھی۔

"آپ کی محبت میرے لیے اعزاز ہے بے حد قیمتی ہے حد انمول..... میں دنیا کی سب سے خوش نصیب لڑکی ہوں جسے محبت کرنے والا شوہر ملا ہے۔ آپ بھی بالکل عفتان علی خان کی طرح ہیں وہ بھی اتنا بیہ شاہ سے ایسی ہی محبت کرتا تھا۔" وہ معمول کے مطابق اپنے ٹریک پر آ چکی تھی۔

"کون عفتان علی خان.....؟" عکرمہ ابھی تک عادی نہیں ہوا تھا ان حوالوں کا جو وہ وہاں گفتگو دیا کرتی تھی۔

"افسوس جاں..... کا ہیرو رہنے دیں آپ نہیں جانتے۔"

"ہاں نہیں جانتا صرف آنچل کو جانتا ہوں جو ان سب سے واقف ہے اور میرے لیے سچی بہت ہے۔" عکرمہ کی نگاہوں نے اسے خود میں سمیٹنے پر مجبور کر دیا۔

"ہاں یاد آ یا اس تاہ کا آنچل زندگی لے گئی تھی میں ذرا اس سے لے کر آتی ہوں۔" لونا ہوا تارہ پانچ بار پڑھ چکی ہے وہ لور میں نے ایک بار بھی نہیں پڑھی۔ شہوار اور مصطفیٰ کی خوب صورت ٹوک جھونک سے تو ہم سب محفوظ ہوتے ہیں اور آئینہ بھی تو دیکھنا ہے۔ ہاں نہیں میرا خط شائع ہوا یا نہیں؟" عکرمہ آنچل کو محبت پاش لگا ہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"آنچل ہمیشہ اسی طرح رہتا۔ وہ جانے کے لیے پرتل رہتی تھی۔

"بالکل میں اسی طرح رہوں گی آنچل کی محبت میں جتنا۔" اس نے شوخ سسکراہٹ کے ہمراہ عکرمہ کو باور کرایا۔

عکرمہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا آنچل نے ہاہر کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ عکرمہ کے قہقہے کی بازگشت اس کے ہم راہ تھی وہ مطمئن تھی اور "محبت دل پہ دستک" ہے کا سعید حسن بھی تو ایسا ہی تھا بظاہر بے نیاز لیکن اندر سے محبت سے بھر پور اور خوشی بھی۔



باپ پر پوت عازفہ زانی

دوست بھی راہ کی دیوار سمجھتے ہیں مجھے
میں سمجھتا تھا میرے یار سمجھتے ہیں مجھے

میں بدلتے ہوئے حالات میں ڈھل جاتا ہوں
دیکھنے والے اداکار سمجھتے ہیں مجھے

نے جیسا سوچے سمجھے اپنی بڑی بہن کو پھنڈے مارا اور بیگ
اٹھا کر گھر سے باہر نکل گیا۔ وجہ اپنے نرم گال پر اس کی
سخت انگلیوں کے نشانوں پر ہاتھ رکھے حیرت سے اپنے
باپ کو دیکھ کر رہ گئی۔

یوزمی حیرت زدہ آنکھوں کے سامنے کئی برس پرانا
منظر لہرا رہا تھا بس کرداروں کے نام بدل گئے تھے۔ جگہ
بدل گئی تھی۔ وجہ بھی بدل گئی تھی۔ مگر نظارہ نہیں بدلا تھا۔
مٹی زدہ دونوں کی مٹی کی جانے والی ہر حرکت کے ساتھ
اترنے لگی تھی اور پرانے یوسیدہ دیمک زدہ اور بگلے
سٹرے الفاظ واضح ہونے لگے تھے۔ اپنی آنکھوں میں مٹی
لپے اپنے گرتے وجود کو سہارا دینے کو وہ دروازے کو یوں
پہنچے کھڑا تھا جیسے دروازہ ہی اس کا آخری سہارا ہو۔
کافی دیر یوں ہی کھڑے رہنے کے بعد آہستہ آہستہ وہ
چلتا ہوا کرسی پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا۔ کانوں میں
ایک ہی گونج تھی۔

”اب پر پوت ... باپ پر پوت ... باپ
پر پوت۔“

☆☆☆...

بات چند نہیں، کئی برس پرانی تھی جب والد صاحب کی
وفات کے بعد وصیت کھولی گئی تھی۔ اس کے مطابق والد

”فرخ کہاں تھے تم دونوں سے؟ میں نے تمہیں سمجھایا
تھا کہ ایسے بغیر بتائے گھر سے غائب مت رہا کرو، سب
پریشان ہوتے ہیں، حالات تو دیکھو آج کل کتنے خراب
ہیں۔“ دروازہ کھولتے ہی وجہ پریشانی سے بولی۔

”تو بڑی، بہن بن کر وہ ایفری ٹانگے سے بولا اور
دروازہ زور سے بندے مارا۔“

”میرا کام سمجھانا ہے۔۔۔۔۔ پھر ابو کہیں گے کہ بڑی ہونے
چھوٹے کو سمجھا نہیں سکتی۔“ وجہ لگتی سے کپڑے اتارتے
ہوئے بولی۔

”اگر میرے اس گھر میں رہنے پر تمہیں مسئلہ ہے تو
میرا سامان گھر سے باہر پھینک دو۔“ فرخ نہ جانے دونوں
لور دواتیں کہاں گزار کے آیا تھا اور آتے ہی چلانا شروع
کر دیا تھا۔ وجہ جو اس کے بغیر بتائے غائب ہونے پر
پریشان تھی اس سے سوال جواب کر رہی تھی۔ سوال حق کے
تھے اور حق سے پوچھے جا رہے تھے۔ مگر فرخ جس کی
فطرت میں سرکشی اور آئی گئی نہ جانے کیوں کسی بھی بات کا
ٹھیک سے جواب دینا نہیں چاہتا تھا اور اسی اثناء میں اس
نے ایک بیگ میں کپڑے بھرنے شروع کر دیے اور
وجہ جو اس کی حرکتوں کی طرف متوجہ تھی اسے روکنے کی
کوشش کر رہی تھی۔ اس کی کوشش کو روکنے کے لیے فرخ

اقساط لینے والے آتے اور آپا کو دھمکا کر چلے جاتے آپا اپنی چھتری لٹکانی رضا کی جانب چل دی اور رضایہ کہہ کر ٹال دیتا کہ دکان میں منتہا ہے پہلے ہی گھر کے خرچے پورے نہیں ہوتے اور سے یہ قرضہ میں کیسے تاروں۔ آپا بے چاری اس کو ڈھیر ساری تسلی اور دعائیں دے کر واپس آجاتی۔ اسی اثناء میں چھوٹی بہن جب ملنے آئی تو اس نے بھی رضا کو بلوا کر سمجھایا کہ بڑی بہن کے ساتھ ایسا مت کرو ماں کی جگہ ہے مگر بجائے بات سمجھنے کہ رضایہ جھگڑا شروع کر دیا ہوتے ہوتے بات یہاں تک پہنچی کہ اس نے ماں جیسی بڑی بہن کو پھینڈ دے مارا اور وہ مضطرب کی وجہ سے اس اچانک بڑنے والی اقداس سے سنبھل نہ سکیں اور زمین پر جا گری اور مٹی سرخ ہونے لگی۔ رضا بتا پڑا کیے کف اڑاتا اپنے گھر کو چل دیا۔

چند روز بعد چھوٹی بہن نے ٹروی مکان کا سودا کر کے قرضہ ادا کیا اور بہن کو اپنے پاس لے گئی۔ لیکن جانے سے پہلے آپا نے رضایہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر اس کو اور اس کے بچوں کو ڈھیر ساری دعائیں دی اور اسے یہ بھی کہا کہ میں نے چونکہ ماں کی غیر موجودگی میں بالہ۔ اس لیے تمہیں بددعا نہیں دے سکتی مگر اتنا ضرور کہوں گی کہ "رضایہ اور کھنا باپ پر پوت ہوتا ہے۔ تیرے دو بیٹے ہیں کبھی تو تجھے احساس دلا میں گے کہ تم نے اپنی بہن کے ساتھ کیا کیا تھا۔"

پورا آج رضا کی آنکھوں کے سامنے اس کے چھوٹے بیٹے فرخ نے اپنی بڑی بہن وجیہہ کو پھینڈ دے مارا وجیہہ حیران نظروں سے ہاپ کو دیکھنے لگی اور فرخ غصے میں کہڑوں سے کھرا بیگ اٹھا کر گھر سے باہر نکل گیا۔ باقی بس رضا کے کانوں میں کھربورہ گئی۔ باپ پر پوت ہوتا ہے۔ باپ پر پوت۔



صاحب جو کہ مذہب کے ہر حکم کو جس حد تک ممکن ہوتا اپنی زندگی میں لاگو کرنے کی کوشش کرتے اور سچی بات ان کی وصیت نامے میں بھی نظر آ رہی تھی انہوں نے جائز قانونی حصہ بمطابق اسلام اپنے چاروں بچوں دو بیٹوں اور دو بیٹیوں میں بانٹ دیا۔ مگر سب سے چھوٹے رضا کو اس پر اعتراض تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بہنوں خاص کر آپا صاحبہ کو حصہ نہ ملے کیونکہ انہوں نے شادی نہیں کی تھی اور اب ساتھ سے لوہر کی تھیں رضا کے مطابق وہ چونکہ غیر شادی شدہ تھیں ان کی کوئی خاص ضرورت یا ت نہ تھیں اس لیے یہ تقسیمہ رضا کے لیے ناقابل قبول تھی اس کے مطابق یہ حصہ اسے ملنا چاہیے تھا کیونکہ وہ بال بچے دار تھا اور یہ اختلاف کرتے وقت وہ یہ بھول گیا تھا کہ ان کی اماں نے اپنی بیابانی کے باعث ان سب کو آپا کے حوالے کر کے جنت سدھا رکھیں تھیں اور یہ آپا ہی تھیں جنہوں نے گھر سنبھالا اور چھوٹی بہن اور بھائیوں کو پڑھایا لکھایا اور شادیاں بھی کیں۔ اسی سب کو نمٹاتے نمٹاتے ان کی اپنی عمر نکل گئی اور انہوں نے شادی نہ کی لیکن اب یوں لگ رہا تھا کہ انہوں نے جو قربانیاں دیں تھیں وہ رائیگاں نہیں۔

کچھ عرصہ کھینچا تالی چلتی رہی مگر اونٹ کسی کروش بیٹھتا نہ دیکھ کر رضایہ نے اپنا پلان زبردستی سے چا پلوٹی میں بدل لینا۔ چونکہ آپا نے سب کو ماں کی طرح پالا تھا اس لیے ان کا دل بیچ گیا اور انہوں نے بھی کھلی باتوں کو بھلا دیا۔ وقت اپنی رفتار سے چلتا رہا اور آپا مزید بوڑھی ہو گئیں۔ رفتہ رفتہ ان کی آنکھوں کی پینائی بھی جانی رہی۔ ایک دن رضایہ نے اپنی مجبور یوں کا رونا..... رونا شروع کر دیا جن میں سے سب سے اہم بچوں کی حلیم کے بڑھتے اخراجات تھے۔ آپا کو چونکہ اپنے بچے بچوں سے بہت محبت تھی اور وہ ان کو ہر میدان میں کامیاب اور آگے بڑھتا دیکھنا چاہتی تھیں اس لیے انہوں نے اپنے مکان پر جو کہ وراثت میں ان کو ملا تھا اس پر قرضہ لینے کی اجازت دے دی اس شرط پر کہ اقساط رضا ادا کرے گا مگر وہ رضایہ کی جو بہن کا بھلا چاہیے۔

حصہ اول مسائل

حافظ شبیر احمد

محمد جمال آفریدی..... کوہاٹ

جواب:- مدینہ شریف سے سیرمہ ”اشم“ منگائے وہ منگوا کر رات ۳ سے پہلے 3 بار دعا میں آنکھ میں اور 2 بار بائیں آنکھ میں لگائیں روزانہ۔

خدیجہ مبین..... راولپنڈی

جواب:- بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول تا آخر 11، 11 مرتبہ درود شریف جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

مغرب کی نماز کے بعد سورۃ فلق اور سورۃ الناس 21، 21 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کریں۔

سونے سے پہلے چھار قنل، سورۃ الفاتحہ اور آیتہ الکرسی پڑھا کریں۔

این ایبل..... ثوبہ ٹیک سنگھ

جواب:- سورۃ یاسین ایک مرتبہ (رکاوٹیں ختم ہوں)

از سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول تا آخر 11، 11 مرتبہ درود شریف جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

۲: سورۃ عبس روزانہ ایک مرتبہ سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں پڑھنے کے بعد پانی پر دم کریں۔ ہاتھ منہ دھوئیں پانی کیاری میں جائے۔

ام رباب..... تلہ گنگ

جواب:- صبح و شام سورۃ فاتحہ، آیتہ الکرسی، چار قنل 3 مرتبہ پڑھ کر دم کیا کریں۔

عضیہ..... کراچی

جواب:- رب لا تلونی فردا وانت خیر الوالین، کثرت سے پڑھیں۔

سورۃ الشقاق کی پہلی 5 آیات سات بار پڑھ کر

ڈیلوری کے نام پانی پیئیں۔

ایبہ جہاں..... کورنگی، کراچی

جواب:- (1) سورۃ قریش 111 مرتبہ اول تا آخر 11، 11 مرتبہ درود شریف۔ (جہاں درخواست جمع کرائی ہے وہاں کا تصور رکھیں پڑھتے وقت)

(2) سورۃ العصر روزانہ 21 مرتبہ پانی پر دم کر کے پلایا کریں۔

این..... ثیرہ اسماعیل خٹن

جواب:- (1) بعد نماز عشاء سورۃ عبس 3 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر اور پانی پر دم کریں پانی خود بھی پیش گھر کے تمام افراد کو پلائیں اور گھر میں بھی پھریں۔ (حمام کے علاوہ) صدقہ بھی دیں۔

مسئلہ نمبر ۲:- بھائی خود کرے سورۃ القریش پڑھا کرے۔

وابہ احسن..... ثیرہ غازی خٹن

جواب:- حسد اور نظر کی زد میں آگئی ہیں۔ بعد نماز فجر سورۃ یسین (روزانہ) بعد نماز عشاء سورۃ فلق سورۃ الناس 21، 21 مرتبہ (21 دن تک) دم بھی کریں اپنے اوپر صدقہ دیں (بکرا)

تسلیم اختر..... جہلم

جواب:- بہتر ہے یہ گھر چھوڑ دیں۔ رشتہ کیلئے سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول تا آخر 11، 11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔ تعلیم جاری رکھیں۔

بیماری کے لیے ڈاکٹر سے رجوع کریں۔

ثوبہ غفور..... گجرات

جواب:- بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول تا آخر 11، 11 مرتبہ درود شریف۔

بعد نماز عشاء سورۃ الفلق، سورۃ الناس 21، 21 مرتبہ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

صفیہ..... نواب شاہ

جواب:- بظاہر ایسی کوئی چیز سامنے نہیں آ رہی۔

آپ دونوں اپنے معمول میں رہیں۔ صدق خیرات کرتی رہیں۔

عنبرین گل..... مظلوم گتہ

جواب:- بہن فجر کی نماز کے بعد سورۃ بسین ۱ مرتبہ اور عشاء کی نماز کے بعد سورۃ عبس ۱ مرتبہ پڑھا کرے۔ اپنے مسئلے کے لیے دعا بھی کیا کرے۔

آپ دونوں رشتے والی دعا جاری رکھیں۔ ساتھ ہی عشاء کی نماز کے بعد سورۃ الفلق، سورۃ الناس ایک ایک تسبیح روزانہ کیا کریں نیت رکھیں جو رکاوٹ بندش ہے وہ ختم ہو۔



<http://facebook.com/elajbilquran>
www.elajbilquran.com

نوٹ
جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں لوگوں کی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔
موبائل فون پر کال کرنے کی ذمہ داری نہ کریں۔ نمبر بند کر دیا گیا ہے۔
اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔
ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد سے لیے ہے۔
rohanimasail@gmail.com

لوہس..... ہری پور

جواب:- سورۃ قوریش ہر نماز کے بعد 21 مرتبہ پڑھا کریں۔ اپنے دونوں مسئلوں کے لیے دعا کریں۔

نویدہ..... کوٹلی، جمال پور

جواب:- (۱) آپ زیادہ سوچا مت کریں۔ مسائل گھر میں کم آپ کے ذہن میں زیادہ ہیں۔

صدقہ اپنی حیثیت کے مطابق جتنی مرتبہ دینا چاہیں دے سکتی ہیں۔ (چاہے وہ پیسوں کی شکل میں ہو یا گوشت وغیرہ کی)

(۲) بھائی سورۃ قوریش کا ورد رکھیں جب تک کام نہیں ہو جاتا۔

(۳) ہمیشہ وظیفہ جاری رکھیں۔ عشاء کی نماز کے بعد سورۃ الفلق، سورۃ الناس 1، 1 تسبیح روزانہ اول و آخر 11، 11 مرتبہ ورد شریف۔

رضیہ بی بی..... بلداسی باغ، لاہور

جواب:- ہفتہ میں ایک مرتبہ سورۃ البقرۃ پڑھ کر پانی پر دم کر لیں گھر کے تمام افراد کو پلائیں اور گاڑی پر بھی چھڑکیں۔

بیٹے کے لیے:- فجر کی نماز کے بعد سورۃ شمس 21 مرتبہ پانی پر دم کر کے پلائیں۔ سورۃ عصر 21 مرتبہ سر ہانے کھڑے ہو کر پڑھیں۔ دم لگی کریں۔ نیت ہو کام پر وہ میان دے لگ کر کام کرے۔

شمالیہ..... ضلع جہلم

جواب:- مسئلہ کسی حد تک حل ہوا ہے مگر نہیں۔ آپ ان سے مستقل کوئی وظیفہ معلوم کر لیں اور اسے

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے جون ۲۰۱۵ء

بھڑکا ٹھوس پتا

والدہ کا نام

نام

تمہارے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں

آنچل منی ۲۰۱۵ء 271

Scanned By Amir

میں

صیغہ روزنامہ

طیبہ سعیدیہ... سیالکوٹ

میں اور میرا رب روز بھول جاتے ہیں اقبال
میں اس کی عطاؤں کو وہ میری خطاؤں کو
نادیہ عباس ویاتریشی... موہی خیل

ماں تیرے بعد کون لبوں سے اپنے
وقت رخصت میرے ماتھے دعا لکھے گا
عائزہ شمشاد حسین... کورنگی آراچی

عنوان زندگی پر بس اتنا ہی لکھ پائی ہوں
بہت کمزور رہتے تھے بہت مضبوط لوگوں سے
پروین افضل شاہین... بہاولنگر

تصویر شاہکار تھی لاکھوں میں بک گئی
جس میں بغیر روٹی کے بچے اداس تھا
فصیحہ آصف خان... ملتان

کوئی جو دور بیضا ہے
جب ہی تو شام اواس ہے
حمیرا نوشین... منڈی بہاؤالدین

میرے مولانا مجھ کو چاہتوں کی سلطنت دے دی
مگر پہلی محبت کا خسارہ ساتھ رہتا ہے
فازوہ بھٹی... تھوکی

دیکھ کر کہیں اور تیرے پیار کی برسات
شگ سالی اتر آئی ہے دل کی زمین پر
فیزار احمد... تھوکی

ناصحی! مت کر نصیحت کیوں مجھے سمجھائے ہے
ٹیک ویدسو مجھے نہیں جب دل نہیں لگ جائے ہیں
شرابلوچ... جھنگ صدر

محبت زندگی بدل دیتی ہے صاحب
مل جائے تب بھی نہ ملے تب بھی
سندس رفتی سندس... عبدالکیم

ادا قاتل عیاں قاتل زباں قاتل نگاہ قاتل
تمہارا سلسلہ شاید کسی قاتل سے ملتا ہے
فرزانہ ندیم شکوری... اسلام پورہ کمالیہ

اس نے میرے زخموں کا یوں کیا علاج
مرہم بھی گر لگایا تو کانٹوں کی ٹوک سے
بری طور... جہلم

چہرے کی ہنسی سے ہر علم مٹا دو
بہت کم بولو پر سب کچھ بتا دو
خود نہ روٹھو اور سب کو مٹا لو
یہ راز ہے زندگی کا جیو اور جینا سکھا دو

عائشہ پرویز صدیقی... کراچی
میں نے مانا کہ یہ تقدیر کا لکھا ہے اکل
میرا ایمان دعاؤں میں اثر ہوتا ہے
اس کو مانگوں گی خدا سے میں جنوں کی حد تک
عشق جب حد سے گزرتا ہے تو امر ہوتا ہے

ایس انمول... بہاولپور شریف
میں نے مانا کہ تو یوسف ساحسین ہے لیکن
یہ میرا دل ہے کوئی مصر کا بازار نہیں
نورین مسکان مرد... ڈسکہ

شہر امیر کی گندم ہوئی رہی خراب
بٹی کسی غریب کی فاقوں سے مر گئی
تارا فریال... کہروڑ پکا

میں اگر چاہوں تو بھی شاید
نہ لکھ سکوں۔ ان لفظوں کو
جنہیں پڑھ کر تم سمجھ سکو
کہ کتنی محبت ہے تم سے

رشک وفا... برنالہ
وہ مجھ سے کچھ کر بدلا تو ضرور ہے مگر پھر بھی وقت
دل کو یقین ہے کہ وہ اک بار تو روپا ہوگا مجھے یاد کر سکے

نویہ گل ناوی... بخمدوم پور
یاد کا زبر دل میں ہی پھیل گیا
دیر کر دی ہم نے اسے بھول جانے میں

عائشہ علی..... فیصل آباد

میری ذات صفر کی مانند ہے
تھا جسے کوئی پسند نہیں کرتا
مگر کسی کے ساتھ لگ جائے
تو اس کی اوقات بدل دیتا ہے

دیبا آفریں..... شاہ پورہ

بوند مری تو آنکھ میں آنسو بھی آگئے
بارش کا اس کی یاد سے رشتہ ضرور تھا
عائشہ نورعائشہ..... گجرات

بات ہے راستہ پر جانے کی
اور جانے کا راستہ ہی نہیں
صائمہ سکندر سحرود..... حیدرآباد سندھ

قیامت تک رہے مجھ سے میں سر میرا اے خدا
کہ تیری نعمتوں کے شکر کے لیے یہ زندگی کافی نہیں
فاطمہ سعیدہ..... گاؤں کھدے

تراش کر تو پتھر کی بجی قیمت ہو ہی جاتی ہے
اگر بھٹوان بن جائے عقیدت ہو ہی جاتی ہے
کسی انجان لمحے میں کسی انجان چہرے سے
محبت کی نہیں جانی محبت ہو ہی جاتی ہے
رخ کوٹ شہزادی..... سرگودھا

میں او اس رستہ ہوں شام کا مجھے آہٹوں کی تلاش ہے
یہ ستارے سب ہیں بجھے بجھے جگنوؤں کی تلاش ہے
وہ جو ایک دریا تھا آگ کا بس راستوں سے گزر گیا
ہمیں کب سے ریت کا شہر میں تھی بارشوں کی تلاش ہے

سانرہ حبیب اوڈ..... حیدرآباد

مت کیا کر اتنے گناہ تو بہ کی آس پر
بے اعتبار سی موت ہے نہ جانے کب آجائے
ارہ کمال..... فیصل آباد

ہونٹ مسرور دعا ہیں کہ اے میرے رب عظیم
آرزوؤں کو مہلتی ہوئی تعبیر ملے
عروسہ شواری فریح..... کالا گوجراں جہلم
جو بندھن مضبوط ہے آج سارے ٹوٹ جائیں گے

ان آنکھوں کی سمندر کے کنارے ٹوٹ جائیں گے
بہت رویا کرے گا جگر کی ویران راتوں میں
ہماری آرتوں کے جب سہارے ٹوٹ جائیں گے
اروئی مختار..... میاں چنوں

وعدے وفا کے اور چاہت جسم کی
اگر یہ عشق ہے تو ہوں کس کو کہتے ہیں
عائشہ صدیقہ..... چکوال

مزا برسات کا چاہو تو ان آنکھوں میں آنسو
وہ برسوں میں کہیں برسیں یہ برسوں سے برسی ہیں
سیدہ جیاعاس..... تلہ گنگ

احساس محبت سے کسی گوشے دل میں
جب چوٹ ابھر آئے تو لگتا ہے کہ تم ہو
سر رکھ کے جو پتھر پر کبھی راہِ الم میں
کچھ نیند ہی آجائے تو لگتا ہے کہ تم ہو
حمیرا قریشی..... حیدرآباد سندھ

تیرے بخت کا ستارا میرے بخت سے روٹھا رہا
زیست یوں ہی گزر گئی میں تیرے غم میں ڈوبا رہا
ہر سنہری شب جتنی عالمِ اذیت میں
بعد تیرے اے ہمسفر میں خود سے بھی روٹھا رہا
کوثر ناز..... حیدرآباد سندھ

ایک ستم زمانے نے کیا چھین لی مجھ سے میری محبت
ایک ستم میں نے کیا کہ پھر سے محبت کر لی
ایس اجہ..... بہاولپور

آغا محبت ہے یہ ابھی پیدا کر رہی ہے
تم سے تو صنم محبت کی انتہا کر رہی ہے
وہ نہ جائے کوئی تقاضا باقی رضا
ادب سے ہر قدم کی ابتدا کر رہی ہے

شلفۃ العاطف..... جوہر آباد

یوں در پردہ رقیبوں سے گلے شکوے نہیں اچھے
سمجھیں جو بھی شکایت تھی ہمارے روبرو کرتے
ظیب طاہرہ..... تونسہ شریف

غیروں کی سختیوں کا ہم نے ذکر ہی کب کیا ہے

اپنوں کی شفقتوں کے ستارے ہوئے ہیں ہم
ٹوبیہ..... راو پلنڈی

جیسے صحرا میں کوئی ماتلما ہے بارش کی دعا
ٹھیک ویسے ہی ربت سے تمہیں مانگ رہے ہیں
سعیدہ نذا..... ستیانہ

تجھ سے پھڑے تو عجب ڈھنگ پہ چل نکل زندگی
تجھ سے ملنے کے بھی اطوار تھے نرالے
غزیر مجید..... کوٹ قیصرانی

جس رستے پر بھی دیکھی تاریکی انمول
اس رستے پر چل دیئے ہاتھ میں شمع لے کر
راؤ کرن بدر..... ہالانواں

سر شام تیرے تمام لفظ تیرے ہر لفظ کو سوچنا
یہی الفتوں کا اصول ہے یہی محبتوں کا جنون ہے
جانبہ عباسی..... دیول شری

وہ اکثر مجھ سے کہتا تھا کہ
تم نے بھی غور ستا پئی
ان آنکھوں کو دیکھا ہے

سونے والوں کی طرح جاگنے والوں جیسی
ظاہرہ غزل..... جتوئی

سبھی تعریف کرتے ہیں میری تحریر کی لیکن
کبھی کوئی نہیں سنتا میرے الفاظ کی سسکی
عزیزہ یونس..... حافظ آباد

تو یاد کر یا بھول جا
تو یاد ہے یہ یاد رکھ
انصی اشمیل وفا..... جویلیاں

مجھے خبر نہ ہوئی کیا تلاش تھی اس کی
جو میری ذات کے صفحے پلٹ گیا یونہی
دعا ہاشمی..... فیصل آباد

دیکھتے پہنچے کہاں تک سوزش دل کا اثر
صر صر وحشت کا یہ شعلہ ہے بھڑکایا ہوا
سید الرحمن..... ماجھیوالی گاؤں

نظرت کا تقاضا ہے نہیں عشق تراشا

آدم کو رلا دیتی ہے حوا کی ہدائی
فیاض اسحاق مہیا شہ..... سلا نوال

فاصلے ایسے ہو جائیں گے کبھی سوچا نہ تھا
سامنے بیٹھے تھا میرے اور وہ میرا نہ تھا
آج اس نے اپنے دکھ بھی علیحدہ کر لیے
آج میں جو رویا تو میرے ساتھ وہ رویا بھی نہ تھا

ارم ڈار کچ..... شاہد یوال مہجرات
کس قدر بے ساختہ پن جاتی ہے زندگی
شاخ سے اڑتا پرندہ دیکھنا تو سوچنا

ام عمارہ..... چیچوٹنی
پیار کے دھبہ جٹانے والے کچھ کچھ پاگل ہوتے ہیں
اپنی جان سے جانے والے کچھ کچھ پاگل ہوتے ہیں
جان سے پیارے لوگوں سے کچھ کچھ پردہ لازم ہے
ساری بات بتانے والے کچھ کچھ پاگل ہوتے ہیں

راؤ رقت علی..... لودھراں
میرے عشق کا نشہ اس قدر طاری ہوا ان پر
جب میں پھڑوں تو ان پر سوگ مرض فرض ہو جائے

عائشہ سلیم..... کراچی
کبھی کبھار اسے دیکھ لیں کہیں مل لیں
یہ کب کہا ہے کہ وہ خوش بدن ہمارا ہو
میں اپنے حصے کے شکھ جس کے نام کرڈالوں
کوئی تو ہو جو مجھے اس طرح سے پیارا ہو

جویریہ ضیاء..... کراچی
ہمیں جان دینی ہے اک دن وہ کس طرح وہ کہیں سہی
ہمیں آپ کھینچے ڈر پر جو نہیں کوئی تو ہم سہی
اسے دیکھنے کی جو لوگی تو نصیر دیکھ ہی لیں گے
وہ ہزار آنکھ سے دور ہوں وہ ہزار پردہ نشین سہی

بھارتی

بھارتی

بھارتی

بھارتی

brazdil@aanchal.com.pk

دش متلا

طبعث آغاز

پالک گوشت

اجزاء:-

بکرے کا گوشت

پالک

ہری مرچ

ٹماٹر

بیتھی

تیل

پیاز

اورک لہسن کا پیسٹ

لال مرچ پسلی ہوئی

ہلدی

تمک

دھنیا پسا ہوا

دہی

قصوری میتھی

ترکیب:-

آدھا کلو

آدھا کلو

چھ عدد

ایک عدد

دو چھوٹی میتھی

آدھا کپ

آدھا کپ (تلی ہوئی)

ایک کھانے کا چمچ

ایک کھانے کا چمچ

ایک چوتھائی چائے کا چمچ

ایک چائے کا چمچ

ذیرہ چائے کا چمچ

ایک کپ

آدھا کپ

دو چائے کے چمچ

پالک و صاف کر کے ایڈل لیں۔ اب پالک کو ہری

مرچ، ٹماٹر اور میتھی کے ساتھ پلینڈ کر کے رکھ لیں۔ پھر تیل

گرم کر کے اس میں تلی پیاز، اورک لہسن کا پیسٹ، پسلی لال

مرچ، ہلدی، پسا دھنیا، تمک اور بکرے کا گوشت ڈال کر

دس منٹ کے لیے فرائی کریں۔ اب اس میں دہی شامل

کر کے اچھی طرح فرائی کر لیں۔ اس کے بعد ذیرہ کپ

پانی ڈال کر ڈھکیں اور پکالیں، یہاں تک کہ گوشت تقریباً

کھل جائے۔ اب پلینڈ کیا ہوا پالک کا کچھ شامل کر کے

ڈھکیں اور پکالیں یہاں تک کہ تیل اوپر آجائے۔ آخر میں

دودھ اور قصوری میتھی ڈال کر فرائی کریں اور نکال لیں۔

سہ یہ بتوں..... جہلم

اسپیشل فورمہ

121

بکرے کا گوشت

دہی

کھو پرا پسا ہوا

دھنیا پسا ہوا

لال مرچ پسلی ہوئی

گرم مصالحہ

ہلدی

خشخاش

بادام

اورک لہسن کا پیسٹ

تیل

دار چینی

ہری لانا چکی

پیاز تلی ہوئی

ہرا دھنیا

پودینے کے پتے

ہری مرچ

زعفران

ترکیب:-

آدھا کلو

ایک کپ

ایک کھانے کا چمچ

ذیرہ چائے کا چمچ

دو چائے کے چمچ

ایک چائے کا چمچ

ایک چوتھائی چائے کا چمچ

ایک چائے کا چمچ

دس عدد

ایک کھانے کا چمچ

آدھا کپ

ایک کپ

چار عدد

چار کھانے کے چمچ

دو کھانے کے چمچ

دس سے بارہ عدد

چار عدد (ثابت)

ایک چوتھائی چائے کا چمچ

دہی و مکس کر کے اس میں کھو پرا، پسا دھنیا، پسلی لال

مرچ، گرم مصالحہ، ہلدی، بادام، خشخاش اور اورک لہسن کا

پیسٹ ڈال کر مکس کر لیں۔ تیل گرم کر کے اس میں دار چینی

اور ہری لانا چکی ڈالیں۔ ساتھ ہی بکرے کا گوشت شامل

کر کے اچھی طرح فرائی کریں۔ پھر اس میں دہی و تمام

مصالحوں کے ساتھ ڈالیں اور اچھی طرح فرائی کر لیں۔

اس کے بعد دو کپ پانی شامل کر کے ڈھکیں اور گوشت

کھلنے تک پکالیں۔ پھر اس میں پیاز، ہرا دھنیا، پودینے کے

پتے، ہری مرچ اور زعفران ڈالیں۔ جب تیل اوپر آجائے

تو اسے نکال کر سرد کریں۔

الطاف عمران..... کراچی

دھلی خاص نہاری

اجزاء:-

گائے کا گوشت

تمک

لال مرچ پاؤڈر

سات سو پیاس گرام

حسب ذوق

ایک کھانے کا چمچ

الطاف عمران..... کراچی

اور نہاری خودم پر رکھ دیں۔ آخر میں دھنیا چترک کر
مجازنگ کر لیں اور ساتھ ہی پھیٹ میں اور کبہ ہری
مرہیں اور لیموں سجا کر پیش کریں۔ دہلی تھمس نہاری
تھستے کے لئے تیار ہے۔

بلقیس فاطمہ..... حیدرآباد

زعفرانی جویانی

اجزاء:-

ایک کلو	گوشت
ایک کلو	چاؤں (بھیکے ہوئے)
حسب ضرورت	کھی
تھوڑی سی مقدار	زعفران
آٹھ عدد	لوتک
حسب ضرورت	ثابت گرم مصالحہ
ایک پاؤ	دسی
چار عدد	بڑی الائچی
بارہ کئی ہوئی	بیاز ایک پاؤ
دو کھانے کے چمچ	اورک لہسن چیت
حسب ذائقہ	نمک
ایک کھانے کا چمچ	سفید زیرہ
آٹھ سے دس عدد	ثابت کالی مرچ
دو درمیانے کلوے	دارچینی
حسب ضرورت	پانی

ترکیب:-

بیاز مٹی میں ہلکا براؤن کر لیں پھر اس میں گوشت اور
اورک لہسن چیت ڈال کر اچھی طرح ہموں لیں۔ تھوڑا سا
پانی، نمک اور ثابت گرم مصالحہ ڈال کر ہلکی آگ پر ہلکے کیلئے
رکھ دیں۔ جب گوشت گل جائے تو دسی ڈال کر ہموں
لیں۔ بھیکے ہوئے چاؤوں میں ایک چمچ ثابت گرم مصالحہ
ڈال کر ایک کئی رکھ کر آبان لیں۔ اب دہنگی میں پہلے
تھوڑے چاؤں ڈالیں پھر گوشت کا مصالحہ ڈالیں اور پانی
چاؤں ڈال کر زعفران کو تھوڑے سے دسی میں کس کر کے
ڈال دیں۔ تھوڑا سا مٹی زیادہ گرم کر کے چاؤوں پر ڈال کر
ذم لگادیں۔

ماریہ اقرانہ طوبی وسم..... اللہ والاناؤن کراچی

فروت سلاد

سی مرچ پاؤڈر
تیل
لال آٹا
اورک ایک چائے کا چمچ
لہسن ایک ٹمبی
گارش کے لیے
اورک ڈیڑھ اچھ کا کھڑا
دھنیا کٹا ہوا
ہری مرچ کٹی ہوئی
لیموں
نہاری مصالحہ کے لیے:

ہوتھ
ٹھل کا کپڑا
سونف
شاہ زیرہ
کالی الائچی
لوتک
بیاز
اورک لہسن چیت
ہلدی
کالی مرچ
ترکیب:-

سب سے پہلے بیف گوشت لے لیں اور اس میں
اورک لہسن چیت اور ہلدی ڈال کر اسے ہلایں تاکہ
گوشت کی بنا نہ ختم ہو جائے اور گوشت گل جائے اور اس
کا پانی بھی تیار ہو جائے۔ اب تین میں مٹی گرم کریں اور
بیاز اورک اور لہسن کے پانی سے فرانی کریں۔ پھر اس
میں لال مرچ پاؤڈر، کشمیری مرچ پاؤڈر، نمک اور بیف
گوشت کا پانی شامل کریں اور ہموں لیتے جائیں۔ تھوڑی دیر
بعد بیف گوشت بھی شامل کر دیں۔ پھر ٹھل کے کپڑے
میں سونف، شاہ زیرہ، کالی مرچ، کالی الائچی، ہوتھ، لوتک
اور ہری الائچی ڈال کر اسے ہندہ کر شامل کر دیں۔ اب
لال آٹا چار کھانے کے چمچ کے برابر لے کر پانی میں ہموں
لیں اور نہاری میں شامل کر دیں۔ اب آگ ہلکی کر دیں اور
اسے مزید پکا لیں۔ پھر ٹھل کے کپڑے کی ٹھلی لگان لیں

میں پیاز براؤن کر کے نمک پسلی ہوئی کانی مرچیں سفید زیرہ اور پیسٹی ڈال کر مسالا بھونیں چند منٹ بعد لہسن، پیسا ہوا خشک دھنیا، ایسے ہوئے پیسٹنگن کا ٹودا اور پسلی ہوئی سرخ مرچیں ڈال کر ہلکی آگ پر بھوتیں چند رو منٹ کے بعد جب مسالا کھی چھوڑ دے تو چمچے سے پیسے اتار لیں اور کھانے کے لیے پیش کریں۔

نزہت جبین ضیاء..... کراچی

ویجی ٹیبل فرائٹرز

اجزاء:-	
ایک کپ	بیس
آدھا کپ	میدہ
چوتھائی چائے کا چمچ	لال مرچ پاؤڈر
آدھا چائے کا چمچ	ہیکٹ سوڈا
دو کپ	ششدا پانی
تہائی چائے کا چمچ	ٹائزک ایسڈ
دو کھانسنے کے چمچ	لیموں کا جوس
حسب ذائقہ	نمک
فرانی کرنے کیلئے	تیل
ایک چائے کا چمچ	زیرہ پاؤڈر
ایک کپ	آلو (سلاخ میں کٹے ہوئے)

ایک چائے کا چمچ	دھنیا پاؤڈر
ایک کپ	پھولن گو بھی کے کھلے
ایک چائے کا چمچ	ہلدی پاؤڈر
ایک کپ (چپ کر لیں)	شملہ مرچ چمچ نکال لیں

ترکیب:-
میدہ، ہیکٹ سوڈا، ٹائزک ایسڈ، نمک، لال مرچ، زیرہ پاؤڈر، دھنیا پاؤڈر، ہلدی پاؤڈر کس کر لیں تھوڑا تھوڑا پانی ملا کر پینٹ لیں۔ اس میں لیموں کا رس ملا کر بیڑ تیار کر لیں اور ایک طرف رکھ دیں۔ ایک کڑی میں تیل گرم کر میں بیڑوں کو بیڑ میں ڈپ کر کے تیل میں فرانی کر لیں گولڈن ہو جائے تو ٹشو پیپر پر نکال کر اضافی تیل ستھار لیں۔ تمام کچھڑے اسی طرح تیار کر لیں اور چھنی کے ساتھ سرد کریں۔

شمن رحمن..... لیصل آباد

اجزاء:-	
250 گرام	سلاخ کے پتے
100 گرام	تاشپاتی
ایک عدد	کینو
ایک عدد	سنگترے
دو عدد	لیموں
نصف چائے کا چمچ	پیسا ہوا سیاہ نمک
100 گرام	ٹماز
50 گرام	سرخ کاجریں
50 گرام	پیاز

ترکیب:-
کینو اور سنگترے پھیل کر اس کی پھاٹکیں نکالیں۔ پیاز پھیل کر پتے دار کات لیں۔ ٹماز دھو کر صاف کریں اور گول گول ٹکڑوں میں کاٹیں، کاجریں پھیل کر گول گول ٹکڑوں میں کات لیں لیموں کو چار چار ٹکڑوں میں کات لیں اس کے بعد ایک ڈش میں سلاخ کے پتے بچھائیں اور تمام اجزاء ترتیب کے ساتھ سما کر پیسا ہوا سیاہ نمک چھڑ دیں اور دسترخوان کی زینت بنائیں۔

فنا سعیدی عا کش ناز..... کراچی

پیسٹنگن کا ذائقہ

اجزاء:-	
250 گرام	پیسٹنگن
حسب ذائقہ	نمک
آدھا چمچ	سفید زیرہ
5 گرام	لہسن
2 گرام	پیتھی
ایک چمچ	پسلی ہوئی کانی مرچیں
2 گرام	پیسا ہوا دھنیا
100 گرام	پیاز
حسب ضرورت	تیل
حسب ضرورت	سرخ مرچیں

ترکیب:-
پیاز پھیل کر ہر ایک کات لیں پیسٹنگن کو پانی میں لپان کر باہر نکالیں اور ششدا ہونے پر چھلکا اتاریں اور ٹودا نکال کر الگ رکھ دیں پھر برتن میں کھی ڈال کر چمچے سے مرچیں اس

وائٹ سویس کٹلس

اجزاء:- (برائے ٹلس)

آلو (ابال کر پیش کر لیں)

تک

مڑ (ملکا سا ابال لیں)

گاجر (کس کرنے کے بعد ابال

لیں)

ہر ادھنیا

انڈے (سخت ابال کر پیش کر لیں)

ہز مریج

پنڈ کر مو

مریج مریج پاؤڈر

انڈے (پھینٹے ہوئے)

اجزاء (برائے وائٹ سویس)

میدہ

دو کھانے کے چمچ

تک کالی مریج پاؤڈر

تیل

دو کھانے کے چمچ

تک کالی مریج پاؤڈر

تک کالی مریج پاؤڈر

تک کالی مریج پاؤڈر

تک کالی مریج پاؤڈر

تک کالی مریج پاؤڈر

تک کالی مریج پاؤڈر

تک کالی مریج پاؤڈر

تک کالی مریج پاؤڈر

تک کالی مریج پاؤڈر

تک کالی مریج پاؤڈر

تک کالی مریج پاؤڈر

تک کالی مریج پاؤڈر

تک کالی مریج پاؤڈر

تک کالی مریج پاؤڈر

تک کالی مریج پاؤڈر

تک کالی مریج پاؤڈر

تک کالی مریج پاؤڈر

تک کالی مریج پاؤڈر

تک کالی مریج پاؤڈر

تک کالی مریج پاؤڈر

تک کالی مریج پاؤڈر

تک کالی مریج پاؤڈر

تک کالی مریج پاؤڈر

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آدھا کلو

آلو (اپلے ہوئے)

ذیل روٹی کے ملائیں (اطراف

سے کنارے کاٹ لیں)

انڈا

چائیز تک

سویا سوس

کالی مریج

تک

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

بریڈ کر مہلو

ترکیب:-
آلوؤں کو ابال کر اچھی طرح پیش کر لیں۔ اب اس
میں بریڈ کے ملائیں بھی چمرا کر کے ڈالیں اور پھر تک
چائیز تک، سویا سوس، کالی مریج، انڈا ڈال کر اچھی طرح
کس کر لیں تاکہ آمیزہ یکجان ہو جائے پھر اس کو انڈا اور
بریڈ کر مہلو لگا کر فرانی کر لیں۔ انڈا اور کر مہلو لگانے سے
پہلے آمیزے کو روٹی کی ٹھوس دے دیں پانچ منٹ میں تیار
اور کھانے میں بے حد مزے دار ہیں۔

ذیاب اسرار..... ایضاً یاد

آلو کے گلے

اجزاء:

دودھ

تھی

آلو

شکر

ترکیب:

آلو ابال کر پیش لیں۔ پھر شکر دودھ آلو میدے
میں ملا کر گوندھ لیں اور تھوڑا سا تھی ملا کر گلے بنا کر تھی
میں تل لیں۔

(طلعت نظامی..... کر لیں)



چائیز دول

اجزاء:-

پیشگی خبر

ڈوبسن احسب

احتیاطی تدابیر یا احتفان صحت کے اصولوں کو مد نظر نہیں رکھا جاتا اور جب کوئی مسئلہ پیش آجائے تو اس پر ہزاروں روپے خرچ کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں حالانکہ سوچنا چاہیے کہ بزرگوں نے کہا تھا کہ احتیاط علاج سے بہتر سے اور یہ بہتری ہمارے اپنے ہاتھوں میں ہے اگر سن بلاک کا استعمال بچپن سے شروع کیا جائے تو اس سے جلد کو خاصا محفوظ رکھا جاتا ہے لیکن افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ ہمارے یہاں اس کا رواج ہی نہیں۔ شاذ و نادر ہی استعمال کیا جاتا ہے جبکہ یہ ایک طرح سے جلد کی ضرورت ہے۔

خواتین گرمی میں باورچی خانے میں چولہے کے پاس کام کرتی ہیں انہیں سن بلاک کا استعمال کرنا چاہیے کیونکہ چولہے کی گرمی اور آتش خواتین کی جلد کو متاثر کرتی ہے۔

جلد کے مسائل

جلدی لحاظ سے ہمارا شمار کالوں میں ہوتا ہے اور یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ عموماً گوری رنگت اور جلد والے زیادہ مسائل کا شکار ہوتے ہیں کیونکہ اس پر جھریاں بھی جلدی پڑتی ہیں اور دھوپ بھی جلدی اثر انداز ہوتی ہے۔ پھر غیر ممانک میں جہاں سفید رنگت والوں کی افراط سے جلدی مسائل زیادہ ہیں اور جلد کا کینسر تک ہو سکتا ہے مگر خدا کا شکر ہے ہمارے یہاں یہ مسائل نہیں۔ اس طرح سندھ اور پنجاب سے تعلق رکھنے والے افراد ان لوگوں کی نسبت جو سردی یا شمالی علاقوں میں رہتے ہیں کم جلدی امراض کا شکار ہوتے ہیں جبکہ بلوچستان، سرحد اور شمالی علاقہ جات سے تعلق رکھنے والے افراد مختلف نوعیت کے پیچیدہ امراض کا شکار ہوتے ہیں ان میں زیادہ تر ایگزیم کے مریض ہوتے ہیں۔

عام طور پر نوجوانوں کو کیل مہاسوں کی شکایت رہتی ہے اس کا باقاعدہ علاج کروانا چاہیے۔ گرمیوں کے موسم میں گرمی دانے نکلنے لگتے ہیں گرمی دانوں

موسم گرما میں احتیاط کبجیے

چاروں موسموں کی تبدیلی ہماری صحت اور مزاج پر اثر انداز ہوتی ہے چونکہ ہمارے ہاں سب سے زیادہ عرصے تک رہنے والا موسم گرمی کا ہے اس لیے زیادہ تر لوگ اس موسم سے پریشان رہتے ہیں اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ اس موسم میں باہر نکلنے والی خواتین کو بڑی مشکل پیش آتی ہے لیکن اگر مناسب تدابیر اختیار کی جائیں تو موسم گرما کو بھی پر لطف موسم بنا کر لطف اندوز ہوا جاسکتا ہے۔

جلد کی صفائی

موسم کے اثرات انسانی جلد پر پڑتے ہیں اور گرمیوں میں تو فکس کا خطرہ بڑھ جاتا ہے ایسے میں کوشش یہ کرنی چاہیے کہ فکس کو بڑھنے نہ دیں اور یہ جب ہی ممکن ہے جب جلد خشک رکھا جائے عموماً پسینہ چلنے پھرنے، گرد و غبار کے باعث جلد پر آتا ہے اور جلد صفائی سے محروم ہو جاتی ہے اور پھر فکس بڑھنے لگتا ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ہمارے یہاں لوگوں میں صحت عامہ کا شعور نہیں پھر اپنے اپنے مسائل ہیں لیکن جلد کی صفائی کے لیے روزانہ نہانا ضروری ہے اس کے لیے اچھے میڈیکل سائین کا استعمال کریں تو اس کا اچھا اور خوش دوار اثر پڑے گا۔

دوسرے یہ کہ گرمیوں میں ایسے وقت باہر نکلنے جب دھوپ کی تہا زت کم ہو اور اگر باہر نکلنا ضروری ہو تو لزیم ہے کہ سن بلاک کا استعمال کیا جائے۔

اس میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ سن بلاک اچھی کمپنی کا تیار کردہ ہو آئل فری بھی ملتا ہے اور اگر اسے استعمال کرنے کی عادت ڈال لی جائے تو جھریاں اور جھانپیاں بھی نہیں پڑیں مگر یہ ہے کہ ہمارے یہاں

کے لیے پرینگلی ہیٹ پاؤڈر کا باقاعدہ استعمال کیا جائے۔ کپڑے سلک کے نہ پہنے جائیں بلکہ ایسے کپڑے استعمال کیے جائیں جن میں سے ہوا کا گزر ہو سکے تاکہ پسینہ خشک ہو جائے علاوہ ازیں وٹامن سی کا استعمال زیادہ کیا جائے تو جلدی مسائل کم ہو سکتے ہیں۔

گرمیوں میں حتی الامکان پانی اور دیگر مشروبات کا زیادہ سے زیادہ استعمال بھی جلد کو نمی اور محفوظ دینے کے لیے مددگار ثابت ہوتا ہے عموماً شدید گرمی یا آد کے دنوں میں۔

جلد کے علاوہ بالوں کی بھتری کے لیے بالوں میں تیل ضروری حیثیت رکھتا ہے سب سے زیادہ دھیان اس بات کا رکھا جائے کہ خوشبودار تیل استعمال نہ کریں بلکہ خالص سرسوں، ناریل یا بادام کا تیل استعمال کریں۔ ہفتے میں دو بار بالوں کو تیل لگانا ضروری ہے لیکن بالوں کو تیل لگاتے ہوئے یہ خیال رکھا جائے کہ ان سے نرمی ملاحظہ کا برتاؤ کیا جائے زور زور سے بالش کرنا قطعاً فائدہ مند نہیں بلکہ ہاتھوں سے بالوں کی جڑوں میں تیل جذب کرنے کی کوشش کریں۔ اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ آپ بالوں میں ساری رات تیل لگا کر چھوڑ دیں بلکہ سر دھونے سے دو گھنٹے قبل بھی تیل لگانا جائے تو وہی فائدہ حاصل ہوگا۔

بالوں کو ہفتے میں دو سے زائد مرتبہ شیمپو نہ کریں اور نہ ہی انٹی ڈینڈرف شیمپو کا استعمال مستقل کریں بلکہ بہتر کنڈیشن ہونے پر اسے روک دینا چاہیے۔ بالوں کو سرد وغبار سے بچانا اور دھوپ کی شدت سے محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ بالوں کے قبل از وقت سفید ہونے میں مختلف عوامل اثر انداز رہتے ہیں۔

غذا میں احتیاط

گرمیوں میں سب سے بڑی اور بنیادی بات اچھی غذا کا استعمال ورزش اور صفائی کا خیال ذہنی

تفکرات سے آزاوی وہ عامل ہیں جن سے عمومی صحت پر بھی خوش گوار اثر پڑتا ہے اور آپ خود بھی پرسکون اور اچھا محسوس کریں گی۔ باورچی خانے کو بالکل صاف ستھرا رکھیے تمام برتنوں کی صفائی کا بھی اچھا خیال رکھیں۔ سبزیوں کو پکانے سے قبل اچھی طرح دھو لیں جلد خراب ہو جانے والی غذا اگر استعمال نہیں کرنی ہے تو اسے فریج میں محفوظ کرنے میں دیر نہ کریں۔ تمام غذاؤں کو فریج میں ڈھانپ کر رکھیں اور الگ الگ کر کے رکھیں۔ کچی غذاؤں کو فریج کے اوپری خانوں میں اور کچی ہوئی غذاؤں کو فریج کے نچلے خانوں میں رکھیں۔ کچی ہوئی غذا کو فریج سے باہر نہ رکھا رہنے دیں جب اس کی بھاپ نکل جائے اور وہ ٹھنڈا ہو جائے تو اسے فوراً فریج میں رکھ دیں۔ رات بھر فریج میں جو کچی ہوئی غذا رکھی گئی ہو اسے استعمال کرنے سے قبل دوبارہ گرم کر لیں۔ کچی ہوئی غذا اسی وقت کھالیں جب وہ گرم ہو اور تھک فریج سے باہر رکھی ہوئی غذا نہ کھائیں۔ کھانا تیار کرنے سے قبل اور کھانے سے قبل صابن سے ہاتھ ضرور دھو لیں۔

غذا کو صاف ستھری جگہ پر ڈھانپ کر رکھیں آلودہ غذا کھانے سے گریز کریں۔ گرمیوں میں کھانوں میں بند غذا ہرگز استعمال نہ کریں۔ لو سے محفوظ رکھنے کے لیے اس موسم میں ایسی غذا میں زیادہ استعمال کریں جن میں جیاتین (وٹامن سی) پایا جاتا ہے مثلاً کچی کیریاں، فالسہ، لیموں وغیرہ۔ غذا میں تربوز، خربوز، کھیرا، گکڑی کا استعمال بڑھاویں۔ تربوز خانی ہیٹ لیا کریں بہتر ہے کہ دو دو کھانوں کے وقفے کے درمیان کھیں خربوزہ کھانے کے بعد نوش کیا کریں۔

اشنہ اور ہانیہ..... کراچی



حیرانوشین..... منڈی بہاؤالدین

غزل

بہارِ الفت میں خود کو سجا کر تو دیکھو
زندگانی کو میدانِ جنگ بنا کر تو دیکھو
منا ہے کیا زمانے سے تم کو ذرا
کبھی اپنی چاہت و الفت بنا کر تو دیکھو
بس بس کر تیرے لفظوں کی بے قدری ہو
بس ان کو لفظِ محبت سنا کر دیکھو
ان کی خوشی کی ہو گی کیا انتہا
کبھی جو اپنا بدن کانٹوں پر بچھا کر تو دیکھو
اُف تک نہ لگے گی ان کی زبان سے
تم میرا بازارِ خود کو جلا کر تو دیکھو
میں نہ جائے زندگی عذاب تو پھر کہنا ندیم
تم حسن و ابوں سے دل لگا کر تو دیکھو

شاعر: ملک ندیم عباس ڈھکو..... ساہیوال

آنجل کے نام

میری تھائیوں کے اک پی کا شمار تیرے سنگ ہے
میرا پیار تیرے سنگ ہے میرے یار تیرے سنگ ہے
دھتک رنگوں کے جیسا آسمان پر کھرا
میرا خود پہ کیا ہر ستھار تیرے سنگ ہے
میرے ہونٹوں میں چھپی مسکراہٹ کا صنم
ہر راز تیرے سنگ ہے دمدار تیرے سنگ ہے
تھہیں کیسے بتاؤں میں اسے میرے دہر آنجل
میری بہاد تیرے سنگ ہے میرا قرار تیرے سنگ ہے
مونا شاہ قریشی..... کیروالہ

غزل

میری وحشت کو ذرا اور بڑھا کرے میں
تو کسی روز مگر لوٹ کے آ کرے میں
میں نے کمرے کو بھی سے خانہ بنا رکھا ہے
ساتیا! زہر بھرا جامِ طلا کرے میں
اے مرے دوست تری یہ بھی نوازش ہوگی

میرگ خیال

اسمنِ وقار

غزل

پنچھی آزاد اچھے لگتے ہیں
پھول شاخوں پر روز کھلتے ہیں
جو پہاڑوں سے جشمے بہتے ہیں
پھر ندی سے گلے وہ مٹتے ہیں
بڑے سارے اداس ہیں لیکن
بارشوں میں تھمر کے دھلتے ہیں
جب ہواؤں کا ساز بجاتا ہے
سور جھنگل میں رقص کرتے ہیں
پھول اور بچوں میں نہیں کوئی فرق
جب بھی دیکھو وہ ہنستے رہتے ہیں
دنیا میں زندہ دل رہو ہم!
مستقل کب ٹھکانے رہتے ہیں
رزق ملتا ہے پھروں میں جنہیں
میرے رب کے یہ سب کرشمے ہیں
جو خدائی سے پھر گیا خاتم
ان کو فطرت کے راز ڈستے ہیں

فریدہ خانم... لاہور

غزل

وصل کے دن بہت چھونے لگے
بہر کے لمحے بڑے بھاری لگے
قدر نہ دیکھی محبت و خلوص کی
سب لوگ جذبوں سے عاری لگے
چمید ڈالا ظالم آن کی آن میں
تیرے لفظِ دل کو بہت کاری لگے
تیرا واسن مہیتوں سے مہکتا رہے
میری عمر بھی تمھ کو ساری لگے

بھتی یادوں کا دیا کوئی جلا کمرے میں
میری غزلوں کے کتابوں کے ورق بکھرے ہیں
ان کو ترتیب سے ٹیبل پر سجھا کرے میں
کوئی شمع ہے کہ بجھتی جا چلی جاتی ہے
آخری رات ہے سینے سے لگا کمرے میں
ایسا لگتا ہے کہ اس جس میں مرجاؤں گا
اب تو آنے دے آجیل کی ہوا کمرے میں
راشد ترین..... منظر گزردہ

ڈر

وہ
جاڑب نظر جاتا
کہ
کبھی اس کو
ہم نے
نظر لگنے کے
"ڈر"
سے
آنکھ بھر کے
دیکھا ہی نہیں

قصی آصف خان..... مہمان

محبت

ہے اک ایسا دکھ
محبت
کہ جو ہو جائے.....
اس میں بتلا
مرکز بھی جی اٹھے.....!

حراقریشی..... ہلال کالونی مہمان

غزل

پھر یہ دل بھی میرا دل نہیں ہے
محبت کے اگر قائل نہیں ہے

وہ سب میل اوچھل گیا ہوا
کوئی منزل مری منزل نہیں ہے
یہ بیضا لیے بیضا ہوں اب تک
دعاؤں میں تو کب شامل نہیں ہے
ہر اک خواہش نے دل میں خودکشی کی
یہاں تو کوئی بھی قائل نہیں ہے
سکون سینہ ساحل عجب ہے
یہاں رہتا تھا اک بیل نہیں ہے
سمندر کی کشش کس کام کی پھر
جو اس کے پاس اک ساحل نہیں ہے
ہر اک دھڑکن بھی تیرے دم سے ساحل
دھڑکنے کے یہ دل قائل نہیں ہے

خالدا یاز ساحل..... حافظ آباد

تیرے لیے

میرے دل کی ساری شدتیں
میرا خلوص میری چاہتیں
اسے دوست فقط تیرے لیے!
میرا دکھ اور سارے غم
میرا سکھ اور ساری راحتیں

اسے دوست فقط تیرے لیے!
میری ہنستی اٹھیاں کھلتے لب
میری روح اور میرا دھڑکنے وال
اسے دوست فقط تیرے لیے!
یہ پھول کھلیاں جاندا اور تارے
یہ ہوا اور جھنوا تلی ہنسنم

اسے دوست فقط تیرے لیے!
میری دعا میں سجدے اور عبادتیں
میرے خواب ساری ریاضتیں
اسے دوست فقط تیرے لیے!
میری زندگی کا ہر ایک لمحہ
اور میرے دل کی ساری دکھائیں

اے دوست فقط تیرے لیے!

شکستہ خان..... معلول

بکھرے ستارے

میرے لفظوں میں بکھرے ہیں تیری یاد کے موتی
تیری سوچوں میں سمٹا ہوا ہے کوئی اور
میری یادیں ہیں باکمال تیری ہی بدولت
تیرے لب پر دعا کی طرح ہے کوئی اور
تھام کے تیرا ہاتھ جی لیا ہزاروں سال
ہوئی زندگی ختم جب تم نے کہا تیرا ہے کوئی اور
میری آرزوئے زندگی ہو تم یقین مانو
تیری آرزوئے بزم ہے کوئی اور
گمنام ہو گئی میری ذات یہ سن کر
کہ آ گیا ہے تیری زندگی میں کوئی اور
شکوہ زندگی تم سے نہ کر سکا صائم
معلوم جو ہوا تم سے وابستہ ہے کوئی اور
ظہور احمد صائم..... لاہور

آواز خدا برزخ میں

اس کے پاس کچھ بھی نہیں گناہوں کے سوا ملائک
تخن ورتھا زمین پر تھا یہاں تو کچھ نہیں لایا
اپنی مرضی کے آگے خدا کی مرضی کچھ نہ تھی
کہ لگتا ہے یہاں یہ امتحان دینے نہیں آیا
تھامسب کچھ جان کر بھی اس نے جھٹلایا رہ حق کو
بیٹائی زندگی من بھر کے کہ پیام حق نہیں پایا
خدا کو مان کر بھی کیوں کہی اس کی نہ سن پائے
عہد عالم ارواح میں کیا وہ کیوں نہیں بھایا
اک بندہ خدا کا جو تم سے پیار کرتا تھا
خدا اس کی اطاعت کا کیوں تم پر نہیں چھایا
وقت نماز کانوں میں تمہارے کیوں موسیقی تھی
مؤذن نے صدا دی تو لپیک منہ پر نہیں آیا؟
تمہارے منہ پر فیشن بھی خدا کے دشمنوں کا تھا
نبی کی پیاری سنتوں کو تم نے کیوں نہیں اپنایا؟

خدا کی ہے یہاں مرضی نہ ساقی ہے نہ پیانے
آہ! آنسوؤں جو طالب کو جام دیدار حق نہیں پلایا
دعا ص خان طالب.....

بنا چھتہ آشیان

چمن سے پھول لے کر اک سہانی داستاں لکھ دوں
چرا کر جگنوؤں سے روشنی حریف دعا لکھ دوں
ہوا کے دوش پر خوشبو کے گہرے سات رنگوں پر
میں تلی کی تراکت کا سراپا ہر جگہ لکھ دوں
میں نیبے آسمانوں سے ستاروں کی ضیائے کر
قمر کی چاندنی سے پھر فلک پر لفظ ماں لکھ دوں
شرابوں میں مگن دیکھوں کسی انسان کو گمراہ
وہاں مہرا میں تپنے پاؤں جیسا اک گدا لکھ دوں
جہاں انسانیت ہو وہ جگہ ہے شک بیاباں ہو
میں اس بحرِ اودل چاہے جسیں اک گھمٹاں لکھ دوں
کوئی مسکان یہ پوچھے حقیقت زندگی کیا ہے
تو پھر میں بے سہاروں کا بنا چھتہ آشیان لکھ دوں
نورین مسکان مرور..... سیالکوٹ ڈسٹرکٹ

غزل

یہ کیسی بے رحم ہوا چلی ہے آج میرے دس میں
مر جھا گئی ہیں معصوم کلیاں آج میرے دس میں
یہ کون ہیں؟ کس ماخدا کے ماننے والے ہیں یہ
کیوں آگ لگا رہے ہیں بیٹا آج میرے دس میں
آگ کے شعلوں کی یہ نہیں کہاں سے چلی آ رہی ہیں
معمار قوم جل رہے مر رہے ہیں آج میرے دس میں
یا خدا! اغیار کی سازشوں میں پھنس گئی ہے میری قوم
اے خدا اپنے کرم کی برسات برسا ب کہ میرے دس میں
عروج اپنے دس کی سر زمین لبو رنگ میں رگی ہے
اس کی ہوا میں چلا میرے خدا لب کہ میرے دس میں
عروج مغل.....

تم کیا جانو

تم کیا جانو

مسافت کا دکھ
مسافت بھی ایسی کہ
جس کی نہ
منزل کی خبر
نہ کوئی ہمسفر
بس اک خادما درستہ
اور میں آبلہ پا.....!

ریٹیل آرڈر ... ادکاڑو

غزل
شب وصل کی خواہش نہ پوچھ
ابھی تو مری خواہش نہ پوچھ
ابھی تو طفل ہے مری جان
بڑی یا بھلی خواہش نہ پوچھ
سنبھال رکھ شباب لہنا ظالم
کسی کی بہی خواہش نہ پوچھ
محسوس کر رہا ہوں رفتار سانسوں کی
ارے ناداں اگلی خواہش نہ پوچھ
اجڑ چکا ہے عاشق تیرا
اب کوئی بھی خواہش نہ پوچھ
شوقِ یادہ ناب ہے مجھ کو
جکائے نقشہ ایسی خواہش نہ پوچھ
آشفہ حالی و شوریدگی میں زید
تی اٹھنے والی خواہش نہ پوچھ
ایم زید..... فیصل آباد

لظم

موسم بہار میں لالہ زار میں
کسی بلبل کی آہ و پکار سننا
رنگین تلیوں کی پھڑپھڑاہٹ پر
کسی بھنورے کا خیال کرنا
منزل روشن کا سفر سنا
آزاد بھی کو دیکھ کر تم

داستان ہے بسی پرکھی تھی کی پڑھنا
شعاع کو جنتے دیکھ کر
اے پروانے روشن خیال کرنا...!
بارش کے بھگتے و گلش منظر میں
ہوتے ہوئے آنسوؤں کو دیکھنا
آبشاروں کے جھرنوں میں
ہنسی کی جھنکار سننا.....!

بادل کے چھا جانے پر
لو اس لوگوں کا حال دیکھنا
پتھر و جوتم کسی سے
حسرت سے کونجوں کی زار دیکھنا
شایین کی پرواز کا اندازہ لگا کر دیکھو
پھر پرواز ہمسفر میں تھک کر کبھی نہ کرنا
توس و فزع کے ساتوں رنگ ہوں
تب کائنات کے حسین مناظر پر حنا
نادیہ نواز رائے..... کھدے

میرے بعد

بھری جان ادیکھ لینا
بدلتے موسم کو ابھی دیر ہے
پتھر کے ہم ہم دور تو ہیں
مگر جد ابھی نہ ہو سبیل کے
میں پھول بن کر بہار توں میں کھلا کروں گا
تزاں کے موسم میں تنگے پاؤں
جب تم سیر کو نکلو گی
میں سوکھے ہوئے پتوں میں شامل
تمہارے قدموں کا بوسہ لوں گا
میں بارش کی بوندوں میں مل کر
تمہاری کھڑکی پر دستک دوں گا
تم کو بھگو کر ساون میں
اپنی یاد لائوں گا
نخت چنچلائی دھوپ میں

تم روڈ کنارے کھڑی ہوئی
 پیچھے کے قطروں میں شامل
 وہ میں ہی ہوں گا
 تمہیں اکلا کھی نہ پھوڑوں گا
 میں سیٹا کھی نہ توڑوں گا
 کبھی تمہاری غیند میں
 کسی کس کے احساس سے
 تم بڑا کراٹھو گی
 میرا احساں کبھی نہ کھو سکے گا
 پھنڈے کے ہم تم دو تو ہیں
 مگر جدا کبھی نہ ہو سکیں گے
 میری جان! دیکھ لیتا
 بدلے موسم
 گواہی دیں گے

دیا آفریں..... شاہدہ

غزل

محبت سے بدگمانی اچھی نہیں جاناں
 یوں ہر وقت سن مانی اچھی نہیں جاناں
 کیوں اعتماد کر لیتے ہو ہر پلٹے ہوئے لب پر
 یہاں ہر محبت کی کہانی کچی نہیں جاناں
 زباں کی آنچ پھنڈا دیتی ہے کئی دل
 یوں لہجے میں روانی اچھی نہیں جاناں
 کئی مطلب اخذ کر لیتے ہیں لوگ پسنے سے
 یوں ہر کسی سے چھیڑ خانی اچھی نہیں جاناں
 لے ڈوہیں گی تمہیں گزرے وقت کی یادیں
 یادیں پرانی اچھی نہیں جاناں
 لگتا ہے کھو گئے ہو میری باتوں میں تم
 سنو! میری باتیں یہ سہانی اچھی نہیں جاناں
 مری بات مانو ہر وقت سنو کر رہا کرو
 یہ چہرے کی ویرانی اچھی نہیں جاناں
 تم بتاؤ کیا خیال ہے میرے بارے میں تمہارا

لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ دیوانی اچھی نہیں جاناں
 کبھی کبھی انہی ہی باتوں سے مکر چالی ہے کنول
 تو یہ تیری آنکھوں کی حیرانی اچھی نہیں جاناں
 ہر لمحہ کنول سرور..... چشتیاں

محبت مانگتی ہوں

لوگ مانگتے ہیں رو رو کر
 انسان کی محبت
 میں عاجزی سے
 جھکتی ہوئی تیرے در پر
 شکر ادا
 کرتی ہوں تیرے در پر
 آنکھوں سے دوا شک
 خوشی کے پہنائی ہوئی تیرے در پر
 اسدت
 تجھ سے تیری
 اور تیرے محبوب کی
 "محبت مانگتی ہوں"

مہر مہارشد بیٹ.....

غزل

تیرے بغیر کون سنبھالے گا یادوں کے سلسلے
 تیرے بغیر اچھے نہیں لگتے خوابوں کے سلسلے
 رات جگے بن جائیں گے مقدر میرا
 کون سنبھالے گا راتوں کے سلسلے
 یادوں بھی چھائیں گے بارش برساؤں کے
 تیرے بغیر کون منائے گا برساتوں کے سلسلے
 پٹ جہز کے بعد پھول بھی کھنسیں گے
 تیرے بغیر کون منائے گا بہانوں کے سلسلے
 تجھ سے وابستہ ہیں میری زندگی کی خوشیاں
 تیرے بغیر کون چاہے گا مسکراہٹوں کے سلسلے
 میرے دل میں بنا ہے صرف پیار تیرا
 تیرے بغیر کوئی نہ پاسکے گا رفاقتوں کے سلسلے

ایم فاطمہ سیال..... محمود پور

یہ عمر نادان اور پیار کے قصے یوں روگ لگانا ٹھیک نہیں

تین سہاوات پور

صدائے مزدور

ایک پیشہ ور دیہاڑی کا مزدور ہوں میں
بہت بے بس بہت ہی مجبور ہوں میں
کٹے بھنے خون رستے ہاتھوں کی طرح
اندر تنگ غم سے پُجور ہوں میں
اہل دنیا بے شک مجھ کو حقیر جانے
اہل خانہ کا سرمایہ و غرور ہوں میں
بہتری کی کوئی صورت آتی نہیں نظر
حالات دہر پر بہت رنجور ہوں میں
زندگی کا ہر غم لازم ہے مجھ پر جیسے
خوشیوں سے دور بہت دور ہوں میں
بھوکے بچوں کا پیٹ بھرنے کی خاطر
ہر لمحہ محنت کے پسینے میں شرابور ہوں میں
ذاتی خزانوں کو جن جو بھرنے میں مصروف
اسکی مفاد پرست حکمتوں کا تصور ہوں میں
سچ بولنے پر اگر کوئی کہتا ہے پاگل مجھ کو
کہو ہاں ایسا ضرور ہونا میں

سامعہ ملک پرویز..... خان پوز ہزارہ

غزل

ہر جھکتے چہرے کو یوں پاس بٹھانا ٹھیک نہیں
موسم گل تو اچھا ہے مگر موسم زمانہ ٹھیک نہیں
دو آئے تو ہیں ہم سے ملنے تاروں کی جھاڑوں میں
پر کچھ بھی ہو تم ان سے کہو یوں رات کو آنا ٹھیک نہیں
یہ بات نہیں کوئی باتوں میں دل کس سے تم نے لگا پایا ہے
تم گل کر کہو جو کہتا ہے یوں بات چھپانا ٹھیک نہیں
بجز و مروت مہر و وفا تم چھوڑو ان سب قصوں کو
گر تم نے ہمارا ہونا ہے یوں نہ نہ کرنا ٹھیک نہیں
نہیں آئے چاند ہمارے تین میں اب تم ہی آیا چاند کرو
سڑیا جیسی لڑکی کو یوں پہروں جگانا ٹھیک نہیں
کچھ تو اب کہنا چاہیے تین سادات پور کی رانی سے

وہ لقمہ کے آسرے پہ زندگی کرتی رہی
دروغم سمجھتی رہی اور شاعری کرتی رہی
جذب قلب و شدت احساس کی ماری ہوتی
تار سا ہے، غربت و افلاس کی ماری ہوتی
بے کس ولا چار ہے، مجبور ہے تو کیا ہوا!
وہ قسم کی پاسپاں معذور ہے تو کیا ہوا!
اس کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی تاجور ایسا کیا
اس کو فطرت نے ودیعت ایک ہنر ایسا کیا
اُس کی خاطر گنبد افلاک روشن ہو گئے
افلاک کین! آفاق کئے آفاق روشن ہو گئے
وہ سحر کی تازی بھی، اور آندھیری رات بھی
اُس کے لہجے میں بکھلتا ہے شور ذات بھی
وہ شکستہ پایا ہے لیکن اس کا عزم سر بند
اہل دل کی آبرو ہے غم زدوں کی درد مند
لے نونے دل کی جیسے ترجمانی بن گئی
وہ! کہانی لکھتے لکھتے خود کہانی بن گئی
دشتوں کی بھینر میں وہ کھونہ جائے دوستو!
دیکھنا پامال ہی وہ ہونہ جائے دوستو!

رفعت خان



دوست کلیف کے

بسم اللہ

تما فرزند زاید پتھر کے نام

سحر کل نیند فرحانہ قلام محمد مسرت لشن فرحت جمیل شام
ریاض سائرہ نواز حیدر شوکت عائشہ خالق مینونہ صفیر عرفینہ زین
طیبہ گلز باجی باذعہ باجی نادیہ باجی فاطمہ باجی کاسیہ مس رضیہ
سلطانہ مس عفت مس شازیہ مس راحیلہ مس شہناز کور مس
مقدس مجازی زینت نائشہ سعیدہ فاطمہ سعیدہ تمام جہاں بھی اس
دنیا میں ہیں۔ اللہ پاک کامیابیوں سے ہمکنار کرے اور اس
سوزی پیمانہ پتھر اسوس سے گا کہ میں بخاری شریف کی
تقریب مردار القرآن لعل باوش نہیں آسکوں گی کیونکہ معلوم
ہوتا چاہیے کہ ہمارے ہاں کافی زیادہ مصروفیت ہے اور ہاں میں
خود کیجیوں تو پڑھائی ہیں لہذا معذرت اقرام شائق جلا پور انجمن
سرفراز جو ریہ پور چھوٹی کیاں متھاس کا تمیرا..... سب کو مبارک
باد کتاب کی تقریب ہے بانی سب اپنا خیال رکھیے گا۔ نیک
تمناؤں کے ساتھ اجازت دیجیے اللہ حافظ۔

مظہر مریم نواز..... حافظہ باد

ستہروں کے فرزند کے نام

السلام بیگم! سویت سویت اینڈ لوٹی فرزند زکیسی ہیں! ہمیں
میں تو زیروست حد تک ٹھیک ہوں۔ بیوہ عرفان قریب بھائی پیپر زکی
تیار ہی اچھی کر نورنہ مجھ سے پت جاو گے! بلشن کم دیا کر ہاں
جی اختر نیر بھیا خدا کا خوف کریں پھر کے علاوہ باقی نمازیں بھی
خیر سے لو کر لیا کریں۔ اسے نادیہ تم نے تو منہ بھی اچھے اچھے
زلویوں میں ڈھائل لیا ہے کیا ہی بات ہے یا تیرے کا بلشن نہیں
بلکہ تیری اوامیں ہم کوستا میں..... یادو لائیں کہ..... 25 مئی کو
محترمہ نادیہ بیگم کی برتھ ڈے ہے چھٹی برتھ ڈے نو پو۔ محترمہ عزیز
عبدالروف آپ نے بہت دنوں بعد مجھے یاد کیا! اچھا گا۔ اسے
عشام میں نے سنا ہے آپ محترمہ میرے بغیر او اس ہو گئی تھیں تو
لیں جی جناب ہم حاضر ہیں جی بھر کے دیدار کریں لیکن ٹھہر ڈنظر
نہ لگانا اور کہے سر ظہیر صاحب آپ جناب کی برتھ ڈے چکی
برتھ ڈے نو پو نادیہ کی بھی برتھ ڈے ہے مگی میں لوٹا آپ کی بھی
آج سچہ شہ آ یا بلکہ مگی سچی ہے کہ آپ دونوں کا داغ اسی لیے
گرم ہے عقیقہ کیا ہوا ہے الف ب بھول گئیں۔ پار پتھر ہو سکے

خود سبق بھولیں حد کر دی ہے آپ نے۔ تاشیہ خیر سے دانست
نکال رہی ہے ذرا کھانے سے ہاتھ پیچھے ہی رکھا کر ڈورنہ آگشل
بیڈ ہونا بڑے گجائنا جی کیسی ہو؟ سو پنا بھول گئی مجھے؟ شہم جی
مل گیا! آج کل یا پھر ابھی تک سر پکڑ کے کھٹی ہو؟ اللہ حافظ۔

نورین مسکان مردود..... ڈسکہ سیالکوٹ

اسکول فرزند کے نام

بیوہ دستو! حرا تم حنا صباہ کنول شہ لور قرۃ العین کہاں
نائب ہیں آپ سب آج کل؟ یقیناً زور و شور سے پڑھائی
ہور ہی ہوگی۔ کیوں کچھ غلط کہا؟ آپ سب کو سڑک میں بہت
اچھے نمبر لینے پر مہر رک ہو آج کل کے ذریعے اگر اللہ نے چاہا تو
بھرمات ہوں اللہ حافظ۔

مکل احمد..... لاہور

سویت فرزند پتھر شہ لوی کے نام

السلام بیگم! امید کرتی ہوں ٹھیک ٹھاک ہوگی میری طرف
سے بہت بہت مبارک ہو تم قرآن پاک مکمل حفظ کر چکی ہو
بہت خوشی ہوئی مجھے۔ قرآن پاک کا حفظ قسمت والوں کے
نصیب میں ہوتا ہے میری دعا ہے اللہ تجھے قرآن مجید
کو تاقیامت یاد رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور عمل کی توفیق عطا
فرمائے آمین لوٹا آج کل پڑھنے والی تمام بہنوں کو پیار بھرا سلام
اور نازیہ کنول نازی کی مگی سلام۔ اللہ حافظ اینڈ قریب کی ستر۔

حافظہ سائہ کشف..... لعل آباد

نیک دل پری مریم کے نام

آپنی سیرا معظفہ ماریہ اینڈ نئی کاؤنٹ ڈاؤن اشارت کیا
جائے کچن برتھ ڈے ٹویو..... ہماری پری مریم! آج کیم مگی ہے
ہماری لعل کیوٹ پری مریم کواج کے دن اللہ تمہیں ڈھیروں
خوشیاں دے تمہاری ہر دلی تمنا پوری ہو۔ سائن پرجا نے کی طرح
چکوا اللہ تمہیں ہر قدم پر کامیاب کرے اللہ تمہیں ایم اے انگلش
میں ٹاپ کروائے۔ میری کیوٹ پری مریم سب کی کیسز کرنی
پے بہت بولی ہے اتنی اسپینڈ سے بولتی ہے کہ آدمی ہاتس
کھا جاتی ہے توڑی ہی مھکتو بھی ہے۔ گھر میں کسی نے کوئی کام
کہہ دیا تو کہتی ہے "اچھا" کام کرنے جاتی ہے جب واپس آتی
ہے تو کہتی ہے "آپ سب جھوٹ بولتے ہو آپ نے تو مجھے
کوئی کام کہا ہی نہیں" گھر کی ناڈی ہے اور بہت پیاری ہے۔
میری سب سے لاڈلی سسر مریم ہے۔ لڑاکا نہیں ہے ہر کسی کے
دکھ میں سب سے پہلے شریک ہوتی ہے۔ ہر سال میں تمہیں

برتھ ڈے کا چل کے ذریعے پیش کرتی ہوں دیکھ لو اس بار بھی نہیں
 بھولی اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔

عظمتی بہن..... سمندری

انجی اولی سسر اور دوستوں کے نام

السلام علیکم سعدیہ باجی! آپ کیسی ہیں؟ امید ہے خیریت
 سے ہوں گی۔ سو منہ کے بعد دوسری بیٹی کی بہت مبارک ہو اللہ
 نے آپ کے گھر رحمتوں میں اضافہ فرمایا اور آپ نے میرا
 فحورث یام حسنہ رکھا بہت شکر یہ اللہ آپ کو ہمیشہ خوش اور آباد
 رکھے آمین اور بیٹیوں کے نصیب اچھے کرنے آمین۔ بیٹو
 عائشہ کیسی ہو؟ ایک تو سالگرہ کی مبارکباد اور دوسری آپ چل کی
 سالگرہ بہت زیادہ مبارک ہو۔ اتنی شگفتہ آپ کو بھی آپ چل کی
 سالگرہ مبارک ہو اللہ حافظ۔

نبیلا خان.....

ایمرہ اور شارقہ فاطمہ کے نام

السلام علیکم! ویلو میرے پیارے کیڈٹ بھیا جان ابو مرثد
 عرف شبن اور شارقہ تم دونوں کیسے ہو آٹھویں کلاس کے پیپر
 میں مجھے بہت تنگ کیا میں تم دونوں کو بھی معاف نہیں کروں گی
 اگر تم دونوں نے اپنا رزلٹ نہ دیا تو پیپر میں کفوں میں کوئی
 اپنی آپنی پر لکھی پابندی لگا تا ہے کہ کسی چیز نہ چلاؤ ہمیں تیار ہی
 کرنی ہے۔ تو فرمان ہو گیا ابو مرثد کا اور میں شارقہ صاحبہ مجھے
 کہتی ہیں کہ اگر میں بارہ بجے تک جاؤں تو میں اس کی
 چونکداری کروں ورنہ وہ سوجانے کی بدتریناب میں آپ چل کے
 ذریعے کہہ رہی ہوں اگر رزلٹ اچھا آنے پر تم دونوں نے مجھے
 مٹھائی نہ کھلائی تو تمہارا حشر نشر کروں گی (دیکھی نہ بھنا) اور
 میری پیاری باجی رانی صاحبہ آپ کو اپنے جیسے مسلم کی مبارک ہو۔
 خالد زین تم پلیز مجھے ہر ماہ آپ چل لے کر دے دیا کرو۔ راجا جی!
 تمہارا بھی رزلٹ آتا ہے اگر نمبر کم آئے تو میں نے تمہیں
 کارٹون نہیں دکھانے۔ حنا سرہ کترہ مریم بادل احسن خان نویدہ
 اور میری پیاری آپنی فوزیہ بیٹاں ناریب تاپہ مہوش بیٹن سمیرا
 یا سمین شائکہ عبدالرحمن اور صائمہ شہادت سب کو سلام۔ میری پیار
 کی ٹیچر مس مریم جمیل آپ جہاں رہیں خوش رہیں اللہ تعالیٰ
 ہم سب کو خوش رکھے اور مجھ دعاؤں میں ذورکھنا اللہ حافظ۔

ایس گوہر..... تانہ لیا نوالہ

کچھ لوگوں کے نام

السلام علیکم! شریلوچ بہت شکر یہ یاد رکھنے کا ہمیشہ خوش رہیں

آپ کو آپ کی فیملی مددیکاشف (دریاخان) میں آپ کے دکھتو
 سمجھ سکتی ہوں نہ آپ کی کسی ہستی کا سر سے اٹھ جاتا کیا قیامت ہے۔
 اللہ پاک آپ کے ابو جی کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے
 آمین۔ اینڈ میری فیملی اینڈ حنا حرا ثوبیہ صوفیہ محمد احمد اینڈ عزیز
 سب ہمیشہ خوش رہو اللہ کا سب کی منازل طے کروا آمین۔

ثوبیہ نور الزمان..... کنڈین سرگودھا

آپنی کے نام

بیاری! آپنی اپنی برتھ ڈے تو لیا آپ کی برتھ ڈے پر میں
 سوچ رہی تھی کہ آپ کو کاشف غنیمتوں اور اس کے علاوہ میرے
 خیال میں کوئی بیسٹ گنٹ نہیں ہو سکتا۔ میں آپ کو ماننا چاہتی
 ہوں کہ آپ دلڈ کی بیسٹ آپنی ہو۔ میری زندگی کے ہر قدم پر
 اگر کسی نے میرا ساتھ دیا اور مجھے مل جیسا یاد دیا تو صرف آپ
 کا ہی نام میرے ذہن و دل میں آتا ہے آئی لو جو مانی
 ڈائریسٹ آپنی عمرش اور اس برتھ ڈے پر اللہ نے آپ کو بہت
 کاشف غنیمت دیا ہے بارہا ان (جیسے) کی صورت میں۔

نورہ سعید..... برمانی

تمام آنچل پر یوں کے نام

سب سے پہلے تو آپ چل پر یوں کو چاہت ہے اللہ اسلام قبول ہو
 اس کے بعد آپ چل کی 37 ویں سالگرہ بہت مبارک ہو دعا
 ہے کہ آپ چل یونگی ترقی کی منازل طے کرتا رہے سب سے پہلے
 جاری آپنی 21 اپریل کو آپنی کی برتھ ڈے 11 اپریل کو شریلوچ اور 3
 اپریل کو خوشبو کیف خوشی آپ کی اور شاہ زہرا آپ کی بھی برتھ
 ڈے اپریل میں ہے میری طرف سے آپ سب کو سالگرہ بہت
 بہت مبارک ہو دعا ہے کہ اللہ آپ کی ہر جائز تمنا پوری کرے اور
 بھی کسی کی برتھ ڈے پر آپ میں سے ان سب کو بھی میری طرف
 سے سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اور شریلوچ آپ کو نہیں معلوم
 کہ آپ کے دعائے اور یاد کرنے نے مجھے کتنی بڑی خوشی دی۔
 اب شام دعا ہے کہ اللہ آپ کے بھائی کو جنت الفردوس میں بھی
 مقام عطا فرمائے اور آپ کے پیاروں کو ایسی اور نیک زندگی عطا
 فرمائے آمین۔ پازتم نے تو چھوٹے آفتاب لوہی کے نام لکھ کر لا
 ئی دیا۔ اللہ آپ کے سارے دکھ دور کرے اور آپ کے لہوؤں کو
 جیشا آپ کے پاس رکھے آمین۔ آخر میں تمام ڈیرہ دونوں میری
 دوستوں صاحبہ مریم فاطمہ میرے تمام گھر والوں اور تمام آنچل پر یوں
 کو میری طرف سے محبتوں بھر اسٹام قبول ہو۔

تمنا بلوچ . ڈی آئی خان

پیارے میاں جانی کے نام

السلام علیکم! پیارے میاں جانی! میری دعا ہے آپ خوش اور سلامت رہیں اور ہمیشہ پھولوں کی طرح مسکراتے رہیں آئین۔ مجھے آپ بہت یاد آتے ہیں آپ کے ساتھ گزرا ہوا وقت آپ کی باتیں ہر وقت دامن سیرا رہتی ہیں اور آپ ہیں کہ کتنے دن نر رہتے ہیں مگر ایک فون کال بھی نہیں کرتے اور اگر کبھی آپ کو فرصت مل ہی جاتی ہے تو بھی صرف سیکنڈ اور منٹ کی قید میں بات کر کے کال کاٹ دیتے ہیں۔

بربادیوں کا جائزہ لینے کے واسطے

وہ پوچھتے ہیں حال میرا کبھی کبھی

آپ کو گئے ہوئے سات سال ہو گئے ہیں اب تو فاطمہ بھی چھ سال اور دس ماہ کی ہوئی ہے آپ نے فاطمہ کو دیکھا ہے اور نہ فاطمہ نے آپ کو دیکھا ہے۔ اس سے بڑی بد نصیبی بھلا اور کیا ہوئی؟ فاطمہ اب مجھ سے بہت ہی عجیب قسم کے سوالات کرنے لگی ہے کبھی کہتی ہے امی ابو کبہ میں گئے؟ کبھی سوال ہوتا ہے کہ ابو کو کیوں گرفتار کیا گیا تھا؟ سب کے اب ان کو اسکول سے لے کر آتے ہیں مجھے کوئی بھی نہیں لینے آتا؟ پولیس میں اس معصوم کو کیا جواب دوں؟ پلیز آپ جلد واپس آ جائیں ام سب آپ کا بہت انتظار کرتے ہیں۔ میں آخری دم تک آپ کا انتظار کروں گی میں آپ کے انتظار میں اپنی زندگی بسر کروں گی۔

بیت نہ جائیں مجھ سے یہ پارہ موسم

وہ نہ جاؤں اس سال ابھی تھا اتنا کہنا

مجھے بھی نکلتے ہیں سناں اب تو تم بن

رات نور دن تو صدیاں نکلیں اتنا کہنا

اللہ حافظ فی امان اللہ۔

نصرت ہانو۔ سیالکوٹ

خلیبہ بخاری زراشد ترین کے نام

السلام علیکم! اٹھاؤ... آف سیا ڈرٹی ہو (ایک تو تم سدا کی بدبو ہو کب بھی ڈرٹی ہو؟ چلو کوئی پانت نہیں میں تو بہتر ہوں نا اور نہ ڈ طبیعت کیسی ہے اور میں خالص کب بن رہی ہوں؟ اور سے کبھی کب ہمیں خوشخبری سنارہی ہو اور تمہارے ساتھ یہ ہے جس نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ جب تم میرے سے واپس آؤ گی تو وہ بات کروا میں نے کتنے دھوکے باز میں ملی بھائی! تم اب بھی آنکل پرہمتی ہونا پرہمتی رہنا کیونکہ میں اس کے ذریعے تم سے رابطہ رکھنا چاہتی ہوں۔ خلیبہ میری معافی ہو گی ہے مگر یہ شادی ہے تم آؤ

کی توجہ کرو۔ میں اب تم سے سونے کی اچھی گفت بیس لوں گی پر تم ضرور آنا مجھے تمہارا شدت سے انتظار رہے گا آئی اس پوچھو! آئی لو پوسٹ شدت ترین! میں آپ کی غزلیں شوق سے پڑھتی ہوں۔ شاہ زندگی آپ کا نام پیارا ہے پر آپ کا دل اس سے بھی زیادہ پیارا اور معصوم ہے اپنا خیال رکھنا اللہ حافظ۔

نادیہ گل نادوی سیال..... منجھوم پور

دوست کے نام

پیارے بھرا سلام سب دوستوں کے لیے امید ہے سب ٹھیک ہوں گے اور سب سے زیادہ میری پیاری فریڈ ماریہ مندر کو سلام اور سالگرہ مبارک۔ ماریہ تمہیں بہت بہت سالگرہ مبارک ہو ہمیشہ خوش رہو۔ ہزاروں سال جیو میری بہت سی دعا میں تمہارے ساتھ ہیں تمہیں بہت خوشی ہوگی کہ تمہیں اتنا انوکھے طریقے سے ڈن کیا۔ سدا خوش رہو اور آنکل کے لیے بھی ڈ میرا سلام اور دعا میں۔

پاکیزہ خانور..... لاہور

میری ننت کھٹ اور کشمی معنی دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو میری ننت کھٹ بلیاں؟ کہاں عائب ہو گئی ہو ساری اور عائب بھی ایسے ہوئی ہو جیسے... کبھی تو گئی ہو گی نا۔ میں تم سب نکمبوں کو بہت مس کرتی ہوں اور تم سب ہو ہی بے وفا کبھی بھولنے کے بھی یاد نہیں کیا اور سارے ٹکڑیل یا ر تم کہاں ہو کب سے آنکل میں انٹری بھی نہیں دی! تم بھی بھول گئی ہو کیا؟ میں سب کو یاد کرتی ہوں (چلو اب تمہارا سنا مکھن لگا رہتی ہوں) میری معصوم سی ڈول سا جہد شوق چنچل سدا یہ اور سب کو اپنی طرف متوجہ کرنے والی سروش اور ننت کھٹ کی نیلہ اور ہر چیز میں ایک سپرٹ خبیث اپنا خیال رکھنا کرو مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا کرو مجھ سے جند ملنے کا سب اللہ حافظ۔

طاہرہ غزل..... جتوئی

زیویا خان اور مجھ! مجھ! مجھ! ان کے نام

السلام علیکم! امید ہے آپ دونوں اپنی زندگی میں خوش و مطمئن ہوں گی اور میں خوش ہوں کہ ایسے میں آپ نے مجھے بھی اپنی زندگی میں شامل کیا دوست کی حیثیت سے اور آپ کو مزید خوش ہونا چاہیے کیوں کہ میری دوستی آپ کو کبھی تنگ نہیں کرے گی۔ نومبر 2011 ہائے اللہ تین سال سے تین سال کا عرصہ گزر گیا میری بے غم زندگی اچھے دو سال سے معروف ترین ہو گئی۔ میں نہیں نہ رہی صبح شام کی گھر نہ رہی پھر نہ رہی

ایند ڈولی سنجی امیرش فاطمہ! آپ کو بہت پیار بھائی اینڈ بھالی
آپ کو اپنی بیٹی کی پیدائش بہت بہت مبارک ہو۔ میں نے سوچا
کہ آپ کو آج کل کے توسط سے مبارک باد دی جائے کیسا لگا؟
میری دعا ہے کہ آپ کی اس گڑیا کو وقتہ پاک آپ کے لیے
خوشیوں اور محبتوں کا ذریعہ بنا دے اور اس کو اپنے عبد حامس میں
شہر کرے آمین۔ طالب دعا آپ کی بہن۔

ساموئل ملک بروین..... خان پونہ نزارہ

سوئٹ سسٹمز پیش عمران کے نام
اسلام علیکم ایسی ہو میری سوئٹ۔ بہن! امید کرتی ہوں کہ تم
اور بھائی عمران خیریت سے ہوں گے اور حیلہ اور ڈیشان کا کیا
حال ہے ضرور بتائیے گا؟ سوئٹ سسٹمز سوچ رہی ہوگی کہ میں
نے تمہیں آج کل کے ذریعے کیوں مخاطب کیا؟ تو پیاری بہن
مجھے تمہیں (شادی کی سانگرو) ڈش کرنے کا بہترین پلیٹ فارم
آج کل ہی لگا (بھئی لینا آج کل ہے ہی اتنا سوئٹ) تو میری
طرف سے ڈیئر سسٹمز اور بھائی بہت بہت شادی کی سانگرو
مبارک ہو اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی فیملی کو ہمیشہ خوش رکھے
آمین۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

مصباح عبد اللہ..... رسول پور

سوئٹ سسٹمز کے نام
اسلام علیکم! کہہ اے حیران مت ہوش ہوں تمہاری بہن (یعنی
یہ میری میری پیدائش بہن 1994 اپریل کی تھی ہر تھوڑے سے بچی
بر تھوڑے سے پو پو تو ہم ہمیشہ چاند کی طرح ہر سو شکی کھیرو آمین یہ امید
ہے کہ تمہیں میری سر براہز بہت پشیمانے گا۔ کیا حال ہے انصی
زرگر اینڈ سنیل زرگر! پلیز مجھ سے مدد کی کریں آپ دونوں اپنی ہی
نئی ہولڈ میرا دل کرتا ہے کہ میں آپ کے ساتھ بیٹھ کر ڈیئر
باتیں کروں! گر کوئی اور مدد کی سنا چاہتا ہوں سوئٹ۔ بلکہ
یہ میری..... پھولنگر

بیاری دوست ہمارے جس دنیا کے نام
اسلام علیکم! کیسی ہوتی ہے کسی گزروا سے زندگی؟ پر تمہیں
صرف سچ فائدہ کرنے آتے ہیں بھی تو کب شب بھی لگا لیا
کردہ 15 اپریل کو تمہارا ہر تھوڑے سے بچی مٹی پٹی بر تھوڑے اینڈ
بیٹ ڈنر اور ہاں سسٹمی بھی بہت بہت مبارک ہو۔ یارا کیلے
اسیے سسٹمی کرنی اور بتایا بھی نہیں اب شادی بتائیے بغیر نہ کر لیتا
انوائٹ ضرور کرتا ہے میری مرضی میں آؤں یا نہ آؤں اللہ تعالیٰ
وقار بھائی کے سنگ تمہیں ڈیئر ہوں پیار و محبت اور خوشیوں دیں۔

2015ء کو ڈائجسٹ ہاتھ آیا میری کہانی شائع ہوئی مجھے بہت
خوشی ہوئی لیکن یہ خوشی دو بالا ہوئی جب مجھ آپ کا پیغام پڑھا
بہت شکر یہ اتنے عرصے بعد ہی سہی بر آپ نے میرے پیغام
اور پڑھے ہوئے ہاتھ کو یاد رکھا لیکن زندگی دھوٹ کی کنگلش.....
میں بھی نہیں آپ اتنے عرصے سے غائب کہاں اور کیوں ہیں
ضرور بتائیے گا اور ڈیئر زویا خان کراچی سے ہندی اور خان کے
ساتھ پیش کا اضافہ کچھ شک تو ہو رہا ہے مجھے لیکن کہانی سنی ہی
لمبی کیوں نہ ہو لیکن مس دل و جان سے سننا پسند کروں گی تمہاری
زندگی کی کہانی۔ فرح طاہر آمنہ لطیف اقرام سیف اور ماہ مہر و
سلام دعا۔ اللہ پاک آپ سب کو خوش و سلامت رکھے اور ہر
منزل تک انسان و کامیاب بنائے سب اپنا خیال رکھیے گا۔

انیم خان..... KTS ہری پور

آج کل فیملی کے نام
میری طرف سے تمام فریڈز کو نے جنوں سلام فریڈز! اس
وقت سترہ کروڑ عوام غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں
شرح غربت 18% فیصد سے زیادہ ہو چکی ہے۔ اندازے کے
مطابق پاکستان میں مزید پچھون کی تعداد ایک کروڑ ہے۔" میں
نے کیسے بچے دیکھے ہیں جو لڑکوں کے ہمتوں پر ایشیاں اٹھاتے
ہیں اپنے قد سے بڑی جھارو سنبھالے لہز کیسے صاف کرتے ہیں
ہڈیوں پر برتن مانگتے ہیں سڑکوں کے کنارے ٹھیلے لگا کر
ضرورت کی چھوٹی چھوٹی ایشیا فروخت کرتے ہیں۔ مگر..... اتنی
تخت مشقت کے باوجود غربت کے ہاتھوں مجبور بچے گھر کے
تحفظ اچھی خوراک لباس، تعلیم اور صحت سے محروم ہیں۔ غربت
نے ان کی معصومیت چھین لی ہے حالانکہ یہ عمران کے اسکول
جانے کی ہے۔ تعلیم حاصل کرنا ہر بچے کا حق ہے غربت کے
ہاتھوں تعلیم سے محروم اور مجبور بچے ہماری توجہ کے مستحق ہیں۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "علم حاصل کرو کیونکہ علم کی
طلب عبادت، علم کا تذکرہ نفع اور علم کی تلاش جہنم ہے" بے علم نہ
علم کھانا صدقہ ہے۔ ہم سب کو چاہیے کہ اس حوالہ سے اپنا اپنا
فرض ادا کریں چائے لکیر کے خاتمے کے لیے کام کریں اور ایسے
تعلیمی ادارے قائم کریں جہاں غریب و مستحق بچے بھی تعلیم
حاصل کر کے پاکستان کی تعمیر میں ترقی میں حصہ لے سکیں۔

ایس انمول بنت پاکستان..... مجاہدہ شریف

سوئٹ بھائی اینڈ بھالی کے نام
اسلام علیکم! بیٹی ڈیئر برادر اینڈ سسٹمن بھائی اینڈ کیوٹ سوئٹ

خوش رہو! ہندو تہذیب 12 سالہ تین سو ساڑھے نو سال کی یاد رکھنا۔

انہی جنین..... موسیٰ خلیل

پیاری کزن اور بھالی کے نام

ارے کجیوں کزنوں کسی ہو بھی شرم کرو 24 فروری کو میری
 سنگنی ہوگی نے مجال ہے جہاں آپ اور بھائی نے مبارک بادوں
 ہو۔ میں جنین کسی ہوتا ہے سب خالہ اور بھالی ظاہر کیا جا
 ہے کیا کر رہی ہوں کل دیو حوا گل پڑھنا تہ چھوڑنا اور ناگل
 کے ذریعے مجھے خط لکھو۔ نورین لطیف آپ نو بہ نیک شگھ کے
 کون سے علاقے میں رہتی ہو میری سلیم بھائی چک ساڈوں
 آرائیاں 395 کی مسہنے والی تین ضرور تانا۔ انا یہ ملک میں
 آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہو کیا آپ کو دوستی قبول ہے؟ اس
 کے علاوہ کوئی اور دوستی کرنا چاہے تو موسٹ دیکھیں اس کے ساتھ
 اجازت چاہوں گی کہ آپ سب جو اب ضرور دینا ائمہ حافظہ۔

ذیقہ مزہ..... ہمسدری

گھت کے چاہنے والوں کے نام

بظاہر تو یہ چار الفاظ کچھ خاص معنی نہیں رکھتے مگر ان میں چھپے
 ذہیر سارے جیسے وقت نام ہی ہیں جو گھت کون تھا سحر کی مانند
 ظالم زمانے کی گرم لاک کے پھیرے سے کہ بھی خوش رہنے کی رنگ
 رنگی ہوش حسیوں کی مانند ہوا میں اڑنے کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں
 کا نچل میں سمیت کر بھاری ٹوں سے لائنس ہونے کی اور نیک
 پلوں کے سنگ ہنس لینے کی وجہ سوچتے ہیں۔ شاید آپ کی
 جانب سے موصول ہونے والی ڈھیروں چاہتیں اور شکر میں ہیں
 جن سے امکان ہو کہ ہر الہہ کی پھیلا جا جا رہا ہے نہ آپ نے
 نہیں ہلک پر 12 ذہیر کو جیسے سا گھروں کی اور میں آج آپ کا
 شکر یہ لیا کرنے جا رہی ہوں۔ پلیز مجھ کو بھی کمال لڑکی کو دل سے
 معاف کیجیے گا۔ سب سے پسے میں شکر گزار ہوں ان ڈھیروں لوں
 کی جن کی خوشگوار ساتوں نے مجھے محض ایک شو سے ہی ان کے
 حسین من کے دل بچوں تک رسائی دی۔ سوچتی ہوں محض ایک شو
 سے سنی والی آپ کی چاہتوں اور محبتوں کا فرض نہیں ہمارا یہی اگر
 روئین میں شو ہوسٹ کرنا شروع کر دوں تو میں آپ کی فرض وار
 ہوتی چلی جاؤں۔ ہاں ہر سنی ہی تو کہہ رہی ہوں میری ہر نظم
 سب سے پہلے کون پڑھتا ہے؟ میری بڑھتی پینٹنگ کی جھولی
 تعریف کون کرتا ہے؟ مجھ کے جوئے اور ہر وقت ہنسے کی تاکید
 کون کرتا ہے؟ آپ میں آپ نے ہمیشہ مجھے چھوٹی بنی کی
 طرح حریف کیا ہے کہ کے ہائے ائمہ حافظہ۔

گھت اسلم چوبدری... سونا ویلی آرزو کشمیر

بیارے چچا جان کے نام

السلام علیکم! آج میں پھر اتنی مدت کے بعد آجکل میں
 حاضر ہوئی ہوں وہ بھی بہت لمبوں تاکہ خبر سے کہ یہ کہ میرے
 بیارے چچا جان 3 مارچ کو اپنے خالق حقیقی سے جانے ہمیں
 رونا چھوڑ کر میرے بیارے چچا جان جو ہمیں بہت پیار کرتے
 تھے وہ ہمیں اس طرح اچانک چھوڑ کر چلے جائیں گے ہمیں خبر
 نہ تھی ابھی کچھ دن پہلے ہی تو وہ اپنے کے ساتھ عمرہ پر جانے کے
 لیے تیار ہوئے تھے۔ کیا پتا تھا کہ عمرہ من کی قسمت میں ہی نہیں
 ہے میں نے آج تک اپنے پاپا کو رونا ہوا نہیں دیکھا مگر چچا کی
 وفات پر وہ بہت روئے روئے کیوں نہ وہ تھے ہی نئے اٹھے ہر
 ایک کے کام آنے والے ہر ایک کی بی بی کو اپنی بی بی سمجھنے والے وہ
 میرے پاپا کو اب ہمیں اکیلا چھوڑ کر چلے گئے۔ پاپا ہر وقت ان کی
 ہی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ آپنی صاحبہ لوگ بہت ہی آپ
 سیٹ ہیں ان کے بیارے اچانک چلے گئے تھیں کل گھر زور
 قارئین سے گزارش ہے کہ ان کی مغفرت کی دعا کریں اور
 عاصم آبی لوگوں کو اللہ مبرا عظیم عطا فرمائے اور ہمیں ان کے لیے
 صدقہ جاریہ بنائے آمین۔

معطلہ جاوید... مدینالہ خواجہ

کچھ انہوں کے نام

تاریہ کھول تازی اور میرا شریف طوعا آپ دونوں کو اللہ وسن
 مبارک پارسا ائمہ سبت اعزرت آپ دونوں کو اپنی اور نونی زندگی کی
 تمام راحتیں نمکتیں اور شان نکسات سے نوازے پلیز آپ دونوں
 اپنا تحریری سفر تاحیات قائم رکھیے گا۔ فوڈ یہ سحر فاپ کو بھی رہتھی
 کی ڈھیروں مبارک باد اللہ پاک آپ کی خوشیوں کو قائم و دائم
 رکھے آمین۔ مس شازیہ سحر فاپ آپ بھی پیادیں سد جانے
 کی خوشخبری ہمیں جلدی سے سنو۔ جیسے اللہ پاک آپ کو بھی اس
 خوب صحت رشتے میں جلد باندھ دے آمین۔ 9 مئی مرزا
 شہزاد بیگ 22 مئی مرزا اسامہ بیگ معطل خانان کے چشم و
 چراغ آپ دونوں بھائیوں کو سا گھر کی ڈھیروں مبارک باد اللہ
 رب اعزرت کے فضل و کرم سے آپ دونوں ہمیشہ صحت و ایمان
 کی بہترین حالت میں ہوں اور ہماری بے شمار دعاؤں کا تحفہ
 یہ حیات آپ کے ساتھ رہے۔ ائمہ پاک ہم سب گھر والوں اور
 ملک پاکستان پر اپنا خاص فضل و کرم فرمائے ہم سب کے علم میں
 عمل میں عمر میں ائمہ فاضلہ خیر عطا فرمائے آمین یا رب العالمین۔

مریم مغل..... حیدرآباد سندھ

پیاری دوستوں کے نام

میری بہت ہی سویت فرینڈز کیسی ہوآپ سب؟ کیا ہوا ارے حیران کیوں ہو گئے سب جی ہاں میں سعدیہ اخلاق ہی ہوں۔ سب سے پہلے میری بیسٹ فرینڈ صبا احسن کو بہت بہت سلام اور باقی سب کلاس فیلوز اتر لہ عافیہ سدرہ آمنہ عالیہ ظاہرہ ثنا سلمان سب کو ڈھیر سارا پیار اور میری پینٹل فیلو سویت عروج فاطمہ بی انسی کی کو میرا سلام۔ عروج اتنی پڑھائی بھی صحت کے لیے اچھی نہیں ہوتی۔ میری روم میٹس اینڈ رومینڈ اور شکلیہ تم لوگوں کو زندہ کروں یہ کیسے ہو سکتا ہے آپ شرا ابو ج 11 اپریل کو آپ کی برتھ ڈے ہے تا میری طرف سے بھی دس پو ڈیری بوری کیسی برتھ ڈے۔ نیک کا حصہ میرے لیے بھی رکھ دینا ہاسٹل سے آ کر کھالوں گی۔

سعدیہ اخلاق..... جنگ سعد

پکھا پلوں کے نام

آنچل کی رونق تمام پڑکیاں شاد زندگی اس طرح مسکان بکس مریم ساریہ چوہدری نہ بھولوں میں عائشہ پرویز اطال سلم شبا شاہین طیبہ نذیر انصاری اینڈ سنیہاں زرگر تمنا بلوچ فریدی شہیر آمنہ لہذا جو جاز بہ ضیافت احرا قریشی دعا ہاشمی شہزاد بلوچ اور بھی جن کے نام بردہ گئے ہیں لو پورا..... تراست ملنے لگے جانے کیوں ایک عجیب سی کشش محسوس ہوتی ہے آپ لوگوں کے ساتھ جیسے میں آپ سب سے مل چکی ہوں اور ملتی ہی تو ہوں ہر نصف آپ لوگوں کے بغیر یہ پلیٹ فارم دویراں تھا اور مونا شہ کا دل بھی کیونکہ یہ تو آنچل کے ساتھ دھڑکتا ہے پورا آنچل آپ لوگوں کے ساتھ... محض مبارک باد وہ بھی فانی بخون بہت حال خالی تھی یہ جاتی بڑی خوش خبری ایک زبردست سی فرینڈ ہوتی چاہیے لاور فرینڈ ایک ناول کی شکل میں ہو تو کیا بات ہے اس کے علاوہ ڈیئر فرینڈز انشاں اینڈ عروسہ ہمارا بی انسی کا فائل ایئر ہے کلج ہنگامے سب ختم کر پاریاں بھانے میں کوئی چوک مت کرنا کہ ہمارا یارنہ عمر بھر کا ہے۔ پتھ ہے فیض سے لوگوں کو کہتا چاہوں گی کہ اب میں نے چپ سا دھ لی ہے اور میری خاموشی ہی میری زبان ہے اگر کھوتو۔ ہمارے لیے دعا کیجیے گا ہمارے ہیر زعفرین متوقع ہیں اور میری سویت بہنا اتر شاہ 29 مئی کو تمہاری برتھ ڈے ہے مئی مئی پکی برتھ ڈے ٹو ہو۔ اتنی کامیابیاں سمینو کہ مجھے یہ کہنے پر مجبور ہو جاؤ بگو میں تمہاری ہوں۔ تمہارا ڈاکٹر بننے کا

خواب ان شاہ اللہ شرمندہ تعبیر ہوگا۔ بس اسی طرح محنت جاری نہ ساری رکھنا اور منہ بسور نے سے باز نہ آنا۔

مونا شاتریشی..... کبیر والہ

دل کی دھڑکنوں کے نام

السلام علیکم! نازی آبی آپ کو نئے بندھن میں بندھنے کی ڈھیروں ڈھیروں مبارک ہو اللہ یا کس آپ کو بہت ساری خوشیاں نصیب کرے۔ انا خان میوش کیسی ہو؟ شازن سے خان کیسی ہو؟ خنا یونس کہیں ہو بھی۔ لاڈ ملک نمبر کیوں بند کر دیے ہیں۔ ایس انمول کیسی ہوآپ؟ عائشہ ملک آپ بھی غائب ہو انٹری بند آآنچل میں۔ ماہ صبح سیال نسکی بھی کیا نا اکتھی کہ دوستوں کو بھول جائیں۔ آمنہ لہذا شہیرہ یار پیار اور دعاؤں کا تمہارے لیے بھی نیک خواہشات کا تحفہ قبول کر لو۔ ساریہ چوہدری کہاں کیسی ہو؟ سہاں آبی آپ کو مبارک باد ڈاٹ شروع کرنے پر۔ نادیہ فاطمہ ڈیئر آپ بھی سلیس وار ناول کے ساتھ انٹری دین شاہ زندگی کیسی ہوآپ؟ عبدل 26 اپریل کو تمہارا جنم دن ہے بہت مبارک ہو ہمیشہ خوش رہو۔ میری بھی سالگرہ ہے کوئی مجھے بھی دس کر دے نا ہا ہا۔

صائمہ سکندر سوہرو..... حیدرآباد سندھ

آنچل دوستوں کے نام

السلام علیکم! اطال! سلم پروین افضل شاہین فریدی شہیر فائزہ بھٹی روبی علی ماہ رخ سیال رشک خنا سامعہ ملک پرویز شہناز اقبال شازیہ قہن مونا شاتریشی میرے عمر میں شریک ہونے کا بے حد شکر ہے سامعہ جی اتنا خوب صورت رشتہ جوز نے پر بے حد مشکور ہوں۔ رشک خنا آپ نے ہالک ٹھیک پہی نا مجھے دنیا کی سب سے خوب صورت پری میں ہی ہوں۔ فریدی شہیر آپ کو میرے کورانا احب کے کہتے ہوں پر حیرت ہے اور مجھے آپ کی حیرت پر حیرت ہے۔ کیوں کہ آنچل میں بارہا ہمارا نام بہنوں کے طور پر شائع ہو چکا ہے خانا سلم آپ کی دوست ملنا اب کیسی ہیں؟ اللہ تعالیٰ آپ کی دوست و محبت و تسرتی سے بھر پور خوشیوں بھری لمبی زندگی عطا فرمائے آمین۔ صبا شہزادی انا احب اپنا پیار کے پیار میں ایسی کم ہوتیں کہ ہمیں بھی مشکل سے ہی دستیاب ہوتی ہیں۔ دعا کرتے پچھتا نہیں گی آپ کیونکہ اتر جی کینڈی باس ٹھیک کہہ دی ہوں ناں؟ تمہارے دوست۔ آمنہ لہذا (سرگودھا) میں تو نہیں غائب نہیں ہوں بس ساں واہس انٹری دیکھی ہوں شاید آپ کی نظر سے گزر رہا ہمارا نام

دعاؤں کے لیے سب سے شکر یہ اللہ حافظ۔

دعا کے محرر..... فیصل آباد

آنجل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! امید ہے سب خیر و عافیت سے ہوں گے نازی
آپ کے نکاح کا سن کر دل خوش ہو گیا۔ دل کی گہرائیوں
سے آپ کے لیے نیک تمنائیں۔ میرا آپ بھی ڈنل ہونے
جا رہی ہیں میری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ دونوں کے دستان میں اتنی
خوشیوں بھر دے کہ شہر کرتا بھی نامکون ہو آئین۔ حراقہ کی ہونڈیا
کو شکر یہ نہیں بولتے۔ یاد آنجل سکھڑیے ہم سب ایک ٹیلی میسر
ہیں۔ یہ ظلم اور حسن اخلاق ہی ہے جو انسان کی پہچان کر داتا
ہے پورین افضل شاہین دعا ہے آپ ہمیشہ ایسے ہی مستی مسکرائی
ہو آئین۔ دعا باقی اینڈ انا صاحب کسی ہو! آنسہ شہیر پارس شاہ شاہ
زندگی اینڈ امیر گل کہیں عاتب ہوا شمع مکان لاؤ و ملک ایس
انمول سامعہ ملک خدیبہ نذیر ارم کزل ناقہ سکند فریجہ شہیر اور
عائشہ پرویز کیسی ہو پلیز انٹری و بی رہا کمد۔ ضامنہ قریشی اینڈ
واپسی زدر گرجیا بخاری اینڈ ایس جنول شاہ تسلیم کی مانند خوش
رہو! امہامہ خواجہ شمع شمع میں بھی انٹری رہتی رہنا سلالہ پائیزہ
میں بھی آپ کے منتظر رہے گی۔ تانیہ عثمان تمہارے ممبرک کے
بچہ ہو گئے اب تم اسلامیہ کالج میں ہی ایڈمیشن لینا اچھا ہے نا
میری دونوں فرینڈز ایک ساتھ ہوں گی۔ ان شاہ انتداب بیف
انٹری میں ہم دونوں ساتھ ہی بچہ رہیں گے شہرہ ہمیشہ کی طرح
تم باپ کرو گی ان شاہ اللہ میرے لیے بھی دعا کرتا میرے بھی
بچہ ہونے والے ہیں۔ میرا کپیڈورس مکمل ہو گیا ہے اب بچہ
کے بعد پارز جو آئین کروں گی۔ نیشنل کنگ اینڈ اریہ کیسی ہو! ہم
نے فرسٹ پوزیشن میں سے لو کے اپنا خیال رکھنا آخر میں تمام
لوگوں سے درخواست کروں گی میرے ہوجان کی محنت یہی ہے
لیے دعا کریں آپ سب کی اپنی۔

نگین افضل ڈرنج... سحرات

آنجل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! آج بھی ممبرز اینڈ آل مائی فرینڈز! کیسی ہو
سہنٹ کھٹ پر یوں! میں کافی عرصے سے آپ سب کا آنجل
میں دیکھتی اور پڑھتی آ رہی ہوں مگر پیغام پہلی بار بھیج رہی ہوں
کیونکہ آنجل میں بہت سی لڑکیاں ہیں جن کے نام کے آخر میں
گل آتا ہے لیکن میرے نام کے شروع میں گل آتا ہے جیسے گل
مینا خان! میں اپنے خاندان علاقے اسکول میں اپنے نام کی
ایک ہوں (نور کام کی بھی)۔ میرا نام سب سے منفرد ہے۔
آنجل بہت شوق سے پڑھتی ہوں! آنجل قارئین میں مجھے
مدیجہ کنول سرور کو پڑھنا اچھا لگتا ہے اور ہاں مدیجہ کنول سرور 7
مٹی کو آپ کی سامرہ ہے لیکن برتھ ڈے ٹویج۔ (پلیز ضرور
تائیے گا میری ٹوٹ کرنا کیسا لگا) اس کے علاوہ مجھے ہا شیر زاراج
مبارک بھی اچھی لگتی ہیں۔ جلیلہ غزل! اللہ گل بہار! ماشدہ اور
میری پیاری گھڑیاں! وہ بہت بہت سلام اور جان سے پیار سے
بھیجے جا رہا ہے! (جسے ہم بین میں کہتے ہیں) کو بہت بہت
پیار اور آخر میں میری پیاری بہن حسینہ بیج! ایس کی 20 مٹی کو
برتھ ڈے ہے! بہت بہت ساگرہ مبارک ہو۔ حسینہ میں تم سے
بہت پیار کرتی ہوں اور تم بھی میرے پیار کو کہیں پاؤ گی۔
ایڈہ (بہن) تم بہت اچھی ہو! کیونکہ تم مجھے آنجل لا کر دیتی
ہو! آنجل سے میرا گہرا تعلق ہے اور آنجل پڑھنے والوں سے
بھی اس لیے اگر زندگی ہوتی تو پھر میں گے اللہ حافظ۔

گل مینا خان... میرا کڈ ماں سہرہ

سویت فرینڈز کے نام

مائی ڈیر اینڈ سوٹ فرینڈز! پیغام جب تم تک پہنچے گا تب
تک تمہاری ساگرہ زور چلے ہوگی لیکن کہ ہونا میں تو جب بھی وش
کروں گی تو تمہارے لیے وہی جی ہوگی۔ مائی ڈیر اینڈ سوٹ
فرینڈز! نویدہ حکیم! تمہیں زندگی کا یہ دن بہت بہت مبارک ہو! اللہ
تمہیں بہت سے ایس دن دے گا تم زندگی کے ہر موڑ پر کامیاب
ہو اور ہر امتحان میں سرخرو ہو تم جہاں بھی ہوگی میری پڑھ لوں
دعاؤں کو لینے ساتھ پاؤ گی ہمیشہ ایک چھوٹی سی درخواست ہے
کہ کبھی کبھی کسی کی باتوں میں آ کر مجھ سے مباحث مت ہونا۔

میرا سہرا... احماد آباد



dcp@aarcnsl.com.pk

مالہ سلیم... خانہ خاں

عائشہ نور عائشہ کے نام

عائشہ آپ کو سا لگہ بہت بہت مبارک ہو! 11 اپریل کو
ساگرہ مٹی مگر سواری میں ایٹ ہوئی ہوں اللہ کرے تمہاری زندگی
کا آنے والا ہر سال خوشیوں سے بھر پور ہو اور جو نیک مقصد اور
خواہش آپ کے دل میں ہے وہ جلد تر جلد پورا ہو۔ عائشہ آپ
میرے لیے بہت قیمتی دوست اور بہت اچھی سسز ہو آئی لو پوسو
ج۔ ایک بار پھر ساگرہ مبارک! اللہ حافظ۔

یادگار

جو ہر پہ سالک

روشنی

میرے پروردگار
مجھے سخن درسی عطا کر
لغظوں کی جاو گری عطا کر
جو لوگوں پر نقش ہو جائے
میری بات میں ایسا اثر دے
جو منہ دے تیرہ شمس
زمین و دل کی
مجھے بس.....

اک حرف کی روشنی دے آمین۔

طیبہ سعیدہ عطار یہ..... سیالکوٹ
بیوی کی نظر سے

کیا آپ نے اپنی بیوی کی نظر سے دنیا کو دیکھا ہے؟ تو
ایک بار دیکھیں تو آپ کو ہتھ چلے گا۔
• دنیا کا سب سے پر فیکسل آدمی اس کا باپ۔
• دنیا کا سب سے عمدی شوہر اس کا بھائی۔
• دنیا کا سب سے خوب صورت لڑکا اس کا چھوٹا
بھائی۔

• دنیا کا سب سے خوش نصیب آدمی اس کا بہنوئی۔
• دنیا کا سب سے مشکل مشاوری اس کا ماموں۔
• دنیا کا سب سے مطمئن چھوٹا بچہ اس کا بے کار آدمی
اس کا شوہر.....

• میں نے اتنی ہی ریسرچ کی ہے ابھی تک.....
ہاہا۔ بے چارہ شوہر.....

بلال اہمل..... سمندری
ناس عظیم مستی ہے

”وہ دونوں (ہاں باپ) تیری جنت دوزخ ہیں یعنی
جو لوگ ان کو راضی رکھیں گے جنت پائیں گے اور جو ان کو

مراض رکھیں گے وہ دوزخ کے مستحق ہوں گے۔“ (ارشاد
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ابن ماجہ)

☆ ماں کو گالی دینا دنیا کا سب سے بڑا گناہ ہے۔
☆ ماں کے قدموں تلے جنت ہے (حدیث
نبوی ﷺ)

☆ ماں کے منہ سے نکلی ہوئی دعا خدا کو بھی ماننا پڑتی
ہے (حدیث نبوی ﷺ)

☆ ماں کے بغیر گھر ایک قبرستان ہے (برناز شاہ)
صائمہ سکندر علی سومرو..... حیدرآباد سندھ

اوقات

ہر روز کھینچتے ہیں انسان کے خون سے ہولی
اوقات کیا یہی ہے انسان کی زندگی کی
جب جس کے جی میں آئے انسان کی جان لے لے لے
انسان ہے کہ گویا تصویر ہے بس کی
راؤ تہذیب حسین تہذیب..... رحیم یار خان

نکا و نفرت

ایک مولوی سب کو نیکی کی راہ کی طرف راغب کرتا تھا
اور نئے کاموں سے منع کرتا تھا اور لوگوں کو نیکی و برین
دیکھنے سے بھی منع کرتا تھا کہ یہ گناہ ہے۔
ایک مرتبہ مولوی خود شیلی ویشن دیکھ رہا تھا ایک شخص
نے کہا ”مولوی صاحب آپ تو سب کو نیکی ویشن دیکھنے
سے منع کرتے ہو اور خود دیکھ رہے ہو۔“
مولوی نے کہا۔ ”میں تو اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہا
ہوں۔“

کمرن ملک..... جتوئی

پیاری باتیں

چار وقت ایسے آئے جب وقت جہاں تھا وہیں رک
گیا۔
• جب سرکار دو عالم ﷺ معراج پر تشریف لے
گئے۔

• جب سرکار دو عالم ﷺ کی پیاری لاڈلی قافلہ کے
سر سے دو پنہا تر گیا اور سر کے دو بال نظر آنے لگے

جب حضرت بلال نے اذان ندی تو وقت وہی کا
دی رک گیا۔

جب سرکارِ دو عالم ﷺ حضرت علی کی گود میں سر
رکھ کر آرام فرما رہے تھے۔

مس فوزیہ کنول..... کشمیر پور
نکسین

اک عجیب سی حالت ہے تیرے جانے کے بعد
بھوک ہی نہیں لگتی کھانا کھانے کے بعد
میرے پاس آٹھ سو سے تھے جو میں نے کھائے
ایک تیرے آنے سے پہلے سات تیرے جانے کے بعد
نیند ہی نہیں آئی مجھے سونے کے بعد
نظر کچھ نہیں آتا آنکھیں بند کرنے کے بعد
ڈاسٹر سے جو پوچھا اس کا علاج
وے کر دو ٹیبلٹس بولا
کھالینا دو جانے سے پہلے دو سونے کے بعد
کیسی لگی یہ غزل پڑھنے کے بعد
گل حمر..... ملاحظہ

پانچ عادات.....!

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

”اے مہاجرین کے گردہ پانچ عادات ایسی ہیں
اگر تم ان میں مبتلا ہو جاؤ اور تم پر ان پڑیں میں اللہ تعالیٰ کی
پناہ مانگتا ہوں کہ وہ تم پر آئیں۔“

جب قوم میں بے حیائی پھیلی آخر کار وہ بربطابے
حیائی کرنے لگے تو ان میں وہ امراض ظاہر ہوں گی جو
پہلوں میں نہ تھیں۔

جب قوم میں ناپ تول میں کی کاروانج ہوان پر قحط
اور سخت مشقت اور بادشاہ کا ظلم و ستم آئے گا۔

جب جس شخص نے اموال کی زکوٰۃ روک دی ان پر
آسمان سے بارش رک جائے گی اور اگر چوپائے نہ ہوں تو
بالکل بارش نہ ہو۔

جب جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا عہد
توڑ دیا (یعنی آخرت قرآن و حدیث پر ایمان و عمل چھوڑ

دیا ان پر دشمن مسلط کر دیا جائے گا جو کچھ ان کے قبضے میں
ہوگا وہ ان سے چھین لیا جائے گا۔

جب جس قوم کے سردار کتاب (قرآن) کے مطابق
حکم نافذ کرنا چھوڑ دیں گے اللہ تعالیٰ ان کو خانہ جنگی میں
بتلا کر دے گا۔

ملا لہ اسلم..... خانہ بوال

امول مولیٰ

+ ضد اور ہٹ دھرمی سچے راتے کو دور کر دیتی ہے۔
+ دل زبان کی کھیتی ہے اس سے اچھی باتوں کی خمر
ریزی کر دوانے سب نہ آئیں گے کچھ نہ کچھ تو ضرور آئیں
گے۔

+ یہ زندگی ہماری خواہشات کے مطابق نہیں ہوتی
جہاں ہماری پسند کی چیز ہمیں میسر نہ آئے یا کھو جائے صبر
وہاں کا ہوتا ہے۔

+ کسی کی حوصلہ شکنی نہ کرو کیا پتا وہ اپنی آخری امید
لے کر آیا ہو۔

+ اگر آپ سب کچھ کھو چکے ہیں تو ہاتھ ہونے کی
ضرورت نہیں کیونکہ جو سب کچھ ہوتا ہے اس کے پاس
پانے کے لیے پوری دنیا ہوتی ہے۔

ار سوز ارج..... شاد بوال مہجرات

دعا

جنوری کی دھوپ ہو

فروری کی بارش ہو

مارچ کی شام ہو

اپریل کی بہار ہو

مئی کی صبح ہو

جون کی چھاؤں ہو

جولائی کی خوشبو ہو

اگست کی تاروں بھری رات ہو

ستمبر کی چاندنی ہو

اکتوبر کی رسم مہم ہو

نومبر کی ہوا ہو

رہتا ہوں خیند سکون سے آتی ہے زندگی میں ہی امن ہے کوئی پریشانی نہیں ہے ایسا کیوں ہے؟“
ڈاکٹر: ”میں آپ کی بیماری سمجھ گیا آپ کی زندگی میں وہ امن شی (She) کی کمی ہے۔“

تاؤش فریال..... کہ روز پکا

مہکتے الفاظ

ایڑیاں اٹھا کر چلنے سے بونے قدم آدھ نہیں ہو جاتے۔

زندگی میں دو باتیں تکلیف دیتی ہیں ایک جس کی خواہش ہو اس کا نہ ملنا اور دوسری جس کی خواہش نہ ہو اس کا مل جانا۔

دو چہرے انسان کو کبھی نہیں بھولتے ایک مشکل میں ساتھ دینے والا اور دوسرا مشکل میں ساتھ چھوڑنے والا۔

ایک بات ہمیشہ یاد رکھو کہ کبھی کسی کو دھوکہ نہ دینا دھوکے میں بڑی جان ہوتی ہے یہ کبھی نہیں مرنے کا حکم پھر کر ایک دن واپس آپ کے پاس پہنچ جاتا ہے کیونکہ اس کو اپنے اصل ٹھکانے کی پہچان اور اس سے بڑی محبت ہوتی ہے۔

عائشہ عارف..... گڑھا سنبھال

میری پیاری ماں!

اے ماں!

یہ سب خوشی

جو مجھے ملی

تری دعا کا ہے اثر

میری زندگی

کی ہر اک کھلی

تیرے دم سے ہے کھلی

ٹوبیہ نواز اعوان..... کٹڈ ان خورد

حاضر جواب

باپ بیٹے سے: ”تم نے ماما کے خط کا جواب کیوں

نہیں دیا؟“

بیٹا: ”آپ ہی نے کہا تھا کہ بڑوں کو جواب نہیں دیا

آنچل منی ۲۰۱۵ء 296

دہمہر کی سردرات ہو

اس سردرات میں میرے سرد ہاتھوں میں آپ کے لیے دعا ہو سدا خوش رہو آمین۔

شاملہ نقی..... سمندری

حضرت ایم بن ابراہیم کے اقوال

+ عافیت تنہائی اور خاموشی ہے۔

+ جو نیکی آج ہم پر شاق ہے وہی کل میرا ن عمل میں

بھاری ہوگی۔

+ لوگ ان چیزوں کو دوست رکھتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے دلوں میں خدائی کی طرف سے حجاب ہے۔

+ عارف کی پہچان یہ ہے کہ وہ غور و فکر کرتا رہے اور کائنات کی ہر چیز سے عزت حاصل کرے۔

+ لقمہ حرام سے بچو دل سے دنیا کی محبت دور کرو پھر جو اسم بھی تم پر ہو گے وہی تاثیر میں اسم اعظم ہوگا۔

بحوالہ کتاب: دانش کدہ اربعہ صدیق خیر آبادی

سائبر سردار..... لعل آباد

انمول موتی

نہ رزق حلال کی تلاش لوگوں کا محتاج بننے سے بہتر ہے۔

بہتر ہے۔

انسان کی سب سے بڑی غلطی اپنی غلطیوں سے بے خبر رہنا ہے۔

نہ دنیا میں سب سے بہتر خیال یہ ہے کہ میں آج کون سی نیکی کر سکوں۔

نہ جاہل کے سامنے عقل کی بات نہ کرو کیونکہ پہلے وہ بحث کرے گا پھر اپنی ہارد کیہ کر دشمن بن جائے گا۔

نہ ہزاروں کو دوست بنانا کوئی بڑی بات نہیں ایک دوست ایسا بناؤ کہ یہ ایک اس وقت ساتھ دے جب ہزاروں آپ کے خلاف ہوں۔

علی حمزہ راجیڈا امین..... پارہ قطعہ

وہ امن شی (She)

مریغی ڈاکٹر سے: ”ڈاکٹر صاحب میں بہت خوش

کرتے۔"

سامعہ ملک پر دین..... خان پور ہزاروں
اجہی ہاتھیں

خیناں خان..... ہری پور
آس.....!

□ مسکراہٹ وہ واحد لباس ہے جو ہمیشہ فیشن میں
رہتا ہے۔

سنو.....

□ اپنے چہرے پر مسکراہٹ کا میک اپ اس طرح
سجاویں کہ اس پر دکھوں کی جھریاں نمایاں نہ ہوں۔

جب بہار پر خزاں کا موسم آئے
جب اپنا کوئی دھوکا دے جائے
تو لوٹ آنا کہ.....

□ چہرہ ہم اس وقت نکھار سکتے ہیں جب ہمارے
پاس ایک عمدہ چہرہ ہو۔

میں تو آج بھی

□ زندگی کے رنگ گل میں اگر صحت کا رنگ نہ ہو تو وہ
دیران گنتا ہے۔

خالی دل لیے

تمہارے لوٹ آنے کی

شازیہ نصیر احمد..... نور پور

آس میں زندہ ہوں

جھوٹ

شیخ مسکان..... جام پور

لفظ لفظ موٹی

"کس کے ہیں.....؟"

"بس تمہارے ہی تو ہیں....."

ان کے یہ لفظ "جھوٹ" تو تھے

مگر غضب کے تھے.....

□ انسان دکھ نہیں دیتا انسان سے وابستہ امیدیں دکھ

دیتی ہیں۔

□ اپنے دشمن کو ہزار موقع دو کہ وہ آپ کا دوست بن

جائے مگر دوست کو ایک موقع بھی نہ دو کہ وہ آپ کا دشمن بن
جائے۔

نورین لطیف..... ٹوبہ ٹیک سنگھ
ختاس

□ اخلاق کے دائرے میں رہو اخلاق وہ ہیرا ہے جو

پتھر کو کاٹ سکتا ہے۔

انگریزوں کی مثال خناس جیسی ہے جو مسلمانوں کو راہ
حق سے ہٹانے کے لیے وار کرتے ہیں۔ اگر مسلمان محتاط
ہو جائیں تو وقتی پسائی اختیار کرتے ہیں لیکن وہ اپنی
جدو جہد ترک نہیں کرتے۔ یہ اس لیے ہے کہ انسان کی
انسانیت خناس کے تابع ہے۔ ان کے بہت کم اعمال
انسانیت کے اعمال ہیں زیادہ تر اعمال خناس ہی کے منشاء
کے مطابق ہیں۔

□ ہمیشہ جھوٹ کرنا سیکھو کیونکہ تمہارا سا جھک جانا کسی

رشتہ کو ہمیشہ کے لیے توڑنے سے بہتر ہے۔

دہیقہ زمرہ..... سمندری

آنچل کے نام

آ جاؤ کہ تم سے ملنے کو ہے

بے تاب.....

یہ منظر بدل

آ جاؤ کہ تیری دین کو

ترہتی نگاہیں

تجھ کو پکاریں.....

آ جاؤ کہ تم سے ملنے کو ہے

بے تاب .. دل

دنیا میں رہنے کے دو طریقے ہیں بیچ کر رہنا یا ڈٹ کر
رہنا۔ بیچ کر رہنا مقام تقویٰ اور ڈٹ کر رہنا مقام جہاد
ہے۔ برائی سے بچو اور نیکی سکھ لے ڈٹ جاؤ۔ ڈٹ کر
رہنے والا اللہ سے خوفزدہ اور مخلوق سے بے خوف ہوتا ہے۔
مخلوق کی حرکات و سکنات اسے خوفزدہ نہیں کر سکتیں۔ ڈٹ
کر رہنے والا امیر حق اور باطل پر غالب ہوتا ہے ہر حال
میں اللہ سے مدد مانگنے والا ہوتا ہے۔

آنچل منی ❀ ۲۰۱۵ء 297

Scanned By Amir

فیضانِ الحق

امرباب: بسین..... سرگودھا

دل زندہ یا مردہ

ایک بزرگ کا قول ہے دل کی تین رنگیں ہوتی ہیں اگر اپنے ایمان کو بیکارنا ہے کہ دل زندہ یا مردہ کیا ہے تو.....

○ قرآن کھول کر پڑھو دیکھو دل لگ رہا ہے یا نہیں؟

○ دل محفل میں بیٹھو جہاں اللہ کا ذکر ہو رہا ہو دیکھو دل نکلتے ہیں یا نہیں؟

○ تنہائی میں سینہ کے دیکھو کہ تمہاری تنہائی پاک

صاف سے اُتھ یاد آتا ہے کہ نہیں؟

○ اگر جواب ہاں ہے تو تمہارا دل ابھی زندہ ہے اگر

جواب نہ ہے تو ذرو اور اللہ سے دعا کرو کہ تم پر رحمت فرمائے۔

مسکان جاوید ایڈا ایمان نور..... کجوت ساہ

زعفرانی قطعہ

مالک نے ڈانٹاؤ نے پھر تو ہانڈے تھے

بھیس بھیس کی کچھ صدائیں کانوں میں ہو رہی ہیں

تو کہ یہ بولا "پھر تو مر چکے ہیں سارے

بیوائیں ان کی آ آ کر کانوں میں رو رہی ہیں"

خدا اور جنت

دعا اپنے لیے مانگنا عبادت ہے اور دوسروں کے لیے

مانگنا خدمت..... عبادت سے جنت ملتی ہے اور خدمت

سے خدا.....

افشاں علی..... کراچی

احساس کتری

کس کو فرصت

کہ مجھ سے بحث کرے

اور ثابت کرے

کہ میرا وجود

زندگی کے لیے ضروری ہے

دعا ہے سحر..... فعل آباد

فعل

جہ فیصلے کا لمحہ بڑا مبارک ہوتا ہے زندگی میں بار بار یہ لمحات نہیں آتے۔ صحیح وقت پر سب فیصلہ ہی کامیاب زندگی کی ضمانت ہے۔

بڑا اگر غلطی سے کوئی فیصلہ غلط ہو بھی جائے تو اس کی ذمہ داری سے ریز نہیں کرنا چاہیے۔ اپنے فیصلے اپنی لولاد کی طرح ہیں ان کی حفاظت تو کرنا ہونی دنیا کی تاریخ کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ اکثر تاریخی فیصلے غلط تھے لیکن تاریخی تھے۔

جہ تقدیر اپنا بیشتر کام انسانوں کے اپنے فیصلے میں ہی مکمل کر لیتی ہے۔ انسان راہ چلتے چلتے دوزخ تک جا پہنچتا ہے یا وہ فیصلہ کرتے کرتے بہشت میں داخل ہو جاتا ہے۔ بہشت یا دوزخ انسان کا مقدر ہے لیکن یہ مقدر انسان کے اپنے فیصلے کے اندر ہے۔

جہ تقدیر اپنا بیشتر کام انسانوں کے اپنے فیصلے میں ہی مکمل کر لیتی ہے۔ انسان راہ چلتے چلتے دوزخ تک جا پہنچتا ہے یا وہ فیصلہ کرتے کرتے بہشت میں داخل ہو جاتا ہے۔ بہشت یا دوزخ انسان کا مقدر ہے لیکن یہ مقدر انسان کے اپنے فیصلے کے اندر ہے۔

(دل دریا سمندر..... واصف علی واصف)

جہیر اوشین..... منڈی بہاؤالدین

آب زمزم

○ زمزم کا کنواں 1814 فٹ 13 میٹر گہرا ہے۔

○ 4000 سال سے نہ سوکھا ہے نہ ذائقہ بدلا ہے۔

○ 8000 لیٹر ایک سیکنڈ میں موڑ لیتی ہے۔ وہ بھی

چوہیں گھنٹے اور صرف 11 منٹ میں کنواں بھر جاتا ہے

سبحان اللہ

رد علی..... سید والا

ایک قصہ اپنانا

دو دوست ایک بلڈنگ کی دسویں منزل پر رہتے تھے

ایک دن وہ گھر آئے تو معلوم ہوا کہ بجلی گئی ہوئی ہے بلڈنگ

فلٹ بند گئی۔ میز میوں کے ذریعے دسویں منزل پر جانے

کے خیال سے ہی دونوں دوست پریشان ہو گئے مگر مرتے

کیا نہ کرتے۔ دونوں نے فیصلہ کیا کہ باتیں کرتے ہوئے

میز میوں سے اوپر چلیں گے ایک نے کہا۔

"میں تمہیں مزاحیہ قصہ سنانا ہوں تم مجھے افسوسناک

واقعات سنانا۔" مزاحیہ قصہ سناتے ہوئے وہ آٹھویں منزل پر

پہنچ گئے پہلے دوست نے کہا۔

آنچل منی 2015ء 298

Scanned By Amir

”اب تمہاری باری ہے تم فسوسنا کہ واقعہ سناؤ۔“
 دوسرا دوست بولا ”اگر میں نے تمہیں فسوسنا کہ واقعہ
 سنایا تو تم روئے لگو گے۔“
 پہلا دوست بولا ”تمہیں میں نہیں روؤں گا۔“
 دوسرا دوست بولا ”تو پھر سنو..... گھر کی چابی نیچے
 گاڑی بس راگنی ہے۔“

سیدہ جیا عباس..... تلہ گنگ

میرا تعارف

میرا نام..... مشرقی لڑکی
 میری زندگی..... وفاداری
 میرا لباس..... شرم و حیا
 میری سوچ..... بزرگوں کا فیصلہ
 میرا کام..... سب کی بھلائی
 میرا سرمایہ..... یادیں اور کتابیں
 میری دوست..... میری ماں اور میری تمہائی
 میری پسند..... میرا بچپن
 میرے جذبات..... دلن سے محبت
 میری آواز..... برائی روکنے کے لیے پکارنا
 میرا اہتمام..... میرا علم

علمہ شمشاد حسین... کورنگی کراچی

TV انکر

ان شاہ (مختصر ادبی انٹرنیٹ)

”کہتے مرے دولہا! شیو بنو ایسے گا، میرا اسٹائلنگ
 چلے گی یا پورا پروفائل اٹھے گا جناب والا کا۔ ایک دفع
 سحارہ اور شپ ٹاپ کام کے مالک تے ہو جاؤ۔
 جناب کی تشریف دھر دھوں گا خانمانی سیاست کا تختہ نیچے
 لگا کر، اس اوپر بیچ والی کرسی پر اوپر کی سیٹنگ میں تھی ہوتی
 گردن میں موڈنی مرتبے کا نرم ہیڈ ریست فنش ہو
 جاوے گا ہاتھ کے ہاتھ۔ دونوں بیسبارک ہوں گے چلی
 ہوئی عوام کے استوں کے اوپر۔ پہلے تو واٹس ایپ کار لگا
 کر تعارف کا پھر پھر خوشبودار چمڑ کا ڈیگرے طے شدہ دوستانہ
 سوالوں کی چدر سے ذات مبارک کو کردار سمیت اس

طروں ڈھانپ دوں گا کے بنائی کا چھینٹا تو کیا چیز یا بھی
 پر نہ مار سکے آپ کی دعا سے۔ چاروں طرف آئینوں کی
 سیٹنگ تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔ جیسا چاہیں گے ویسا
 دکھلاویں گے۔ این آر او کا بڑھیا خضاب اور دینداری کا
 جماگ والا شینو یہ دھرا ہے آپ کے سامنے کالج کی میز
 پر۔ استرا تیز کرتا یا تیز ہاتھ چلاتا دیکھیں تو گھبرائے گا
 مت، یہ آئینے میں غیر جانبداری دکھلانے کے لئے ہوگا۔
 پبلک کے بعد اسرار پر۔ صورتی ہی استرا کے بعد بھروسے
 کے نور سے چمکنے لگے گا کھوڑا شریف۔ آخر میں بیچ مبارک
 پر خوش آمدید کے مہکتے تیل کی ہلکی ہلکی ماش اور چھپی چھپی
 تعریف کی دھمی دھمی مکیاں، خیند سے جو حاصل نہ کر دیں آپ
 کی غذائی آنکھیں تو نام اور پروگرام بدل دیتے گا، آپ
 کے بھائی کا۔“

”جی کیا فرمایا آپ کا حریف؟ حضور والا اس کا حجاز
 شریف تو دھرا رہ جائے گا آپ کے برابر والی کرسی پر نیچے
 کی سیٹنگ میں۔ سوالوں کی کندھنی پہلے سے تیار کر رکھی
 ہے دس کے واسطے ڈبل بلیڈ کا استرا لگا کر جب
 لاہوری نمک کی ذلی رکھوں گا دس کے کلوں پر تو قسم ایمان
 کی طبیعت ہری ہو جائے گی آپ کے معشوق کی۔“

”جی کیا کہا ضمیر؟ اچی ٹولی مارے قلم کی سچائی کو۔
 کھائے ہیں میں نے بھی دھکے اور فالتے با ضمیر صحافت
 کے برس ہا برس۔ وہ تو بھلا ہوان چوبیس گھنٹے والے ٹی وی
 جوتلو کا کہ۔“

شارق علی



yaadgar@aanchal.com.pk



الکشف

شہادتاغاصر

السلام علیکم اور جنتہ المقدمہ پر کائنات پروردگار کے پاک نام سے آغاز کرتی ہوں جو رب العالین ہے۔ سوال نمبر کو پسند کرنے اور سرائے کا بے حد شکر یہ تعریف و تحسین سے بھر پور آپ کے بھرے اور ولایت خدیجہ سے مزین آپ کے خطوط ہمیشہ چل و سچانے سوار نے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں آپ کے جوش قیمت وہ بے الفاظ ہماری ساری ممکن کا نور کرتے ہیں نئی جذبہ مسلسل پرتا زور کرتے ہیں امید ہے مگر کے شہادہ سال گزیرے میں آپ کو وہ سب ملے گا جسے آپ برسوں سے پڑھنے کے خواہاں ہیں۔ آپ اب جتنے ہیں اسی طرح آئندہ میں جھلملتے آپ کے دلچسپ تبصرہ کی جانب۔

فاخرہ گل..... اقلی۔ السلام علیکم! آج تقریباً آٹھ دس سال کے بعد کسی بلاد میں خط لکھ رہی ہوں اور کتنا چل میں ہلو سائٹ میں نئی نئی باتیں لیکن پھر بھی آج تک ہمیشہ ہی یاد رہی میری کسی یاد دہری سے کاموں کی نیا دلی کی شہر ہو کار بائیں ہمیشہ سے کفر یعنی چل کی محفل میں شریک ہو جایا کرتی تھی لیکن اس سال نہ نمبر پر لیکن میرا بھائی کے نپٹ لنگ بھیجے پرا چل کی کج رجحان لکھی اس کے لیے میرا بے حد شکر یہ اس مرتبہ چل جس طرح محفل کو بھر پور طریقے سے اپنی سال مرمانا ہوا نظر آیا اس سے بہت خوش ہوئی اور میں اس شہادے پر تبصرہ لکھے ہاں میں رہ پائی۔ نگہت آپ راحت آپ اور اقبل بانو آپ کا شہر تو ان رانگزمیں ہوتا ہے جنہیں پڑھ کر ہم جیسے کئی لوگوں نے لکھتے تھے۔ فہرست میں تصانیف کا نام ہی خوش کر دیتا ہے صدف عصف کی بہت زیادہ کجریں پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا لیکن ان کے لکھنے کی مستقل عزت کی جتنی ہے کہ تصانیف کا نام ہی ان کی بہترین پہچان ہے۔ میری بہت باری دور پر ان دست سہاں گل کا نام تو ویسے ہی کسی تعارف کا محتاج نہیں اس کے علاوہ مگر ہرگز خوب تھی۔ مرہ سے میں میرا بے حد شکر ان میرہ پر ہے ساختہ ہی آئی۔ ان تمام کتابوں میں شہادتی تسلیم شہادتی سنعانہ کرن سونا شادقہ کی فریجہ شہرہ کئی شہادتاغاصر کا اظہار کیا آپ کی دماغ ہمیشہ تصنیف کے لیے ایک نئی توانائی فراہم کرتی ہے آخر میں دماغ چل کا بے حد شکر یہ جو تمام ہائز کو نیارہا ہونے کا ایک لگائے بغیر برادری کی سطح پر ادوت کرتا ہے اور بلاشبہ ان کے نام ہی لکھنے والوں میں سے کئی لوگ جب دل بے گناہان پر جھگڑا میں گئے آپ چل کا تعلق ضرور ہند میں گئے پتی دعاؤں میں ضرور یاد بھیگا۔

ہم فائزہ۔ میں آپ کا تبصرہ پڑھ کر بے حد خوشی کا احساس اور دلالت لکھ دے گی امید ہے کہ آپ اپنے خیالات کا اظہار کرتی رہیں گی انقدر بے ہزنت آپ خوش و خرم رکھتا ہوں۔

عنیتہ محمد نیگ..... سبحانکوت۔ سب سے سنی چل کی سال مرہ نمبر کے۔ یہاں فیس والوں کو بہتر ہے۔ آج چل کی بہنوں کو میرا سلام اور پیار کے ساتھ شکر یہ منہوں نے میرے افسانے کو پسند کیا جس کی وجہ سے میں نے ہاں آپ لوگوں کے لیے لکھا۔ چل میں اقبل آپ اور نگہت سہاجی کی کہانی بہت پسند آئی آپ چل کے لیے بہت ہی دانا ہیں۔

ہم عذیبہ حسن تپک حرکت کا بھی بہت جڑا کفن آپ سے بھی امید ہے کہ آپ بھی کسی طرح پناہ مل جائے گی جس کا بھہہ ہیں آئیں۔ اور ہم کمال..... فیصل آباد۔ پیار کی شہادتی امید اسٹی سکرانی اور حلقہ سکرانی رہیں آئیں۔ السلام علیکم امید ہے کہ آپ فہرست ہوں کی اس، اور سرورق اتنا خوب صورت اور دیدہ زیب تھا کہ نظریں پھٹنے سے انکاری ہو گئیں۔ ہمشکل اطرووں کو پہلے یا سرگوشیاں میں پہنچے تو سننے دہاتے کتاب کی دماغ کج خوش خبری ملی ہم نے، جس سے انتقاد شروع کر دیا۔ در جواب اس میں پناہ خط پانے کے حیراں سکون حاد۔ دانش کدہ میں جنت کے ساتھ درجے پڑھ کر سوچا ہمارے اعمال تو اس قدر نیک ہیں لیکن اللہ تعالیٰ بہت رحیم و کریم ہے۔ اس درجو کو کم کے صدقے وہ ہمیں بھی جنت کے کسی مقام پر ضرور ہی رہے گا۔ امید تو انکی رہی ہے۔ ہاں ہمارا آچل میں صدف عصف کی نیک نیا ساتھیوں کے دل میں لگا۔ سردے "جکونو میرے چل میں" خوب لائیں۔ زور دیا تھا پوچھیں کہیں اس میں بھی نا (آہم)۔ جیہ بخاری اور سون شادقہ کی کے جوابات بیت ایذا بیستہ سب سلسلے وان دور میں "تو ہوا تارا" میں تو ایرجی نا نہ بھی ایک توانا کے ساتھ جانوش و صراہا جسکی پریشانی نا طہ کو دل کرتا ہے سوڈ سے لگا میں نور میں ایک "جنت" موم کی محبت "میرے بے چاری شرمین بھی کیا کرے محبت کے نام پر وہ بارہو کہ لگا کر تو بندہ لکھا محبت سے کی بلکہ جانتا ہے میرے بولنی گئے اور سون بھائی کی طرح۔ گئی نہ بھی تو کامیابی کا خوش نما چہوں کھلے کا ضرور۔ فخر گل کا "لال" جو زور پڑھ کر ہر مٹ بیٹھ گئی تیز ہوئی "مٹی سوا۔ عذیبہ محمد بیگ" کا "آؤت" ایک جہانی تحریر تھی جہاں کا بھائی کے لیے بے انتہا پور دلا گیا ہوں بھائی کی خود غرضی نے خون کے نوسوں دیا ہاں اب وہ سے خدانے اپنی تمام محبتوں کے تمہارے لیے استعمال کا راستہ اپنانے کا ضروری ہے۔ "محبت دل کا حصہ ہے" کا لہرا احمد بہت ہی سستی خیر موزر ہے۔ نوشین جیسی عورت کے نام پر وہ ہے۔ "بہت دھوپ چھاؤں کی صدف عصف کی بہت ہی شہادتاغاصر تھی جس میں دولت کے لیے گئے شہدوں کی بے بسی نے دل زار دیا وہیں سفینہ جیسی عورت پر سات سلام جس نے اپنا شہادتاغاصر

داؤد کا کر بھی سوگوجا ہا اس کے علاوہ اس کا نام "نعت سے مجبور کی نعت" نے آسو چھلا دیا ہے۔ آخر موت کب تک اسکی قربانیاں دیتی رہے گی۔ عیاش دلی میں تسلیم شرافت، کوزہ خاندان تسلیم شہزادی اور نورین مسکان سرد کے اشعار نظروں میں آئے۔ نیرنگ خیال میں بشریٰ باجوہ سپاس گل عریشہ ہا کی نور نجمہ انجم کی شاعری نے متاثر کیا۔ دوست کا بیجا مانے میں سب کے پیارے پیارے بیجا مانے پر سب نے سنا دیا اور طیبہ نے آپ نے مجھے یاد کھلی سو سنا آف ہو۔ ڈنگا گئے میں طیبہ سحر، عطار، (تم تینوں ایک ہو پو۔...) اور بن شفیق پروین افضل شاہین، ہبید شیرانا اور مریم اشرف چھائیں۔ انہیں میں سب کے جاندار اور شاعر تھے۔ پڑھنے کوئے۔ حیدر آباد کبیر احمد پسنفا کیا کیوں سنا تا ہمارے پیارے سنا چل کر جو تھا۔ پروین افضل شاہین نظر انداز کریں تو سب کے مباح گل گزے ہی ہوتے ہیں اور نیرنگیوں سے کم نہیں۔ ہم سے پوچھئے میں ہوں یہ بین پروین افضل شاہین شیری گل ہاں۔ ہم لاؤ اور نیرنگی کے حلاوت نے آپ اس کے دارمکن کا ساڑھویں اور عشریں آج کل کا سال گھر نبردوں کے ساتھ ساتھ دماغ بھی لے لے لے اچھا جی اللہ حافظ زندگی دینی تو بھر لیں گے۔

حمبرا نوشین..... منڈی بھانو الدین۔ السلام علیکم خیرت خیرت احولن آئنگا بھائی خوب صورتہ نقل کے ساتھ آنچل ملا سب سے پہلے تو آپ کا بے حد شکر ہے کہ میری عمر یوں کا چل کے صفحات پر چک رہی ہے۔ حمد و نعت دیکھ کر دیکھ کر سرور کر سکیں، مالک یوم الدین میں جنت کے معلق معنوں کا زفرہ ملاؤ کہہ کر کہ ہم بھی اچھا جی حسد اور اللہ کی شکر کرے سے جنت کے مین بن گئی ہیں۔ سرورے میں سونا شہاد اور اہل کمال کے منتخب اقتباسات بہت پسنفا گئے۔ اقبال، انور نے مرادی ذہنیت کی بہتلی ٹھیک ترجمانی کی اور نعت سبکی کہانی پڑھ کر دیر اداسی کی کیفیت چھائی رہی، کیا ہی اچھا ہوتا جو پروین کی مازندہ رہی۔ یہاں ہاں عام نے بھی اچھا لکھا۔ نیرنگ خیال میں محمد احمد لودھی نے شکر نظموں میں بہت کچھ لکھا۔ ان کے ساتھ میں اس مرتبہ کالی چھاپا پڑھنے کو ملا اور واقعی ہاری یادوں میں محفوظ ہو گیا۔ آئینہ میں قادی بھی نہیں کہا تینوں پر بہت اچھا تبصرہ لکھا تھا، میں اور وہی سے اسے پڑھتی ہوں۔ اور اہل بڑا جامع تبصرہ کر لی ہیں۔ دوست کا پیغام آئے بھی کافی ذوق و شوق سے پڑھا، کئی لڑکیوں اب مجھے بھی اپنی دوستوں میں شامل کر لوں گا، کئی عرصے سے آپ لکھنی تھی ہوئی ہوں۔ سامع لکھ اور طیبہ نذیر میری شاعری پسند کرنے کا شکر ہے۔ دونوں ہی میرے شہر کے قریب ہیں، اٹھانک کے جوہارت بہت حراویتے ہیں اور بے ساختہ سکراہٹ بول پر بھر جاتی ہے۔ اجازت چاہتی ہوں، تم آوارہ کار کنان کی خدمت میں اپنی عطلوں۔

ہمزاد نیر جمیر: اچھا خوب صورت تبصرے کے ساتھ آپ کی آمد پر خوش آمدید۔

افشان علی..... کو اچھن۔ بہت ہی دعاؤں، نکتوں، چہتوں اور عقیدوں کے ذرائع لیے انشائیہ ایک بار پھر سے شامل محفل ہے۔ تمام پڑھنے والی خوب صورت اگھوں اور سکرات، چہروں کو پوز پوز اسلام، اجیزاسو جہاں بہار کی آغا ہے، ہاتھوں میں خوب صورت و پسنفا پھولوں کی خوش بو دیتی ہے وہیں آپ چل کر کی سال کہہ مہر نہ بنی تمام رنگ بھیر دیئے۔ باہر پڑنے کے شمارے میں بہار کے رنگوں سے لکھنے نائنے، ڈاؤنٹ و ناول تھے تو وہیں پھولوں کی طرح جتنی خوش بو بکھیرتی، وہی بیاری بیاری پڑھنے میں اور ساتھ ہی ذوق برقی چمکتے آچل کی کہانیاں جنہوں نے دل کا کھمبولون کو ہی تیرہ کر دیا تھا۔ سکتی ہاں میں ہم بھی پچھار کے بیج بنا رہے پھولے، ہنوز ساند کا سڑود ہالا ہو چا تا ہے بالکل ایسے ہی، مد بہار کے غنوم کے ہر ذوق برقی سے سجا آچل ہل کو خوش کر چلا۔ پیارے سنا آچل کے سال کہہ لیر میں تو ہمیشہ میں نہ پوچنے پر کوئی گل جسکی گلے ایشل محفل ہونے کے مواج بہت اور جس پھر ہم حاضر خدمت ہو گئے۔ کون کی ماڈل کے سرورق کے ہر ذوق برقی کی طرح سجا سورا آچل ملا سنی قیصر آرا کی بیاری میر گشاہیں سنی جب یہی یہ چاٹنا کر از حد خوش ہوئی کہ آچل کی نئی سکلی وہم جو ملی، ماہنا سجا پ" چند مضمون ہم پڑنے کو بے تاب ہے دعا ہے کہ جس طرح آچل نے ترقی دیا سبیل کے ساتھ 111 سال آچل کے ہی طرح ماہنا سجا پ بھی دن دن رات چلتی ترقی کرے اور آپ سب کی نکتیں رنگ لائیں آئین۔ خرد و نعت سے دل اور روح کو مضر و مستفید کرتے ہوئے مشفقانہ نکل سے دانش کدہ میں پھرے لفظ و لفظ جھولتی تھیے جنت کے احوال میں کرنوں بے ساختہ سبحان اللہ کہا لگتا آگے چلے جتے ہوئے۔ وہ جواب آں میں مدیرہ کے چار بھرے جوہارت پڑھے تو جانا کہ یہ میری نازیب کولہ زوی اور سویت کی میرا شریف طود شدت از و باج میں منسک ہونے جدی ہیں تو آپ دونوں لیری چاہت سے بھیروں بہانہ کہ با دست دعاؤں کے ذرائع سے دعا ہے کہ اس نئے سفر کی راہ میں آپ لوگوں کے ہر ذوق خوشیاں ہم سفر و ہمہند ہر ہیں آئین۔ جبکہ بیاری کی میری دوست، اہم خان آپ کے تینوں بیچوں خور میں۔ بخوار خان محمد صائم اور عبدالباہ سلطان کی 18 اپریل کو برتھ ڈے سے تو میری چاہت سے تینوں جنوں منوں کو ڈھیر سا راجا بنا اور کون کون کو سلا۔ "جنوں سے سنا چل میں سرورے بہت عمدہ رہا۔" لال جوزا، پیسے اڑان "بھری تو" چاہت ہو چھاوکس ہی "گلی۔" تو ہوا ہاتا، "کہہ تو بول سے حد بھل "نعت دل کا مجھو دیسے " آؤٹ " ہونے پر "چشم نم و شہ پلک" کہہ میرے جنت میں درج بنے موم کی "نعت" "نعت سے مجھو دیں کک" "چشم نم کی ہی ہے۔" اب ہو جائے "فیصلی تبصرہ لال جوزا" بہت ہی خوب صورت پیار بھرا والی تھا جبکہ صنف آصف نے بھی چاہت و نعت کو بہت خوب صورتی سے بیان کیا۔ "چشم نم و شہ پلک" یونیک نام اور انداز ہیں بہت نیر دوست۔ اقبال ہاں کو بہت بھم بعد بڑھا اچھا لگا۔ نعت سیمانے بجا فرما با سب چمھ ہوتے ہوئے بھی نظر کی رہ چلی ہے۔ "اڑان اور میرے" جنت میں درج ہے ایک عمدہ سنی، موزافسانے تھے۔ "نعت سے مجھو دیں کک" "اچھا لک بہت انوکھا لک تھا۔" میرا س گل آپ سے بات ہوئی بہت ہی اچھا لگا۔ آپ کا مطالعہ اخلاق بہت اچھا ہے جب ہی آپ اتنی عمدہ تحریریں لکھتی ہیں۔ "نعت دل کا مجھو دیسے" آپ کے ہائی ناظر کی طرح بہت نیر دوست و سپر بہت بجا دعا کی ہوں زور اور ہم لورنڈا۔ نیرنگ

چاندن ٹھکت بہوں سے اس کر فوشی ہوئی۔ ”جھنوسیر سے آج کل میں“ بہوں نے بہت اعلیٰ جہاوت دئے اس میں خود کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ پھر آستا بہتے ہوئے تھوڑا آگے ہوئے تو سب سے راحت کی نے روک لیا۔ ”موم کی ہمت“ غار میں کی تو مجھے کچھ نہیں آ رہی ویسے شرمین کو چاہے چند از چند برنی کا ہانا لے سائید سے کجی حلقہ میں مشغول ہوجم ہر پڑ جائے گا۔ ”تو ہوا تر“ لفظ کچھ نہ میں نہیں گئی پتا نہیں کچھ نے انا تو کیا ہونا ہوگا جو وہ ولید سے نکلو تو ڈری سے دیئے کہئے اب آگے بیا ہوتا ہے۔ ”محبت دل کا بھرا ہے“ سہاں جی بہت عمدہ امید سے اگلا حصہ آخری ہوگا اور ایڈ جاندار ہوگا سائنکل کا کردار بہت زبردست ہے اور وہ میں کا اتنی ہی گھریا لو مارا لکھا سنگ۔ ”جسم نمونہ محبت“ اقوال کا بولنی فل۔ ”کچھ کی سی ہے“ گہت یہ سہا بہت عمدہ کیپ ات اپ۔ ”لال جوڑا“ تو فرہ گل آپ کی کیا ہی ثابت ہے اٹنی نظر اتاریں جسند سے ااو کے ”آؤت“ خدیجہ محمد بیگ بہت سچی تو موز اسٹوری کی سب گہنے کی ہا میں ہوئی ہیں اور اپنے ارد گرد دیکھنے کی ضرورت ہوئی ہے۔ ”میر سے بخت میں جو مدد ہے“ طلعت نقادی بہت کچھ سمجھا دیا اور دکھ دیا پیرت کیپ ات اپ۔ ”چاہت دھوپ چھاؤں سی“ بہت عمدہ اسٹوری صدق آصف جی ”انکی دست“ ناز بھمال آپ کا لکھنے کا انداز بہت اچھی ہے بہت زبردست جی ”ازان“ سیما بنت عامر خواب کو کچھ فخر اہل کریں لیکن ساتھ امید نور مبرمگی دئے بہت سچی تو موز جہالی گئی۔ ”محبت سے مجھدی تک“ ام شمس آپ ہر روز کچھ ہون کے کچھ نیا لکھتی ہیں۔ سوچیں انڈ کیپ ات اپ۔ بیانس دل میں سزا بلو جی سہاں گل اردو کی نئی نئی فری بہت عمدہ وہ اس مقابلہ میں اسواتر کئی بہت حس سے کی ڈش گئی۔ بیولی کا تیز عمارہ امیں بہت زبردست جی۔ نیرنگ خیال سہاں گل سونا شاہ قرنی شیفتق احمد ندمہ اواجہ چوہان۔ پچھوہین دعا سے عمر آپ سب نے بہت اچھا لکھا۔ دوست کا بیٹا ہے میں اپنا پیغام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ یادگار لمے میں طیبہ سحر یہ عطاردیہ ساڑھ سردار خانک پو پو بام احلل مریم شاہین عادل مصطفیٰ ججما نگم ناہید شہیر آپ سب نے بہت اچھا لکھا۔ سینہ میں اپنا نام جھگا تا دیکھ کر بہت خوشی ہوئی شہریہ شہلا آلی اس سے پوچھے وہ یہ نہیں پڑوین نکل نہ پچھوہین نیرنگ گل آپ سب کے سوالات بہت دیکھے تھے اور جوابات بہت کچھ لکھے ہیں اور دوست جی۔ کامن بات میں لکھنا رضوان آپ نے تو بڑی پتے کی باتیں بتائیں۔ آج کل پورے کا پورہ ریکٹ تھا مجھے تو آج کل نے اس بارہ کھڑی وہ ہی خوش کرو یا سب سلسلوں میں شامل کر کے شکر یہ جی۔ اللہ حافظ۔

سامعہ صلت پورینز... خان پور ۱ ہزار ۵۔ نئی ڈیرا گل اسانہ پندرہ انداز پاکستان السلام بیگم اب تے ہیں جناب آنہں کی جانب تو مجھے س بارہ لکھ 2۰۱۵ کو لکھا تھا سب سے پہلے حروف سے خود کو لکھنے کی نایب کیا پھر سلسلہ وار باتوں کی جانب رخ کیا۔ ”نو ہوا تارا“ میں ہیز اب چھے ہوئے ہمیدوں کا ناز افشا کریں وہی سب چل رہے ہا بنے کچھ نیا سائے: چاہے ”موم کی ہمت“ اچھا چاہو ایہ صاحب صدق صاحب کھند چھوڑ دینی چاہیے خرو ایک سب سے کے آپ بن چکے ہیں۔ بولی کی شرمین سے محبت کا دالماندہ بواند اور مروانہ انداز دیکھ کر دل تو خیز گل کی مانند گل اٹھا اور غرض بر توئی بھر کے فصحا پانڈتہ شہ گل کا ”لال جوڑا“ ہمارے معاشرے کی ایسی کر ڈوئی حقیقت ہے جو کسا خینک صورت میں ہوا سائقی فکر تو دکھانی ہے لیکن امر حقیقت بوانے سے انکاری ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ سب رائز کی تحریریں بھی لا جواب تھیں۔ سرو سے میں سب کے جوابات زبردست سے بیانس دل میں تمیرا تو میں کا شعر بہت پسندا یا۔ شی عری بھی سب کی اچھی تھی۔ یادگار لمے میں شبانہ مین ماچت کے حراجات بابشہ رویہ کا ذخیرہ بکھرقمر خمر اور بھال کی خوب صورت مثال تمہا بھکا انتخاب پسندا یا۔ آتینہ میں سب کے شعر سے بریٹ تھے آنے والوں کو دیکھ اور پرانے والوں کو قہقہہ کیرتی ہیں۔ اب اجازت اس دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہمیں آسانیاں پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں ہمیشہ صراط مستقیم پر گزارے رکھے آمین تم آمین اللہ حافظ۔

میرا ڈیر سارماہ اگشتہ ولیمپ انداز میں لکھا آپ کا شعر پسندا یا۔
شازبہ خان..... مظلوم آباد۔ باری باری السلام بیگم اخیریت موجودہ نیست مطلوب۔ بھتیگی میں آ رہا کہ کہاں سے شروع کریوں آج کل میں اپنا نام دیکھ کر یقین ہی نہیں آ رہا تھا سب نے ہا اور ہار ہار چاہو آتھوں سے بہت عقیدہ خوشی کے سبب ہا۔ یہ یقین ہو گیا آج کل میرے لیے دھول سے سر دھلنے کا آگل ہے آگل کی قسط دیکھنا نہیں ہر ساس لک کہ نہیں میں پہلے میر سے۔ میں نے جب گئی کئی کام کرنا چاہا تاکہ ای وی دیکھی اور مابوی ہوئی لیکن آج کل نے حوصلہ دیا اور میں ایک ہا ہا ہر جوان ہوئی۔ میر سے لکھا آگل نے خنی تو ان کہاں بھر دی بانڈ اس میں کہہ کرنے والے اور اس سے وابستہ ہر فرد کو کامیابیں عطا فرمائے آمین۔ سب کے شعر سے بڑھتی ہوں زبردست ہوتے ہیں سناپ کی محبت کا ہم کی باتیں سب بہت فائدہ مند ہیں سہا انڈر ڈو میر کی طرف سے دل کی تک نائیں۔ آج کل کو سہل نہ بہت بہرہ کہ ہو۔
نہا ڈیر شازبہ آنکل آپ کا ہا پر چہ ہر باز شرکت کر سکتی ہیں۔

نور الہدیٰ مغل..... حیدر آباد سندھ۔ اس بارہ آج کل انتظار کی آخری حدوں کو چھو 22 تاریخ کی صبح ولیم ساجد کو چھوٹا آ گلہوں کو اچھوتہ تاروہ ناکل بہت پسندا یا ہا لکھ نا خرو گل کے گل ناول کی طرح نا خرو گل کی شان وار نول ملنے پتا آپ کو میری ڈو میر سادہ دعا میرا آپ کے حق میں اللہ پاک قبول و منظور فرمائے۔ سائیکہ پوم آمدین میں جن صاحبہ روز کا بڑھ کر دل بے ساختہ جنت کا قبول سے طلب گار ہو کر خدک کے حضور دعاؤں میں شدت گئی۔ سرگوشیاں کی طرف دھیان گیا تو ”محبت یہاں لکھ ہے“ اس بارہ لکھی تو اچھا نہیں لگا خیر بھر حمد و نعت سے فیض یاب ہو کر وہ سناپ اس کی طرف آئے تو ناز بے کنول نازی کے نواح کا بڑھ کر ایسا محسوس ہوا جیسے ہندی بین رخصت ہونے والی ہو تاکہ آپ شادی کے بعد لکھنا تو نہیں چھوڑیں گی نا؟ آپ کا سلسلہ وار ناول کہنے لگے گا؟ یہ سوالات پریشان کہہ ہے ہیں لیکن اعلیٰ

دعا میں تاحیات آپ کے ساتھ ہیں۔ سیر اشریف طور کے لیے بھی ذمہ داریوں دعا میں رہتے ہیں۔ سبھی کے ساتھ ہی کما جیسے تھے خاص طور پر صدف صاحبہ کا سوالات کے جوابات سب ہی کے بہت اچھے تھے۔ تمام پراسس ہی ذمہ داری کے لائق پر سجا دیے۔ سبھی کی محبت ٹوٹا ہوا تارا ہمیشہ کی طرح شان دار لیکن بہت ہی مختصر کی ساتنے طویل انتظار کے بعد قسط وار کہانوں کا دور تیرے ٹیوٹوریل طویل ہونا چاہیے یہاں آج کل ابھی پڑھا نہیں بقیہ تھیروان شام اللہ گلے ہنواب اجازت دیجیئے گا ان اللہ۔

ہریم بیٹ..... گجرات۔ السلام۔ حکمڈ سیر شہلا آبی قارئین ذہند آج کل ہنساف کیسے حراج ہیں مئی؟ اپریل کا آج کل 24 مارچ کو ملا۔ ناٹھی گریں بہت ہنس مئی دوست کا پیغام آئے میں اپنی فریڈ آ مندریاں کا خط براہ کرم بہت خوشی ہوئی۔ سب سے پہلے "ٹوٹا ہوا تارا" اسٹوری پڑھی اناس کے متعلق پڑھ کر بہت دکھ ہو مجھ میں نہیں آ رہا کہ کلاض نے آخر میں کیا کہہ دینی کے شخص جو دعا آتی بدگمان ہوگئی ہے۔ وہ اتنا جودلی سے بے پناہ محبت کرتی ہے اب یہ صورت حال سے کہ وہ اس کا نام نہنا بھی تمہارے نہیں کرتی۔ یعنی طور پر کلاض نے لگا کر بہت مجبور کیا ہوگا جو وہ ولی سے ہر تعلق توڑ لیتا جانتی ہے پلیز سیر آبی انالور ولید کو الگ مت کیجیگا۔ ہم ان دونوں کی دوری برداشت نہیں کر پائیں گے۔ تاہند ہوا بھی لگتا ہے مگر یہب کوئی انگسٹاف کرنے والی ہیں۔ "سوم کی محبت" میں سب شرمیں کا ساتھ چھوڑتے جا رہے ہیں لیکن بولی ابھی تک اپنی محبت میں ثابت قدم ہے اور ہمیں یقین ہے کہ وہ ہی شرمیں کے لیے خوشیوں کا ذریعہ ثابت ہوگا۔ "چاہت و حوب چھاؤں ہی" اسٹوری پڑھی صدف آصف ہنس مئی بہت اچھی اسٹوری تھی۔ بان سلیطے عیش کی طرح بہت اچھے تھے آخر میں اللہ سے دعا ہے کہ وہ بہارے وطن پاکستان کو درشت کروان کے شر سے محفوظ رکھے آمین دعاؤں میں زیادہ کیجیگا اللہ حافظ۔

سیدہ کشف..... خیر پور تلمبوالی۔ السلام۔ حکمڈ پر ایل کا شمار 24 کو دیا جکل بس اچھا تھا سب سے پہلے آجینہ میں اپنا خط دیکھنے کے لیے بھاگے اپنا ہمد کھ کر خوشی سے چھوٹے نہ تھے۔ اس کے بعد اپنا ٹیڈٹ ناول "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھا جو کہ بہت ہی اچھے ناول تھے آگے پڑھ رہے۔ ہائی تمام شہرہ بھی ہر لحاظ سے خوب اور سبق آموز تھا۔ بی ناز کے نکاح اور سیر آبی کی مٹگی کا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی بہت بہت مبارک و عیب دونوں کو۔ خلعت نکالی کے بہنوں اور ذاکر و خشن کے شوہر کی وفات کا پڑھ کر دل بہت اوس ہوا اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں بلند مقام سے فرمائے آمین۔

اردو مختار..... میان چنوں۔ السلام۔ حکمڈ آبی! مجھے جس بات کی سب سے زیادہ خوشی ہوئی دعا آج کل میں اپنا خط شائع دیکھ کر۔ مجھے یقین ہی کہیں اور ہا تھا ہر پڑھا کر پھر جا کر یقین ہوا اور ہائی بھی سارا ڈانچست اچھا لگا اور اصل ناول کال جوڑا بہت پسند آیا اللہ حافظ۔

پروین افضل شاہین..... بھاؤنگو۔ اس پناہ پر ایل کا آج کل میں کرم شہر خوب صورت ہر ورق سے مجاہد سے ہاتھوں میں ہے سونے سے لیت ہت مائل کران کو دیکھا اور اپنے ماں جانی پر سنا افضل شاہین سے ان زبیر ہمت کی فرمائش کی تو پورے ایک سال کی بیلری میں بی بی بیویا تھی مجھے کہا سال بھر بھوکے پیاسے رہیں۔ میں اپنا سامنے نے کر دینی سرگوشیاں احمد نعت اور جواب آں راہنما کفہ اسلینے دار نادر اور سروے جگنویر سے آج کل میں پسند آئے۔ ناولت اور انب نول میں لال جوڑا کچھ ہی ہی ہے محبت دل کا جھوٹا چشمہ تو نہ چھٹک محبت سے مجبور کی تک انان پسند آئے۔ شزا پورج حیرانوشین کے اشعار شری ہا جو وہ پرتورین ملک فرزندہ گلہ راؤ کی فرمائیں۔ شامہ اور مرین شفیق کے پیغام۔ شہانہ بی بی ہمت ارم کمال سیرا مشرق ملک کیے ڈیگر لکھے۔ شیریں گل شہانہ امین ماجہوت ظہیر نے پڑا لہذا زمان کے سوالات پسند آئے۔ میاں مئی کی تقرروں سے تو میں آج کل ایسے چھپ کر رہتی ہوں کہ جیسے بچوں سے منگالی چھپا کر دینی جانی ہے ماجہوت دین اللہ حافظ۔

وشیقہ زہرہ..... سہندوی۔ السلام۔ حکمڈ آبی مئی نیا حاز ہے آج کل ہنڈ کٹ گیا سب سے پہلے سرگوشیاں ہی اس سے لافنی ہوا ایک اور ڈانچست آئے وہاں سے یعنی ہم تو بہت خوش ہیں اور یقیناً قیام ہے ہم کی طرح خوب صورت ہر دل فریب ہوگا ہماری دعا ہے کہ سب آج کل سے بھی زیادہ دن کوئی راستہ چھوٹی تر کر کے آئیں۔ سینے دار ناول اچھے حال ہے میں "ٹوٹا ہوا تارا" ان کی سب بھوتی پر فہم بھی آیا ہے لوگ کہتے تھے کہی خیر نہیں جو کلاض کی بزن سے بہت تھکے۔ شہار اور مصطفیٰ کی جودنی اور مئی ہائی تھی سب سے "موج کی محبت" آئیں اور ہمیں بلکہ کردار جمولی اور پینا کا خاندان ناول نور بابا ہمد ہے۔ عمل ناولی دونوں اچھے تھے ناولت "آڈٹ" ہڈی کے یہ پناہ اور نہ لگا سکتا فرخصور کس کا تھا عثمان کا باحمد کے بے جانا ڈ پینا کافسانے کی اچھے تھے۔ ذنی سلیطے تو ہوتے ہی خوب صورت ہیں انصاف چار سہ آج کل نور مجاہد کو بہت زیادہ ترنی ہے آئیں اللہ حافظ۔

طیبہ طاہرہ رابعہ مسکان..... تونسہ بشروف۔ السلام۔ حکمڈ شہلا آبی! سب سے پہلے تو آج کل کی سال کر مبارک ہو مارچ کے شمارے میں اپنا خط دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کوئی بھی یقین نہیں کرتا تھا ان کا کہنا تھا یہ خط مہار انکس ہے اس میں مئی میرا اپنا تصور تھا کیونکہ سب ہمیں طاہرہ پھارتے ہیں وہ کہتے تھے کہ یہ طیبہ کا خط ہے جب کہ تم طاہرہ ہو عمل کے نامہ ہوں کو کون کھنڈے طیبہ ہی طیبہ طاہرہ ہے۔ اس لیے اب ہمیں اپنے لقب کا سہارا لینا پڑا خط کی اشاعت پر پوری نیم کے سیدوں سے دعا میں نکل لب ساں کرم شہر میں اپنا شعر دیکھ کر حیران حوسہ افزائی ہوئی انہی بڑی مئی تمہارا خط اب پھر حاضر ہے سب سے پہلے "ٹوٹا ہوا تارا" میں چھٹا نم لگائی کیونکہ ہم پہاڑی لی کو زندہ دیکھنا چاہتی تھی میری دوست راجہ ذریعی مئی کہ انالور ماروا لے گی۔ سیر آبی نے کیا کر دیا ہے۔ سیرا چھٹا انالور ولید کے ساتھ۔ ولید تو میری لہاس ناول کی جان ہے اپنا صاحب لورہ بندو ہوا بھی تکہ کچھ سے باہر ہیں ویسے کس کی بات ہے ہا صاحب کے ساتھ کہیں مستکہ جہاں کے بھندہ یا صنفذ شرمیں عارض بولی کا مسند گل کرنے کے لیے "موج کی محبت" میں حاضر دینی نہ یا کو جینا مبارک ہو۔ مگر وہاں مسائل پہلے سے زیادہ ہو گئے ہیں اللہ

خیر کر سکا گئے ماہ تک انتظار رہے پھر "محبت دل کا جہد ہے" مانٹس کے کہناؤں میں جا بھسنے پر شکر کیا کہ ہماری خانہ کس جسے بھی ہم اپناؤں کے
 ستم پر گڑھ ہے تھے۔ "چاہت دھوپ چھاؤں ہی" پھر ہمارا ناکر لائون کے ستم سے ہوا جس سے میری مفرودہ دست ثابت ہوا کہ اپناؤں سے تلو
 غیرتی اچھے ہوتے ہیں اس میں خال کو دیکھ لیں جو اپنی بھانجی پر ظلم کر رہی تھی مگر شکر ہے وہاں سفینہ موجودگی اس لیے سو محفوظ رہی۔ عقیدہ محمد بیگ
 کے "آؤت" نے نہ صرف خود کا نقصان کیا بلکہ پیسٹرز کا آؤت ہونا بھی انہیں نقصان سے دوچار کرتا ہے۔ "محبت ایسا نعمت ہے آخری نسل کیوں
 غائب کر دی اپناؤں کے ستم بھولنے کے لیے بقدر تحریریں پر ہوتا شروع کیوں مگر "لال جزا" میں اپنے پھر ستم کے ساتھ حاضر تھے آئینہ میں
 پروین آئی کو جواب دے کر میرے دل کی بات کہہ دلی آئی تو مذاق اور عیار سے کہتی ہوں گی مگر آؤس اپنے بھاری خدا کو ایسا نہیں کہتا چاہیے۔
 پروین ڈیڑھ گھنٹہ گزرا کھڑی اور شرا کے شعر پسند آئے۔ بانی رسالہ ابھی نالی بنائے گئے تھے ایک اللہ حافظ۔

ہلالہ اسلم..... خانہ سوال۔ السلام علیکم! سب سے پہلے آج کل کے کوٹوال کی جانب سے سال گزرا بہت بہت مبارک ہوا آج کل (2015)
 کوٹوال تاش پسند آیا۔ قیصر آئی کی سرگوشیاں سن کر دل پارغ باغ ہو گیا اب تو حجاب کے شدتوں سے شکر ہیں۔ حمد و نعت سے دل و دماغ کو محفوظ کیا۔
 دانش کعبہ میں نکل مشرق کی اچھی اچھی باتوں سے فیض یاب ہوئے۔ ہمارا آج کل میں نورین مسکان اور صدف سے مل کر اچھا لگا بیٹھے مجھے
 یقین آیا ہے کہ آپ صحیح معنوں میں دھماکہ خیز ہستی ہونا چاہیے۔ سب کے ساتھ تھے لیکن فریڈ شیز مسکان اور دعا کی کا بہت پسند آیا۔
 "نوٹا ہوا تارا" امیر آئی گھبرا اور مصلحتی کی وجہ سے ابھی مطمئن ہوئے ہیں کہ اپنا اور ولید کی بدگمانوں نے بری طرح ڈھنسا کر دیا۔ اتنا اور
 ولید میرے فوٹو کردار ہیں پلیز ان کے ساتھ کچھ برائی نہیں ہونا چاہیے۔ "موم کی محبت" میں بولی کی دیوانگی دیکھتے ہوئے شرمین کو چاہیے کہ
 غارش کو بڑا خواب کچھ کر بھولنے کے ساتھ ساتھ بولی کو اد کے کردار سے فخر و گل نے اپنی کاوش کے ذریعے برادر بولوں کی بیٹیوں پر فوقیت دینے
 والوں کے لیے بہت اچھا سچ دیا ہے۔ عقیدہ محمد بیگ اور محبت سیمہ کے سبق آموز نمونہ پسند آئے۔ "محبت دل کا جہد ہے" تو میں جیسے احساس
 کتری کے مارے لوگ بھی بھی نہیں سوہر سکتے۔ "چشم غمخوار" چنگ "اقبال ہانو نے خصوصاً عیار کرنے والوں کو صحیح پیغام دیا ہے۔ میرے
 بچپن میں ادب نے "افسانوں کی دنیا میں سب جھوٹ نہیں ہوتا" مجھے گین اور لی ایماں میں کمر پتا چلا۔ نہ جانے کئی کئی بار اس سادہ حال میں
 اور کئی لی بون کی مناسبتیں رہ چلی ہیں۔ ام شمس آپ کی تحریر پر پوری محبت ابھی گلی قلم سے جڑی ہوئی سہانہ تمام اور نازیہ جہاں نے بھی عمدہ
 لکھا۔ "چاہت دھوپ چھاؤں ہی" آپ کی سب سے زبردست تحریر تھی۔ صدف آصف نے شاعر اور سولو جیسے پونیک سے کردار بہت اچھے
 لکھے۔ میری دعا ہے کہ وہ ہم اور زیادہ ہوا آئیں۔ بیاض دل میں حرافت کی ارم کمال زور سے عہد ہی پروین افضل شاہین زاہد جو ہدیہ سامعہ ملک
 پر پور فریڈ مری کے اشعار پسند آئے۔ ذہن مقابلہ برآمدے میں پسند آیا۔ نیرنگ خیال میں بشری ہاجوہ صائمہ قریشی عرشہ ہاگي نونا نے عمر
 اور سامعہ ملک نے اچھا لکھا دوست کا پیغام آئے میں اپنا نام دیکھ کر ایک دم سے روٹا آئیے اپنی میرا نام خالہ اسلم سے ملالہ پوسٹ لکھیں۔ حرا
 قریشی مجھے یاد رکھیے تو آپ کی محبت ہے۔ ڈنگار لکھے میں سب نے برقیات لکھا آئینہ میں اپنا نام غائب پاکر دل خون کیا کسو رو دیا مگر
 دوستوں کی خاطر خود کو سنبھال تو پتا چلا گل بین ایڈ حسینہ آج اس اور طیبہ نے بر کے تبصرے چاندگار تھے۔ اجازت چاہوں گی اس دعا کے ساتھ کہ
 آج کل دن و نیا مات چوٹی تری کرے آمین جزاک اللہ۔

سعیدہ کنول..... ستیانہ۔ السلام علیکم! اس وقت دو سالہ لیت ملا بہت انتظار تھا اس کا تحریر کیا سالہ رسالہ چھان مارا 2015 ہی نہیں۔
 سب سے پہلے حمد و نعت پر پوری محبت حرا یا پڑھنے کا۔ "کمال جزا" پانگل ہمارے معاشرے کی عکاسی کر رہا تھا۔ ہمارے معاشرے میں
 درحقیقت کبھی سب کچھ ہمارے فضول رسوں اور اجوں کی وجہ سے نہ گریاں خراب ہو چکی ہیں۔ سادت میں "آؤت" پڑھ کر دل خواں ہوا لیکن اس
 میں ساری عظیمی حمد کی بھی اس نے بھی اپنے ہمراہ کو بھانے کی خوش نہیں کی۔ سلسلہ دنیا میں "موم کی محبت" میں شرمین کے ساتھ بہت نرا اور ہا
 بیاب اس کو چاہیے دو بون کو قبول کر لے اس کے جذبے سے ہے ہیں۔ "نوٹا ہوا تارا" میں اتا کے ساتھ ہا اور ہا ہے وہ بتائی گئیں جس کو سب
 چھوٹا آپ کی شخصیت میں انہوں کے بارے میں بہت اچھا بتایا ہے سیز آپ ننگ اور وائٹ گھر کے بارے میں بھی بتائیں اللہ حافظ۔

عائشہ صدیقہ..... جکوال۔ السلام علیکم! سب سے پہلے سو سٹ فوٹو ہا کٹر نازیہ
 کنول ہڈی کو نکاح کی مبارک باد۔ میرا بھی نوکری کی بھی مبارک باد۔ اللہ آپ دونوں کوئی زندگی کی تمام خوشیوں سے ہمکنار کرے آمین۔ پلیز
 آپ دونوں کھانا مت چھوڑے گا۔ اب آتے ہیں اس ماہ کے آج کل کی طرف جو اس ماہ کی 25 کو ملا۔ تاٹل کچھ قلم نہ تھا قیصر آئی کی
 سرگوشیاں سن کر دل بے اختیار خوش ہوا دیتا چل کی ہر جولی "حجاب" کی اشاعت پر (اب ایک ساتھ دو دو سالہ طرہ آئے گا) حمد و نعت سے
 دل بہتر لگا سا ڈائریکٹ "نوٹا ہوا تارا" پڑھا گھبر گئی اتا کی حالت پر دل دکھ سے مگر گناہ پر سے اس کا کھٹکی توڑنے کا فیصلہ..... سب سے پہلے عقیدہ کعبہ پر
 غصا آیا۔ پھر عائشہ عباس اور ابجد کی زندگی کو اجیرن کرنے پر تکی ہوئی ہے۔ اب تو میرا آئی ان تینوں میں بھائیوں کو ہدیہ میں بند کر کے مشورہ
 میں بیٹیک دئی اور ہاں ساتھ وہ یہ بیگم کو بھی جو مصلحتی کے تقاب میں ہیں۔ خیر کہا لی زبردست گی۔ "موم کی محبت" مصنفات کے ساتھ اتنی
 ساری قیمتی دیکھ کر دل بے قرار ہو جاتا ہے پور سے سزا ایلا بہت فضول سے ہوتے ہیں۔ "گردن جہد ایک خدا کو اسکی سبق آموز کہانیاں شائع
 کر لی جائیں۔ "محبت دل کا جہد ہے" موموں تو اچھے مگر تبصرہ مکمل ہونے پر پلیز ناول کو طراوت سے بھائیے گا ورنہ پورا ہو جائے گا۔ "ہم
 سے پوچھئے" میں پروین افضل آئی نازیہ میں نہ بیکرورین شہب اور عائشہ پروین کے سوالات مزودے گئے آئینہ میں عائشہ پروین اور عائشہ حسن

شریف طواری کا ناول بھی خوب صورتی سے آگے بڑھ رہا ہے اور راحت و آس آپی کے اس ناول میں "جان جاں تو جو کہے" بقلم نوحہ نویس رہا باقی سلسلے بھی بہت اچھے لکھے گئے سب نے بہت محنت کی اب میں چھی ہوں اللہ حافظ۔

ملا ڈیئر مرنج! خوش آمدید۔

شہنم کنول..... حافظ آباد۔ السلام علیکم! آپ کی چاروں دستوں سے مستقر قاری ہوں آج کل بہت ذمہ دہ مستد سالہ ہے اعلیٰ معیار پر دست درویش آپ کے انداز نگاہ کی جو کوئی مثال نہیں۔ بے انتہا محبت و دھوم سے لکھو ہیں لگا ہم سب آپ کے اپنے بہت عزیز ہیں۔ آج کل کی الگ پوچھان ہے اس کا الگ انداز ہے اور آپ لوگ نئی نئی رائٹرز کو بھی شام کر رہے ہیں جن میں بہت ٹینٹ سے لہران کو بھی نگہبانہ چاہیے۔ میری ذہنی خواہش ہے کہ اس میں اچھی تخلیق کاروں کو ضرور شامل رہیں نوران کی جو صفا فزائی کرتے رہیں وگرنہ سلسلے بھی اچھے ہیں۔ بڑے یہ کہنا "مہم کی محبت" میں بڑیا کو کب تک سزا ملے گی، صغیر کے دل میں نرمی آ جانی چاہیے بنیے کو دکھ کر شرمین بے چاری کو چاہئیں کس کس کی محبت پر یقین کرنا ہے۔ شرمین کو بولنی کی محبت کا زمانہ نہیں چاہیے۔ عارض کو سزا ملنی چاہیے جو نثر کیوں کو کھیل بگھٹا ہے اور جی "نوٹا ہوا" تیار اس دفعہ کہانی بگھٹا گئے نثر بڑی اچھا اب اجازت دیں اللہ حافظ۔

ساریہ انیسر..... عالم گڑھ۔ بیاری ہی شہلا آلی آج کل لکھنا اور تمام قارئین کو دل سے پیارا بھرا سلام۔ یقیناً سب خبریت سے ہوں گی اب آج جتنی ہوں تب سے کی طرف تو آج کل میں سب تحریریں ہی اچھی ہوتی ہیں چاہے مجھ سے بڑھ کر میرا آپی کی "نوٹا ہوا تارا" ہو یا بھر راحت آپی کا "مہم کی محبت" ہو۔ سب تحریریں بیٹ اور سارے سلسلے اس دن پر "ہم سے پوچھئے" کی تو بہت ہی اور ہے۔ اہم ہم آپ کو بہت عزیز دہ مبارک ہو "مجھے ہے تم ازاں" لکھنے پر۔ بس یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پاکستان کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور ہم سب کو بھی اب اجازت دیں پھر آؤں گی اللہ حافظ۔

ملا ڈیئر مرنج! سال گرہ مبارک۔

سزا بلوچ . جھنگ صدر۔ السلام علیکم! سال گرہ مبارک! سوز (سوری) ہمارا آج کل میں بیٹے انظر سٹاک نہیں۔ باقی تینوں سسٹمز میں کڑی بہت اچھا لگا سڑے میں تقریباً کئی نے خوب اچھا پوسٹ مارٹم کیا اور ہوسٹ مطلب اپنے دلخ کا اور اچھے جوابات دینے ایک ہی محبت میں "نوٹا ہوا تارا" تک پہنچے مخلص گاڈ میرا آلی آپ نے کہانی دے ہی دلی ادب کی معصومیت آڑے نہیں آئی اور نہ نہیں بک بر تو آپ نے ہمیں ڈراما دیا تھا اور لکھا ہے مجھے کہ "نوٹا ہوا تارا" تا بند ہو رہی ہے۔ یہ خوش دل میں ماری یا مکن کا شعر بہت پسند آیا۔ بیوی کا ٹیڈ جمن بہت اچھی نہیں لگے ہوا تھا "میرنگ خیال" سوری مہم کی محبتی ہوں۔ دو بہت کا بیٹا آئے میں ان بھی فریڈز کا شکر۔ جنہوں نے یاد رکھا آئے میں کس جینا خان چھائیں۔ ہم سے پوچھئے میں حسب معمول پر دین اٹھل شاہین چھائی رہیں ذہنی طیبہ بڑیا ہلا سیم "مہم" کے سولات بھی اچھے تھے۔

آمنہ ریاضی..... گلشن اوت۔ السلام علیکم! میری تمام سوچت سوچت کی فکر میں اینڈ فریڈز آج کل اس دفعہ 25 کو ہی مل گیا۔ یقین ہی بنا یا کہ میرا خط بھی آسکا ہے لیکن جب خود دیکھا تو یقین آئی گیا اور دل پارخ باغ ہو گیا۔ "مہم کی محبت" لکھ "نوٹا ہوا تارا" پڑھ کر مزہ آیا۔ اس کے علاوہ "چھوٹی سی" بھی پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ باقی شمارہ بھی پڑھا میں سب بنا بہت خیال رکھیے گا اللہ حافظ۔

۸۶. افتخار..... عارف والا۔ السلام علیکم! آپی میں گزشتہ تین سالوں سے آج کل پڑھ رہی ہوں لیکن قلم تازہ چھایا ہے۔ مجھے آپ کے تمام سلسلے اچھے لگتے ہیں، بخش پیارا تھا۔ سب سے پہلے "نوٹا ہوا تارا" پڑھا تو اسلوب جادو ہے لیکن ذمہ دہت ہے۔ "مہم کی محبت" بھی سوجا رہا ہے پلیز شرمین کو کسی مشکل میں نہ ڈالیں گا پلیز راحت آپی اور نرمی آپی آپ میری فوری شہنائی چھائی آپی دعا میں یہ دیکھنا کہ اللہ حافظ۔

انعم زریں، سائرہ زریں..... چکوال۔ السلام علیکم! سوچت شہنائی آپی اس سال مزہ نبرد کیہ کر دل خوشی سے بھر گیا، ناول پر پہلی نظر پڑی بیاری ہی ناول دل کو بھانگی۔ سب سے پہلے "نوٹا ہوا تارا" پر چلا گیا لگائی لیکن اس ناول کی قطعاً اثر نہ کر سکی بہت ہی سٹیشن والی تھی۔ "مہم کی محبت" بھونگ ہوتا جادو ہے غصہ کے مروج ہوتے تو منفرد ہیں لیکن "آؤٹ" پڑھ کر دل بومس سا ہو گیا۔ یقین نہیں آیا کہ کوئی بھائی بھی ایسا کر سکتا ہے۔ سہا آپی نے خرا کر مائل طور پر کا تھک کر رہا۔ "نول جوڑا" بہت پسند آیا فخر آپی آپ کا انداز میں بہت عمدہ ہے۔ دہش کدو کی مظلومت نہایت ایمان افروز ہیں بحیثیت مسلمان ہمیں صبر ہونا چاہیے۔ سرد سے میں میری فوری شہنائی چھائی آپی اور سہا آپی کو پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ ڈش مقابلہ میں لڈیز کسٹرز فریڈز کیا تھا بہت لذت بخش ہے۔ تعریف کی۔ بیوی کا ٹیڈ میں بیوی سے متعلق مظلومت فراہم کرتے رہا کرتی کیونکہ اور سے خیال میں یہ دقت کی ضرورت ہے۔ یادگار لمحے میں محبت کا حسن انصاف کا اٹھ جانا شروع اور جہد سائنس اور دل رانا مہم میری فوری شہنائی چھائی آپی "جنت کے جسے سے اقتباس" چہرہ کا نقاب واجب یہ مستحب؟ "پسند آیا۔ نازیا آپی کو نکاح کی ڈیئر مرنج! آپ فلا کے ڈیئر مرنج جواب آں میں شرمین کر سکتی ہیں۔

مدیحہ نورین مہلت..... بوفالی۔ آداب آپی جان! آج کل شاماتہ تری کی راہوں پر گامزن ہے اور میں آپ سے ناراض ہوں آپ نے مجھے کینے سے نکال ہی دیا! تو کئی شہنائی کی عیب سے سمجھو یہ ساری سہا آپی میں اٹھل اور قلم پڑھنے والوں کو بہت سلام۔ سہا آپی کا

ناول بہت نرس بندھاؤں میں یاد رکھیے گا سب کی دوست۔

بڑا ڈیرہ میری آپ کا کھنڈہ تیرہ کی بجائے پیغام سے مماثلہ دکھتا ہے کہ انہوں پر تھیرا نظر نہیں آ رہا اس مرتبہ بھی ایسی ہی ہے۔

صوفیہ صدیق..... حیدرہ وطنی۔ السلام علیکم آئیے آج کل کے 37 سالہ عمل ہونے پر بہت محبت میں ایک باوا کے قتل کے تمام لوگ تعریف کے قابل ہیں جنہوں نے آج کل کو کامیاب بنانے میں دن رات لگ کر دیا۔ ہمارا آج کل میں سارا ملک کا تعریف بہت پسند آیا یادگار لمحے میں مختصر مختصر عائنہ پڑھو گا بہت اچھا لگا۔ نیند میں سامعہ تک پڑھنا کا خط بہت پسند آیا۔ یہ جس دن میں کنزلی زمین کا شعر بہت پسند آیا۔ خواب تیار شدہ آ رہا ہے پڑھ کر اتنی خوشی ہوئی۔ سلسلہ ناول میں "نو: ہوا" بہت یاد آ رہا ہے۔ تمہارا سلسلہ کی شکر ہے ہوگی اتنی خوشی ہوئی پر اللہ کے سامنے انا اور لوگوں کو دعا کریں مجھے تو ولید بہت پسند ہے۔ میری لگی یہ کیا مدد یا تمہارے ساتھ کے دوستوں کی بھی نہیں ہنیز پلیز اس کے ساتھ کچھ غلامت کیجیے گا۔ "موسیقی محبت" راحت دہانی اتنی اچھی نہیں لگتی ہی شرمین کے ساتھ ہی ہر دفعہ آ رہا ہے جب لگتا تو لی کو سے ہیں۔ بونی تو آتا جا رہا کرتا ہے۔ کھل ناول میں "لال جواز" قاضی گل کا بہت پسند آیا اور بونی کو بھی قاضی گل تعریف ہے۔ ناول میں "محبت دل کا کچھ ہے" بہت پسند آیا سہاگل ولید "تو کھلی ہے" تمہارے سہاگل کی اچھی کلاش کی سہاگل کی سہاگلوں میں "میرے بخت میں درج ہے" غلامت دہانی کا بہت پسند آیا لہذا ایک لکھا لکھا اٹل "سیادت عام" میں کمال کر دینی تمام ناولوں میں دفعہ ہر دست ہا میری طرف سے تمام ناول فرخندہ کو سلام۔ سحرش فاطمہ..... کو اچھی، اسی ہیل۔ السلام علیکم: سحرش فاطمہ ناول کی شکل میں اس وقت موجود ہے پرل میں سہاگل کہہ کر مزہ ہی آ گیا۔ جب لکھے اچھے تمام ناول قاضی گل اور صدقہ صفحہ پڑھنے پھر رہی نہیں جا سکتا۔ ہر سلسلہ ایک سے بڑھ کر ایک سے پہلے پڑھیں تمہارے کھنڈہ پڑھ کر لگ کر نہیں میرا نسا نہ پسند آیا اور ساتھ ہی اس بار کے سہاگل یاد آ کر اپنے ہونے کی جس نے مجھے یہ موقع دیا یہ آج جا میں ذرا تمہارے پڑھنا ناول کا لال جواز کھل شدت سے دیکھ رہا ایک لفظ دل کی پور پور چھو رہا تھا۔ میرے پاس الفاظ ہی نہیں اس تحریر کے تعریف کے لیے لیسے آج بھی گھرانے ہیں جہاں برادری کا بول بالا ہے اور روز بوقت سے شادی ہو جاتی ہیں اور برادری والوں کا تو کچھ نہیں چاہتا ہوتے والوں کی دوستی ہے قاضی گل کی اس تحریر میں سچ حقیقتیں موجود ہیں جس میں سے ایک حقیقت کی میں گواہ ہوں لیکن کیا کر سکتا ہوں؟ میرے ہونے ہیں ہم لوگ اپنے سے پہلے ہم نسا نہ برادری کا سوچتے ہیں شہزادہ خدیجی آپ نے بہت زلایا یہ سب چھوڑ کر اپنی دفعہ نہیں بنائیے گا۔ اسی بار سے لیں ہذا کیا یہ تحریر نے زلایا تو دوسری تحریر نے چہرے پر مسکان بکھیر دی کہ ہاں صدقہ آصف کی دل بھالی تحریر "جیت و چھوٹ چھاؤں کی" صدقہ خدیجی آپ نے اس دفعہ تو بنانے کا پورا انتظام کرنا ہوا تھا ہر جینے پر کسی اتنی رہی۔ ناول وال کچھ پڑھ کر بچھین پاتا گیا۔ اتنی بہت ذرا دست آپ دونوں نے دل جیت لیے لیا جائیں ذرا تازہ یہ حال کی کلاش پڑھ کر دست بہت خوب شروعات کی ضرورتی تازہ پڑھتے وقت لیکن جب جو دلا مرہ کے ساتھ اسلوب ہوتے رہا ہوس ہوا ان پر اور انتہا پر تو خانہ کے ساتھ اتنی بڑا ہوا لیکن تحریر باندھتے کو پسند آئی۔ سہاگل آپ کا ناول پچھلے سینی شروع ہوا اور ہمیشہ کی طرح اس بار بھی آپ چھائیے لیکن بے چاری پڑھتا ظلم نہ کریں اس کی خانہ نہیں پڑھ کر پڑھیں؟ اب اس کا کلام بھی کر لیا ہے ہاتھ خیر کہ اس کا لانا آپ بھی خیر ہی بیچے گا۔ مروے بھی سب کا بہت اچھا رہا پڑھ کر مزہ آیا۔ میرا شریف۔ بونی کی بہادری اور ناز یہ کھل ناز کی کھنڈہ کی سہاگل کہہ دیتے ہوئے لب لہلا کر لگتی ہوں۔

صبا خان..... بھاونپور، اسی ہیل۔ السلام علیکم اس بار آج کل کی تعریف نہ کرنا بڑی زیادتی کی بات ہوگی خوب صحت دعوں سے بچا آج کل ہاتھ میں لیتے ہی دل خوش ہو گیا اس کے بعد کہانوں کی شہرت پر نگاہ دہانی تو اپنے پسندیدہ نام پڑھ کر ٹھنڈے کی۔ سب سے پہلے میں نے "لال جواز" پڑھا قاضی گل کے اس ناول کا مجھے بہت دلوں سے انتظار تھا واقعی ایک بہت اچھا معاشرتی مسائل کی عکاسی کرتا ہوا ناول ہے جس میں بہت کچھ سیکھنے کے لیے موجود ہے اس کے بعد اپنی نوریہ شہزادہ صفحہ کا ناول "چاہت و چھوٹ چھاؤں کی" پڑھا اور مزہ لیا۔ سچ کہانی کے تازہ پڑھنا تو خراب ہے عمر میں جگڑے کھانے کا انداز تحریر تو میرا حق آموذ ہوتا ہے مگر اس ناول میں محبت کی چائنی کی شامل رہی جس کی وجہ سے کہانی کو چار چاند لگ گئے ناول۔ سہاگل کا ناول بہت اچھا تھا بہت تیزی سے کہانی بڑھ رہی ہے یہاں منہ بول اور پڑھ کر اس ناول کو میری طرف سے مبارکباد پیش کریں انسانی سارے ہی اچھے تھے مگر قابل پانوں سیمابنت عام ہاڑی نے لیں۔ تازہ یہ جہاں کا "کچھ دست" بھی پسند آیا دگر سلسلے بھی بہت دلچسپ تھے مگر مجھے تو سب سے زیادہ مروے "چھوٹ چھاؤں کی" میں پڑھ کر مزہ آیا وجہ تو آپ کچھ ہی لگی ہوں گی۔ جی ہاں باندھتے کا نام بھی شامل تھا اور خوشی اس بات کی زیادہ ہے کہ حیاہ بخاری کا پہلا خط اور میرا آخری خط تھا۔ میری دعا ہے کہ آج کل اس طرح جملگاتار ہے آئیں تم آئیں۔

ہاں کے ساتھ ہی لکھے ہاتھ کے لیے غصت نہ تھلی ہم سب کا حامی ہونا ضرور ہمیں آسائیاں عطا فرمائے آئیں۔



aayna@aanchal.com.pk

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✦ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✦ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✦ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✦ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو ایبل لنک
- ✦ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✦ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✦ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریج
- ✦ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✦ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✦ پیریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✦ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریج
- ✦ ایڈ فری لنکس، لنکس کو ایسے کمانے کے لئے شرک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

← ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

← ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

تم سے بات چیت

شمانلہ کاشف

سندس رفیق..... عبد الحکیم
 س: ہر بار جب میرے کمرے کی کڑکی بجتی ہے تو مجھے کیوں لگتا ہے کہ یہاں جن ہیں؟
 ج: ایک عدا آپ جیسی بھوتی کی موجودگی میں دوسرا جن کیونکر آئے گا۔
 س: ہاں یا نہیں میں جواب دین کیا آپ نے اب مسجد سے جوتے چرانے چھوڑ دیئے ہیں؟
 ج: ہم تو مسجد جاتے ہی نہیں البتہ تمہیں چرائے ہوئے جوتوں سے بچنے ضرور دیکھا ہے۔
 س: مجھے آپ کے کالم میں سوال بھیجنا کیوں پسند نہیں؟
 ج: ہمارے کمرے جوابات سے تمہاری طبیعت جو صاف ہو جاتی ہے۔
 س: مگر میاں آرقی ہیں کمرے میں ہیٹر کا انتظام کروا لیا ہے؟
 ج: لگتا ہے لوڈ شیڈنگ اور گرمی سے تمہارے سوناخ پر کافی اچھا اثر اڑا لیا ہے۔
 س: مس پروین کے شوہر کہاں کے پرنس ہیں؟
 ج: مسز پروین کے دل کی سلطنت کے پرنس ہیں۔
 ارم کمال..... فیصل آباد
 س: کچھ لوگ روٹھ کر بھی لگتے ہیں کتنے پیدائے گیت کا جواب گیت سے دس تو جالوں آپ کو؟
 ج: روٹھ جاتے ہو تو کچھ نور مسیں لگتے ہو بس یہی سوچ کر تم کو خفا رکھا ہے
 س: سیانے کہتے ہیں زندگی غم کا دریا ہے آپ کیا کہتی ہیں؟
 ج: ان سیانوں میں میں بھی شامل ہوں۔
 س: جھوٹ بولے کو آکالے اور جی بولیں تو.....

ج: کو امتدو کیسے..... بول کر دیکھنا۔
 س: شائلہ جی میں نے سنا ہے آپ میرے لیے اداس ہوئیں اس لیے فوراً آپ کی محفل میں آگئی۔
 ج: سنی ستائی باتوں پر کبھی یقین نہیں کیا کرو۔

شزا بلوچ..... جھنگ صدر
 س: بڑے لگی ہوتے ہیں وہ لوگ جن سے ہم مخاطب ہوتے ہیں کیا خیال ہے؟
 ج: تمہارے طرز مخاطب سے پہلے بھی ہم خوش قسمت اور لگی ہی تھے۔

س: بڑے دن ہو گئے ہیں ان کی خوف ناک آواز نہیں ہنی؟
 ج: اب سر ہل جا کر جی بھر کر سنتی رہتا۔
 س: سنا ہے جب آپ بولتی ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے منہ سے پھول تھڑ رہے ہوں آپ کا ناگانی ہیں تو کون کی آواز سنائی دیتی ہے اور جب آپ بغیر میک اپ کے آئینہ دیکھتی ہیں تو.....؟

ج: ایک نہایت معصوم حسین خوب صورت اسٹارٹ سی لڑکی نظر آتی ہے..... اب گل نا جاناد کھو دیکھو بھلا آرقی ہے۔

س: کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے یہ چوہیس گھنٹے ہی کیوں میں کیوں نہیں؟
 ج: کام چور..... میں اور نہیں گھنٹے بھی ہوں شب بھی تم کچھ نہیں کرو گی۔

س: کھاس دریا ولی سے ملو..... جیسے جہلم اور چناب ملتے ہیں۔

ج: ہمارے یہاں صرف دریا ئے سندھ ہے جو بیکھر عرب سے جا ملتا ہے ڈٹلوا میں تمہیں۔
 س: انوکے کرایہ ختم ہو گیا اب واپس پیدل جانا پڑے گا۔

ج: بشکر ہے تم نے جانے کی بات تو کی۔
 مدیحہ نورین مہلتہ..... یونانی
 س: مجھے دیکھ کے آپ کی محفل کیوں بگڑ جاتی ہے؟

ج: اب اس میں ہمارا تو کوئی قصور نہیں تمہاری شکل ہی.....

س: یہ منہ اور مسور کی وال بھلا منہ کا وال سے کیا تعلق؟

ج: بغیر منہ کے تم وال کھا سکتی ہو بھلا؟

س: آپ اتنی شرارتی کیوں ہیں؟

ج: اف اللہ ہم معصوم پراتنا بڑا الزام.....

س: جو گرجتے ہیں وہ مرستے کیوں نہیں؟

ج: تمہارے میاں جی جو ٹھہرے۔

یروین افضل شاہین..... بھاؤ لنگر

س: مسور اپنے پاؤں دیکھ کر روتا ہے اور میرے میاں

جانی پرنس افضل شاہین کیا دکھ کر روتے ہیں؟

ج: ہالوں سے محروم اپنی سچ دیکھ کر کیونکہ شادی سے

پہلے وہ بہت بڑ بھاری تھی۔

س: میرے میاں جانی اکثر رات میں سوتے ہوئے

ڈر کے مارے اٹھ جاتے ہیں جب میں ان سے پوچھتی

ہوں تو کہتے ہیں خواب میں ویسٹ انڈیز کی کرکٹ نیم

نظر آتی ہے۔ کیا علاج کروں کہ ویسٹ انڈیز کی کرکٹ

نیم کی بجائے ٹینس کی یورپی خواتین کھلاڑی نظر آنا شروع

ہو جائیں؟

ج: ان کے سر ہانے رکھی اپنی تصویر بنالیں اور کسی

ٹینس کھلاڑی کی تصویر رکھ دیں پھر ان سے پوچھیں کہ فرق

پڑا کہ نہیں؟ ہمیں ضرور بتائیے گا۔

س: آئینہ میں اپنی صورت دیکھ کر بھلا میں کیا سوچتی

ہوں؟

ج: کاش میں بھی کچھ خوب صورت ہوتی۔

نووین خلیل..... جتوئی

س: آپلی میں کیسی مرتب جاتی ہوں کہاں سے موصوفے پر

یا کری پر؟

ج: جس پر بیٹھنا تھا وہ ساتھ لانا تھا۔

س: آپلی ٹھنڈا یا گرم کیا دیں گی میں خود بناؤں مجھے

چائے پسند ہے۔

ج: پہلے چائے پکا تا تو ڈھنگ سے سیکھ لو تھی۔

س: آپلی امی کہتی ہیں ہم نے رسالوں کا دفتر کھول رکھا

ہے کیوں کہتی ہیں؟

ج: سچی ترین جو ٹھہریں۔

دیا آفرین..... شاہدرہ

س: پہلی بار مل رہے ہیں ذرا تعارف کروائیے؟

ج: حد ادب گستاخ! سارا جہاں ہزاری تعریف و

تعارف جانتا ہے تم کون سی گھاس منڈی سے آ رہی ہو۔

س: سنا ہے آپ کو ٹیڑھے لوگ پسند نہیں؟

ج: اگر ایسا ہوتا تو آپ کیوں کر یہاں تشریف فرما

ہوتیں۔

شبنم کنول..... حافظ آباد

س: بسکھڑوں کے ہیں آج خوب مزے.....؟

ج: تم جو ان کے ساتھ نہیں ہر چیز ان کی چھین کر کھا

جاتی ہو میری!

س: خواہش کی ہر کشتی کنارہ کیوں نہیں لگتی آخر

کیوں؟

ج: تمہاری خواہش کا وزن زیادہ ہوگا اس لیے ڈوب

جاتی ہوگی۔

س: آپ کی یاد میں آ نکھیں ہیں رُغم

ج: پیاز کا ٹوٹا سا ن پکاؤ..... ہزاری یاد کے بہانے

مت بناؤ۔

س: آپ کون سے سال میں ملے گی؟

ج: جس میں 384 دن ہوں گے۔

س: آپ کون سے سوال کا جواب تلاش کرتی ہیں؟

ج: بےوقوف فی الحال یہ سوال ابھی زیر غور ہے۔

حازبہ عباسی..... دیول موی

س: شاکہ جی جب بھی ہم کسی نئے آشنا ہونے

والے کو اپنا نام بتاتے ہیں تو وہ عجیب سا منہ بنا کر "کیا"

کیوں کہتا ہے؟

ج: کیونکہ موہاٹل کہنی والوں نے اپنے بچکے کا جو نام

رکھ پھوڑا ہے۔

س: کیا آپ نے بھی اس عمر میں اپنے لیے اس کہنی کا فیڈر استعمال کرنا ہے۔

س: آسمان پر ستارے لٹکے ہوتے ہیں تو زمین پر کیوں نہیں گرتے؟

س: پھر تم اپنے اُن کی شکل کس میں دیکھتی۔

سحرش بہت دینہ، جہلم

س: اگر آپ کو کرکٹ ٹیم میں شامل کر لیا جائے تو آپ اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کیسے کریں گی؟

س: کرکٹ ٹیم کوسندھا کر۔

س: آپ میرے دل کی چین چین آئے نہ تو کیا کیجیے؟

س: چین آتا نہیں وہاں تو جانا پڑتا ہے دو نہری مال لینے کے لیے۔

س: چاچو مجھے "بل" توڑی پکارتے ہیں کیوں؟ ویسے میں نیڈی لیا تا سے کم نہیں ہوں۔

س: بل توڑی تم پر چتا بھی بہت ہے۔

س: قد لسا کرنے کے لیے کتنی لمبی ٹیل ہونی چاہیے؟

س: جتنی لمبی مرضی پہن لو آپ کو کون سا فرق پڑتا ہے۔

س: شائل جی ہیکل بارنیں دوسری بار شرکت کی ہے جگہ ملے گی؟

س: چھوٹی سی تو ہوا ہے قد کے حساب سے جگہ خود ہی دیکھ لو۔

س: اُن شائل جی! اب نظر سے نیچے بھی کرنا نظر کاؤ کی کیا؟

س: اُن انڈیا ب نظر بڑو کو بھی نظر کتنے لگی۔

س: ذرا تو پاس میرے آؤ ذرا تو نظر سے مجھ سے ملاؤ میری جاں مجھ سے دور نہ جانا اور.....؟

س: ہاتھ روم سکر اتنا بیج کرمت گاؤ ابا کو مت چکا کا اور شامت کونہ بلاؤ.....

س: اپنا جی مجھے کرنا جی دیکھنے کا بہت شوق ہے دیکھو تو

س: ہمارے پاؤں تلے زمین اور سر پر آسمان نظر آتا ہے مگر ہم اکثر یہ سوچتے ہیں کہ آسمان بیروں تلے اور زمین سر پر کیوں نہیں ہوتی؟

س: شادی سے پہلے ہر لڑکی ایسا ہی سوچتی ہے بعد میں بیروں تلے زمین اور سر پر آسمان دیکھنے کی بھی نوبت نہیں آتی۔

س: ارے ارے یہ کیا آپ کے تیر مجھے ٹھیک نہیں لگ رہے اُن جمل مت تلاش کریں ہم یوں ہی چلے جائیں گے ہا ہا؟

س: اکثر لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے نا۔

رشک و فاقہ..... بوغالی

س: ارے چونکہ کیوں نہیں ہم ہی ہیں رشک و فاقہ کیا سوا گت نہیں کرو گے آپ ہمارا وہ بھی سلمان خان کے اسٹائل میں؟

س: سلمان کے اسٹائل میں آپ کے میاں جی کریں گے ہم تو اپنے انداز میں ہی نہیں گے خوش آمدید۔

س: آپنی ہماری بھابی کو ذرا میرج اینیورسری تو ڈش کرویں اپنے اسٹائل میں۔

س: اللہ ان کی شادی شدہ زندگی میں خوشیاں بھر دئے آمین۔

نورین مسکان سوہرہ..... ڈاسکھ

س: آپ ہماری آند پر اتنی خوش ہوں گی اگر ہمیں پہلے پتا ہوتا تو ہم سوہرے سوہرے ہی چلتا آتے؟

س: منسا نہ میرے آؤ گی تو منہ حیرت سے کھلے گا جسے آپ خوشی سمجھتی ہو۔

س: بہار کا موسم آ رہا ہے پھر مجھے کس رنگ کا سوٹ لے کر دے رہی ہیں آپ؟

س: یہ سوٹ بھی تو تم نے میرا ہی پہن رکھا ہے پہلے یہ تو واپس کرو۔

س: آبی جب آپ چھوٹی تھیں تو کس کہنی کا فیڈر استعمال کرتی تھیں؟

س: شمال آبی! ہماری اپریل میں سال گرہ ہے تو
آپ مجھے جسے سنو سن کر دیں؟
ج: سالگرہ مبارک ہو اپنی عمر تو بتا دو۔

س: شعر کا جواب دیں؟
وہ کبھی تو ملے تو اسے کہتا تیری جدائی نے اس کا یہ حال
کدیا
وہ نہیں روتا لوگ اسے دیکھ کر روتے ہیں
ج: کرکٹ ٹیم میں شامل ہے کیا؟

میزاب..... قصور
س: آبی! لوگ مجھے کبجوں کیوں کہتے ہیں؟
ج: کبجوں نہیں تو کسی جوں کہہ لیں گے۔
س: آبی جی میں کبھی کبھی آپ کی محفل میں آجایا
کروں؟
ج: ضرور آئیں لیکن جلدی سے جانے کے لیے۔

خوشی..... بونالی
س: مصیبت میں تو گدھے کو باپ بنانا پڑتا ہے اور
خوشی میں؟

ج: گدھے کا باپ بننا پڑتا ہے۔
س: آبی انسان شادی کب کرتا ہے؟
ج: جب کچھ سمجھ نہیں آتا اس وقت۔

کون ملک..... جتوئی
س: شائستگی کیا واقعہ ہی دھوپ میں بیٹھنے سے بال
سفید ہو جاتے ہیں؟
ج: ہاں نہیں تجربہ کر کے دیکھو اگر ہو گئے تو پالرو والوں
کی عید ہوگی ہر ماہ۔

س: آبی سردیوں کی برسات ہو اور ساتھ وہ ہو؟
ج: بس تم بھانے سے اپنی سانس ٹٹوں کی باتیں
ضرور کرنا۔

س: آبی شوہر اپنی بیوی سے یہ کیوں کہتا ہے کہ شادی
سے پہلے تو.....
ج: کیونکہ شادی کے بعد تو بے چارہ کچھ کہہ ہی نہیں
سکتا۔

سہی میں ایک ماہ بعد آ رہی ہوں واؤ.....؟
ج: آپ کی آمد پر ال کراچی پر اللہ اپنا خاص رحم
فرمائے۔

س: کھوسے سے کیوں ہونم سورج میں گم ہو کیوں
بات جو دل میں ہے کہہ بھی دو کہہ بھی دو..... ہاں ہاں
کہہ دو.....
ج: اُف اللہ بچاؤ..... اُف اللہ بچاؤ..... اُف اللہ
بچاؤ.....

عائشہ عمر..... فیصل آباد
س: دل تو چاہتا ہے کرکٹ ٹیم کا استقبال..... ایسے
کروں کہ ہمیشہ یاد ہمیں؟
ج: سڑے ہوئے ٹماٹر اور انڈوں سے کرو کھائیں
گے بھی اور پکانے کے لیے گھر والوں کے لیے لے
جائیں گے بھی۔

س: ان سب نے تو ہمارا دل توڑ دیا؟
ج: دودھ میں انٹی ڈال کر پی جاؤ پکا پھر کبھی ٹوٹنے کا
نام بھی نہیں لگا۔

رخ کوہل شہزادی..... سر گوہا
س: کیا حال ہیں آبی! ہمیں مس کیا آپ نے؟
ج: نو مس..... ہم نے آپ کو گزرے وقت کی طرح
ہر وقت مس کیا۔

س: آبی کیا بات ہے آپ اتنے پیارے جواب دہتی
ہیں کہ ہندو سوال کیے بنا رہے ہی نہیں سکتا؟
ج: اب اس سوال پر تمہارے دست و بازو پر ہم کچھ
نہیں دے سکتے تمہیں۔

س: اللہ آپ کو خوش رکھے دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔
ج: آپ بھی خوش رہیں۔

طاہرہ غزنی، اربہ کائنات..... جتوئی
س: آبی ہم اتنے دن بعد آپ کی بزم میں تشریف
لائے ہیں دیکھئے ہمارے آنے سے کیسی رونق ہو گئی؟
ج: رونق کیسی پھر اس کے بعد چرخوں میں روشنی نہ
رہی لائٹ بھی نئی۔

س: آپلی یہ بتائیں کہ بھول اور قبول میں کیا فرق

ہے؟

ج: جو انکار اور اقرار میں ہوتا ہے۔

س: بھولی اور چھولی بیوی میں کیا فرق ہے؟

ج: کوئی فرق نہیں، دونوں 'بیوی' ہی ہوتی ہیں۔

س: روٹھے ہوئے تم کو کیسے مناؤں..... بتائیں؟

ج: کوئی ضرورت نہیں، خود ٹھیک ہو جائیں گے۔

س: وہ آئے ہمارے گھر میں خدا کی قدرت..... بھلا

کون؟

ج: بیمار آٹھل۔

س: اچھا آپلی اجازت کیا میں آئندہ ماہ شرکت کر سکتی

ہوں؟

ج: اللہ حافظ آئندہ ماہ کتا گے ایک ماہ میں۔

اشہ غفار..... کراچی

س: نامدولت ایک طویل عرصے بعد تشریف فرما

ہیں۔ ویکلم تو کہیں گی نا.....؟

ج: اچھا دل کم کرنا بھی پڑے گا۔

س: اچھا یہ تو بتائیں پلیز کہ ہمیں کسی پہ اعتبار کرنا ہوتا

کیسے کریں.....؟

ج: بہت سوچ سمجھ کر کرنا کہیں.....

س: ذائقہ یہ گرمی..... اوپر سے سوالوں کی بوچھاڑ

آپ گھبرانی نہیں کیا.....؟

ج: ہاں نہیں اور کیا گھبرانا چاہیے ہم کو۔

س: اچھا جی ہم چلتے ہیں واپس..... پھر ملیں

گے..... چلتے چلتے..... پر بھی الوداع مت کہئے گا.....

نہیں ہم یہ بھی نہیں دیکھیں گے کہ ہم آپ کے ہیں کون؟

اور..... اور کچھ نہیں ہم کیا کہہ سکتے ہیں جی..... آل ہز

ویل..... آل ہز ویل ہائے..... اللہ حافظ۔

ج: سنبھل کر وہ آئی جوئی لانا کی.....



س: شامندہ بیوی اور محبوبہ میں کیا فرق ہے؟

ج: بیوی ذاتی اور محبوبہ سماجی ہوتی ہے سب کی

خدمات پر مامور۔

سونہی علی..... ریشم گلی، مورو

س: آئی رنگ گھسا کرنے کے لیے اپنے چہرے پر

واہت آکل پینٹ کروالیں کبھی کالی نہیں ہوں گی؟ ایڈوائز

دینے پر شکر یہی کی ضرورت نہیں۔

ج: ہم تو ماشاء اللہ پہلے ہی سے بہت خوب صورت

ہیں البتہ اپنے مشورے پر ضرور عمل کرنا۔

س: ہائے رے رہا ان مردوں کا دل آخرا یک عودت

پر کیوں نہیں نکلتا؟

ج: ان کے دل اور نیت دونوں میں فتور جو ہوتا ہے۔

س: گھر والی بدتمیز اور باہر والی شریف کیوں دکھائی

دیتی ہے شوہر حضرات کو؟

ج: گھر والی اپنی بیوی جبکہ باہر والی دوسروں کی بیوی

ہوتی ہے اس لیے ایسا دکھائی دیتا ہے۔

ہالہ سلیم..... کراچی

س: ایسا ایک تو گرمی نے بُرا حال کیا اوپر سے.....؟

ج: اوپر سے بجلی والوں کا بے حساب پیار و محبت۔

س: ایسا اتنی گرمی میں بھی آپ اتنے ٹھنڈے جواب

کیسے دے سکتی ہیں؟

ج: برف کی سل رکھ کر۔

س: ایسا آج کل ہر کسی کو اپنی ہی کیوں پڑی رہتی

ہے؟

ج: دوسروں نے مانڈ کرنا جو شروع کر دیا ہے اس

لیے۔

س: ایسا اجازت اس کا کیا ہے ہمیشہ خوش رہو؟

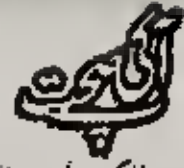
ج: سدا ہستی مسکرائی رہا آمین۔

منزل طلعت..... کراچی

س: آپلی! کیا میں آپ کی محفل میں شریک ہو سکتی

ہوں؟

ج: آجائے محفل لگی ہوئی ہے۔



ہیو ہینڈلڈ کنٹریٹ سٹریٹ

ش۔ رخ گجرات سے لکھتی ہیں کہ عا جزانہ دعا ہے کہ اللہ آپ کو صحت کا طہ عطا فرمائے اور حسب معمول خدمت خلق میں کوشاں رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

میرا مسئلہ یہ ہے میری دوری نظر بہت کمزور ہے اور اکثر کندھوں میں درد رہتا ہے۔ مہربانی فرما کر کوئی ایسی دوا تجویز فرمادیں جس سے میری عینک اتر جائے اور آنکھوں سے عینک کے اثرات بھی ختم ہو جائیں۔ میں اپنی کمزوری نظر سے بہت تنگ ہوں آپ مناسب دوا تجویز فرما کر شکر کا موقع دیں زندگی بھر آپ کی احسان مند اور دعا گو رہوں گی ان شاء اللہ۔

محترمہ آپ CINERARIA EYE ڈراپس روزانہ رات سوتے وقت آنکھوں میں ڈالا کریں۔

قیمید کوثر گجرات سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر کوئی دوا تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ PULSATILLA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈالی کر تین وقت روزانہ پیا کریں دوسرے مسنے کے لیے فون نمبر 021-36997059 پر صبح 10 بجے رابطہ فرمائیں۔

ف۔ وفتکیاری سے لکھتی ہیں کہ میں یہ خط بہت امید سے لکھ رہی ہوں خدا را مجھے نا امید نہ کریں میں شادی شدہ ہوں اور میری دو بیٹیاں ہیں بیٹا نہ ہونے کے جرم میں مجھے حقیر سمجھا جاتا ہے۔ مجھ پر زندگی کا دائرہ تنگ کر دیں گے اگر میں آئندہ بھی بیٹی پیدا کروں گی تو خدا کے لیے میرے مسئلے کا حل نکالیں اور مجھے چڑھاؤ بیٹوں کے لیے کوئی دوائی کا مشورہ دیں اور وقفے کا بھی طریقہ بتائیں۔

محترمہ آپ CALC کے پہنے مینے میں PHOS-CM کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر رات سوتے وقت لیں اور دوسرے دن صبح نہار

عظمیٰ نکانہ صاحب سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ CHIMA PHILA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ اس کے علاوہ 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کر دیں بریسٹ بیوٹی آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے فائدہ ہوگا۔

ایچ۔ سفدر سنا نکلہ ٹل سے لکھتی ہیں کہ میرا جسم بڈیوں کا ڈھانچہ ہے اور حسن نسواں کی بھی کمی ہے۔ سیلان کی بھی شکایت ہے۔

محترمہ آپ FIVE PHOS-6X کی 4.4 گولی تین وقت روزانہ کھایا کریں اس کے علاوہ 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کر دیں BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے قدرتی حسن بحال ہو جائے گا۔

ع۔ م۔ آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں کہ میری پاؤداشت کمزور ہے اس کے لیے کوئی مناسب دوا تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ KALI PHOS-6X کی 4.4 گولی تین وقت روزانہ کھایا کریں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

صوفیہ تبسم دہاڑی سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ BORAN-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

منہ پھر اسی طرح لیں یہ دو خوراک کافی ہوں گی اللہ تعالیٰ آپ کی مراد پوری کرے گا۔

عمران اعوان خوشاب سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دو تجویز فرمائیں اور یہ بھی بتائیں کہ یہ دوا کہاں سے ملے گی

محترم آپ 30-AGNUS CAST کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پینا کریں یہ دوا کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے شواہے جرنی کی خرید لیں۔

احمد رضا میر لاہور سے لکھتے ہیں آپ لوگوں کو بیماریوں کا علاج بتاتے ہیں اور اس سے لوگ بھی ٹھیک ہو جاتے ہیں میں بھی ہار آپ کو اس امید پر خط لکھ رہا ہوں کہ آپ میرے مسئلے کا بھی حل بتائیں گے میرے مسئلے شائع کیے بغیر مناسب دوا تجویز فرمائیں۔

محترم آپ 30-AGNUS CAST کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پینا کریں دوسرا اس عمر میں قدرتی صحت ناممکن ہے۔

عالیہ نذیر سرانوالی سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 24 سال ہے مجھے ارنجی کا مسئلہ ہے جو تقریباً تین سال سے ہے میں بڑی امید کے ساتھ آپ کو خط لکھ رہی ہوں میرے چہرے اور ہاتھوں میں جھن اور خارش شروع ہو جاتی ہے اس کے بعد متاثرہ حصہ سرخ ہو جاتا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں یہ مسئلہ مجھے قبو دینے سے ہوا تھا آپ مجھے کوئی اچھی سی دوا تجویز کر دیں جو با آسانی کسی بھی میڈیکل اسٹور سے مل جائے۔ میں نے بہت سے ڈاکٹرز سے مشورہ کیا مگر وہی حور پتہ رام آ جاتا ہے۔ میرا یہ مسئلہ مردیوں میں بڑھ جاتا ہے۔

محترم آپ 3X-URTICAURNUS کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پینا کریں۔

سکندر بیگ سکھر سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 25 سال ہے سر کے بال غائب ہونا شروع ہو گئے ہیں میں گنجاہو

رہا ہوں اور بہت پریشان ہوں یہ میرا خاندانی معاملہ ہے والد، چچا، تایا سب بالوں سے محروم ہو چکے ہیں مجھے اس کے لیے کوئی مفید علاج بتائیں کہ میرے سر کے بال قائم رہیں اور جو گر چکے ہیں وہ دوبارہ آجائیں۔

محترم آپ مبلغ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کھینک کے نام چتے پر ارسال کر دیں ہم سنے HAIR GROWER کے فارمولے کو مزید تیز بنایا ہے کئی قیمتی جڑی بوٹیاں شامل کی ہیں جس کی وجہ سے میٹر کردہ اور زیادہ موثر ثابت ہو رہا ہے اس کی 4.5 بوتل استعمال کرنے سے آپ کے سر پر گھٹے بال پیدا ہوں گے۔

ذکیہ ناز ملتان سے لکھتی ہیں کہ مجھے 3 ماہ سے ہیریز نہیں ہوئے میری عمر 21 سال ہے ہیریز کوئی علاج بتائیں یہ بھی کہ کتنے عرصے تک دوا استعمال کرنی ہے اور دوسرا مسئلہ میرا وزن ہے میری عمر کے دونوں طرف بہت چربی ہے اور پیٹ بھی کم کرنا ہے اچھی سی دوا بتائیں اور یہ بھی کہ دوا کہاں سے ملے گی میں ملتان میں رہتی ہوں۔

محترم آپ 30-SENECIO کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پینا کریں ناہانہ نظام درست ہونے کے ساتھ وزن بھی کم ہو جائے گا۔

سدرہ کنول ملتان سے لکھتی ہیں کہ میرا وزن بہت بڑھ رہا ہے کم کرنے کے لیے کوئی دوا تجویز فرمائیں۔

محترم آپ PHYTOLACCA BARRY-Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پینا کریں۔

محمد علی لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز فرمائیں۔

محترم آپ 6X-CALC PHOS کی 4.4 گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور ACIDPHOS

مختر مآپ 30-NUX VOM کے 5 قطرے
 آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں
 ان شاء اللہ شفا حاصل ہوگی۔
 ثمرہ احسان شاہ کوٹ سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 22
 سال ہے جسمانی طور پر میں بہت کمزور ہوں۔ مسئلہ یہ
 ہے کہ جب میں سو کے اٹھتی ہوں یا کام کرتی ہوں تو
 میرے گھٹنے کی ہڈیاں اور پاؤں کی ہڈیوں سے چٹک کی
 آواز آتی ہے اور ہاتھوں کا بھی یہی مسئلہ ہے۔ کلاسیاں
 بھی کمزور ہیں براہ کرم مجھے کوئی دوا بتادیں اور یہ بھی
 بتائیں کہ میں دوا کتنے ماہ تک جاری رکھوں۔

مختر مآپ 30-CUPRUM MET کے 5 قطرے
 آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت
 روزانہ پیا کریں۔

نوشین مشتاق جو یہ فیض آباد لاہور سے لکھتی ہیں
 کہ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے چہرے پر بے شمار گل ہیں
 جو دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں رنگ میں بھورے اور
 کالے ہیں۔ کوئی دوا تجویز کریں کھانے کی دوا کے
 ساتھ چہرے پر لگانے کے لیے کریم بھی دیں۔ جس
 سے جلد آفاقہ ہو۔ مدت بھی تجویز کریں میری عمر اٹھارہ
 سال ہے۔ دوسرا مسئلہ میری بہن کا ہے چہرے کے
 ساتھ ساتھ پورے جسم پر مردوں کی طرح بال ہیں عمر
 بارہ سال ہے کوئی اچھی سی دوا تجویز کریں ایفروڈائٹ
 کے ساتھ کھانے کی دوا بھی بتادیں۔ تیسرا مسئلہ میری
 کزن کا ہے جو تے کی وجہ سے اس کے پاؤں پر
 گہرے کالے نشان ہیں خاص طور پر گنوں اور انگوٹھے
 پر ہے کوئی اچھی سی دوا بتائیں جس سے پاؤں بالکل
 صاف ہو جائیں۔

مختر مآپ آپ تلوں کے خاستے کے لیے
 30-THUJA-Q کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں
 ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور اسی کو تلوں پر
 روزانہ لگایا کریں بہن کے چہرے سے بال ختم کرنے
 کے لیے 900 روپے کا مٹی آرڈر میرے کلینک کے

3X کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین
 وقت روزانہ پیا کریں اس کے علاوہ
 200-CARB کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں
 ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار کریں۔

نسیم قریشی جہلم سے لکھتی ہیں کہ میرے جسم پر سوکھی
 خارش ہوتی ہے کوئی دوا وغیرہ نہیں نکلتے۔

مختر مآپ 30-DOLICHLIS کے 5
 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت
 روزانہ پیا کریں۔

قندرشاہ ملتان سے لکھتے ہیں میرے جسم پر خارش
 ہوتی ہے جو سردی کے موسم میں بڑھ جاتی ہے اور خارش
 کرنے سے خون نکل آتا ہے۔

مختر مآپ 30-PETROLIUM کے 5 قطرے
 آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت
 روزانہ پیا کریں۔

رئیسہ خاتون حیدرآباد سے لکھتی ہیں کہ میرے
 چہرے پر بال نکل آتے ہیں جو بہت بڑے لگتے ہیں
 لوگ مذاق اڑاتے ہیں مجھے کسی نے بتایا کہ آٹھل میں
 اس کی دوا لکھی ہوتی ہے میں نے آٹھل خرید کر کاپ کی
 صحت پڑھا بڑی امید پیدا ہوئی۔ آپ
 مجھے بھی بھیج دیں۔

مختر مآپ 900 روپے کا مٹی آرڈر میرے کلینک
 کے نام سے براہ سال کر دیں ایفروڈائٹ ایک ہفتے میں
 آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

مہوش نورین جھنگ مدر سے لکھتی ہیں کہ میری عمر
 23 سال ہے 5 سال کی عمر سے پیٹ کی تکلیف میں
 مبتلا ہوں ڈاکٹر لوگ آنتوں کی سوجن بتاتے ہیں سوج
 اٹھتے ہی پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ جو حاجرت کے بعد ختم
 ہو جاتا ہے۔ ایلیو پیٹھک ادویات کھاتے کھاتے تک
 آگئی ہوں مقامی ہومیو پیٹھک ڈاکٹر کو بھی دکھایا مگر
 آرام نہیں آیا بڑی امید کے ساتھ آپ کو مکمل کیفیت لکھ
 رہی ہوں آپ میرے لیے بھی کوئی دوا تجویز فرمائیں۔

نام پتے پر ارسال کر دیں انفر وڈ ائٹھ آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اس پر لکھی ہوئی ترکیب کے مطابق استعمال کرنے سے بال مستقل طور پر ختم ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ صبر کالے ہونے سے بچانے کے لیے موزے استعمال کریں۔

فاروق احمد کرچی سے لکھتے ہیں کہ میں اپنی بیماری سے بہت پریشان ہوں کئی جگہ علاج کرانے کے باوجود صحت حاصل نہیں ہو رہی عمل کیفیت لکھ رہا ہوں میرا مسئلہ شائع کیے بغیر مناسب دوا تجویز فرمائیں۔

مختصر مہ آپ صبح 10 تا 12 بجے یا شام 6 تا 9 بجے کلینک پر تشریف لائیں۔ اپنی تمام میڈیکل رپورٹس ہمراہ لائیں ان شاء اللہ آپ کا علاج ہو جائے گا۔

گھٹ سلطانہ بیگم باو سے لکھتی ہیں کہ مجھے زنانہ اعضا پر درم کی شکایت ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اعضا باہر نکل پڑیں گے لیڈی ڈاکٹر نے آپریشن کا مشورہ دیا ہے جو میں نہیں کرانا چاہتی سنا ہے کہ ہومیو پیتھک میں ایسی تکالیف کا علاج بغیر آپریشن ہو جاتا ہے بڑی امید کے ساتھ آپ کو خط لکھ رہی ہوں میرے لیے کوئی دوا تجویز فرمائیں۔

مختصر مہ آپ SEPPIA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں بھاری وزن اٹھانے سے پرہیز کریں۔

ناہید نڈو آلہ یار سے لکھتی ہیں کہ جب کوئی کتاب وغیرہ پڑھتی ہوں تو زیادہ دیر پڑھا نہیں جاتا آنکھوں پر بھاری پن محسوس ہوتا ہے پڑھنا چھوڑ دیتی ہوں۔

مختصر مہ آپ RUTA-3 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

پرنسپل صاحبہ گوجرالوالہ سے لکھتی ہیں کہ میری قریب کی نظر کمزور ہے اور ناک پر ایک گٹھی ہو گئی ہے جس میں تکلیف کوئی نہیں ہے سر جن کہتے ہیں کہ تکلیف کوئی نہیں ہے تو ابھی رہنے دو کچھ بڑی ہو جائے گی تو آپریشن آسان ہو جائے گا آپ اپنے مشوروں میں گٹھی

ختم کرنے کی دوا بھی بتاتے ہیں۔ میری گٹھی کے لیے بھی علاج بتائیں جو ابی لفاظہ بھیج رہی ہوں۔

مختصر مہ آپ CALC FLOUR-6X کی 4، 4 گولی تین وقت روزانہ کھایا کریں اور CINIRARIA-EYE ڈراہل روزانہ رات سوتے وقت آنکھوں میں ڈالا کریں جو ابی لفاظہ بھیج کر ضائع نہ کریں براہ راست جملب نہیں دیے جاسکتے۔

سہانہ میر حیدر انکم سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 20 سال ہے میرا قد چھوٹا ہے اور میں وزن بڑھانا چاہتی ہوں اور میری دوست کی عمر 23 سال ہے اس کے چہرے پر مردوں کی طرح بال ہیں جو بہت بڑے لگتے ہیں اس کے لیے بھی کوئی میڈیکیشن بتادیں۔

مختصر مہ آپ CALC PHOS-6X کی 4، 4 گولی تین وقت روزانہ کھایا کریں اور BARIUM CARB 200 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار لیس رنگ صاف کرنے کے لیے JODUM-1000 کے 5 قطرے ہر 15 دن میں ایک بار لیں۔ بال ختم کرنے کے لیے 900 روپے کا مٹی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کریں۔ APHRODITE ایک پتے میں آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ 2، 3 بوتل کے استعمال سے بال ہمیشہ کے لیے ان شاء اللہ ختم ہو جائیں گے۔

ملاقات اور مٹی آرڈر کرنے کا پتہ۔

صبح 10 تا 12 بجے شام 6 تا 9 بجے فون نمبر 021-36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان نمبر C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر 14B، رتھ کراچی 75850

خط لکھنے کا پتہ آپ کی صحت ماہر سائنس پوسٹ بکس 75 کراچی۔



گائی بائیں

حنّا احمد

پانی صاف کرنے کے طریقے

شیشے کے گلاس میں بھرے ہوئے صاف پانی کو جس سے آپ اپنی پیاس بجھانے والے ہیں پینے سے پہلے ذرا ایک لمحے کے لیے رکھ کر سوچ لیجیے کہ یہ بقا ہر صاف شفاف نظر آنے والا پانی واقعی پینے کے قابل ہے یا نہیں؟ یقین ممکن ہے کہ یہ صفائی کے مطلوبہ معیار پر پورا نہ اترتا ہو اور اس میں ہزاروں لاکھوں پتھوجن یعنی (Pathogens) انسان کو بیماریوں میں مبتلا کرنے والے بیکٹیریا وائرس پرٹوزوا اور قسم قسم کے دوسرے مہلک جراثیم موجود ہوں۔ یہ جراثیم اس قدر چھوٹے ہوتے ہیں کہ صرف ایک ایچے خوردبین سے ہی نظر آ سکتے ہیں لیکن یہ پانی میں تیزی سے پھیلنے پھولتے ہیں اور انسانی جسم میں پہنچ کر بہت سی خطرناک بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔

یہ تو وہ پانی ہے جہاں آپ کو ایک باقاعدہ وائرسلائی کے نظام کے تحت صاف ہو کر اور ممکن ہے جراثیم کش ادویہ کے استعمال کے بعد گھر میں لگے ہوئے ٹینکیشن سے مل رہا ہے۔ یہی علاقوں میں تو پانی کی صفائی کا کوئی نظام سرے سے موجود ہی نہیں ہے وہاں کے لوگ تو بسا اوقات کھلے جو ہڑوں کا گدلا پانی پینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس قسم کا غیر صاف شدہ پانی پینے والے ہر وقت مہلک بیماریوں کی زد میں رہتے ہیں اور ان بیماریوں کا شکار ہو کر بسا اوقات موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کم عمر بچے ایسے لوگ بیماریوں کے خلاف جن کی قوت مدافعت کم ہو اور بیماریوں کی وجہ سے کمزور رہ جانے والے لوگ ان بیماریوں کا بار بار شکار ہوتے رہتے ہیں۔

اندازہ لگایا گیا ہے کہ ہمارے ملک میں 80 فیصد بیماریاں صرف غیر صاف شدہ پینے کے پانی کے استعمال

کی وجہ سے لاحق ہوتی ہیں۔ ان میں ہیضہ، مہیا، تائفس، مہیائینڈ سے لے کر امراض قلب اور کینسر جیسی بیماریاں تک شامل ہیں۔ عالمی پیمانے پر اگر پینے کے آلودہ پانی کی وجہ سے بیمار ہونے والے بچوں کی تعداد کا اندازہ لگایا جائے تو ہر سال چھ ملین بچے یا ہر روز بیس ہزار بچے ان مہلک بیماریوں کا شکار ہو رہے ہیں ان بچوں میں سے 2.2 ملین بچے ہر سال موت کا شکار ہو جاتے ہیں یا یوں سمجھئے کہ ہماری دنیا میں ہر آٹھ سیکنڈ کے بعد ایک بچہ صرف اس لیے فوت ہو جاتا ہے کہ اس کو پینے کے لیے صاف پانی میسر نہیں ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں ہماری ترجیحات واضح ہو جاتی ہیں علاج معالجے کی ضروری سہولتوں سے محسوس کیا گیا ہے کہ زیادہ بڑھ کر ہماری اولین ترجیح یہ بن جانی ہے کہ آلودگیوں کو پینے کا صاف پانی مہیا کیا جائے اگر ہم 10 فیصد بیماریوں کو انسان کو لاحق ہونے سے پہلے ہی روک لیتے ہیں تو پھر صحت کے دوسرے واضح فوائد کے علاوہ یہ بھی ظاہر ہے کہ علاج معالجے کی موجودہ سہولتوں پر دباؤ کم سے کم ہوتا جائے گا اور ملک میں ہر شخص کو علاج کی سہولتیں باآسانی پہنچانے کے قابل ہو جائیں گے۔

پینے کے پانی کو صاف کر کے اس کو پینے کے قابل بنانے کے کئی طریقے ہیں اس میں وہ طریقے بھی ہیں جن کے ذریعے ہم پوری آبادیوں اور بڑے بڑے شہروں کی پانی کی سپلائی کو محفوظ بناتے ہیں اور وہ طریقے بھی ہیں جن کو ہم گھروں میں استعمال کر کے اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ ہمارا پینے کا پانی ہر قسم کے مضر اجزا اور آلودگیوں سے پاک ہو۔

شہروں کو آب رسانی کے لیے مناسبے جانے والے منصوبوں کے لیے عام طور پر پانی قدرتی ذرائع جیسے کہ دریاؤں، نہروں یا قدرتی چھیلوں سے آتا ہے۔ اس میں حل شدہ اور غیر حل شدہ دو طرح کی آلودگیاں شامل ہوتی ہیں۔ مٹی، ریت، چھوٹے نپاتاتی پودے پانی میں پلنے والے حشرات الارض وغیرہ ایسی آلودگیاں ہیں جو پانی

والے پانی میں شامل نہیں ہو پاتی۔ دوسرا یہ کہ پانی کی لائنوں کے مقابلے میں سیوریج کی لائنیں قدرے نیچے لیول پر چل رہی ہوتی ہیں لہذا اس بات کا خدشہ نہیں رہتا کہ سیوریج کا پانی یا اس کی آلودگی سیوریج لائن سے اگر باہر نکل بھی جاتی ہے تو وہ کسی طرح پینے کے پانی کی لائن تک پہنچ سکے گی۔

بدقسمتی سے ہمارے شہروں میں بد انتظامی کے باعث پانی کی لائنوں میں جگہ جگہ بہت بڑی نوٹ پھوٹ ہو چکی ہے یہاں تک کہ کراچی جیسے شہر میں پانی کی سپلائی کا ایک تہائی اس سبب کی وجہ سے ضائع ہو جاتا ہے اور ہم ہر وقت پانی کی شدید قلت کا شکار رہتے ہیں۔ اس قلت کے باعث یہ ممکن نہیں رہا ہے کہ پانی کی لائنوں میں ہر وقت پانی پریش کے ساتھ موجود رہے اور ہمیں کے بعد دیگرے شہر میں موجود ہر علاقے کے پانی کی سپلائی لے وقتوں کے لیے بند کرنی پڑتی ہے۔ جب پانی کی سپلائی بند کی جاتی ہے پانی کی لائنوں کے اندر خطا پیدا ہو جاتا ہے اور یہی لائنیں بالکل کسی سٹیشن پمپ کے طرز میں باہر سے پانی کھینچ کر ہر قسم کی اہلا بلا پائپ لائنوں کے اندر کھینچنے لگتی ہیں۔ اس پر ایک اور قسم یہ کہ سیوریج کی لائنیں واٹر سپلائی کی لائنوں کے انتہائی قریب سے گزرتی ہیں اور ہیں بہت علاقوں میں ان کا لیول پانی کی لائنوں کے لیول کے اوپر ہے۔ سیوریج لائنوں سے لیک ہونے والا غلیظ پانی اور دیگر ہر قسم کی گندگی زیر زمین پانی کی لائنوں کے اطراف تا صرف جمع ہو جاتی ہے بلکہ جب پانی کا بہاؤ پانی کی لائنوں میں بند کیا جاتا ہے تو یہ سیوریج آزادی کے ساتھ پانی کی لائنوں میں داخل بھی ہو جاتی ہے۔ جب ان لائنوں میں دوبارہ پانی چھوڑا جاتا ہے تو یہ گندگی پینے کے پانی کے ساتھ مل کر ہمارے گھریلو ٹینکوں اور نلکوں تک پہنچ جاتی ہے۔

(جاری ہے)

عائشہ سلیم..... کراچی



میں تیرتی رہتی ہیں اور پانی کو پینے کے قابل بنانے کے لیے جن کو پانی سے الگ کرنا ضروری ہے اس مقصد کے لیے پانی کے بڑے بڑے تالاب بنائے جاتے ہیں جن میں پانی کھرا رہنے کی وجہ سے بہت سی بیماری اور نمل ہونے والی آلودگیاں نچنے تہہ میں بیٹھ جاتی ہیں اور اوپر کا پانی قدرے صاف ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد فلٹریشن کا مرحلہ آتا ہے جہاں پانی کو پارک جالیوں سے گزار کر باقی غیر نمل شدہ آلودگیوں کو بھی دور کر لیا جاتا ہے اور پانی دیکھنے میں صاف شفاف ہو جاتا ہے۔

لیکن یہ پارک جالیاں پانی میں موجود پھو جن یا بیماریاں پھیلانے والے جراثیم کو نہیں روک سکتیں اور یہ مہلک جراثیم بدستور ہمارے پینے کے پانی میں تا صرف موجود رہتے ہیں بلکہ موافق ماحول کی وجہ سے ان کی تعداد بھی مسلسل بڑھتی رہتی ہے۔ ان کو تلف کرنے کے لیے کیمیائی طریقے اپنائے جاتے ہیں جن میں ایسی جراثیم کش ادویہ استعمال کی جاتی ہیں جو ان جراثیم کو تلف کر دیتی ہیں لیکن ان کے انسانی صحت پر کسی قسم کے معتر اثرات نہیں ہوتے۔ ان جراثیم کش ادویہ میں سب سے زیادہ موثر کلورین کا پاؤڈر ہے جس کو پانی کے ان تالابوں میں موجود شہریوں کو سپلائی کیے جانے والے پانی میں ملا دیا جاتا ہے اور یہ موثر طور پر سپلائی کیے جانے والے پانی میں موجود مہلک جراثیم کو ختم کر دیتا ہے۔

ہذا پینے کا پانی اس عمل کے بعد استعمال کے لیے بالکل محفوظ ہو جاتا اگر پائپوں کے ذریعے پانی کی ترسیل کا نظام بری طرح نوٹ پھوٹ کا شکار نہ ہو گیا ہوتا۔ تھوڑی بہت سیج پانی اور سیوریج کے اجھے سے اجھے نظام میں بھی ہوتی ہے لیکن اس کو کنٹرول کرنے کے لیے یہ احتیاط کی جاتی ہے کہ پانی کی لائنوں میں ہر وقت پریش سے جانے والا پانی موجود ہوتا ہے لہذا اگر ہمیں سے پانی کا پائپ کا جو انٹ ٹوٹا ہوا بھی ہو تو پانی کے پریش کی وجہ سے پانی اس میں سے باہر کی جانب ہی جاتا ہے اور باہر سے کسی قسم کی آلودگی پائپ کے اندر آ کر شہریوں کو سپلائی کیے جانے

ادارہ گلنوس کے سیکرٹریٹ

دیبا آفرین شاہدوہ

(۱) آنجل میں اتنے سارے نام ہیں جنہوں نے اپنی تحریروں سے اسے سچایا۔ سرفہرست نازیہ کنول نازی، نادیہ قاطر، نگہت عبداللہ، نازیہ جمال، عالیہ حرا، سیدہ غزل زیدی..... مگر آپ نے ایک کی شرط رکھی ہے تو سندس جبین کا ناول ”کھلت ذات“ بلاشبہ برسوں یاد رہے گا رائٹر نے دلایا ہے سب کو۔

(۲) میں یہاں نازیہ کنول نازی کی چند لائیں لکھ رہی ہوں، وہ کہیں کہیں خلیل الرحمان قرمر کی طرح ڈائیاگ لکھتی ہیں (کہیں کہیں)

”میں نہیں جانتا جسم سے جان نکلتی ہے تو کتنی تکلیف ہوتی ہے مگر میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ اس وقت میرا دل جس تکلیف کے حصار میں ہے یہ تکلیف جان نکلنے سے کم والی تکلیف نہیں ہے کاش، کاش تم دیکھ سکتیں جو اس وقت میرا حال ہے وطن سے دور اپنے رشتوں سے محروم، اس سردرات میں مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میرا خون تمہیں ہمیشہ کے لیے کھودیتے کے احساس سے رگوں میں جتنا جا رہا ہے کاش میں تمہیں خوش رہنے کی دعا دے سکوں۔“

(۳) کوئی خاص کردار تو نہیں میں تو اردگرد لوگوں میں کوئی نہ کوئی کردار ہی ڈھونڈتی رہتی ہوں۔ کوئی ڈاکٹر ہو، ٹیچر، پولیس یا ایاز جیسے لوگ سب ہی اسی معاشرے کا حصہ ہیں۔

(۴) کردار دیکھتے ہیں مگر وہ کردار جنہوں نے اپنا تاثر مخصوص رکھا ان میں سرفہرست ”مجھے ہے حکم اڈاں“ کی زینب، جمیرہ اور منتی کردار میں

بس ایک سرفہرست ہے عادلہ۔

(۵) کیا یاد دلایا مجھے کالج کے دن یاد آ گئے۔ کالج کا وہ منظر جب سالگرہ والے دن ہم فرینڈز خوب کھاپی کرا بجوائے کر رہے تھے۔ میری سالگرہ کا فائدہ اٹھایا ناسوانے (میں اتنا نہیں کھاتی یار) یہ لمحے ہمیشہ میری یادوں کا حصہ رہیں گے۔

(۶) آنجل کا اگست اور اکتوبر کے سردرق مجھے بے حد خوب صورت لگتے تھے۔

(۷) کوئی ایسا سلسلہ ہونا چاہیے جہاں مختلف شعرا کا انتخاب بھی بھیجا جاسکے مگر نیرنگ خیال بھی باقی رہے اور ”کام کی باتیں“ کی جگہ ”آپ کی شخصیت“ والا سلسلہ دوبارہ شروع ہونا چاہیے۔

(۸) اب آیا نا دلچسپ سوال، تائین کب ملاقات کرائیں گے، مجھے میرا شریف طور سے ملتا ہے۔

فیضہ جٹ سرگودھا

(۱) آنجل کی سالگرہ پر بہت مبارک باد اللہ ہمارے آنجل کو اور ترقی دے آمین، مجھے تو آنجل کی ہر تحریر ہی پسند ہے لیکن برف کے آنسو، کروں بجدہ ایک خدا کو، مجھے ہے حکم اڈاں، میرا الزام بھی تم، میرا آبی کا ناول ٹوٹا ہوا تار یہ تحریر بھی نہیں بھولے گی ہمیشہ ہمیشہ یاد رہیں گی۔

(۲) مجھے وہ پورا گراف بہت پسند آیا تھا جب قاطرہ دعائے نور پڑھتی ہے اس کے الفاظ یہ تھے اے اللہ میرے دل میں نور ڈال دے اور میری بصیرت میں نور ہو اور میری سماعت میں نور ہو اور میرے دائیں جانب اور بائیں جانب نور ہو اور میرے لیے نور بنا دے، اے اللہ مجھے نور عطا کر دے اور جب قاطرہ اور عباس دوڑ لگاتے ہیں لاریب اور سکندر کا سامنا دونوں کو رکھنے پر مجبور

(۸) اف اللہ کیسا سوال پوچھ لیا میں تو سب رائٹرز سے ملنا چاہوں گی اب کسی ایک کا کیا نام لکھوں، ان شاء اللہ ضرور ملوں گی وہ ہے نہ کہ ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے تو بس یہی حال میرا ہے۔ اس جہاں میں نہ سکی تو اس جہاں میں مل لیں گے۔

بنت حوا..... چوک سرود شہید

(۱) پہلا سوال ہی اتنا خوب صورت پوچھ لیا آپ نے تو اس کا جواب بھی ایسا ہی ہے "بھیل کنارہ کنکر" اور "کردوں سجدہ ایک خدا کو"۔

(۲) بہت سے جیلے ذہن و دل کو چھو جاتے ہیں، کچھ گہرے امنٹ نقوش چھوڑ جاتے ہیں۔ "انسان جانوروں اور پرندوں کو دیکھ کر بھی سبق حاصل نہیں کرتا جو کہ نکلوں کے آشیانے بناتے ہیں اور رزق ذخیرہ نہیں کرتے۔" یہ کسی کہانی کا جملہ نہیں بابا بھیلے شاہ کی نظم کا مرکزی خیال ہے۔

(۳) بالکل، ابھی آج ہی میں جب انا، شرمین، عارض اور بوبلی کے کردار پڑھ رہی تھی تو ان سب کو اپنے ارد گرد حقیقت کی دنیا میں بھی دیکھ چکی ہوں۔ رائٹرز بھی تو زندگی کی کہانی سے سچ کشید کر کے اسے لفظوں میں پرو کر صفحہ قرطاس پر بکھیرتی ہیں۔

(۴) میں یہ نہیں دیکھتی کہ مثبت دہشتی کردار کس کا ہے میں تو منفی کردار سے سبق حاصل کرتی ہوں اور مثبت کردار کو اپنانے کی کوشش کرتی ہوں کیونکہ محبت و نفرت اچھے یا برے انسان سے نہیں اچھے و برے کردار سے کی جاتی ہے۔

(۵) ہر وہ لمحہ جس سے میری ذات سے دوسروں کو خوشی ملی ہو اور ہر وہ لمحہ جو میں نے اپنے خدا کو یاد کرتے گزارا ہو۔

(۶) نائل اکثر یاد نہیں رہتے، ویسے فروری کے

کر دیا۔ چاروں کے درمیان سلام دعا کا تبادلہ ہوا تھا۔ عباس اور سکندر نے قدموں کو بڑھایا تو وہ کچھ پیچھے رہ جانے والی لاریب کے مقابل آگئی تھی جس نے عباس کی موجودگی کے باعث چہرے کو چادر کے نقاب میں چھپالیا تھا اس کی تعلیم میں قاطمہ نے بھی یہی عمل دہرایا۔ اسے اس پہل زینب کے الفاظ یاد آگئے تھے۔ عورت چاند کی طرح نہیں ہونی چاہیے جسے ہر کوئی بے نقاب دیکھے بلکہ مسلمان عورت سورج جیسی ہونی چاہیے جسے دیکھنے سے پہلے ہی آنکھیں جھمک جائیں۔

(۳) افسانوں کی دنیا میں بے شک سب جھوٹ نہیں ہوتا۔ بے شک ہمارے ماحول سے ہی بنتی ہیں اور زندگی کے موڑ میں ایسے انسان مل ہی جاتے ہیں۔

(۴) میرے پسندیدہ کردار میرا احترام تم ہو کے کردار آثم اور خاص کر مشکوٰۃ کا کردار بہت پسند آیا تھا اور برف کے آنسو کے نادل میں زعیم اور عاتزہ کا کردار بہت اچھا لگا تھا۔

(۵) میری زندگی کا خوب صورت لمحہ ماہرہ سے مٹنا اس سے باتیں کرنا میں جب اسے یاد کرتی ہوں تو لیوں پر مسکراہٹ آ جاتی ہے اور اسلام آباد کا سفر ہمیشہ یاد رہے گا بہت مزہ آیا تھا اور جہاں میں سلائی کرنے جاتی تھی۔ وہاں پر گزرے ہوئے دن آپی جی کی ڈانٹ پھوٹا نہ کی شادی کے دن جب یاد آتے ہیں تو ذہنی و جسمانی تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔

(۶) ستمبر اور اکتوبر کا نائل بہت پسند آیا تھا۔

(۷) آٹھ تو سارا ہی اچھا ہے کوئی خاص تہی ملی کی ضرورت نہیں، بس سلسلہ دار نادل زیادہ کر دیں۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✦ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✦ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✦ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✦ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو ایبل لنک
- ✦ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✦ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✦ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریج
- ✦ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✦ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✦ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✦ پیریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✦ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریج
- ✦ ایڈ فری لنکس، لنکس کو ایسے کمانے کے لئے شرک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

✦ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

✦ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب

ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

(۳) افسانوں کی دنیا میں واقعی سب کچھ جموٹ نہیں ہوتا جیسا کہ "ٹوٹا ہوا تارہ" میں عادلہ، کاشفہ، ایاز تینوں بہن بھائی جیسے کردار آج کل کے لوگوں میں عام پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی خوشیوں اور شدت پسندی کی وجہ سے لوگوں کی خوشیوں کو اپنے قدموں تلے روند دیتے ہیں۔

(۴) ہر شخص اپنے کردار اور موقع کے لحاظ سے صحیح ہے لیکن مجھے "کروں سجدہ ایک خدا کو" اس میں میرہ عباد کا کردار بہت اچھا لگا بلکہ بالکل اپنی طرح کا لگا کیونکہ لوگ ایسی ہی باتیں کرتے ہیں جو دین پر عمل کرتا ہے۔

(۵) میری زندگی کے وہ لمحے جو میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزاروں اور وہ لمحے مجھے قلبی سکون عطا کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ وہ نیکی جو تجھے خوش کر دے پس تو مومن ہے تو یہ حدیث میری ذہنی و جسمانی تھکاوٹ میں بھی ٹھنکی و سکراہٹ عطا کر دیتی ہے۔

(۶) دسمبر کے شمارے میں نائل اچھا تھا کوئی ایسا خاص نہیں جس نے مجھے متاثر کیا ہو۔

(۷) آنچل میں ایسی تبدیلی چاہتی ہوں کہ زیادہ چھوٹی کہانیاں نہیں ہونی چاہیے بلکہ لمبی کہانیاں ہونی چاہیے مجھے لمبی کہانیاں پسند ہیں۔

(۸) آنچل کی تمام رائٹرز سے ملنے کی خواہش ہے لیکن آئی نازی سے ملنے کی بہت خواہش ہے جب ان سے کاٹیکٹ ہو جائے گا تو ان کے ذریعے باقی سب سے بھی ہو جائے گا۔



نائل میں ماڈل کا لباس اور جیولری بہت اچھی تھی۔
(۷) میری تمام مصنفین سے درخواست ہے کہ وہ اپنی کہانیوں میں اور بہنوں کی عدالت میں قاری بہنوں کی اصلاح کے لیے ایسے کردار اور جواہرات تحریر کریں جن سے وہ خوابوں کی بجائے حقیقت کی دنیا میں رہیں اور اس کو فیس کریں کیونکہ بیشتر قارئین، رائٹرز کو نالو کرتی ہیں۔ اس لیے نازی اور دوسری رائٹرز سے میری گزارش ہے کہ خوابوں کو زیادہ مت اجاگر کریں لڑکیاں بہت سے خواب دیکھتی ہیں مگر پھر ان کے بدلے میں بہت سے دکھ اور شہیازے بھگتنے پڑتے ہیں۔ خوابوں کی دنیا میں انسان حقیقت کو بھول جاتا ہے اور آج کل جو زمانہ ہے اس میں ہر لڑکی کو خود اپنے نفس کو خواب دیکھنے سے روکنا چاہیے۔

(۸) اس سوال کا جواب پھر ایک نہیں دو ہیں۔ جی ہاں میرا صاحبہ اور نازی۔ میں نے کوشش کی کہ سیدھے سیدھے جواب دوں پھر بھی اپنی ہی انداز میں... (یقیناً)

ام عمارہ پیچہ وطنی

(۱) آنچل کے سابقہ سائبر نمبر سے شائع ہونے والی بہت سی تحریریں ایسی ہیں جنہیں میں بھول نہیں سکتی لیکن آئی نازیہ کنول نازی کی ایک تحریر "بھوک" جسے میں کبھی بھی بھول نہیں سکتی۔

(۲) آنچل میں سے ایک قول کہ "حیا اور ایمان دو ایسے پرندے ہیں اگر ان میں سے ایک اڑ جائے تو دوسرا خود بخود اڑ جاتا ہے۔"

"جو یہ کہتے ہیں کہ خدا نظر نہیں آتا مگر حقیقت تو یہ ہے کہ جب انسان مصیبت میں ہوتا ہے تو اسے خدا کے سوا کوئی اور نظر نہیں آتا۔"